ہندستانی اخبار نویسی

(کمپنی کے عہد میں)

محمد عتیق صدیقی

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

پیش کش

عمِ محترم

شاہ مصطفیٰ احمد صاحب قبلہ

کی خدمت میں

شکریہ

اس کتاب کی ترتیب و طباعت کے سلسلے میں جن حضرات نے عملی دل چسپی لی ہے ان کی فہرست خاصی طویل ہے مسٹر بی، اس، کیش ون، لائبریرین نیشنل لائبریری اور ان کے عملے نے نیشنل لائبریری کے نادر ذخیروں کے ساتھ ساتھ کلکتے کے دوسرے کتب خانوں سے بھی استفادہ کرنے کا انتظام کیا۔

نیشنل آرکائیوز (دہلی) کے سارے عملے نے سرگرمی سے اپنے فرائض انجام دے کر آسانیاں پیدا کیں۔ نیشنل آرکائیوز کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر مسٹر اس، اِن رائے اور اسسٹنٹ لائبریرین مسٹر باغچی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنھوں نے ہر مشکل کو آسان کرنے ہی کی کوشش نہیں کی بلکہ بنگلہ اخبار نویسی کے متعلق ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔ اسی طرح گجراتی و مرہٹی اخبار نویسی کے سلسلے میں مسٹر ماچھوے، اسسٹنٹ سکریٹری ساہتیہ اکیڈمی نے بھی معلومات فراہم کرنے کی ممکن کوششیں کیں۔

ڈاکٹر زبیر احمد صاحب صدیقی نے قدیم اخباروں کے چند شمارے عنایت فرمائے۔ نادم سیتاپوری صاحب نے ایک قدیم اخبار اور چند اخباروں کے تراشے بھی عنایت کئے۔ قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹر، پروفیسر حسن عسکری صاحب، پروفیسر احتشام حسین صاحب اور مالک رام صاحب نے کتابیں اور اخبارات مستعار دئے۔ ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب، ڈائرکٹر اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ (علی گڑھ) نے اور سید بشیر الدین صاحب لائبریرین مسلم یونیورسٹی لائبریری نے کئی دشوار منزلیں آسان کیں۔ آل احمد سرور صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو نے، اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں آسانیاں اور سہولتیں بہم پہنچائیں اور وقتاً فوقتاً مفید مشورے دئے۔

دہلی کے جن دوستوں نے ترتیب و طباعت کی مختلف منزلوں میں ہاتھ بٹایا ہے ان میں سجاد علی صاحب رشید نعمانی صاحب، رحم علی الہاشمی صاحب، مولانا عبدالقدیر اعظم عباسی صاحب، ذوالفقار حسین صاحب فاروقی، حافظ نبی احمد صاحب اور مولانا امداد صابری صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔ عزیزی عبید الحق سلمہٗ اور برادر عزیز محمد خلیق سلمہٗ کے نام گنانے بھی ضروری ہیں۔ ان میں سے ایک نے محنت و کاوش کے ساتھ گرد پوش کا ڈزائن تیار کیا اور دوسرے نے اس کتاب کی تیاری کے بعض ضروری اسباب مہیا کئے۔

میں ان سب حضرات کا ممنون ہوں۔

مولف

پیش لفظ

محمد عتیق صدیقی صاحب نے اپنی کتاب "ہندستانی اخبار نویسی" میں اس ملک کی اخبار نویسی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو (ہند) کی جانب سے شائع ہو رہی ہے جو بجائے خود اس کے مفید ہونے کی سند ہے۔ مصنف نے ہندستان کی مختلف زبانوں کے اخباروں کی تاریخ کے سلسلے میں سیاسی منظر بھی پیش کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کن نامساعد حالات میں اس ملک کی صحافت نے ترقی کی اور اپنے جائز حقوق تسلیم کرائے۔ سر تھامس منرو جیسا روشن خیال اور لبرل خیالات کا ماننے والا بھی ہندستانی صحافت کو اس کے حقوق سے محروم رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک موقع پر کہا ہے۔

"ہم نے اپنی سلطنت کی بنیادیں جن اصول پر استوار کی ہیں ان کی رو سے رعایا کو اخباروں کی آزادی نہ تو کبھی دی گئی اور نہ کبھی دی جائے گی . . . . اگر ساری رعایا ہماری ہم وطن ہوتی تو میں اخباروں کی انتہائی آزادی کو ترجیح دیتا لیکن چوں کہ وہ ہماری ہم وطن نہیں ہے اس لئے اس سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی . . . . اخباروں کی آزادی اور اجنبیوں کی حکومت ایسی چیزیں ہیں جو نہ تو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں اور نہ مل کر ایک ساتھ چل سکتی ہیں۔ آزاد اخبار نویسی کا پہلا فرض کیا ہے؟ اس سوال کا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ ملک کو بدیسی حکمرانوں سے نجات دلائی جائے۔ اگر یورپین اور ہندستانی اخباروں کو آزادی دی گئی، تو اس کا بھی یہی نتیجہ ہوگا۔"

سر تھامس منرو کے اس بیان سے انگریز حکمرانوں کی ذہنیت صاف ظاہر ہوتی ہے جو ہندستانی صحافت کو اپنی سلطنت کے لئے بڑا زبردست خطرہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں سیاسی شعور بڑھنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کرنی پڑی اور وہ اس ملک کی صحافت کو زیادہ عرصے تک اس کے حقوق سے محروم نہ رکھ سکے۔

محمد عتیق صدیقی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت اور چھان بین کے بعد لکھی ہے۔ پوری توقع ہے کہ اردو داں طبقہ اس کی قدر افزائی کرے گا۔ اس لئے کہ اپنے موضوع پر یہ کتاب جامع حیثیت رکھتی ہے۔

فقط

یوسف حسین خاں

حیدر آباد (دکن)

۲۱ر نومبر ۱۹۵۷ء

ابتدائیہ

ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد کی ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ، جو اس کتاب کا موضوع ہے، ایسٹ انڈیا کمپنی کے عروج و زوال کی تاریخ سے وابستہ ہے۔ ہندستان میں جدید اخبار نویسی کی داغ بیل ڈالنے والے حکمراں قوم کے وہ افراد تھے، جن کے ذاتی مفاد کی تمام راہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی اجارہ داری نے روک رکھی تھیں، یا کمپنی کے ارباب اختیار سے جن کی نجی مخالفت تھی۔ اس لئے قدرتاً اخبار نویسی اس ملک میں ابتدا ہی سے حکومت کی حریف بن گئی۔

پہلے انگریزی اخبار کی اشاعت کے تقریباً بیالیس سال کے بعد، انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جب ہندستانی اخبار نویسی نے جنم لیا تو اُس نے بھی، غیر محسوس طور پر، غیر ملکی حکمرانوں کے مقابلے میں، حریفانہ ہی روش اختیار کی، جس نے کمپنی کی حکومت کو شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

حکومت نے اخباروں کے باب میں انتہائی جابرانہ پالیسی اختیار کی، لیکن یہ سخت گیری ہندستانی اخبار نویسی کے سوتوں کو بند کرنے، یا اس کے دھارے کا رُخ موڑنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ کمپنی کے عہد کی ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ جہدِ مسلسل کی تاریخ ہے۔ اس دور کی اخبار نویسی حالات کی صرف خاموش تماشائی ہی نہیں رہی، یا مستقبل کے مورخ کے لئے واقعات و حادثات کو صرف محفوظ کرنے ہی کی خدمت اُس نے انجام نہیں دی، بلکہ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ ناخوش گوار حالات میں اُس نے "رائے عامہ" پیدا کرنے کا فرض منصبی ادا کیا اور ناسازگار ماحول میں اس کو پروان چڑھایا۔

افسوس ہے کہ اس دور کے ہمارے بیشتر اخبارات دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گئے اور جو ہندستان اور یورپ کے پبلک یا نجی کتب خانوں میں ابھی باقی بھی ہیں، وہ اوراق پریشاں کی طرح منتشر اور گوشۂ گم نامی میں ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ اب تک اس کا جائزہ لینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ ہماری تاریخ کے یہ نادر شہ پارے کہاں کہاں بکھرے پڑے ہیں اور آیندہ نسلوں کے لئے ان کو کیوں کر محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے، کیوں کہ اس کی تکمیل کے لئے جس سرمائے اور جن وسائل کی ضرورت ہے، وہ "فرد" کے بس سے باہر ہیں۔

کمپنی کے عہد کی ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ کے مواد کا بہت بڑا ذخیرہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی

دفتری کارروائی کے ریکارڈوں میں بھی بکھرا پڑا ہے۔ ان میں سے کچھ تو نیشنل آرکائیوز آف انڈیا (دہلی) میں اور کچھ انڈیا آفس (لندن) میں محفوظ ہیں نیشنل آرکائیوز کے بیش بہا ذخیرے سے استفادہ کرنے کی اجازت کے لئے مولف نے ۱۹۵۶ء میں درخواست دی تھی۔ اتفاقاً اس دور میں نیشنل آرکائیوز کچھ ایسے غیر معمولی حالات کا شکار تھا کہ وہ درخواست مسترد کردی گئی۔ مجبوراً صرف اس مواد پر اکتفا کرکے جو اخباروں اور کتابوں سے جمع کیا گیا تھا، موجودہ کتاب کا مسودہ مرتب کرلیا گیا اور کتابت بھی شروع ہوگئی۔ جب کتابت کی منزلیں بڑی حد تک ہو چکیں، تو نیشنل آرکائیوز کے ڈائرکٹر نے یکایک اطلاع دی کہ سابقہ فیصلے پر نظرِ ثانی کے بعد یہ طے پایا ہے کہ مولف نیشنل آرکائیوز کے ذخیرے سے استفادہ کرسکتا ہے۔

اس نئے فیصلے نے ایک طرف اگر کام کی نئی راہیں کھول دیں، تو دوسری طرف نئی دشواریاں بھی پیدا کیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری مسلوں کو پڑھنے کے بعد نئی نئی باتیں سامنے آنے لگیں اور کتابت شدہ مسودے نیز جمی ہوئی پلیٹوں میں ترمیم واضافے کی اشد ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ اس سلسلے میں کاتب نے کتابت شدہ کاپیوں میں اور رنگ ساز نے جمی ہوئی پلیٹوں میں حذف واضافہ کرکے یہ مشکل کچھ حد تک آسان کردی۔ اس عمل نے کتاب میں اگر نئے مواد کا اضافہ کیا تو ساتھ ہی کتابت وطباعت کی بدنما خرابیاں بھی پیدا کیں، جو آپ کو بھی جابجا نظر آئیں گی۔

حذف واضافے کے بعد کتاب کا ابتدائی حصہ طباعت کی منزل سے گذر رہا تھا کہ نیشنل آرکائیوز میں کلکتہ جرنل (۱۸۲۲ء) کے کچھ کرم خوردہ شمارے نکل آئے، جنھوں نے جام جہاں نما (اردو) کے سلسلے میں ایک نئی صورت حال پیدا کردی۔ ہندستانی اخبار نویسی کے بیشتر محققین کی تحقیق کے مطابق ۱۸۲۲ء میں پہلے فارسی کے جام جہاں نما کا اجرا ہوا۔ پھر اسی سال رام موہن رائے نے بھی مراۃ الاخبار کے نام سے ایک فارسی اخبار جاری کیا۔ جام جہاں نما کے "با ہمت اڈیٹر نے سال بھر بعد (۱۸۲۳ء میں) ایک اردو ضمیمہ بھی شائع کرنا شروع کیا۔"

رام موہن رائے نے مراۃ الاخبار کے پہلے ہی نمبر میں لکھا تھا کہ "اب تک کوئی فارسی اخبار شائع نہیں ہوا ہے۔" اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ "ایک فارسی اخبار کا اجرا" کررہے ہیں۔ رام موہن رائے کے اس بیان کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے، اس کتاب میں، عام تحقیق کے خلاف مراۃ الاخبار ہی کو پہلا فارسی اخبار قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تائید کلکتہ جرنل سے بھی ہوتی ہے۔

اردو جام جہاں نما کے باب میں اس پہلو پر زور دیا گیا ہے کہ وہ ضمیمہ نہیں تھا بلکہ اس کی

حیثیت مستقل اخبار کی تھی۔ لیکن اس کا سنہ اجرا ۱۸۲۳ء ہی تبلایا گیا ہے، جو غلط ہے۔ کلکتہ جرنل کے مطابق اردو کے جام جہاں نما کو فارسی کے دونوں اخباروں پر تقدیم حاصل تھی۔

۱۵ر اپریل ۱۸۲۲ء کے کلکتہ جرنل میں ہم کو "جام جہاں نما جلد ا نمبر ا" کے مضامین کی فہرست ملتی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپریل کی شروع تاریخوں میں جام جہاں نما کا اجرا ہوا ہوگا لیکن اس کا پتا نہیں چلتا کہ یہ فارسی کا اخبار تھا یا اردو کا۔ پھر ۸ر مئی کے کلکتہ جرنل سے معلوم ہوتا ہے کہ

"ہندستانی اخبار [جام جہاں نما]... جس کے چھ نمبر اب تک شائع ہو چکے ہیں، اس کی زبان میں، جس میں وہ لکھا جاتا ہے، اہم تبدیلی ہونے والی ہے۔"

کلکتہ جرنل کی اس مختصر سی خبر نے یہ بات واضح کر دی کہ جام جہاں نما کے ابتدائی نمبر فارسی میں نہیں بلکہ "ہندستانی" یعنی اردو میں شائع ہوئے نیز ۸ر مئی ۱۸۲۲ء کے بعد "اس کی زبان میں اہم تبدیلی" ہوئی اور اردو کا چولا اتار کر اس نے فارسی کا جامہ پہن لیا۔

اس انکشاف کے بعد کتاب کی ترتیب قدرتاً بدل جانی چاہئے تھی اور اردو کے جام جہاں نما کو دونوں فارسی اخباروں سے پہلے جگہ ملنی چاہئے تھی۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ جام جہاں نما کی پلیٹ چھپ چکی تھی۔ اتفاقاً مراۃ الاخبار کی پلیٹ چھپنے سے رہ گئی تھی، لیکن اس میں بھی صرف اتنا ہی اضافہ کیا جا سکا کہ مراۃ الاخبار "(فارسی رسم الخط کا دوسرا) اخبار تھا" اس اجمال کی تفصیل بھی درج کرنے کی گنجائش نہ نکل سکی۔

اسی طرح کی دشواریاں اکثر اخبارات کے سلسلے میں پیش آتی رہیں اور کاپیوں میں اور پلیٹوں پر حذف و اضافے کا سلسلہ جاری رہا مجھے شرمندگی ہے کہ قطع و برید کے اس "عمل پیہم" نے کتاب کے صفحات پر اپنے مستقل نشانات چھوڑے ہیں۔

کتاب کے آخری حصے میں اخباروں کی فہرست درج کی گئی ہے، جو طویل ہونے کے باوجود "مکمل" نہیں کہی جا سکتی۔ ان فہرستوں کو مرتب کرنے میں نیشنل آرکائیوز کے ریکارڈوں اور اختر شہنشاہی کو مستند سمجھا گیا ہے۔ دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ حواشی ہر صفحے پر نہیں بلکہ کتاب کے آخر میں درج کئے گئے ہیں۔ ہر باب میں جہاں بھی حوالے آئے ہیں، وہاں ان کے صرف نمبر سلسلے وار ڈالے گئے ہیں۔ پھر اسی ترتیب کے ساتھ ان حوالوں کی تفصیل آخری صفحات میں درج کی گئی ہے۔

محمد عتیق صدیقی

جامعہ نگر۔ دہلی

۲۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء

ترتیب

حرف اوّل

پہلا قلمی خبرنامہ — پہلا مطبوعہ اخبار — انقلاب فرانس اور اخبارات
خبر رسانی قدیم ہندستان میں — خبر رسانی عہد وسطیٰ کے ہندستان میں —
واقعہ نویس کی اہانت کے جرم میں صوبے دار کی معزولی — اورنگ زیب کے عہد
میں اخبار تھے ؟ — اخبار دربار معلّٰی — اخبار ڈیوڑھی — ایسٹ انڈیا کمپنی
اور ہندستانی اخبار نویس — اٹھارھویں صدی کے فارسی اخبار — طباعت
کی ابتدائی تاریخ — طباعت ہندستان میں — دیسی زبان کی ابتدائی مطبوعہ
کتابیں — گجراتی رسم الخط کے چھاپے خانے — فارسی رسم الخط کا تجارتی چھاپا خانہ

انگریزوں کی آمد اور نئے اخباروں کا دور

ہندستان میں پہلا انگریز — ہندستان میں پہلا تجارتی انگریزی وفد —
ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام — سلطنت مغلیہ کا انتشار — مغلوں کا زوال
اور انگریزی اقتدار کی تعمیر — انگریزی تجارتی سرمایہ داری کا دور — ہندستانی
مال کی درآمد کے خلاف برطانوی مزدوروں کا مظاہرہ — ہندستان میں اخبار

جاری کرنے کی (مسٹر بولٹس کی) ناکام کوشش ۔۔ مسٹر بولٹس ۔۔ مسٹر بولٹس کی کتاب ۔۔ کمپنی کے کرتوت کا پہلا کچا چھٹا۔

اٹھارھویں صدی کی ہندستانی اخبار نویسی

ہکیز گزٹ ۔۔ ہندستان کا پہلا مطبوعہ اخبار ۔۔ ہکیز گزٹ کی خصوصیات۔ اخبار پر پوسٹ کا دروازہ بند کر دیا گیا ۔۔ ہکی کی گرفتاری و سزا ۔۔ ہکی کا چھاپا خانہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا ۔۔ انڈیا گزٹ ہندستان کا دوسرا اخبار۔ کلکتہ گزٹ ہندستان کا تیسرا اخبار ۔۔ کلکتہ گزٹ کے اڈیٹر فرانسس گلیڈون کی علمی خدمات ۔۔ ڈاک کا انتظام ۔۔ ہندستان کا پہلا انگریزی رسالہ۔ بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی اور اس کے رسائل ۔۔ مدراس کا پہلا اخبار۔ مدراس کے کچھ اور اخبارات ۔۔ مدراس میں سنسر شپ ۔۔ بمبئی کے ابتدائی اخبارات ۔۔ ایک اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا ۔۔ ایک اور اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا ۔۔ ایشیاٹک میرر ۔۔ ہندستان میں اخباروں کے لئے پہلا قانون اٹھارھویں صدی اور اس دور کی خصوصیات ۔۔ ٹیپو سلطان کی شہادت بنگال کی لوٹ اور انگلستان کا صنعتی انقلاب ۔۔

ابتدائی انیسویں صدی کی اخبار نویسی

مرہٹہ جنگ اور اخبارات ۔۔ سنسر کے قاعدوں میں اضافہ ۔۔ پارلیمنٹ میں ہندستانی اخباروں پر بحث ۔۔ سنسر کا محکمہ توڑ دیا گیا ۔۔ جدید ممنوعات کا نفاذ ۔۔ کلکتہ جرنل ۔۔ جان بل ان دی ایسٹ ۔۔ نظربندی کا قانون۔

دیسی اخبار نویسی کا آغاز

دیسی اخبار نویسی کی تاریخ کا پس منظر ۔۔ ہندستان کا نیا متوسط طبقہ ۔۔

ہندستان میں اخباروں کی آزادی کے خطرات — چھاپاخانہ مدنیت کا خطرناک حربہ — بیپٹسٹ مشن اور اس کی صحافتی خدمات — ڈگ درشن پہلا بنگالی رسالہ — سماچار درپن — فرنڈ آف انڈیا — رام موہن رائے اور ان کے اخبار ورسائل — تحفۃ الموحدین — رام موہن رائے کی ایسٹ انڈیا کمپنی سے وابستگی اور انگریزی تعلیم — برہمو سماج — رام موہن رائے کی تعلیمی سرگرمیاں رام موہن رائے کے سیاسی عقائد — بادشاہ دہلی کی سفارت — سمبد کوموی ایک انگریزی اخبار کی مخالفت — ایک انگریزی اخبار کی حمایت — سماچار چندری کا اور دھرم سبھا — مراۃ الاخبار — پہلا فارسی اخبار — برہمنی کل میگزین — جام جہاں نما کلکتے کا دوسرا فارسی اخبار — ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی — جام جہاں نما اردو کا پہلا اخبار — جام جہاں نما کے اجرا کا مقصد۔ خبروں کا طرز — تاریخ انگلستان کا ترجمہ — تاریخ عالمگیری کا ترجمہ اودنت مارتنڈ — ہندی کا پہلا اخبار — شمس الاخبار — اخبار سی رام پور۔

دار و گیر

کلکتہ جرنل کے اڈیٹر بکنگھم کو ہندستان بدر کر دیا گیا — مراۃ الاخبار کا اظہار خیال — ہندستان کا پہلا پریس آرڈیننس — بنا کرو ندخوش رہے (رام موہن رائے نے احتجاجاً مراۃ الاخبار بند کر دیا) — پریس آرڈیننس کے خلاف کلکتہ جرنل کی اپیل — کلکتہ جرنل کا ایک اور اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا — کلکتہ جرنل کا اجازت نامہ منسوخ — اس کونسل میں ان دی الیمٹ — پارلیمنٹ میں ہندستانی اخباروں کی آزادی پر بحث — بمبئی گزٹ کا اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا — اخباروں کے قاعدوں میں اہم اضافہ — کلکتہ کرانی کل کا اجازت نامہ منسوخ —

بنٹنک اور مٹکاف کے عہد میں اخباروں کی ترقی

بنٹنک کے عہد میں اخباروں کی ترقی — بنگال ہیرلڈ — دوارکاناتھ ٹیگور، اس دور کے ٹاٹا برلا — بنگال ہیرلڈ کے اغراض و مقاصد — نیگادت — بنگلہ فارسی اخبار — مشترک زبانوں کے اخبارات — پربھاکر — پورن چندر دایا — بھاسکر — گیانے شن — ان کو آئرر — رفارمر — ۱۸۳۰ء کی اقتصادی بدحالی کا اخباروں پر اثر — کلکتے کے انگریزی اخبارات — بمبئی کے اخباروں کی ترقی — بمبئی درتمان — جام جمشید — مرہٹی زبان کا پہلا اخبار — ڈگ درشن — پونا دارتک — بنٹنک کے عہد کا پہلا اور آخری امتناعی حکم — ہندستانی اور انگریز اخبار نویسوں کی متفقہ عرض داشت ۱۸۲۳ء کے قانون کی تنسیخ — نئے قانون کا خلاصہ۔

شمالی ہند کی انگریزی اخبار نویسی

کانپور ایڈورٹائیزر — آگرہ اخبار — دہلی گزٹ — دہلی ایڈورٹائزر — آگرے کے چھاپے خانے — امریکن مشن کے چھاپے خانے — بنارس میگزین —

ہندستان کی فارسی اخبار نویسی

زبدۃ الاخبار — آئینۂ سکندر — ماہ عالم افروز — سلطان الاخبار — لدھیانہ اخبار — مہر منیر — احسن الاخبار — سراج الاخبار —

اردو اخبار نویسی

آگرہ اخبار پریس — دہلی اور لکھنؤ کے چھاپے خانے — دہلی اردو اخبار — "حضور والا" (بہادر شاہ) — صاحب کلاں بہادر (رزیڈنٹ) —

غالب اور دہلی اردو اخبار ۔ محمد حسین آزاد اور دہلی اردو اخبار ۔ مظہر حق ۔ سید الاخبار دم الاخوان ۔ خیر خواہ ہند اردو کا پہلا رسالہ ۔ خیر خواہ ہند کے مضامین کا انتخاب لکھنؤ کے اخبار و رسائل ۔ لکھنؤ کا پہلا اخبار ۔ دہلی کے صادق الاخبار ۔ گلِ رعنا یا کریم الاخبار ۔ اسعد الاخبار ۔ معیار الشعرا ۔ آگرے کے کچھ اور اخبارات ۔ شمالی ہند کے کچھ اور اخبارات ۔ بنارس اخبار ۔ سدھاکر اخبار ۔ بنارس گزٹ ۔ باغ و بہار ۔ مراۃ العلوم ۔ بنارس چندر ودے ۔ آفتاب ہند ۔ پنجاب کے اخبار و رسائل شملہ اخبار ۔ کوہ نور ۔ کوہ نور کا پست اندازِ تحریر ۔ ٹیلی گراف کے تاروں کا اجرا ۔ وکٹوریہ پیپر ۔ ہمیشہ بہار ۔ چشمۂ فیض ۔ مدراس کے اخبار و رسائل ۔ اعظم الاخبار ۔ تیسیر الاخبار ۔ آفتاب عالم تاب ۔ جامع الاخبار ۔ لکھنؤ کے دو اخبار ۔ طلسم لکھنؤ اور سحرِ سامری ۔ مخزن الاخبار ۔ تاج الاخبار ۔

دہلی کالج اور اس کے اخبار و رسائل

ایسٹ انڈیا کمپنی کی تعلیمی پالیسی ۔ مے کالے کا تعلیمی نظریہ ۔ دلی کالج کے دو طالب علم عیسائی ہو گئے ۔ قرآن السعدین مطبع العلوم ۔ ماسٹر رام چندر کا رسالہ فوائد الناظرین فوائد الناظرین کے ایک نمبر کا تجزیہ ۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی ہندستانی قوم پرستی ۔ پنجاب کی سازش ۔ پنجاب کی آزادی کا خاتمہ ۔ ماسٹر رام چندر کے قوم پرستانہ جذبات ۔ محب ہند ۔ ورناکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی ۔

گجراتی و مرہٹی اخبار نویسی

گجراتی اخبارات ۔ گجراتی اخباروں کے فارسی نام ۔ جِترا دن پن درپن ۔ ورتمان ۔ چابک ، بدھی پرکاش ۔ سورت سماچار ۔ پدیچ گار ۔ ستیہ پرکاش ۔ راست گفتار ۔ مرہٹی اخبار نویسی ۔ ممبئی اخبار ۔

اٹھارہ سوستاون اور اخبارات

بغاوت کا پس منظر۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء سے پہلے کے اخباروں کے اقتباسات۔
بغاوت کے معرکوں کی خبریں۔ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کے دہلی اردو اخبار کے اقتباسات۔ "فرخت اجناس بازارہائے شہر"۔ "خبر دہلی"۔ "مورچہ کی خبر"۔ اخبار الظفر۔ ایک انگریز پرست اخبار۔ کوہ نور۔
باغی اخبار نویسوں کا حشر۔ مولوی محمد باقر کو گولی ماردی گئی۔ محمد حسین آزاد کے مصائب۔ صادق الاخبار کے اڈیٹر کو قید کی سزا۔ گلشن نوبہار کا چھاپا خانہ ضبط کر لیا گیا۔ بغاوت اور انگریزی اخبارات — فرنڈ آف انڈیا۔ بنگال ہرکارو۔ بمبئی ٹائمز۔
حرف آخر — ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ

ضمیمے

اٹھارھویں صدی کے قلمی فارسی اخبارات۔ پہلے مطبوعہ انگریزی اخبار ہکیز گزٹ کے اقتباسات۔ قدیم ترین مطبوعہ فارسی اخبار شمس الاخبار کے اقتباسات۔ پہلے اردو اخبار جام جہاں نما کے اقتباسات۔ پہلے ہندی اخبار اُودنت مارتنڈ کے اقتباسات۔ انگریزی اخباروں کی فہرست۔ فارسی اخباروں کی فہرست اردو اخباروں کی فہرست۔ ہندی اخباروں کی فہرست۔ گجراتی اخباروں کی فہرست۔ مرہٹی اخباروں کی فہرست۔ مشترک زبانوں کے اخباروں کی فہرست۔ ہندستانی اخبار نویسی کی اہم تاریخیں۔
حوالے اور نوٹ
کتب ماخذ
اشاریہ

تصویریں

نمبر	تصویر	صفحہ
۱	اخبار دربارِ معلیٰ	۳۰
۲	یورپ کے ابتدائی چھاپنے والے	۳۶
۳	قدیم ترین مطبوعہ کتاب	۳۷
۴	لکڑی پر کھدائی کی چھپائی کا قدیم ترین نمونہ	۳۸
۵	ہندستان کی پہلی مطبوعہ کتاب	۳۹
۶	اخلاق ہندی کا سرورق	۴۴
۷	اخلاق ہندی کا سرورق (انگریزی)	۴۵
۸	ہکیز گزٹ (۱۷۸۰)	۶۴
۹	کلکتہ گزٹ (۱۷۸۷)	۷۲
۱۰	کلکتہ گزٹ میں عربی، فارسی اور بنگلہ اشتہار	۷۲
۱۱	جیمس سلک بکنگھم	۱۰۶
۱۲	جان کلارک مارش مین	۱۴۴
۱۳	رام موہن رائے	۱۲۶
۱۴	جام جہاں نما (فارسی)	۱۵۴
۱۵	جام جہاں نما (اردو)	۱۶۰
۱۶	جام جہاں نما (اردو)	۱۶۱
۱۷	اودنت مارتنڈ	۱۶۵
۱۸	شمس الاخبار	۱۸۶
۱۹	بنگال ہیرلڈ	۲۰۲
۲۰	بنگودت	۲۴۳
۲۱	چارلس مٹکاف	۲۴۴
۲۲	سلطان الاخبار	۲۴۴
۲۳	سراج الاخبار	۲۵۹
۲۴	دہلی اردو اخبار	۲۶۶
۲۵	صادق الاخبار	۲۵۸
۲۶	صادق الاخبار	۲۵۹
۲۷	کوہ نور	۳۰۰
۲۸	طلسم لکھنؤ	۳۱۲
۲۹	محب ہند	۳۴۴
۳۰	دادا بھائی نوروزجی	۳۵۴
۳۱	دہلی اردو اخبار	۳۷۴
۳۲	اخبار الظفر	۳۹۶
۳۳	اخبار جاری کرنے کے لئے بہادر شاہ کا اجازت نامہ	۴۰۲

حرفِ اوّل

”ہندستانی اخبار نویسی کا جائزہ لیتے وقت ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آج جو چھپے ہوئے اخبار ہم دیکھتے ہیں، انھیں سے ہمارے دیس میں اخبار نویسی کی ابتدا ہوئی ہے۔“

عبداللہ یوسف علی

کسی حکیم کا قول ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نئی ایجادیں بھی آدمی کی ضرورتوں کو بڑھا دیتی ہیں۔ مثال کے لئے آپ طباعت اور خبر رسانی کو لیجئے جن کا ہمارے موضوع سے گہرا تعلق ہے۔ انسان نے اپنے سفرِ ارتقاء کی مختلف منزلوں میں اپنی مختلف ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اُن کو جنم دیا تھا، لیکن انسان نے چھپائی اور خبر رسانی کے فن جب تک نہ جانے تھے، یا اُن دونوں کے باہمی ربط کا اُس کو علم نہ ہوا تھا، اس گھڑی تک اپنے ارد گرد کی باتوں کو جاننے اور اپنے حالات اور خیالات دوسروں تک پہنچانے کا کسی کو خیال بھی نہ آیا تھا۔ لیکن چھپائی اور خبر رسانی کے فن جاننے اور اُن دونوں کے باہمی ربط کو معلوم کر لینے کے ساتھ ہی انسان کے اندر اس کی خواہش ہی نہیں بلکہ تڑپ پیدا ہو گئی کہ دیس بدیس کے گھڑی گھڑی بدلنے والے نئے نئے حالات جلدی سے جلدی وہ معلوم کر لیا کریں۔ آدمی کی اسی خواہش اور اسی تڑپ نے چھپائی اور خبر رسانی کو، جن کے تال میل کا دوسرا نام اخبار ہے، آج اس جگہ تک پہنچا دیا ہے جس کا ہندستان کے اخباروں کو دیکھ کر ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن نے تو خبروں اور خبر رسانی کی دنیا ہی بدل دی ہے۔ یونسکو UNESCO کی تحقیقات کے مطابق آج کی دنیا میں ہفتے وار اخباروں کے علاوہ روزناموں کی ۲۵ کروڑ ۵۰ لاکھ کاپیاں شائع ہوتی ہیں، ۲۵ کروڑ ۷۰ لاکھ ریڈیو سیٹ خبریں سناتے ہیں اور ۴ کروڑ ۴۰ لاکھ ٹیلی وژن سیٹ بھی یہی خدمت انجام دیتے ہیں! خود ہمارے دیس میں جہاں ابھی ٹیلی وژن کا دور شروع نہیں ہوا ہے ریڈیو نے خبروں کو اس درجہ عام کر دیا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح اب خبریں بھی ہماری زندگی کا ایک ضروری جزو بن گئی ہیں۔ کوئی پچاس پچپن برس اُدھر جب ریڈیو لوگوں کی دسترس سے باہر تھا

اور اخبار بینی کا مذاق بھی اس درجہ عام نہ ہوا تھا اُس وقت اکبرؔ الہ آبادی مرحوم نے اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں فرمایا تھا کہ ؎

نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت وضو کی اور مناجاتِ سحر کی

مگر ہاں چائے پی کر حسبِ دستور تلاوت کرتے ہیں وہ پائنیر کی

اکبرؔ نے زندگی کی جن قدروں کے بدلنے اور جس سماجی تبدیلی کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا ہے اُس سے قطع نظر، ہم کو تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اکبرؔ کے وقت میں جب ہمارے بزرگ ریڈیو سے اور خبریں حاصل کرنے اور اُن کو چھاپنے کے نئے نئے طریقوں سے بے خبر تھے اور جب پائنیر کی قیمت چار آنے فی کاپی ہوا کرتی تھی (اس وقت کے چار آنے آج کے روپیے کے برابر تو تھے ہی) اس وقت اخبار پڑھنے کا کتنا شوق لوگوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کا ایک دل چسپ پہلو یہ ہے کہ وہی اکبرؔ جس نے شیخ صاحب کی ؎

وضو کی اور مناجاتِ سحر کی

عادت ترک کرنے اور اُس کی جگہ پر پائنیر کی تلاوت کا ذوق پیدا کرنے پر اتنا گہرا طنز کیا تھا، شاید آگے چل کر خود اُن کے اندر اخبار کی بے پناہ قوتوں کا احساس اس شدت سے پیدا ہوا کہ انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو مشورہ دیا کہ ؎

کھینچو نہ کمانوں کو نہ تلوار نکالو جب توپ مقابل ہے تو اخبار نکالو

ممکن ہے کہ نپولین کا یہ قول اکبرؔ کی نظروں سے گذرا ہو کہ "ہزار سنگینوں سے زیادہ چار مخالف اخباروں سے ڈرنا چاہیئے" اور انھوں نے اپنی رائے بدل دی ہو۔

پہلا قلمی خبر نامہ

اخبار جس کو اکبرؔ نے توپ کے مقابلے میں جاری کرنے کا مشورہ دیا تھا اس کی تاریخ انسان کی بیشتر ایجادوں کی طرح کافی پرانی ہے۔ حضرت مسیح سے کوئی ۶۰ برس پہلے روم میں راج میں روزانہ ایک قلمی خبر نامہ جاری کیا جاتا تھا جس میں سرکاری اطلاعیں نیز میدانِ جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھیں۔ اس قلمی خبرنامے کو اِکٹا ڈیوری نا کہتے تھے[2]۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جو Acta اور Diurna سے مرکب ہے۔ اول الذکر کے معنی ہیں کارروائی اور موخر الذکر کے معنی ہیں روزانہ۔

جدید اخبار نویسی کی تاریخ نسبتاً کم پرانی ہے۔ ۱۵۶۶ء میں وانس (Vanis) کے شہر میں یہ طریقہ جاری کیا گیا تھا کہ ایک شخص عام شاہراہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے عوام کی دل چسپی کی خبریں ایک قلمی مسودے سے پڑھ کر سُناتا۔ یہ مسودہ حکومت کی نگرانی میں مرتب کیا جاتا تھا۔ جو لوگ ان خبروں کو سُنتے تھے اُن سے ایک گزیٹا (Gazetta) وصول کیا جاتا، جو معمولی رائج الوقت سکّہ تھا۔ اور اسی مناسبت سے گزٹ کا لفظ ایجاد ہوا جو اخبار کے معنوں میں بولا اور لکھا جاتا ہے۔[۳]
اس تجربے کے بعد ہی یورپ کے اور ملکوں میں بھی خبرناموں کا رواج شروع ہوا۔ چناں چہ سولھویں صدی کے انگلستان میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ جب کوئی اہم واقعہ پیش آتا جس سے عوام کو بھی کچھ تعلق ہوتا تو حکومت ایک آدھ خبر نامہ جاری کرتی۔ اسے نیوز شیٹ News Sheet کہتے تھے اور یہ بھی قلمی ہی ہوتا تھا۔

پہلا مطبوعہ اخبار

پہلا مطبوعہ خبر نامہ ۱۶۰۹ء میں جرمنی میں جاری کیا گیا۔ اس کا نام تھا Avisa Relation OderZeitung۔ اور پھر دو سال بعد اسی طرح کا ایک چھپا ہوا خبر نامہ انگلستان میں پہلے پہل ۱۶۱۱ء میں نیوز فروم اسپین News From Spain کے نام سے شائع ہوا لیکن اس کی شکل وصورت اور اس کا رنگ ڈھنگ اخباری نہ تھا۔ پہلا باضابطہ اخبار انگریزی زبان میں ۱۶۲۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا نام ویکلی نیوز تھا Weekly News اور اس کے اڈیٹر نتھانیل بٹلر Nathaniel Buttler تھے۔ اس کے بعد ۱۶۳۱ء میں فرانس سے گزٹ دا فرانس (Gazette de France) جاری ہوا۔ امریکا کا پہلا اخبار پبلک اکرنسز (Public Occurences) تھا۔ جس کا ۱۶۹۰ء میں بوسٹن سے اجرا ہوا۔

سولھویں صدی کے خبر ناموں کی یا سترھویں صدی کے اخباروں کی وہ سج دھج نہ ہوتی تھی جو آج ہمارے اخباروں کی ہوتی ہے۔ وہ تو بس سیدھے سادھے خبر نامے ہوتے تھے۔ گنی چُنی خبروں کے علاوہ نظمیں، مضامین یا خبروں پر تبصرہ بھی ان میں نہیں ہوتا تھا۔ لیکن علم وسائنس کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری کے ساتھ ساتھ واقعات سے باخبر رہنے کا بھی لوگوں میں شوق پیدا ہوا۔ چناں چہ سترھویں صدی میں کچھ لوگوں نے نجی طور پر خبر رسانی کا کام یورپ میں شروع کیا۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں جس کا انگلستان

میں وہی زمانہ تھا جو ہندستان میں اکبر کا تھا، اخبار نویس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اُسی کے عہد میں اخباروں کی آزادی کے حق کو ۱۶۴۱ء میں قانوناً تسلیم کیا گیا۔ انگلستان کی اخباری اور سیاسی تاریخ کا یہ اہم ترین واقعہ تھا، جس کے بعد ہی انگریزی خبر ناموں (News Sheet) نے ترقی کر کے اخباروں کا روپ دھارا۔ اسی سنہ میں لندن سے ایک رسالہ شائع ہونے لگا جس میں صرف پارلیمنٹ کی کارروائیاں چھاپی جاتی تھیں۔ جلد ہی یہ رسالہ ہفتے وار اخبار بن گیا۔ دوسرے سال ۱۶۴۲ء میں اسی قماش کا ایک اور رسالہ جاری ہوا۔ اس کا ایک لمبا سا نام تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بھی ہفتے وار اخبار بن گیا اور ساتھ ہی اُس کا نام بھی بدل کر ڈیورنل اکرنسز (Divurnal Occourrences) ہو گیا۔

انگلستان میں اخباروں کی آزادی کے حق کو قانوناً تسلیم کئے جانے کے بعد بھی اخباروں کی ترقی کی راہ میں دشواریاں پیدا ہوتی رہیں۔ چناں چہ سترھویں اور اٹھارویں صدی میں برطانوی اخبار نویسی کے ارتقار کی رفتار بے حد سست رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پارلیمنٹ اور کلیسا دونوں اخباروں کی آزادی کی رفتار کو معاندانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔[5]

انقلاب فرانس اور اخباروں کی آزادی

فرانس جہاں پہلا اخبار ۱۶۳۱ء میں شائع ہوا تھا، وہاں بھی دنیا کے اور ملکوں کی طرح اخبار نویسی پر شدید پابندیاں عائد تھیں۔ انسان کے اور شہری حقوق کی طرح تقریروں اور جلسوں پر بھی کڑی بندشیں تھیں۔ چناں چہ فرانس میں اخبار نویسوں اور مصنّفوں کو جس ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اُس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عظیم الشان اِن سائکلوپیڈیا کے مصنّفوں کو پچیس برس تک دہشت ناک، پُر خطر اور ہتک آمیز حالات میں کام کرنا پڑا۔ ہر گھڑی اُن کو یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کسی وقت بھی اُن کے قلم کی جنبشیں روکی جا سکتی ہیں۔ سنسر شپ کی موجودگی سے زیادہ صبر آزما اس کے نفاذ کا کھٹکا تھا۔ ان حالات کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ مصنّف اور ناشر دونوں یکساں طور پر اپنی ذہنی دیانت داری کھو بیٹھے تھے۔[6]

۱۷۸۹ء میں جب فرانس میں انقلاب آیا تو اُس کا طوفان سارے قیود اور جملہ پابندیوں کو اپنے ساتھ بہالے گیا۔ انقلاب کے ساتھ ہی وہاں جو نئی نیشنل اسمبلی بنی اور اُس نے سب سے پہلے جو کام کئے، اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عوام کو اخباروں اور تقریروں کی پوری آزادی دی گئی۔ اِس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں انقلاب کے موافق اور مخالف دونوں طرح کے ان گنت اخبار و رسائل شائع ہونے لگے۔

۱۷۹۱ء میں فرانس کی نیشنل اسمبلی نے جو جمہوری دستور مرتب کیا، اس کی گیارھویں دفعہ کے مطابق فرانس کے شہریوں کو تقریر و تحریر کے ساتھ ساتھ اخبار نویسی کی بھی قانوناً آزادی نصیب ہوئی۔ یہ واقعہ صرف فرانس ہی کی اخباری و سیاسی تاریخ کا نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ کا اہم ترین واقعہ اور دنیا میں انسان کے شہری حقوق کی پہلی فتح تھی، جس کے بعد ہی اخبار نویسی کے ایک نئے تصوّر نے جنم لیا، جس کو بجا طور پر جدید اخبار نویسی کا سنگ بنیاد کہا جا سکتا ہے۔

خبر رسانی قدیم ہندستان میں

ہمارے دیس میں سب سے پہلے منو مہاراج نے ایک دستور حکومت مرتب کیا تھا۔ اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ نظام ایک حد تک جمہوری طرز کا تھا۔ منو مہاراج کے فلسفۂ ریاست میں بنیادی حیثیت گاؤں کو حاصل تھی۔ چناں چہ ہندستان کے اس پہلے نظامِ حکومت میں خبر رسانی کی جو ابتدائی شکل ہم کو ملتی ہے اس کی ابتدا بھی گاؤں ہی سے ہوتی ہے۔

”ایک گاؤں (کا) پھر دس گاؤں (کا) پھر بیس بیس گاؤں (کا) پھر سو سو اور ہزار ہزار (گاؤں) کا ایک صدر (راجہ) مقرر کرے۔“

اور پھر خبر رسانی کے لئے

”گاؤں کا چودھری اپنے گاؤں کے نیک و بد کا پتہ دس گاؤں کے چودھری کو (دے) اور دس گاؤں والا بیس (گاؤں) والے چودھری کو دے اور بیس والا سو والے کو اور سو والا ہزار والے کو اطلاع دے۔“

خبر رسانی کا یہ ایک سیدھا سادھا نظام تھا جو یقیناً اس زمانے کی ضرورتوں کے لئے کافی رہا ہوگا۔

اس زمانہ میں کسی جگہ اگر کوئی بڑی سے بڑی بات بھی ہو جاتی تو دوسری جگہ کے رہنے والوں کو بہت دنوں کے بعد سادھوؤں، فقیروں، سیلانیوں اور مسافروں کی زبانی اس کا حال معلوم ہوتا۔ بعض حالتوں میں قاصد یا ہرکارے بھیجنے کی مثالیں بھی ہم کو ملتی ہیں۔ پرانے وقتوں کے کتبے اور ستون، جن کا حال ہی میں پتا چلا ہے، خبر رسانی کی ابتدائی تاریخ کی گم شدہ کڑیاں ہیں۔ اس زمانہ میں

ستونوں اور چٹانوں پر عبارتیں کندہ کر کے سرکاری قوانین، مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ آگے چل کر ستونوں کی جگہ تانبے کی چادروں نے لے لی، جن پر عبارتیں کرٹھی جاتی تھیں اور جن کے پڑھنے سے اس وقت کے معاشرتی و اقتصادی حالات کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔" اور یہی نہیں بلکہ اُس دور کے دیہاتی نظام کی ساخت کا حال بھی ہم کو معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ ان کتبوں میں "دیہاتی جماعتوں کے اراکین کی قابلیت و ناقابلیت، سبھاوں کا انعقاد، اراکین کے عام انتخابات، شاخ سبھاؤں کی تنظیم، آمد و خرچ کے ممتحنوں کے تقرر وغیرہ کے اصول و قواعد سے بھی بحث کی گئی ہے۔"[9] چٹانوں اور ستونوں پر عبارتیں کندہ کرنے کی مثالیں ہم کو دوسرے ملکوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں مثلاً بابل و نینوا کے شہروں میں بھی چٹانوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ اسی طرح کا ایک قدیم ترین سنگی کتبہ قدس (بیت المقدس) کے جنوبی مشرقی سرے کی ایک پہاڑی پر ملا ہے۔ اس کی زبان انجیلی عبرانی ہے اور یہ کتبہ کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے۔[10]

اشوک کے عہد میں جب مذہب اور ریاست کو ایک دوسرے میں ضم کر دیا گیا اور شہر یاری کا ایک ترقی یافتہ نظام ہمارے ملک میں قائم ہوا تو اس وقت خبریں حاصل کرنے کے متعدد ذرائع شہنشاہ کے پاس موجود تھے۔ لوگوں کی خفیہ سرگرمیوں اور باغیانہ حرکات کی اطلاعیں جاسوس لاتے تھے۔ دوسری طرف ہر محکمہ اپنی کارگزاریوں کی خبریں بھیجا کرتا تھا۔ نیز ہر محکمہ کے ساتھ خفیہ نویس بھی متعین ہوا کرتے تھے۔ خانقاہیں شہنشاہ کو عوام کی مذہبی و سماجی سرگرمیوں سے باخبر رکھتی تھیں۔" جاسوسوں اور مخبروں کی لائی ہوئی خبریں براہ راست بادشاہ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھیں۔ باقی خبریں جو محکموں سے آتی تھیں یا صوبوں اور اضلاع کی خبریں جمع کرنے والے جو اطلاعیں فراہم کرتے تھے وہ مجلس وزراء کے سامنے پیش کی جاتی تھیں۔ بڑے بڑے بیوپاری اپنی تجارتی اور نجی ضرورتوں کے لئے اخباری چٹھیاں لکھنے والوں کو ملازم رکھا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے اپنے علاقوں کے بازاروں کے بھاؤ اور دوسری متعلقہ خبریں اپنے مالکوں کو پابندی سے بھیجتے۔ ان خبروں کی محدود حلقوں میں اشاعت بھی ہوتی تھی۔

ہندستان کے ہر دور کی تاریخ میں خبر رسانی اور جاسوسی کے مکمل نظام کے ساتھ ساتھ ڈاک کے انتظام کا بھی ہم کو پتہ چلتا ہے، جو خبر رسانی کے سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ خبر رسانی کی جو شکلیں ہندستان

ہیں رائج تھیں کم و بیش وہی شکلیں ایشیا اور یورپ کے تمام ملکوں میں بھی پائی جاتی تھیں۔ آگے چل کر وقائع نگار اور اخبار نویس کے وجود کا بھی ہم کو پتا چلتا ہے، جو ہر جگہ پائے جاتے تھے، لیکن ان کا تعلق پرجا سے نہیں بلکہ راجہ سے ہوا کرتا تھا۔ اخبار نویس کا کام عام لوگوں کو نہیں بلکہ بادشاہ اور اس کے وزیروں اور امیروں کو راج کے حالات اور پرجا کے خیالات سے باخبر رکھنا تھا۔

خبر رسانی عہد وسطیٰ کے ہندستان میں

ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ کا جائزہ لیتے وقت، بقول عبداللہ یوسف علی مرحوم، ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آج جو چھپے ہوئے اخبار ہم دیکھتے ہیں انھیں سے ہمارے دیس میں اخبار نویسی کی ابتدا ہوئی ہے۔ یہ خیال اس حد تک صحیح ہو سکتا ہے جیسے کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ چپکانے والے ٹکٹوں کی ایجاد کے ساتھ ہی ڈاک کا سلسلہ بھی ہمارے ملک میں شروع ہوا۔ اگرچہ ڈاک کا معقول انتظام اگلے وقتوں سے ہمارے یہاں جاری ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ محمد تغلق کے وقت میں تو ہم کو فوری (Express) چٹھیوں کے لانے اور لے جانے کے بندوبست کا بھی پتہ چلتا ہے۔[۱۲]

شیر شاہ کے عہد میں بھی خبر رسانی اور ڈاک کا مکمل نظام قائم تھا چناں چہ شیر شاہ نے سڑکوں کے کنارے جو سرائیں بنوائی تھیں اُن میں سے ہر سرائے میں ڈاک کی چوکی کا ایک اسٹیشن ضرور ہوتا تھا۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ شیر شاہ کا ہاتھ ہر وقت اپنی سلطنت کی نبض پر رہا کرتا تھا۔ ہر سرائے میں ڈاک کی چوکی کے دو گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔[۱۳] جس سُرعت کے ساتھ ڈاک ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاتی تھی اس کا ذکر تمام مورخوں نے کیا ہے۔ سیر المتاخرین کے مطابق شیر شاہ

"در زمان خود اکثر مخترعاتِ شائستہ در امور جہاں بانی نمود و اکثر قوانین سلطان علاؤ الدین خلجی را کہ تاریخ فیروز شاہی مشعر بر آن است پسند نمودہ مدار کار خود بر آں ضوابط گذاشت و داغ اسپ را کہ بینش سلطان علاؤ الدین مقرر گردیدہ، اما رواج نیافتہ بود رائج گردانید۔ در ہزار و پانصد کروہ از بنگالہ تا رہتاس و پنجاب بفاصلہ دو دو کروہ ہماں سراہا آباد کردہ و در ہر سرائے دو اسپ و یک نقارہ گذاشتہ ڈاک چوکی نام نہاد۔ در سہ روز خبر بنگالہ بہ رہتاس مرقوم می رسید۔"[۱۴]

شیر شاہ کی حکومت کی عمر زیادہ نہ تھی اور اس کو وہ اطمینان کبھی نصیب نہ ہوا جو اُس کے حریف ہمایوں کے بیٹے اکبر کے حصّے میں آیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود خبر رسانی کا جو معقول انتظام شیر شاہ نے کیا تھا وہ قابلِ رشک تھا۔ نیلاب اور بنگال کی آخری حدوں سے شیر شاہ کو روزانہ خبریں ملا کرتی تھیں۔ اس کے پاس خبروں کی فراہمی کے دو ذرائع تھے۔ ایک تو سرکاری حکام برابر خبریں بھیجتے تھے دوسرے خفیہ خبر رسانی کا بھی انتظام تھا۔ شیر شاہ کے خبر رساں ملک کے باہر کی مفید خبریں بھی اس کے پاس بھیجا کرتے تھے۔[15]

ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کر لیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک اخبار نویس ضرور مقرر کیا جاتا تھا، جس کا کام یہ ہوتا کہ وہ اپنے علاقے کے حالات کی بادشاہ اور اُس کے وزیروں کو بے کم و کاست اطلاع دیا کرے۔ اگر اخبار نویس اپنے فرائض کی انجام دہی میں سہواً یا ارادتاً کوتاہی کرتا اور بادشاہ کو اس کی اطلاع ہو جاتی تو اخبار نویس کو جُرم کی نوعیت کے مطابق برخاست کر دینے سے لے کر پھانسی تک کی سزا دی جاتی۔ صاحب طبقاتِ اکبری کا بیان ہے کہ غیاث الدین بلبن کے زمانے میں بدایوں کے صوبے دار نے ایک فرّاش کو جان سے مار دیا۔ وہاں کے وقائع نگار نے بادشاہ کو اس واقعے کی اطلاع نہیں دی۔ کچھ عرصے کے بعد کہیں جاتے ہوئے بادشاہ نے بدایوں میں منزل کی تو مقتول فرّاش کی بیوی روتی سر پیٹتی فریادی ہوئی۔ بادشاہ نے بدایوں میں قیام کر کے واقعے کی جانچ پڑتال کی اور صوبے دار کے اتنے دُرّے لگوائے کہ وہ جان بحق تسلیم ہو گیا اور وقائع نویس کو پھانسی کی سزا دی۔[16]

مغلوں کے عہد میں اخبار نویسی اور وقائع نگاری نے خاصی ترقی کی۔ ابوالفضل وقائع نویسی کا ذکر کرتے ہوئے آئینِ اکبری میں لکھتا ہے کہ "واقعاتِ سلطنت کا قلم بند کرنا نہ صرف مملکت و دولت کی ترقی اور انتظام کے لئے ضروری ہے بلکہ ہر طبقے اور ہر مجلس کی رونق کو بحال رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی اس طریقے کا پتا چلتا ہے مگر اس کی اصل حقیقت سے اہلِ زمانہ کو اس مبارک عہد میں (اکبر کے وقت میں) آگاہی ہوئی۔ . . . . "[17]

مغل عہد کی اخبار نویسی کا ذکر کرتے ہوئے جادو ناتھ سرکار لکھتے ہیں کہ مرکزی حکومت کو جن ذرائع سے خبریں حاصل ہوتی تھیں وہ یہ تھے۔

"۱۔ وقائع نگار

"۲۔ سوانح نگار

"۳۔ خفیہ نویس

"۴۔ ہرکارے

"اول الذکر تینوں خبریں لکھ کر بھیجتے تھے ہرکارہ، جس کے لغوی معنی ہیں لے جانے والا، وہ خبریں زبانی سناتا تھا۔ اگرچہ موخرالذکر کی لکھی ہوئی چٹھیوں کا ذکر بھی ہم کو ملتا ہے۔ [ہرکارے کی لکھی ہوئی چٹھیوں کا ذکر فارسی تاریخوں میں ملتا ہے۔ مثلاً عنایت اللہ کشمیری احکامات عالمگیری (قلمی) میں لکھتے ہیں کہ "از نوشتہ جات ہرکارہ بہ نگاہ منزل نمودن آن امارت مرتبت . . ." مولف] وقائع نویس اور سوانح نگار کے معنی ایک ہی ہیں یعنی خبروں کا لکھنے یا جائزہ لینے والا۔ لیکن دونوں میں فرق صرف یہ تھا کہ وقائع نویس زیادہ پابندی کے ساتھ خبروں کی اطلاع دیا کرتا تھا اور سوانح نگار کا کام خاص اور اہم واقعات کی اطلاع دینا تھا۔ اس کی حیثیت بھی خصوصی ہوا کرتی تھی۔

". . . . . میدان جنگ میں جانے والی ہر فوج کے ساتھ ایک اخبار نویس بھی متعین کیا جاتا تھا۔ سوانح نگار کو مخصوص موقعوں اور مخصوص جگہوں پر بھیجا جاتا تھا۔ موخرالذکر غالباً ایک طرح کا جاسوس ہوتا تھا، جس کا کام یہ تھا کہ اول الذکر کی بھیجی ہوئی خبروں کی صداقت کی جانچ پڑتال کرے۔

"صوبے دار جب دربار کرتے تو وقائع نویس بھی وہاں ضرور موجود ہوتا جو ساری کارروائی وہیں بیٹھے بیٹھے لکھ لیا کرتا۔ یہ رپورٹر اپنا مراسلہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرنے سے پہلے صوبے دار کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ اسی طرح جنگی وقائع نویس اپنا مراسلہ تیار کرنے کے بعد فوج کے کمانڈر کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ سوانح نگار بھی یہی کرتا تھا یا نہیں؟ اس کا ہم کو کچھ پتا نہیں چلتا۔"[18]

جادو ناتھ سرکار ہی احکام الہدایت کے انگریزی ترجمے کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وقائع نویس ہفتے میں ایک بار اور سوانح نگار مہینے میں آٹھ بار اپنے مراسلات روانہ کیا کرتا تھا۔" جو زبان اس عبارت میں استعمال کی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سوانح نگار پورے صوبے کی خبریں اور وقائع نگار مخصوص آبادیوں کی خبریں جمع کر کے مرتب کرتا تھا۔

"خفیہ نویس کا تعلق صیغۂ راز سے تھا اور وہ اپنی خبریں براہ راست روانہ کیا کرتا تھا۔ بلکہ بعض

حالتوں میں مقامی افسروں کو اس کی اطلاع بھی نہیں ہوتی تھی کہ ان کے علاقے کا خفیہ نویس کون ہے۔ چنانچہ خفیہ نویس کے خیال سے ہر شخص لرزہ براندام رہا کرتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اخباری مراسلات اور ہرکارے کی لائی ہوئی خبریں سب سے پہلے دربار کے داروغہ ڈاک چوکی کے پاس آتی تھیں جو ان لفافوں کو بغیر کھولے ہوئے وزیر یا بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ داروغہ ڈاک چوکی چاروں قسم کے خبر رسانوں (وقائع نویس، سوانح نگار، خفیہ نویس اور ہرکارے) کا افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔ اگر کوئی بد دماغ صوبے دار یا کوئی اور مقامی افسر کسی خبر رساں کی توہین یا اس کے ساتھ بد سلوکی کرتا تو داروغہ ڈاک چوکی اپنے ماتحت کی وکالت پوری قوت کے ساتھ کرتا اور صوبے دار یا جو بھی کوئی ہوتا اس کو اس کی زیادتی کی قرار واقعی سزا دلواتا۔[۱۹]"

واقعہ نویس کی اہانت کے جرم میں صوبے دار کی معزولی

مغلوں کے عہد میں اخبار نویس یا واقعہ نگار کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا خود بادشاہ کو جس حد تک خیال رہتا تھا، اس کا اندازہ خافی خاں کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ جہانگیر کے جلوس کے گیارھویں سال گجرات کے صوبے دار نے احمد آباد کے واقعہ نویس کے ساتھ بد سلوکی کی۔ واقعہ نویس نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی کہ "عبد اللہ خاں صوبے دار نے سچی روداد لکھنے کے جرم میں خانہ زاد کو اس کے گھر سے پاپیادہ بلوایا اور اس کی بے حد توہین کی۔ بادشاہ نے عبد اللہ خاں کو معزول کرتے ہوئے حکم دیا کہ دیانت خاں احمد آباد جا کر عبد اللہ خاں کو اس کے گھر سے شہر کے باہر تک پاپیادہ لائے اور پھر گھوڑے پر سوار کر کے یہاں لائے اور اس کے حضور میں پیش کرے۔ دیانت خاں کے احمد آباد پہنچنے سے پہلے ہی عبد اللہ خاں کو اس حکم کی خبر لگ گئی۔ اور اس پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ احمد آباد سے وہ پاپیادہ چل کھڑا ہوا اور پاپیادہ ہی منزلیں طے کرتا رہا۔ راستے میں دیانت خاں سے ملاقات ہوئی تو اس نے زبردستی عبد اللہ خاں کو گھوڑے پر سوار کیا۔ دار الخلافہ پہنچنے کے بعد جب بادشاہ کی خدمت میں وہ پیش ہوا تو بادشاہ نے عبد اللہ خاں کو اس کے عہدے سے محروم کر کے اپنے حضور میں اس کی باریابی بند کر دی۔"[۲۰] جہانگیر کے جانشینوں کے یہاں بھی ہم کو اسی طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد میں اخبار تھے؟

مغلوں کے عروج کے ساتھ ساتھ اخبار نویسی کے فن نے بھی عہد بہ عہد ترقی کی۔ چناں چہ اورنگ زیب کے عہد میں اخبار نویسوں کا ایک جال سا سارے ملک میں بچھ گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کی تاریخوں میں اخبار نویس اور واقعہ نویس وغیرہ کا ہم کو بکثرت ذکر ملتا ہے۔ اسی چیز نے اِس دور کے بعض مورخین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ اورنگ زیب کے عہد میں اخبار جاری کئے جاتے تھے۔ مارگریٹا بارنس (Margarita Barns) لکھتی ہے کہ:

"یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ مغلوں کے عہد میں اخبارات کو بحث و تبصرے کی پوری آزادی حاصل تھی اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کی مثال اُن کے انگریز جانشینوں کے یہاں عنقا ہے۔"[۲۱]

اور اس خاتون نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایس، سی، سانیال (S.C. Sanyal) کا یہ بیان پیش کیا ہے کہ

"مغل عہد کے قلمی اخباروں کا واضح ذکر ہم کو خافی خان کی کتاب منتخب اللباب میں ملتا ہے۔ اس مورخ کے بیان کے مطابق شیواجی کے گھرانے کے ایک فرد مسمی راجارام کے مرنے[۲۲] کی خبر شاہی کیمپ میں اخباروں کے ذریعے سے پہنچی۔ یہی فاضل مورخ ہم کو یہ بھی بتلاتا ہے کہ اورنگ زیب کے سپاہیوں کو پڑھنے کے لئے اخبار دئے جاتے تھے۔ اور یہ کہ اورنگ زیب نے اخباروں کو پوری آزادی دے رکھی تھی۔ اس سلسلے میں اسی مورخ (خافی خان) نے بنگال کے ایک اخبار کا ذکر کیا ہے جس نے اورنگ زیب کے اس رویے پر کڑی نکتہ چینی کی تھی جو اس نے اپنے پوتے عظیم الشان کے ساتھ روا رکھا تھا.... سیر المتاخرین سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے ایک اخبار نے یہ خبر لکھی تھی کہ بادشاہ نے مادھوجی سندھیا سے خواہش کی ہے کہ صوبہ بنگال کے مالیانے کی وصول یابی میں وہ اُن کی مدد کریں۔"[۲۳]

سانیال صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں، جو غالباً مارگریٹا بارنس کی نظروں سے نہیں گزرا ہے، زیادہ واضح الفاظ میں یہی دعویٰ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مشرق میں طباعت کے آغاز سے پہلے اس طرح کے اخبارات حکومتوں کے لئے صرف خفیہ خبر رسانی کی خدمت انجام دیتے تھے، لیکن سترھویں صدی کے اُن ہندستانی اخباروں کی صرف یہی حیثیت نہیں تھی۔ وہ صرف ایسے قلمی خبر نامے نہیں ہوتے تھے جو صرف بادشاہ اور اس کے معتمد وزیروں کے مطالعے کے لئے مخصوص رہے ہوں۔ وہ ہر معنوں میں اخبار تھے، اور روزانہ کی خبروں کی اشاعت کا وہ عوامی ذریعہ بھی تھے اور ان کی نوعیت عوامی صحافت (Public Press) کی تھی۔۔"[۲۴]

اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لئے بھی سانیال صاحب نے خافی خان کی منتخب اللباب ہی کا سہارا لیا ہے اور اس تاریخ کے جس ٹکڑے کا انگریزی ترجمہ انھوں نے پیش کیا ہے، اُس کی اصل عبارت یہ ہے

"۔۔۔ منہیان خبر رسانند کہ رانائے مقہور مشہور بہ رام راجہ طرف برار آوارۂ دشت ادبار گردیدہ بود۔ ازآں راہ بقصد جبالِ تعلقۂ خود آوارہ گردیدہ۔ مابین راہ باجل طبعی بہ ماوائے اصلی شتافت۔۔۔"[۲۵]

سانیال صاحب نے منہیان کا ترجمہ اخبار (News Papers) کیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ منہیان جمع ہے منہی کی، جس کے معنی ہیں خبر رساں یعنی ہرکارہ۔ یہ حقیقت ہے کہ پبلک پریس سے "اگر پبلک کے براہ راست استعمال کے لئے خبریں فراہم کرنے کا باقاعدہ انتظام مقصود ہے"، تو بقول عبداللہ یوسف علی پھر "چھاپے خانے کا ہونا لازمی ہے۔ اور ہندوستان میں چھاپے خانے کا رواج اس وقت تک شروع نہیں ہوا جب تک کہ بنگال میں انگریزی راج کا قیام عمل میں نہیں آیا"[۲۶]۔

خافی خان (محمد ہاشم خاں نظام الملک) کی تاریخ جس کا سانیال صاحب نے حوالہ دیا ہے، اُس میں ہم کو جگہ جگہ اخبار اور اخبار نویس کا ذکر ملتا ہے جو اس انداز سے ہوتا ہے "از نوشتہ جات اخبار نویسان شرقی خبر روانہ شدن محمد شجاع۔۔۔"، یا یہ کہ "از نوشتۂ اخبار نویسان صوبہ ملتان بعرض رسید کہ شاہ سلیمان کہ مدت سی سال فرماں روائے ایران بود، ودیعت حیات نمود۔۔۔" اس آخری ٹکڑے سے ہم کو یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اخبار نویس غیر ملکی خبریں بھی بادشاہ کے لئے فراہم کیا کرتے تھے۔

اوپر لکھے ہوئے دونوں جملوں میں "اخبار نویس"، کا جو ذکر آیا ہے اس سے ہم یہ معنی پیدا کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ اس دور میں اخبار یا خبر نامے عوام کی اطلاع کے لئے جاری کئے جاتے تھے۔ بلکہ اخبار یا اخبار نویس کا مفہوم ہم کو جادو ناتھ سرکار کے اس بیان کی روشنی میں مرتب کرنا چاہئے جو گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔

رہا اخباروں کو آزادی دینے کا معاملہ اس کی جڑ بھی وہی غلط فہمی ہے۔ اخبار نویس کو یقیناً اس بات کی آزادی حاصل تھی بلکہ اُس کا یہی کام تھا کہ وہ بڑے سے بڑے سرکاری افسر، امیر یا صوبے دار کی غلط روی کی بلاکم وکاست اور بے خوفی کے ساتھ بادشاہ کو اطلاع دے۔ اورنگ زیب کے عہد میں بھی اس کی مثالیں ہم کو ملتی ہیں کہ صوبے دار یا کوئی دوسرا سرکاری افسر اگر اتفاقاً کسی اخبار نویس کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو اُس حالت میں بادشاہ اخبار نویس کی شکایت پر متعلقہ افسر کا تبادلہ کر کے واقعے کی تفتیش کرتا اور قصور ثابت ہو جانے کے بعد ملزم کو سزا بھی دیتا۔

"عبد الرزاق لاری، ... (کہ فوج دار آں ضلع بود) ....
با اخبار نویسان در کمال سختی سلوک می نمود۔ دریں ولا بموجب شکوہ سوانح نگار از فوج داری اورا سرائے تغیر نموده طلب حضور نمودند۔ بہ حضور نا رسیده از راه استعفا نوشتہ رخصت خواست۔"[۲۷]

اخبار دربار معلّٰی

پاتھن جوزف جو ہمارے ملک کے بہت اچھے اور پائے کے اخبار نویس ہیں ان کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اورنگ زیب کے زمانے میں "شاہی محل کے لئے روزانہ ایک اخبار جاری کیا جاتا تھا۔ اگرچہ ان معنوں میں اُسے اخبار نہیں کہا جا سکتا کہ آج کی طرح چاندنی چوک میں آواز لگا لگا کر وہ اخبار بیچا نہیں جاتا تھا۔"[۲۸]

یہ اخبار اورنگ زیب ہی کے عہد سے نہیں شروع ہوا تھا، بلکہ اس کے پیش رو مغل بادشاہوں کے وقت میں ایک اخبار شاہی محل سے جاری ہوتا تھا اور اس کی اشاعت صرف شاہی محل ہی تک محدود نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی نقلیں دور دراز علاقوں کے امراء وغیرہ کے پاس بھی بھیجی جاتی تھیں۔ مغل عہد کے کئی سو قلمی اخبارات لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبارات

مغل عہد کا ایک قلمی اخبار

کرنل جیمس ٹاڈ، مصنف راجستھان نے، غالباً راجستھان ہی کے علاقے سے جمع کئے تھے۔ یہ سب اخبار ۱۶۶۰ء کے ہیں۔ ان کا سائز ۸ × ۴½ انچ ہے۔ ہندوستان میں اس طرح کے قلمی اخبارات سابق رجواڑوں کے محافظ خانوں میں عموماً اور جے پور اور حیدرآباد میں خصوصاً موجود ہیں۔ ان اخباروں میں بادشاہ وقت کے روزنامچے، سرکاری احکام، بادشاہ اور اُس کے وزیروں اور امیروں کے مسجدوں میں آنے جانے کی خبریں، اُن کی سیروتفریح، اُن کے درباروں اور تقریبوں کی اطلاعیں وغیرہ درج کی جاتی تھیں۔ مغلوں کے زمانے میں اس کا سلسلہ اکبر ہی کے وقت سے شروع ہو گیا تھا۔ ابوالفضل کا بیان ہے کہ

"قبلۂ عالم نے اپنی دوراندیشی سے اُن کے (وقائع نویسوں کے) علاوہ بھی چند دیگر اشخاص متعین فرمائے ہیں... (جو) جہاں پناہ کے احکام، حضرت کے روزانہ معمولات وکارہائے ضروری نیز کارپردازان سلطنت کے معروضات کو قلم بند کرتے ہیں۔"[۲۹]

اکبر ہی کے عہد میں، یا اُس کے بعد اس اخبار کا نام اخبار دربار معلیٰ تھا۔ پھر اس کا نام، غالباً شاہجہاں کے عہد میں، اخبار دارالخلافہ شاہجہاں آباد ہو گیا۔[۳۰] موخرالذکر اخبار کا ایک نمونہ اس وقت ہمارے سامنے ہے، جس پر

"لغایت چاردہم ربیع الثانی سنہ ۸۳ ۱۱ھ"

کی تاریخ درج ہے۔ اس کی مطابقت ۱۷۶۹ء سے ہوتی ہے۔ یہ زمانہ شاہ عالم ثانی کا تھا۔ اخبار کی ابتدا بادشاہ کی خبر سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پانچ اور خبریں ہیں۔ پہلی خبر یہ ہے

"دائرہ دولت بندگان حضرت ظل سبحانی تا تحریر بیست و پنج ربیع الاول سنہ ۱۱۸۳ در صوبہ الہ آباد رونق افروز اند خبر است کہ بعد انقضائے ایام بارش ارباب عالیات سمت اکبرآباد متوجہ شوند۔"

بادشاہ کی خبر کے بعد وزیرالممالک کی خبر درج کی گئی ہے۔

"وزیرالممالک شجاع الدولہ بہادر تا تحریر بیست و پنج صدر سنہ الیہ در فیض آباد بنگلہ استقامت دارند..."

تیسری خبر امیرالامرا کی ہے۔ ان خبروں کی ترتیب پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خبریں

حسب مراتب اور درجہ بدرجہ درج کی جاتی تھیں۔ بیرونِ ہند کی ایسی خبروں کو بھی جگہ دی جاتی تھی، جس کا ہندوستان کی سیاست سے براہ راست تعلق ہو۔ مثلاً یہ چوتھی خبر جس کا تعلق احمد شاہ ابدالی سے ہے، یہ ہے۔

"شاہ ابدالی تا تحریر پانزدہم صفر سنہ ۱۱۸۳ در صوبۂ کابل استقامت دارند لیکن تا تحریر مرقومہ از اشرف الوزرا شاہ ولی خاں صفائی دلی بوانتی بعمل نیامدہ۔ تخلل درمیان است و سردار جہاں خاں در صوبہ ملتان قیام دارد۔"

پانچویں اور چھٹی خبریں ہندستان کے اندرونی خلفشار کی نشان دہی کرتی ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی خبر یہ ہے۔

"در ملک جاٹ تخلل بدرجہ اتم چناں چہ سابق با نول سنگھ و رنجیت سنگھ ہر دو پسران سورج مل جاٹ متوفی جنگ توپ و گولہ و بان درمیان بود در نیولا خبر رسید کہ مہنت بالانند درمیان دو نام بردہ آمدہ۔ لہذا بالفعل از طرفین جنگ موقوف است طرح مصالحت بنظر می آید"

آخری خبر یہ ہے۔

"بلند خاں عموی شاہ ابدالی کہ در رہتاس گڈھ، ایں طرف دریائے اٹک بجمعیت ہفت ہشت ہزار سوار درانی اقامت داشت، حرب سنگھ وغیرہ سردار سکھاں بمقابل خان مزبور رسیدہ۔ از طرفین جنگ عظیم بمیان آمدہ۔ آخرش سکھاں مذبور غالب آمدہ خان مزبور را با چند سرداران و قبائل تبارئخ سیوم صفر دست گیر کردہ بردند۔"[۳۰]

اخبار ڈیوڑھی

نوابان اودھ کی سرکار میں بھی اسی قسم کے اخبار جاری کیے جاتے تھے۔ اُس کا نام اخبار ڈیوڑھی ہوتا تھا۔ اور اخبار ڈیوڑھی کے آگے نواب وقت کے نام کا بھی اضافہ ہوا کرتا تھا۔ مثلاً "اخبار ڈیوڑھی اصف الدولہ"، یا "اخبار ڈیوڑھی نواب سعادت علی خاں"۔[۳۱]

مغل حکمرانوں کی طرح نوابان اودھ کی سرکار میں بھی بکثرت اخبار نویس ملازم تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک معتمد ملازم کا بیان ہے کہ "اودھ کی سرکار میں ۶۶۸ اخبار نویس ملازم ہیں،

ان کو مجموعی طور پر ۴۹۱۳ روپیہ ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے" اور ان اخبار نویسوں کا بھی وہی درجہ ہوتا تھا جو مغل بادشاہوں کے وقائع نگاروں کا تھا۔ اسی شخص کے بیان کے مطابق اکثر بڑی حیثیت کے لوگ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے علاقے کے نیز گردونواح کے اخبار نویسوں کو بھاری رقمیں بطور رشوت دیا کرتے تھے۔ اُس نے اپنے بیان کی تائید میں پرتاپ گڈھ کے صوبے دار غلام حسین کا نام لیا ہے، جس کو ایک فوجی جھڑپ میں بُری طرح پسپا دیکھنا پڑا تھا۔ اس شکست سے وہ اس درجہ شرمندہ ہوا کہ "اُس علاقے میں بیس میل تک جتنے اخبار نویس تھے، اُس نے اُن سب کو رشوت دی تاکہ شاہی دربار تک اِس کی خبر نہ پہنچے۔"[۳۲]

ایسٹ انڈیا کمپنی اور ہندستانی اخبار نویس

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور کے کاغذات میں بھی ہم کو اخبار نویس کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً بنگال کنسلٹیشنس (Bengal Consultations) سے معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کرتا دھرتا بھی ہندوستانی درباروں تک اپنی باتوں کو پہنچانے کے لئے ہندستانی وقائع نویس کا سہارا لیا کرتے تھے۔ "چناں چہ ۲۷ مارچ ۱۸۰۴ء کو کمپنی کے ایک وکیل مسمی رام چندر کو خاص طور سے ہگلی بھیجا گیا تاکہ وہ یہ حکم اپنی زبان میں لکھ کر گورنر (بخشی) اور واقعہ نویس کو دے آئے کہ رام چندر کو انگریزی معاملات کے سلسلے میں دیوان مقرر کیا گیا ہے۔"[۳۳]

رام چندر جس کا ذکر اوپر کے اقتباس میں آیا ہے اس کی ذات ایسٹ انڈیا کمپنی کی لوٹ اور بدانتظامی کا، جس میں کبھی کبھی کسی ہندوستانی کو بھی ہاتھ رنگنے کا موقع مل جاتا تھا، حیرت ناک نمونہ پیش کرتی ہے۔ "رام چندر صرف ۶۰ روپے ماہوار کا ملازم تھا لیکن اس نے ساڑھے بارہ کرور روپے کا ترکہ چھوڑا۔"[۳۴]

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین اپنی شکایتوں کی دادرسی کے لئے بھی وقائع نویس کا سہارا لیا کرتے تھے اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ ہندستانی حکمرانوں نے خبر رسانی اور اخبار نویسی کی اہمیت کو بدرجہ اتم محسوس کر لیا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں خبر رسانی کے فن نے جو ترقی کی تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اندرون ملک میں "خبریں اور بازار کے بھاؤ ایک جگہ سے دوسری

جگہ بھیجنے کا ایک سیدھا سادھا اور تیز رو نظام قائم ہوگیا تھا۔ اُس وقت جو لڑائیاں ہورہی تھیں ان کے متعلق کمپنی کے پاس سرکاری مراسلات پہنچنے سے پہلے ہی بڑے بیوپاریوں کو اُن کی اطلاع ہوجاتی تھی۔"[۳۵]

خبر رسانی کے اس "سیدھے سادھے تیز رو نظام کی وسعت وگیرائی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے سول اور فوجی افسروں کو شدید اُلجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کا اندازہ ہم کو جنرل رچرڈ اسمتھ (Richard Smith) کے ایک خط سے ہوتا ہے جو ۲۴ر اپریل ۱۷۹۷ء کو لکھا گیا تھا۔ جنرل موصوف کمپنی کی فوج کے کمانڈر انچیف اور کلکتہ کونسل کی خفیہ کمیٹی کے ایک ممبر تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"کلکتے سے شجاع الدولہ کو جو خبریں بھیجی جاتی ہیں ان کا کوئی حد و حساب نہیں ہے۔ نواب کو پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی اسی قدر آگاہی رہتی ہے جس قدر مجھ کو ہے۔ اور اس بات سے کمپنی کے وقار اور اس کی اہمیت نیز کمپنی کے نظم و نسق کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔"[۳۶]

مندرجہ بالا اقتباس سے اگر ایک طرف ہم کو ہندستانی خبر رسانی کے نظام کی ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف یہ دل چسپ حقیقت بھی ہمارے سامنے بے نقاب ہوجاتی ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ناخدا پارلیمنٹ کی ان کارروائیوں کو بھی ہندستانیوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے، جو لندن کے اخباروں میں بے روک ٹوک شائع ہوا کرتی تھیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پارلیمنٹ کے وہ ممبر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی اجارہ داری کے دشمن تھے، حبِ علی میں نہیں بلکہ بغضِ معاویہ میں کمپنی کے افسروں کی بداعمالیوں اور ان کے مظالم کا پردہ بُری طرح چاک کیا کرتے تھے۔ اور اس سے کمپنی کے وقار کو یقیناً دھکا لگتا تھا۔

اٹھارھویں صدی کے فارسی اخبار

اٹھارھویں صدی کے ہندستان میں اخبار اور اخبار نویسی نے جو ترقی کی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۰۱ء میں ایک کتاب کلکتے سے شائع ہوتی تھی جو اس دور کے فارسی اخباروں سے

قدیم ترین مطبوعہ کتاب
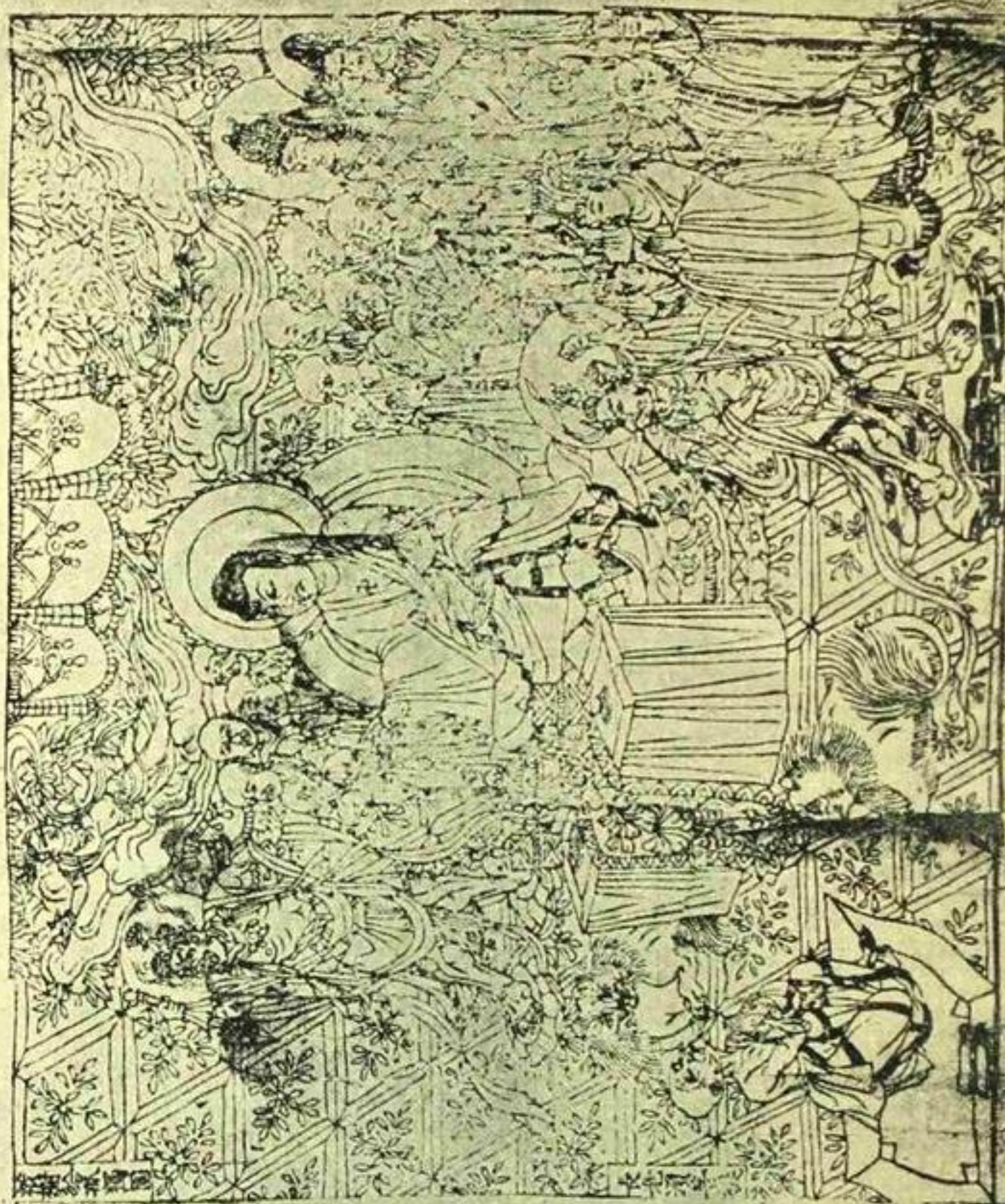
凡欲讀經先念淨口業真言一遍
脩唎脩唎 摩訶脩唎 脩脩唎 娑婆訶
奉請除災金剛 奉請辟毒金剛 奉請黃隨求金剛
奉請白淨水金剛 奉請赤聲金剛 奉請定除災金剛

مرتب کی گئی تھی۔ اس کا نام تھا "ہندستانی اِن ٹلی جنیس اینڈ اورینٹل اینتھولوجی" (Hindustani Intellegence and Oriental Anthology) اور اس کتاب میں "ہندستان" پنجاب اور افغانستان کے حالات فارسی اخباروں سے جمع کیے گئے تھے۔ ان اخباروں کے لئے ہرکارے، پشاور، کابل اور دوسری جگہوں سے خبریں لاتے تھے۔ مرہٹہ سرداروں، سندھیا کے فرانسیسی جنرل موسیو پیرون (Monsier Perron)، باندے کے نواب علی بہادر خاں اور انگریز قسمت آزما تاجر جارج تھامس (George Thomas)، جس نے ہانسی حصار کی چند روزہ سلطنت بنائی تھی۔ ان کے درباروں سے بھی خبریں جمع کی جاتی تھیں۔ یہ سب دربار اپنے وقت کے بڑے بڑے سیاسی گڑھ تھے۔"[۳۷]

ہندستانی اخبار نویسی کے مورخین کا عموماً خیال ہے کہ سترھویں صدی کے اواخر میں فارسی اخبارات کلکتے اور اس کے گرد و نواح میں پائے جاتے تھے۔ بہ ظاہر ایسا ہونا بعید از قیاس بھی نہیں ہے کیوں کہ اس وقت ہمارے دیس میں انگریزی اخبار نویسی جنم لے چکی تھی۔ یہ اخبارات صرف کلکتے اور اس کے گرد و نواح ہی میں نہیں بلکہ ملک کے ہر حصے میں پائے جاتے تھے۔ جس کی بڑی وجہ غالباً یہ کہ ملک میں کوئی مرکزی طاقت باقی نہ رہی تھی اور جگہ جگہ خود مختار سی ریاستیں قائم ہو گئی تھیں، یہاں چہ ہر دربار سے ایک اخبار یا روزنامچہ جاری کیا جاتا تھا۔ حیدر آباد کے دفتر دیوانی میں اس دور کے کچھ اخبارات محفوظ ہیں، جن کے نمونے ضمیمے میں درج کیے جا رہے ہیں۔ ان سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اخبارات قلمی ہی ہوتے تھے۔ ان اخباروں کو ہم عوامی اخبارات کا نام نہیں دے سکتے، جس کو انگریزی میں 'پبلک پریس' کہتے ہیں، بلکہ ان کو اگر 'پبلک پریس' کا پیش رو کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ہندستان میں چھپائی کی ابتدائی تاریخ

اب سے کوئی اسّی سال پہلے اردو کے ایک اخبار نے "چھاپے پر آرٹیکل" کے عنوان سے چھپائی کی ابتدائی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"یورپ میں چھپائی کا فن پندرھویں صدی میں ایجاد ہوا۔ اوّل اوّل مسٹر فاسٹ اور

مسٹر سچفر اور گوٹن برگ صاحب نے مقام سٹرمین جو دریائے رائن کے کنارے پر واقع ہے کتابیں چھاپنی شروع کیں۔ اُس زمانے کے آدمی فاسٹ صاحب کو ساحری کا الزام لگاتے تھے اور یہ بات کسی طرح اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ فاسٹ صاحب اپنی کتابیں کم قیمت پر کس وجہ سے بیچتے ہیں۔ پہلے قلمی اناجیل ۲۰۰ دینار کو آتی تھیں فاسٹ صاحب کے زمانے میں ان کی قیمت صرف ۲۰ دینار رہ گئی۔ مگر اب چھاپے نے اس قدر ترقی پائی ہے کہ وہی انجیل ایک ثلث دینار کو جہاں چاہیں خرید سکتے ہیں۔"۳۸

انگریزی کے ایک مستند لغت میں پریس (Press) کے معنی اور اس کی تاریخ یوں بیان کی گئی ہے:

"تمام فنون کو محفوظ کرنے کے فن کو چھپائی اور طباعت کہتے ہیں۔ اس فن یا آرٹ کی وجہ سے دوسرے تمام فن آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ بلاک کی چھپائی کا طریقہ چینیوں کو بہت پہلے سے معلوم تھا۔ بارھویں صدی میں یہ فن یورپ پہنچا مگر اس کا استعمال بالکل آرائشی رہا۔ چودھویں صدی میں تاش کے پتے یورپ میں چھاپے گئے۔ لیکن چھپائی کے آرٹ نے یورپ میں اس وقت تک کوئی ترقی نہیں کی جب تک کہ پندرھویں صدی کے وسط میں الگ الگ حرفوں کے ٹائپ ایجاد نہیں ہوئے اور اس ایجاد کا سہرا لارنس جانس زور کوسٹر Lourens (Janzoor Coster) کے سر ہے جو ہارلم کا رہنے والا تھا۔ لیکن عام طور پر جان گوٹن برگ (Jonn Guten Berg) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے جان فسٹ اور پیٹر شوفر (John Fust & Peter Schofer) کی مدد سے ٹائپ کا پہلے پہل استعمال کیا۔ دونوں جرمنی کے رہنے والے تھے۔ انگریزی کی پہلی مطبوعہ کتاب تاریخ ٹرائے (His-tory of Troy) ہے جو ۱۴۷۱ء یا ۱۴۷۴ء میں چھاپی گئی اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۷۵ء میں لندن کے ولیم کاکسٹن پریس (William Coxton Press) سے بھی شائع ہوا۔ انیسویں صدی کے شروع میں سلینڈر مشین اور بھاپ کی طاقت کی ایجاد کے بعد چھپائی کے فن نے ترقی کی دوسری منزل طے کی۔ ہاتھ سے چھاپنے کی مشین دو سو کاپیاں فی گھنٹے کے حساب سے چھاپتی تھی لیکن اب اس کی رفتار دو ہزار کاپیاں فی گھنٹا ہو گئی . . . "۳۹

یورپ کے ابتدائی چھاپنے والے

ANNALES TYPOGRAPHICI
AB ARTIS INVENTÆ
ORIGINE
AD ANNUM MD
Opera
MICH. MAITTAIRE A.M
Hagæ-Comitum
Sumptibus Isaaci Vaillant.
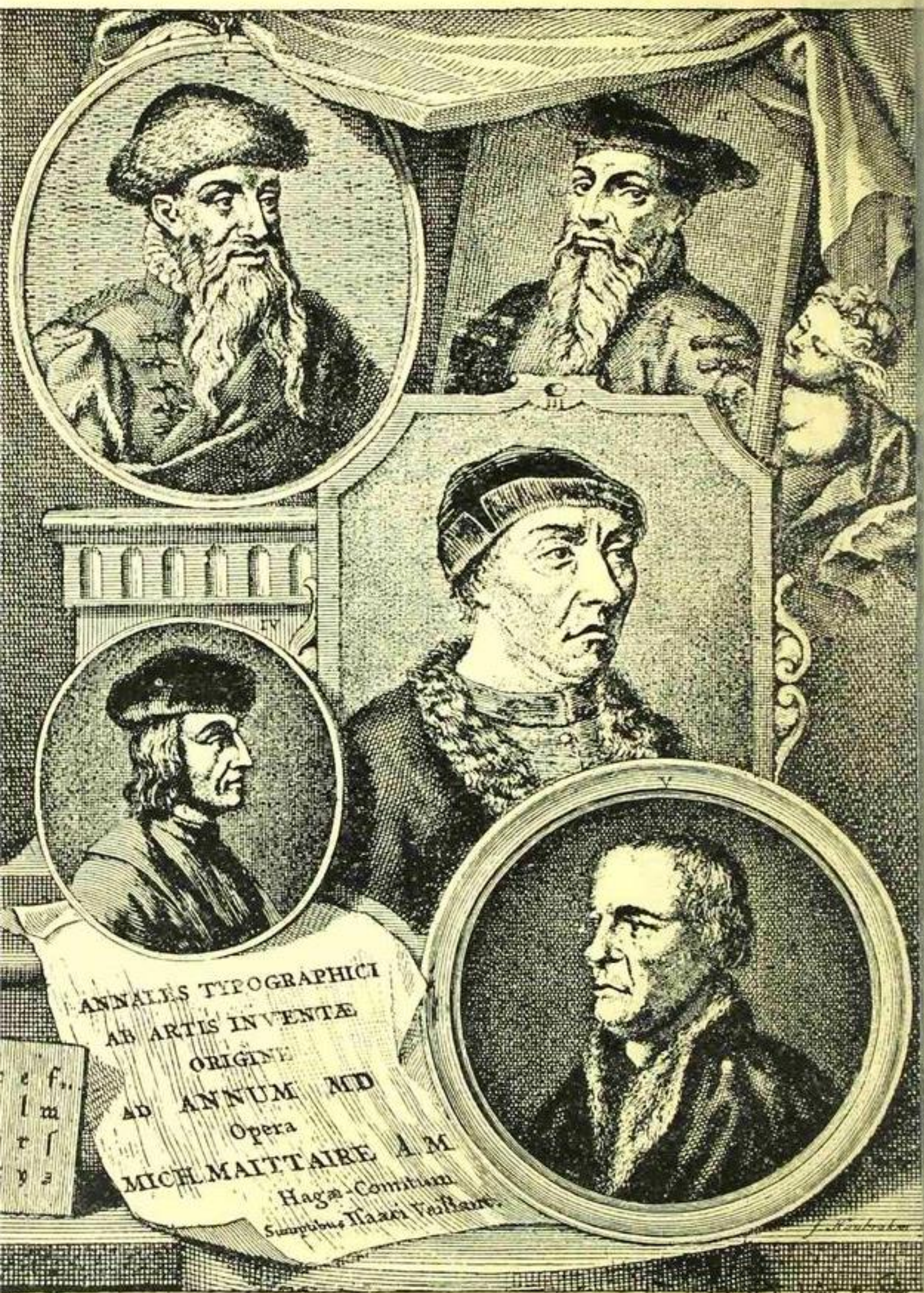
لکڑی پر کھودی ہوئی تصویر کی چھپائی کا ایک نمونہ

Cristofori faciem die quacunque tueris
Illa nempe die morte mala non morieris

Millesimo cccc°
xx° tercio

بشکریہ نیشنل لائبریری

یورپین محققین کا خیال ہے کہ چین میں بلاک کی چھپائی کا موجد ایک سیاست داں فنگ تاؤ (Fengtao) تھا جس نے ۹۵۴ء میں وفات پائی۔ مگر خود چینیوں کا کہنا ہے کہ فنگ تاؤ سے ساڑھے تین سو برس پہلے چین میں بلاک کی چھپائی شروع ہو چکی تھی۔ چینیوں کا یہ بیان یقیناً صحیح ہے کیوں کہ ساتویں عیسوی سے بہت پہلے وہاں چھپائی کا کام شروع ہو چکا تھا۔ برٹش میوزیم میں چینی ابتدائی طباعت کا ایک نمونہ محفوظ ہے جو آٹھویں صدی عیسوی (۷۷۰ء) کا ہے۔

بلاک کی چھپائی کی ایجاد کی طرح ٹائپ کی ایجاد بھی چین ہی سے ہوئی جہاں گیارھویں صدی کے وسط میں ٹائپ کی چھپائی شروع ہو چکی تھی۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ چین میں ٹائپ پہلے پہل مٹی سے بنائے گئے پھر لکڑی اور ٹین کے ٹائپ تراشے گئے۔ آگے چل کر لکڑی پر کھدائی کے کام کے ٹائپ بھی تیار کیے جانے لگے۔[۳]

طباعت ہندستان میں

ہندستان میں چھپائی کی ابتدائی تاریخ پرتگالیوں کی تاریخ سے وابستہ ہے اور صرف چار سو برس پُرانی ہے۔ یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ دنیا کی جس قوم نے بھی ہندستان کی دولت مندی کی مبالغہ آمیز کہانی سُنی اُس کے دل میں ہندستان کے ساتھ ناتا جوڑنے کی خواہش ضرور پیدا ہوئی اور اپنی یہ آرزو پوری کرنے کے لئے دنیا کی ہر قوم نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ ہندستان ہی کو ڈھونڈھ نکالنے کی دوڑ دھوپ میں امریکا جیسا ملک دنیا کے ہاتھ آگیا۔ مسٹر ہجینس نے کتنے پتے کی بات کہی ہے کہ

> "قدرت کی دولت سے مالا مال ہونا ہی ہندستان کی سب سے بڑی کم نصیبی رہی ہے۔ اِسی نے ہندستان کی تاریخ کو حملوں کی ایک مسلسل تاریخ بنا دیا ہے۔ پرانے وقتوں میں شمالی ہند کے دولت اگلنے والے میدانوں نے وسطی ایشیا کے ننگے بھوکے قبیلیوں کے دلوں کو لبھایا اور پھر اس ملک کے سونے چاندی، ہیرے جواہرات اور ریشم و ململ کی افسانوی دولت کے چرچوں نے دنیا بھر کے پیشہ ور قزاقوں کو لوٹ کی دعوت دی جن کے لئے مقدونیہ کے سکندرِ اعظم نے راہ کھول دی تھی۔"[۴]

پندرھویں صدی کے آخری زمانے تک، ہندستان کا سمندری راستہ یورپ والوں کے لئے ایک حل نہ ہوسکنے والی پہیلی بنا رہا۔ بالآخر ۱۴۹۸ء میں واس کوڈی گاما نے اس معمے کو حل کیا اور اُسی وقت سے ہندستان اور یورپ کی ناتے داری وسیع پیمانے پر شروع ہوگئی۔ اس وقت کے مالابار کی تجارتی حالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب واس کوڈی گاما رخصت ہونے لگا تو مالابار کے راجا نے پرتگال کے بادشاہ کو لکھا کہ

"آپ کے ملک کے ایک شریف فرد واس کوڈی گاما میری مملکت میں وارد ہوئے، جس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ میری قلمرو میں دارچینی، لونگ، سیاہ مرچ اور جواہرات کی بہتات ہے۔ آپ کے ملک سے مجھے سونا، چاندی، اور سُرخ رنگ درکار ہیں۔ ۔"[۴۲]

اِس کے بعد ہی پرتگالی کشتیاں کثرت کے ساتھ ہندستان کے جنوبی ساحل پر لگنے لگیں۔ انھیں کشتیوں پر پرتگالی عیسائی مبلّغین بھی اپنے مذہب کا پرچار کرنے کے لئے ہندستان آنے لگے۔ ان مبلّغوں نے اپنی تبلیغی ضرورتوں کے سلسلے میں چھپائی کی ضرورت کو بھی محسوس کیا۔ چناں چہ واس کوڈی گاما کی آمد کے تاریخی واقعے کے تقریباً ۵۲ سال بعد ۱۵۵۰ء میں ایک پرتگالی جہاز جب مالابار کے ساحل پر لگا، تو اس جہاز سے اور سامان کے علاوہ دو چھاپے خانوں کا سامان بھی اُتار اگیا۔ ان چھاپے خانوں سے یا تو مدت تک کوئی کام لیا نہیں گیا یا کوئی کتاب اُن لوگوں نے چھاپی بھی تو اُس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔[۴۳]

دیسی زبان کی ابتدائی مطبوعہ کتابیں

پرتگالی مبلّغوں کی چھاپی ہوئی دیسی زبان کی پہلی کتاب، جس کا ہم کو پتا چلتا ہے، وہ ۱۵۵۷ء میں چھاپی گئی۔ یہ کتاب سینٹ فرانسس زیورس[۴۴] (St. Francis Xivers) کی ایک مذہبی کتاب کا "مالاباری تامل زبان" میں ترجمہ تھا، جو انھیں مبلّغوں کے قائم کئے ہوئے کالج میں پڑھائی جاتی تھی۔ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن (۱۵۷۹ء) کا ایک نسخہ پیرس کے کتب خانے (Biblitheque Nationale) میں محفوظ ہے۔[۴۵]

ہندستان میں یہ اکبر کا عہد حکومت تھا۔ اُس کے دربار میں جو یورپین عیسائی علما تھے، انھوں نے یورپین طباعت کے کچھ نمونے اکبر کی خدمت میں پیش کئے، لیکن اُس کی نفاست پسند

DOCTRINA CHRISTAM

en Lingua Malauar Tamul.

கொமபஞ்ஞிய தெசேசு
வகையிலணடிரிககி
பாதிரியாா தமிழிலெ
யிர் தகெழுதின தமபி
ரான வணககம -

ہندستان کی پہلی مطبوعہ کتاب

طبیعت نے قلمی کتابت کی دیدہ زیبی کے مقابلے میں، اُس وقت کے ٹیڑھے میڑھے ٹائپ کو پسند نہ کیا۔ چناں چہ چھپائی کے فن کی طرف اکبر نے کوئی توجہ نہ دی[۲۶]۔ اگر اکبر نے اس فن کی سرپرستی کی ہوتی تو شاید آج ہمارا علم و ادب بہت زیادہ ترقی یافتہ حالت میں ہوتا۔

پرتگالی مبلغین کی پہلی کتاب کی اشاعت کے بعد عرصے تک کسی اور کتاب کے چھپنے کا ہم کو حال نہیں معلوم ہوتا۔ پہلی کتاب کے ۲۰ سال بعد دوسری جس کتاب کے چھپنے کا ہم کو پتا چلتا ہے وہ پہلے ہی مصنف کی ایک اور مذہبی کتاب کا ترجمہ ہے جو اُسی کالج کے طلبا کو پڑھائی جاتی تھی۔ یہ کتاب ۱۵۷۷ء میں ترچور کے قریب امبال کاڈو کے مقام پر ملیالم زبان میں چھاپی گئی۔ امبال کاڈو کے چھاپے خانے کی ابتدائی چھپی ہوئی کتابوں کا کوئی نسخہ ہندستان کے کسی کتب خانے میں نہیں پایا جاتا ہے۔ اس چھاپے خانے کی اُن مطبوعات کی ایک فہرست روم میں محفوظ ہے جو ملیالم رسم الخط میں چھاپی گئی تھیں۔ ان کتابوں کی چھپائی کے سلسلے میں ایک اسپینی جان گن سالوز (John Gonsalves) نامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ اس نے پرتگالی مبلغوں کے چھاپے خانے کے لئے ملیالم اور تامل رسم الخط کے ٹائپ تیار کئے تھے لیکن یہ ڈھلائی کے ٹائپ نہیں تھے بلکہ لکڑی پر کھدائی کی جاتی تھی[۲۷]۔

دیسی زبان کی ایک تیسری کتاب کا بھی ہم کو پتا چلتا ہے جو ایک پرتگالی پرائمر کا ترجمہ ہے لیکن یہ ترجمہ کسی پرتگالی یا ہندستانی نے نہیں بلکہ ایک انگریز فادر ٹامس اسٹیونس (Father Stevens) نے کیا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر آئندہ باب میں کیا جائے گا۔

دیسی زبان کا دوسرا چھاپا خانہ ۱۵۷۸ء میں پونی کایل میں قائم کیا گیا یہ جگہ ٹناویلی کے ضلع میں ہے۔ اس چھاپے خانے کے لئے تامل رسم الخط کا ڈھلا ہوا ٹائپ فادر جان ڈی فیریا (John de Faria) نے تیار کئے تھے۔ انھیں عیسائی مبلغوں کا بیان ہے کہ صرف دیسی عیسائیوں ہی نے نہیں بلکہ اس دیار کے غیر عیسائیوں نے بھی چھاپے خانے کی نئی ایجاد کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا اور ان کتابوں کو جو ان چھاپے خانوں میں چھپی تھیں مانگ کر پڑھا[۲۸]۔ ۱۶۰۲ء میں تیسرا چھاپا خانہ وائی پی کوٹا میں کھولا گیا اور پھر اس کے بعد تقریباً نصف صدی تک کسی نئے چھاپے خانے کے قیام کا ہم کو حال نہیں معلوم ہوتا۔

گجراتی رسم الخط کے چھاپے خانے

سترھویں صدی کے وسط میں ہم کو ایک چھاپے خانے کا پتا چلتا ہے جو گجراتی رسم الخط کا چھاپا خانہ تھا اور جس کو ایک پارسی بزرگ بھیم جی پارکھ نے قائم کیا تھا انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی وساطت سے ٹائپ گڑھنے والے دو آدمی انگلستان سے بلوائے اور انھیں لوگوں کی رہنمائی میں ہندستانی کاری گروں نے گجراتی رسم الخط کے ٹائپ کا ایک مکمل سٹ تیار کیا۔ یہ ٹائپ اس زمانے میں وینا شاہی لی پی کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ چھاپا خانہ غالباً سورت میں قائم ہوا تھا۔ کیوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سورت کے دفتر نے اپنے لندن کے مرکزی دفتر کو ۱۶۷۰ء میں لکھا تھا کہ بھیم جی پارکھ کے چھاپے خانے میں جو کاغذات چھپے ہیں، ان کی چھپائی صاف اور دیدہ زیب ہے۔[۴۹]

سندر راؤ بھاسکر نے بمبئی کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کسی جلسے میں ایک مقالہ پڑھا، جس میں انھوں نے یہ بھی تبلایا تھا کہ

"سری شیواجی مہاراج نے ایک چھاپے خانے کا آرڈر دیا تھا (غالباً ہندستان کے باہر ـ مولف) لیکن جب وہ آیا تو معلوم ہوا کہ اس چھاپے خانے سے مرہٹی زبان کی کتابیں چھاپنے کا کام نہیں لیا جا سکتا ہے۔ وہ چھاپا خانہ بھیم جی پارکھ کے پاس محفوظ رہا اور پھر ۱۸۰۰ء میں فردون جی مرزبان نے اس چھاپے خانے کو خرید لیا اور انھوں نے انگلستان سے ٹائپ ڈھالنے کا سامان منگوایا جس پر ان کی بہت زیادہ لاگت صرف ہوئی۔"[۵۰]

ایک اور گجراتی چھاپے خانے کا ہم کو پتا چلتا ہے جو پہلے چھاپے خانے کے پورے سو سال بعد بمبئی میں قائم ہوا تھا۔ اس چھاپے خانے کے مالک بھی ایک پارسی بزرگ رستم جی کیشا پاتھی تھے۔ اس چھاپے خانے کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں گجراتی رسم الخط کے علاوہ کناڑی، مرہٹی، انگریزی، اردو اور پرتگیزی رسم الخط کے ٹائپ بھی موجود تھے۔[۵۱] اس چھاپے خانے میں بمبئی کا انگریزی اخبار بمبئی کوریر (Bombay Courier) چھپتا تھا، جس کو ڈگلس نکلسن (Douglas Nicholson) نے جاری کیا تھا اور جو بمبئی کا دوسرا انگریزی اخبار تھا۔ ہم کو اس کا پتا نہیں چلتا کہ رستم جی کے چھاپے خانے سے گجراتی یا کسی اور رسم الخط کی کوئی کتاب بھی شائع ہوئی یا نہیں؟

گمان غالب ہے کہ اس چھاپے خانے سے کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

ہندستان میں طباعت کی ترقی کی تاریخ بڑی حد تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے سیاسی اقتدار کے نشوونما کی تاریخ سے وابستہ ہے۔ چناں چہ پلاسی کی لڑائی کے انیس سال کے بعد پہلے انگریزی چھاپے خانے کے وجود کا ہم کو پتا چلتا ہے جو ۱۷۷۲ء میں مدراس میں قائم ہو چکا تھا اور ۱۷۷۹ء میں ایک چھاپا خانہ کلکتے میں بھی تھا۔ جو چارلس ولکنس کی نگرانی میں کام کر رہا تھا۔[52]

۱۷۷۹ء میں ایک تجارتی انگریزی چھاپا خانہ بھی کلکتے میں موجود تھا، جس کے مالک ایک انگریز مسٹر ہکی تھے، جنھوں نے ۱۷۸۰ء میں اسی چھاپے خانے سے ہندستان کا پہلا مطبوعہ اخبار جاری کیا۔ ممکن ہے کہ یہ چھاپا خانہ ۱۷۷۹ء سے کچھ پہلے ہی قائم ہوا ہو۔ سرکاری کاغذات سے اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ ۱۷۷۹ء میں یہ چھاپا خانہ یقیناً تجارتی کام کر رہا تھا۔ کیوں کہ اسی چھاپے خانے سے کچھ سرکاری فوجی احکام وضوابط چھاپے گئے، جس کی وصول یابی کے سلسلے میں مسٹر ہکی اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں طویل خط وکتابت ہوئی۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

بنگالی، فارسی اور دیوناگری رسم الخط کی تاریخ نسبتاً جدید تر ہے جو اٹھارویں صدی کے اواخر سے شروع ہوتی ہے۔ بنگالی رسم الخط کا پہلا نمونہ ہم کو نتھے نیل برے سی ہیل ہڈ (Nathaniel Brassey Halhed) کی گرامر آف دی بنگال لینگ وج (Grammer of the Bengal Language) میں ملتا ہے جو ۱۷۷۸ء میں ہگلی سے شائع ہوئی تھی۔ یہ گرامر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ان ملازمین کو بنگالی زبان سے روشناس کرنے کے لئے لکھی گئی تھی جو کمپنی کی دفتری ضروریات کے لئے انگلستان سے لائے جاتے تھے۔ کتاب انگریزی زبان میں تھی، لیکن بنگالی عبارتیں جا بجا مثال کے طور پر درج کی گئی تھیں۔ اس کتاب کے لئے بنگالی رسم الخط کا ٹائپ چارلس وِلکنس (Charles Wilkins) نے تیار کیا تھا یہی ٹائپ اس زمانے کا مقبول عام ٹائپ بن گیا۔ ہیل ہڈ کی کتاب چھپنے کے بعد بعض سرکاری قوانین و احکام کے بنگالی ترجمے بھی گورنمنٹ پریس نے اسی ٹائپ سے چھاپے۔

بنگالی رسم الخط کی دوسری مطبوعہ کتاب جو ہم کو ملتی ہے اس کا نام "انگریزی بنگالی وِکابُلری" تھا اور یہ کتاب کلکتے کے کرانیکل پریس سے ۱۷۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کا

ایک نسخہ بنگلہ ساہتیہ پریشد لائبریری (کلکتے) میں محفوظ ہے۔

چارلس ولکنس، جو آگے چل کر سر چارلس ولکنس ہوئے، اپنے زمانے کے بہت بڑے ماہر مشرقیات تھے۔ انھوں نے بنگلہ رسم الخط کا ٹائپ تیار کر لینے کے بعد فارسی رسم الخط کا ٹائپ بھی تیار کیا۔ اٹھارویں صدی کے اواخر کی فارسی کتابیں اور انیسویں صدی کے اوائل کی فارسی و اردو کتابیں اور اخبارات کی طباعت کے لئے وہی ٹائپ استعمال کیا جاتا تھا جو ولکنس نے ایجاد کیا تھا۔ اٹھارویں صدی کی نویں اور دسویں دہائی میں کلکتے کے انگریزی اخباروں کے چھاپے خانوں میں بنگلہ، فارسی اور عربی رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے۔ چناں چہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری نوٹسیں پابندی کے ساتھ انگریزی کے علاوہ بنگلہ اور فارسی رسم الخط میں شائع کی جاتی تھیں۔ اکثر نوٹسیں بنگلہ اور فارسی کے ساتھ ساتھ عربی میں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ اُس دور کے فارسی، عربی اور بنگلہ زبانوں کے ایک سرکاری اشتہار کا عکسی نمونہ اس کتاب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ فارسی رسم الخط کا یہ اوّلین نمونہ ہے جو ہم کو ملتا ہے۔ ولکنس کا بنایا ہوا فارسی ٹائپ اُس دور میں اس درجہ مقبول اور عام ہو گیا کہ "انگلستان کے ہیلی بری کالج (قائم شدہ ۱۸۰۵ء) کی کتابیں بھی اس ٹائپ میں چھاپی گئیں۔ نیز تقریباً ۱۸۲۰ء سے ۱۸۲۷ء تک کے زمانے میں جو مطبوعات کا ذخیرہ اردو زبان میں اُس فرقے کا چھپا جس کو وہابی کہتے ہیں، وہ بھی اسی ٹائپ میں شائع ہوا۔"[۵۳]

بنگلہ اور فارسی رسم الخط کے ٹائپ تیار کرنے کے بعد ولکنس نے ۱۷۸۰ء کے قریب انگلستان میں دیوناگری رسم الخط کے ٹائپ بھی بنائے[۵۴]۔ بنگلہ اور فارسی ٹائپ تیار کرنے کے سلسلے میں ایک بنگالی لوہار پنچانن کارماکر کا نام لینا ضروری ہے، جو اس کام میں چارلس ولکنس کا شاگرد اور مددگار تھا[۵۵]۔

۱۸۰۱ء میں کلکتے کے انگریزی اخباروں کے کم از کم چار چھاپے خانوں میں فارسی اور دیوناگری رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے، جہاں ہندی اور اردو کی کتابیں چھپ سکتی تھیں۔ اس کا اندازہ ہم کو جان گل کرائسٹ (John Gilchrist) کی ایک رپورٹ سے ہوتا ہے جو ۲ جنوری ۱۸۰۲ء کو لکھی گئی تھی[۵۶]۔ اسی رپورٹ سے ہم کو پتا چلتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج نے اپنی زندگی کے دوسرے سال (۱۸۰۱ء) میں ہندستانی زبانوں کی حسب ذیل کتابیں شائع کی تھیں۔ اس رپورٹ میں ان چھاپے خانوں کے نام بھی لئے گئے ہیں جہاں یہ کتابیں چھپی تھیں۔ فہرست یہ ہے۔

نام کتاب	رسم الخط	مطبع
مسکین کے مرثیے	ناگری	ہرکارہ پریس
بتیسی سنگھاسن	"	"
شکنتلا ناٹک	"	کلکتہ گزٹ پریس
اخلاق ہندی	"	ٹے لی گراف پریس
چہار درویش	فارسی	ہرکارہ پریس
میر حسن	"	کلکتہ گزٹ پریس
گلستاں	"	میرر پریس
طوطا کہانی	"	ٹے لی گراف پریس

گل کرائسٹ کی اس رپورٹ سے، جو فورٹ ولیم کالج کے کاغذات میں محفوظ ہے، ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہرکارہ پریس، کلکتہ گزٹ پریس، ٹے لی گراف پریس اور میرر پریس میں اردو اور ہندی رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے اور ان چھاپے خانوں میں اردو اور ہندی کی کتابیں بھی چھپتی تھیں۔

فارسی رسم الخط کا تجارتی چھاپا خانہ

کلکتے کے انگریزی اخباروں کے اُن چھاپے خانوں کو ہم اگر نظر انداز کر دیں جہاں فارسی رسم الخط کے ٹائپ موجود تھے تو فارسی رسم الخط کا پہلا باضابطہ تجارتی چھاپا خانہ ۱۸۰۱ء کے اواخر یا ۱۸۰۲ء کے اوائل میں قائم ہوا۔ اس کا نام ہندستانی پریس تھا۔ ۱۸۰۲ء میں اس چھاپے خانے سے فورٹ ولیم کالج کی کم از کم ایک کتاب ضرور شائع ہوئی۔ اس کتاب کا نام تھا "The Strangers East India Guide to the Hindustani"[۵۷]

ہندستانی پریس کی دوسری چھپی ہوئی کتاب جو ہم کو ملتی ہے وہ اخلاق ہندی ہے جو ۱۸۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اُس کے سرورق کی تصویر اس کتاب میں بھی پیش کی جا رہی ہے۔ بعض محققین نے ہندستانی پریس کا سنہ اجرا ۱۸۱۰ء بتلایا ہے، جو یقیناً صحیح نہیں ہے۔ اور یہ غلطی سب نے مؤلف

اخترِ شہنشاہی (۱۸۸۸ء) سے مستعار لی ہے، جنھوں نے اس مطبع کا سنہ اجرا "یکم جنوری ۱۸۱۰ء" بتلایا ہے[58]۔ اخترِ شہنشاہی کے بیان کے مطابق اس مطبع کے مالک مولوی اکرام علی اور مہتمم مولوی خلیل اللہ تھے۔ لیکن اخلاقِ ہندی (۱۸۰۳ء) پر نہ تو مولوی اکرام علی کا نام درج ہے اور نہ مولوی خلیل اللہ کا۔ ان دونوں ناموں کے بجائے ہم کو ایک تیسرا نام ملتا ہے —

"ہندستانی چھاپے خانے میں چھاپا گیا ہوا مولوی غلام نبی کا۔"[59]

ممکن ہے کہ ۱۸۱۰ء میں ہندستانی پریس کے مالک مولوی اکرام علی اور اس کے مہتمم مولوی خلیل اللہ ہی رہے ہوں۔

هو
الله
اکبر

اخلاقِ ہندی

ترجمہ مُفتی تاج الدین کی

مُفرّحِ القُلوب کا مدرسۂ جدید

کے لیئے عہد میں زبدۂ نوئینانِ عظیم الشان

مُشیرِ خاصِ شاہ کیواں بارگاہ انگلستان مارکوئیس

ولزلی گورنر جنرل بہادر دام ظلّہ کے کیا ہوا

میر بہادر علی حُسینی کا حُکم سے خُداوندِ

نعمت جان گلکرسٹ

صاحب دام اقبالہ

کے

رہکے دُنیا میں کیجئے وُہ فِکر   بعد کوئی کرے بہ خوبی ذکر

سنہ ۱۸۰۳ عیسوی مُطابق

سنہ ۱۲۱۸

ہجری

ہندوستانی چھاپے خانے

میں چھاپا کیا ہوا

مُنشی غُلام نبی

کا

UKHLAQI HINDEE,

OR

INDIAN ETHICS,

TRANSLATED FROM

A

PERSIAN VERSION

OF THE CELEBRATED

Hitoopudes, or Salutary Counſel,

BY

MEER BUHADOOR ULEE;

HEAD MOONSHEE IN THE

HINDOOSTANEE DEPARTMENT

OF THE

NEW COLLEGE, AT FORT WILLIAM,

FOR THE USE OF THE STUDENTS,

UNDER THE SUPERINTENDENCE

OF

JOHN GILCHRIST

Calcutta.

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS.

1803

۲

انگریزوں کی آمد اور نئے اخباروں کا دور

" ہندستان میں چاندی کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ دنیا بھر کی قومیں روپیہ لاتی ہیں اور اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لے جاتی ہیں۔ یہ روپیہ ہندستان ہی میں دفن رہتا ہے۔ کہیں باہر نہیں جاتا۔"

کیپٹن ہاکنس (۱۶۰۸ء)

ہندستاں کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی   کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی

مصحفی (متوفی ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء)

" خالص تاجروں کی کمپنی کی حکومت دنیا کے کسی ملک کے لئے بھی شاید بدترین حکومت ہو سکتی ہے"

ایڈم اسمتھ

ہندستان میں پہلا انگریز

نئے اخباروں کا دور ہندستان میں اٹھارھویں صدی کی تیسری چوتھائی سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے بیوپار کے ساتھ ساتھ کاروبار شہریاری کی بھی طرح ڈالی۔ انگلستان کی سامراجی تاریخ میں یہ تجارتی سرمایہ داری کا دور تھا۔

پندرھویں صدی کے آخری دن، ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو ہندستان اور انگلستان کی تاریخ کا اگر اہم ترین دن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وہ دن تھا جب موجودہ برطانوی حکمران ملکہ الزبتھ کی ہم نام الزبتھ اوّل فرمانروائے انگلستان نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو مشرقی ملکوں میں تجارت کرنے کا پروانہ (چارٹر) عطا کیا تھا کہ "ملکی دولت اور قومی وقار میں اضافہ ہو"۔

اس واقعے سے تقریباً ۲۱ سال پہلے ایک یورپین جہاز نے ۱۵۷۹ء میں گوا کے ساحل پر لنگر ڈالے۔ اس جہاز سے فادر تھامس اسٹیونس نامی ایک انگریز اترا۔ یہ پہلا انگریز تھا جس نے ہندستان کی سرزمین پر قدم رکھے تھے۔ پچھلے باب میں اس کا نام لیا جا چکا ہے۔ وہ نہ تو تاجر تھا اور نہ سپاہی یا سیاست داں۔ وہ صرف عیسائی مبلغ تھا، جس نے اکسفورڈ کے نیو کالج میں تعلیم پائی تھی۔ ہندستان آنے کے بعد یہاں کی خاک دامن گیر نے ایسے دامن پکڑے کہ پھر لوٹ کر وطن جانا نصیب نہ ہوا۔ تیس چالیس سال وہ ہندستان میں زندہ رہا اور اس عرصے میں متعدد کتابیں بھی اُس نے دیسی زبانوں میں لکھیں۔

فادر اسٹونس ہی کی ذات ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام کی محرک تھی۔ اُس نے ہندستان سے

جو چٹھیاں اپنے باپ کو لکھیں ان میں اس ملک کے ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کی دولت اور سامان تجارت کی کثرت کا مبالغہ آمیزی کے ساتھ ذکر کیا۔ یہ چٹھیاں لندن کے بیوپاریوں کی نظروں سے بھی گزریں۔ یہ باتیں انھوں نے خواب و خیال میں بھی نہ سُنی تھیں۔ فادر اسٹوتس کے بعد ایک اور انگریز جان نیوبیری (John Newberry) نامی بھی خشکی کی راہ سے ہندستان آیا۔ وہ جب لوٹا تو اُس نے فادر اسٹونس کی لکھی ہوئی باتوں کی تصدیق کی۔ اب لندن کے بیوپاریوں نے طے کیا کہ ایک تجارتی وفد ہندستان بھیجا جائے۔

ہندستان میں پہلا تجارتی انگریزی وفد

فروری ۱۵۸۳ء کو ایک جہاز نے انگلستان کے ساحل سے لنگر اٹھائے اور یورپ کی طرف چل پڑا۔ اس جہاز پر انگریز بیوپاریوں کا ایک وفد بھی تھا، جو ہندستان جا رہا تھا۔ اس وفد کا لیڈر وہی جان نیوبیری تھا جو ایک بار ہندستان کا سفر کر چکا تھا۔ اس وفد کے پاس ملکہ الزبتھ کی ایک سفارشی چٹھی بھی تھی جو "تاابل تسخیر جلیل القدر بادشاہ جلال الدین اکبر" کے نام تھی۔

انگلستان کے سمندری کناروں سے چل کر انگریزی جہاز نے شام کی گودی میں لنگر ڈالے اور وہاں سے انگریزی تجارتی وفد حلب چلا گیا۔ پھر یہ لوگ فرات کے راستے سے بصرے پہنچے۔ اس زمانے میں انگریزوں اور پرتگالیوں کی لڑائی تھی۔ اسی وجہ سے یہ تجارتی وفد سمندر کی راہ سے ہندستان جاتے ہوئے ڈرتا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ ایران کے نچلے حصے سے ہوتے ہوئے خشکی کی راہ سے ہندستان جائیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس وفد کو کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جو ہندستان تک اُس کی رہبری کرتا۔ اس لئے مجبوراً فارس کی کھاڑی میں اُن کو اپنی کشتیاں ڈالنی پڑیں اور وہی ہوا جس کا اُن کو ڈر تھا یعنی پرتگالی جنگی کشتیاں فارس کی کھاڑی میں ڈیرے ڈالے تھیں۔ پرتگالیوں نے انگریزوں کا سامان تو اپنے ڈھب میں رکھا اور ان کو جزیرہ آرموز میں قید کر دیا۔ ہندستان میں فادر اسٹونس کو جب اس کی خبر لگی تو اُس نے دوڑ دھوپ کر کے ان کی جان چھڑائی اور یہ لوگ گوا لائے گئے۔ گوا سے بھاگ کر وہ بیجاپور گئے جہاں انھوں نے "پرانے پانی" کے (آب دار) جواہرات دیکھے جو اس سے پہلے انھوں نے نہیں دیکھے تھے۔ پھر یہ لوگ گھومتے گھامتے فتح پور سیکری پہنچے جہاں اکبر نے اُن کے ساتھ شریفانہ

اور فیاضانہ سلوک کیا۔ اکبر کے برتاؤ سے یہ لوگ اس درجہ خوش ہوئے کہ ان میں سے ایک نے اکبر کی ملازمت اختیار کرلی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام

اس بیوپاری انگریزی وفد کا صرف ایک فرد مسمی رالف فچ (Ralph Fitch) ۱۵۹۱ء میں انگلستان واپس لوٹا، جس نے ہندستان کے صنعتی و تجارتی حالات لندن کے بیوپاریوں کو سنائے، جو بہت ہمت افزا تھے۔ اس کے بعد ہی ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۶۰۸ء میں شہنشاہ جہانگیر کی اجازت سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے سورت میں راپتی کے کنارے اپنے گودام اور دفتر کے لئے مکان کرائے پر لئے۔

" انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی جو آگے چل کر اس ملک کی فرمانروا بن گئی سب سے پہلے ۱۶۰۸ء میں ہندستان کو جہاز روانہ کئے اور یہ کچھ ایسی مبارک گھڑی تھی کہ ہر سفر میں منافع بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ بارھویں سفر میں ہر حصے دار کو ۲۳۴ روپے فی صدی منافع ہوا۔ انگلستان کی آمدنی بھی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی۔ (چناں چہ کمپنی نے) سنہ ۱۶۱۳ء میں برطانیہ کی سرکار کو ۱۳ ہزار پونڈ منافع ادا کیا اور ۱۶۶۲ء میں یہ رقم چالیس ہزار پونڈ تک پہنچ گئی۔ ہندستان میں پہلے بیس سال کے اندر یہ لوگ تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ پونڈ سونا چاندی لائے جس کے بدلے ہندستان کی مصنوعات خرید کرلے گئے۔"

انگریزوں اور یورپ کی دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی فرانسیسیوں نے بھی فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ایک تجارتی کمپنی بنائی۔ فرانسیسیوں کو بھی اس ملک میں کافی عروج حاصل ہوا، جس کو انگریزوں کے جانے کے بعد بھی ہندستان کے بعض حصوں میں ہم عرصے تک بھگتتے رہے تھے۔ لیکن فرانسیسیوں کو ہندستان میں وہ اقتدار حاصل نہ ہوسکا تھا جو انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے حصے میں آیا تھا۔

سترھویں صدی کے شروع میں انگریزوں نے کلکتے میں قدم رکھے اور یہ صدی ختم ہوتے ہوتے اُن کے قدم مضبوطی سے وہاں جم گئے۔ ۱۶۹۹ء میں انگریزوں نے بنگالہ کے نواب کو جھانسا دیا اور انھوں نے انتہائی سادہ لوحی سے کام لے کر ایسٹ انڈیا کمپنی کو کلکتے میں قلعہ بندی

کی اجازت دے دی۔ یہی قلعہ ہندستان کی تاریخ میں فورٹ ولیم کے نام سے مشہور ہوا۔

سلطنت مغلیہ کا انتشار

کلکتے کی قلعہ بندی کے پورے آٹھ سال بعد اورنگ زیب کا انتقال ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی مغلیہ خاندان کی شمع اقبال بھی لو دینے لگی اور ان کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ "آخری مغل اعظم، اورنگ زیب نے سارے برصغیر ہند کو عملی طور پر اپنے زیر نگیں کر لیا تھا، لیکن اس کی وفات سے پہلے ہی انتشاری قوتوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا اور ان کی جڑیں اس درجہ مضبوط تھیں کہ ان کا کچلنا اورنگ زیب کے بس سے باہر ہو گیا[2]"۔ اس کی تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ "مغلوں کی وسیع سلطنت صوبوں میں تقسیم تھی۔ ہر صوبے کا انتظام صوبے دار یا وائسرائے کے سپرد ہوتا تھا۔ پھر ہر صوبہ شاہی اضلاع یا ان ریاستوں میں تقسیم ہوتا تھا جن کو فتح کے بعد بھی برقرار رکھا گیا تھا۔ اور اضلاع کا انتظام نوابوں (سرکاری افسروں) کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ جو صوبے دار کی نگرانی یا ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ ریاستیں خراج دینے کے علاوہ عملی طور پر آزاد ہوتی تھیں۔ ۔ ۔ ظاہر ہے کہ ایسا نظام صرف مضبوط مرکزی اقتدار کی موجودگی میں ہی چل سکتا تھا[3]"۔ اور مغلوں کے مرکزی نظام کی گرفت اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوتے ہی ڈھیلی پڑ گئیں۔ مغل صوبے دار اپنی اپنی جگہ خود مختاری کا اعلان کرنے لگے۔ یہ اورنگ زیب کی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ تھا یا اس کے جانشینوں کی نااہلی کا، یہاں اس سے بحث نہیں۔ ملک میں بہرحال ایک طرح کی طوائف الملوکی پھیل گئی۔ دکن میں نظام الملک آصف جاہ نے اور آودھ میں برہان الملک سعادت علی خاں نے خود مختار حکومتوں کی طرح ڈالی۔ روہیلکھنڈ کے افغان پٹھانوں نے بھی یہی روش اختیار کی۔ مرہٹوں نے بھی مہاراشٹر، وسطی ہند، مالوہ اور گجرات پر قبضہ کر کے پونا کو اپنا مرکز بنایا اور اپنی طاقت بڑھانے لگے۔ اگر ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی طاقت پاش پاش نہ ہوتی تو آج ہندستان کا نقشہ بالکل مختلف ہوتا۔ ان حالات کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ عملی طور پر سلطنت مغلیہ کے حدود سمٹنے لگے۔

مغلوں کا زوال اور انگریزی اقتدار کی تعمیر

یورپ کی تجارتی کمپنیوں نے اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ چناں چہ ہندستان کی زوال آمادہ منتشر ریاستیں یورپین تاجروں کی ریشہ دوانیوں کا مرکز بن گئیں۔ انیسویں صدی کا ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ

"اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی سلطنت مغلیہ کا ادبار آگیا۔ اس زمانے میں دکن کی یہ صورت تھی کہ قدیم ریاستیں جتنی تھیں سب بگڑ چکی تھیں اور مغلوں کا سامنا مرہٹوں کا تھا جو روز بہ روز عروج پاتے جاتے تھے۔ اور آخر مغلوں پر غالب آئے۔ پرتگیزیوں کا یہ حال تھا کہ سواحل پر ان کا اقتدار بالکل کم ہو گیا تھا اور ان کی جگہ ان سے زبردست قوموں نے قدم جمالئے تھے۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی بستیاں جلد جلد عروج پاتی جاتی تھیں۔ انگریزوں کے تین علاقے یعنی کلکتہ بمبئی اور مدراس قائم ہو گئے تھے اور وہاں ان کا نظم و نسق باقرینہ اور مستقل ہو رہا تھا۔۔۔"[۴]

اُس وقت ہندستان کی حالت اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ جیسی تھی۔ اس کے برعکس انگریز تاجر منظم تھے۔ "ہندستان کے صوبے داروں اور انگلستان کی کمپنی میں فرق یہ تھا کہ ہندستانی حکمران کسی مرکزی طاقت کے تحت نہ تھے اور اس لئے جانشینی اور ملک گیری کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ برخلاف اس کے کمپنی کے ملازم ڈائرکٹروں اور پارلیمنٹ کے حکام کے ماتحت تھے۔ انھیں کی ہدایات کے مطابق حکمرانی اور ملک گیری کرتے تھے۔ اور انھیں کے حکم سے تبدیل معطل یا برخاست کئے جاتے تھے اور ہزاروں میل سے آئے ہوئے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کرتے تھے۔ یہی انگریزی مرکزی قوت کی برتری تھی جو ہندستانیوں کی زبردست مگر منتشر اور متضاد قوتوں پر غالب آئی۔"[۵]

ہندستان میں انگریزوں کا اقتدار کیوں کر قائم ہوا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کارل مارکس ۲۲ جولائی ۱۸۵۳ء کے نیویارک ٹریبیون (New York Tribune) کو ایک چھٹی میں لکھتا ہے کہ "مغل اعظم کی عظیم الشان طاقت کو مغل صوبے داروں نے پاش پاش

کیا، صوبے داروں کی قوت کو مرہٹوں نے ٹھکانے لگایا اور مرہٹوں کا افغانوں نے خاتمہ کیا، اور عین اس وقت جب کہ یہ طاقتیں ایک دوسرے کو زک دینے کے لئے آپس میں دست و گریباں ہو رہی تھیں تو برطانوی باشندوں نے جھپٹ کر سب کو اپنا مطیع بنایا ۔[6]
اس دور کے تاریخی پس منظر اور انگریزوں کی آمد کے نتائج کو اکبر الہ آبادی مرحوم نے دو مصرعوں میں بیان کیا ہے۔

حضور آئے نوابی کے انتشار کے بعد
ہزار حیف کہ فالج گرا انجار کے بعد

دنیا کی تاریخ میں یہ ایک عجیب و غریب مثال ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اس ملک میں ڈیڑھ سو برس تک تجارت کرتے کرتے اس قابل ہو گئی کہ ۱۷۵۷ء میں بنگالہ کے نواب سراج الدولہ کو اس کے مقابلے میں میدان چھوڑنا اور جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

انگریزی تجارتی سرمایہ داری کا دور

پلاسی کی لڑائی سے کم و بیش چالیس سال پہلے ہی ہملٹن نامی ایک انگریز ڈاکٹر نے فرخ سیر کے لڑکے کا کامیاب علاج کرنے کے انعام میں صرف تین ہزار روپے کے عوض اس مال کو چنگی سے مستثنیٰ کرا لیا تھا، جو ایسٹ انڈیا کمپنی ہندستانی بازاروں میں خریدتی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاوہ، اس کے ملازمین بھی نجی طور پہ کام کرتے تھے، اگرچہ قانوناً یہ ممنوع تھا۔ انگریزی کاروبار کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بنگال میں شاید ہی کوئی بڑی منڈی ہو گی جہاں " گھی، پان، بانس، چاول اور گھس وغیرہ کی خرید و فروخت انگریز نہ کرتے رہے ہوں۔ دیسی تاجر جنھیں محصول (چنگی) بھی دینا پڑتا تھا کمپنی کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ انگریزی تاجروں سے خود نواب (میر جعفر) ڈرتا تھا۔ اس کی پولس اور کچہریاں ان کو کیا سزا دے سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت کے نام سے لوٹ شروع ہو گئی۔ انگریزی سوداگر جس مال پر ہاتھ رکھ دیتے اس کو پھر دوسرا خریدار آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے یہ لوگ اس مال کو من مانی قیمت پہ خرید لیتے تھے۔ اس کے علاوہ جب ہندستانی تاجر کو

محصول سے بچا ہوتا وہ کسی انگریزی گماشتے کی مٹھی گرم کر کے اس سے ایک دستک حاصل کرلیتا جس سے کسی محصّل کی مجال نہ تھی کہ اس مال پر محصول مانگ سکتا۔"

ہندستان میں انگریزی تجارتی سرمایہ داری کے دو واضح دور رہے ہیں۔ پہلا دور وہ تھا جب ایسٹ انڈیا کمپنی ہندستانی مصنوعات خصوصاً ململ اور ریشمی کپڑے انگلستان لے جاتی تھی جہاں اس کے منھ مانگے دام ملتے تھے۔ قدرتاً اس کا اثر انگلستان کی نوخواستہ صنعتوں پر پڑا، جو اس وقت غیر ترقی یافتہ حالت میں تھیں۔ اس صورت حال نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی راہ میں دشواریاں پیدا کیں۔ انگلستان کا نوزائیدہ کارخانہ دار طبقہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی مخالفت میں سب سے آگے آگے تھا۔ دوسری طرف انگلستان کا وہ کاروباری گروہ جو ایسٹ انڈیا کمپنی میں شامل نہ تھا کمپنی کی تجارتی اجارہ داری کا دشمن تھا۔ کیوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاوہ کوئی دوسری انگریزی کمپنی یا کوئی فرد اس کا مجاز نہ تھا کہ کمپنی کے بازاروں کے قریب پھٹک بھی سکے۔ تیسری طرف خود انگلستان کی حکومت اس حقیقت کو ناگوار حد تک محسوس کر رہی تھی کہ انگلستان کی قومی دولت کے بہاؤ کا رُخ ہندستان کی طرف مُڑ گیا ہے۔

ہندستانی مال کی درآمد کے خلاف برطانوی مزدوروں کا مظاہرہ

انگریزی بازاروں میں ہندستانی مال کی بہتات کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کے کارخانے بند ہونے لگے چناں چہ ۱۶۹۷ء میں انگلستان کے ریشم بننے والے مزدوروں نے برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اور اس کے بعد ہی برطانوی حکومت نے ہندستانی ململ اور ریشم کی درآمد انگلستان ممنوع قرار دی۔ پھر یہ ہو گیا کہ اگر کوئی شخص ہندستانی کپڑا یا ململ بیچتا ہوا پکڑا جاتا یا کسی کے پاس سے یہ سامان برآمد ہوتا تو اس پر دو سو پونڈ تک جُرمانہ کیا جاتا۔ چناں چہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اب یورپ کے دوسرے بازاروں کا رخ کیا۔ ابھی برطانوی تجارتی سامراج کا وہ دور شروع نہیں ہوا تھا کہ انگلستان کے کپڑوں کی ہندستانی بازاروں میں کھپت ہوتی "سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں" بقول ہنٹر "جب ہندستان

میں برطانوی اقتدار زیرِ تعمیر تھا تو انگریزی سرمایہ داری کی پالیسی یہ تھی کہ ہندستانی سامان یورپ کے بازاروں میں لے جایا جائے۔ ہندستان کے سوتی اور ریشمی کپڑے جو چرخے اور کرگھے سے بنائے جاتے تھے وہ یورپ کے کپڑوں سے بدرجہا اچھے اور پائیدار ہوتے تھے۔ اس لئے اُس وقت ولائتی کپڑا ہندستان لے جانا ایسا ہی ہوتا جیسے کوئلہ نیوکیسل (New Castle) لے جایا جائے[9] جہاں کوئلہ بکثرت نکالا جاتا ہے۔

برطانوی حکومت نے انگلستان میں ہندستانی مصنوعات کی برآمد کو بند کر کے ان نوزائیدہ کارخانہ داروں کا منھ تو بند کر دیا جن کو پلاسی کی لڑائی کے بعد بنگال کی لوٹ نے جنم دیا تھا، مگر ایسٹ انڈیا کمپنی کے حریف تاجر سرمایہ داروں کی ریشہ دوانیاں بدستور جاری رہیں جو کمپنی کی تجارتی اجارہ داری کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ اس زمانے میں کمپنی کے معاملات سرجوشا چائلڈ کے ہاتھوں میں تھے جو رشوت لینے اور دینے دونوں میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ کمپنی کے ٹھیکے کی میعاد ختم ہو رہی ہے اور اس کے حریف اس کوشش میں لگے ہیں کہ اس کے ٹھیکے کی تجدید نہ ہو، تو انھوں نے کمپنی کی تجوریوں کے منھ کھول دئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی کے ٹھیکے کی میعاد بڑھا دی گئی اور " پھر اس کی اجازت ہوگئی کہ انگریزی قلمرو میں کمپنی بدستور حکمراں رہے۔ مگر ریگولیٹنگ ایکٹ (Regulating Act) کے سبب کمپنی کے انتظام میں بڑے بڑے تغیر و تبدل واقع ہوئے۔ اس قانون میں دو بڑی شرطیں تھیں اوّل یہ کہ آئندہ سے بنگال کا گورنر، گورنر جنرل ہوا کرے اور اپنی کونسل کے ساتھ شریک ہو کر ہند کے سارے انگریزی علاقے کا حاکم اعلیٰ ہو۔ دوسرے یہ کہ کلکتے میں ایک عدالت عالیہ بنام سپریم کورٹ مقرر کی جائے۔[10]"

ستم ظریفی دیکھئے کہ کمپنی کے حریفوں نے سرجوشا چائلڈ ہی کا حربہ استعمال کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاوہ ایک اور تجارتی کمپنی کے قیام کے لئے ایک سرکاری پروانہ حاصل کر لیا۔ اب بجائے ایک کے دو انگریزی کمپنیاں ہندستان میں تجارت کرنے لگیں۔ تین سال تک دونوں کمپنیوں میں خوب چڑھا کھڑی رہی۔ بالآخر ۱۶۹۶ء دونوں کمپنیاں ایک کر دی گئیں اور اس کے تین سال بعد انگریزوں نے کلکتے میں وہ قلعہ بنایا جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

ہندستان میں اخبار جاری کرنے کی ناکام کوشش

"اجارہ داری طبعاً مضرت رساں ہوتی ہے، لیکن اجارہ داروں کی حکومت، جیسی کہ آج بنگال میں ہے، حقیقتاً دنیا کی خوفناک ترین حکومت ہے۔"

ولیم بولٹس (۱۷۷۲ء)

نئی حکمراں قوم کے بہت سے ایسے افراد بھی تھے جو کمپنی کے نظم و نسق سے مطمئن نہ تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو یا تو کمپنی کی لوٹ میں برابر کا حصہ نہیں مل رہا تھا یا کمپنی کی تجارتی اجارہ داری ان کی راہ کا کانٹا تھی۔ کچھ ایسے بھی تھے جن کو کمپنی کے ارباب حل و عقد نے اپنی تجارتی، سیاسی یا ذاتی مصلحتوں کی بنا پر یا اُن کی دراز دستیوں کی وجہ سے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔ موخرالذکر گروہ کے ایک فرد مسٹر ولیم بولٹس (William Bolts) بھی تھے۔ اُن کا نام ہمارے لئے یوں قابل ذکر ہے کہ انھوں نے ہندستان میں پہلا مطبوعہ اخبار جاری کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ قسمت نے اُن کا ساتھ نہ دیا اور اُن کی کوشش ناشکور رہی۔ اسی سلسلے میں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مسٹر بولٹس کے ہندستان میں رہنے کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا اور اُنھیں زبردستی انگلستان بھیج دیا گیا۔ لیکن کمپنی کی یہ دراز دستی مسٹر بولٹس کا قصّہ کوتاہ نہ کر سکی۔

مسٹر بولٹس

مسٹر بولٹس نسلاً انگریز نہیں بلکہ ولندیزی تھے۔ کسی طرح ہندستان پہنچے اور کمپنی کی ملازمت اختیار کر لی۔ دورانِ ملازمت میں وہ اپنا نجی کاروبار بھی کرتے تھے جو قانوناً جرم تھا۔ لیکن یہ ایک ایسا قانون تھا جس کی پابندی سے زیادہ خلاف ورزی کی جاتی تھی۔ چناں چہ مسٹر بولٹس کمپنی کے پہلے یا واحد ملازم نہ تھے جس نے یہ بے قاعدگی برتی تھی۔ اس حمام میں تو سب ہی ننگے تھے اور یہ ایک ایسا راز تھا جس سے کلکتہ کونسل کے ممبروں سے لے کر لندن کے بورڈ آف ڈائرکٹرس اور بورڈ آف کنٹرول کا ہر ممبر واقف تھا۔ اس سلسلے میں کرناٹک کے نواب نے بورڈ آف ڈائرکٹرس کو ایک خط لکھا تھا، جس کا یہ جملہ قابل ذکر ہے، کہ

"اس ملک میں نہ تو آپ کے (کمپنی کے) ملازموں کا کوئی کاروبار ہے اور نہ آپ ہی اُن کو اچھی تنخواہیں دیتے ہیں۔ پھر بھی چند برسوں میں یہ لوگ کئی لاکھ اشرفیاں کما کر گھر واپس جاتے ہیں۔ بغیر کسی ظاہری وسائل کے اتنی بے حساب دولت ان کے پاس کہاں سے آتی ہے اس راز کو ہم اور آپ دونوں جانتے ہیں۔"[11]

اس سلسلے میں ایک نیک دل پادری نے بھی بورڈ آف ڈائرکٹرس ایک ممبر کو نہایت دردانگیز خط لکھا تھا، جس کا یہ جملہ بے حد معنی خیز ہے کہ

"آپ کے (کمپنی کے) ملازموں کی بداعمالیوں سے ہندستانیوں کی نظروں میں آپ کے خدا کی جتنی بے عزتی ہوتی ہے اور آپ کا مذہب جتنا بدنام ہوتا ہے اگر اس کی کیفیت آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کے آنسوؤں کی ندیاں بہہ جائیں۔"[12]

مسٹر بک لینڈ (Buckland) نے ڈکشنری آف انڈین بائیگرافی (Dictonary of Indian Biography) میں مسٹر بولٹس کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"پیدائش لگ بھگ ۱۷۴۰ء نسلاً ولندیزی تھا۔ ۱۷۵۹ء میں کلکتے میں تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ کمپنی کے دوسرے سول ملازموں کی طرح نجی کاروبار بھی کرتا تھا۔ ۱۷۶۴ء میں بنارس کونسل کا دوسرا ممبر تھا۔ کمپنی کے نام سے نجی تجارت کرنے کی بنا پر کورٹ آف ڈائرکٹرس نے شدید سرزنش کرتے ہوئے (بنارس سے) واپس بلالیا۔ ۱۷۶۲ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، بنگال کے افسروں سے جھگڑنے کے جرم میں گرفتار ہوا۔ اور بلااجازت تجارت کرنے کے جرم میں ۱۷۶۸ء میں ہندستان بدر کر کے انگلستان بھیج دیا گیا۔ اپنی کتاب Considerations on Indian Affairs میں اس نے بنگال کی حکومت پر حملے کئے۔ ورلسٹ (Verlest) نے اس کتاب کا جواب لکھا۔ بولٹس نے ورلسٹ کا جواب الجواب ۱۷۷۵ء میں شائع کیا۔ اُس نے ہندستان میں بہت دولت پیدا کی لیکن لے نہیں جاسکا۔ جو پونجی اس کے پاس تھی وہ اس مقدمے کی پیروی میں صرف ہوئی جو ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس کے خلاف دائر کیا تھا۔ پھر وہ آسٹرین (Austerian) حکومت کی ملازمت میں داخل ہوا اور کرنل کا عہدہ پایا۔ آسٹرین کمپنی کی کئی کوٹھیاں بھی اس نے

ہندستان میں قائم کیں مگر وہ چل نہیں سکیں۔ ۱۸۰۸ء میں اس نے پیرس میں وفات پائی[۱۳]

بک لینڈ نے بولٹس کے ہندستان بدر کیے جانے کی وجہ صحیح نہیں بتلائی ہے۔ نیز یہ کہ اُس نے اس کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا ہے کہ بولٹس نے اخبار جاری کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ مرتب کرنے والوں نے بولٹس کا ذکر اسی حیثیت سے کیا ہے۔ مسٹر ہال ورڈ (M.Halward) جنھوں نے بولٹس کے حالات مرتب کئے ہیں انھوں نے اس اشتہار کی نقل بھی اپنی کتاب میں درج کی ہے جو اخبار جاری کرنے کے سلسلے میں کونسل ہاؤس کے دروازے پر مسٹر بولٹس نے چسپاں کیا تھا۔ اشتہار یہ تھا:

"پبلک کے واسطے

"اس اشتہار کے ذریعے مسٹر بولٹس پبلک کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس شہر میں چھاپہ خانے کے نہ ہونے سے تجارتی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں نیز خبر رسانی کا کام شروع کرنا ممکن نہیں ہے، جو یوروپین آبادی کے لیے خصوصاً اور برطانوی رعایا کے لئے عموماً بے حد ضروری ہے۔ اگر کوئی صاحب خبر رسانی کے فن سے واقف ہوں اور چھپائی کا کام بھی کرنا چاہیں تو وہ (مسٹر بولٹس) ان کی پوری ہمت افزائی کریں گے۔ ٹائپ اور دوسرے ضروری سامان کا بھی وہ بندوبست کردیں گے۔ ساتھ ہی وہ اس کا اعلان بھی کرنا چاہتے ہیں کہ کچھ مسودّات اور بہت سی خبریں جن کا پبلک سے تعلق ہے ان کے پاس محفوظ ہیں۔ اگر کوئی صاحب اس اشتہار کو دیکھ کر یا کسی اور قابل تعریف جذبے کے تحت ان کو پڑھنا چاہیں تو مسٹر بولٹس کے مکان پر آکر پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو نقل بھی کر سکتے ہیں۔ ہر روز ایک آدمی دس بجے سے بارہ بجے تک اس خدمت کے لئے وہاں موجود رہے گا[۱۴]"

مسٹر بولٹس کے اس اشتہار کا، جو انھوں نے کلکتہ کونسل ہاؤس کے دروازے پر چسپاں کیا تھا، کلکتے کی یوروپین آبادی پر کوئی اثر ہوا بھی یا نہیں اور "چھپائی کے فن سے واقف" کوئی صاحب اس اکھاڑے میں اُترنے کے لئے اس میدان میں آئے بھی یا نہیں؟ اس کا ہم کو کچھ پتا نہیں چلتا لیکن کمپنی نے خطرے کو محسوس کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ چناں چہ ۱۸ اپریل ۱۷۶۸ء کو گورنر جنرل با جلاس کونسل نے طے کیا کہ

"اس موقع پر اور اُس سے پہلے بھی کئی بار مسٹر بولٹس کمپنی کے نظم و نسق کے خلاف نفرت اور شہر میں بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں اور اس طرح سے انھوں نے اپنے تئیں کمپنی کے تحفظ کا اہل ثابت نہیں کیا ہے۔ اس لئے ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ فوراً حدودِ بنگالہ سے نکل جائیں۔ جولائی کے مہینے میں جو جہاز مدراس جائے اس سے وہ مدراس چلے جائیں اور ستمبر کے مہینے میں وہاں سے وہ یورپ کے لئے روانہ ہوں"[15]

مسٹر بولٹس کے اس اشتہار کے کئی پہلو قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک تو یہ کہ کلکتہ جو تیزی سے ترقی کر رہا تھا، جہاں چھے سال بعد گورنر جنرل کا مرکزی دفتر کھلنے والا تھا، کونسل بننے والی تھی اور اس سپریم کورٹ کی عدالت کا قیام عمل میں آنے والا تھا، وہاں اشتہار دینے کے اس غیر ترقی یافتہ طریقے کا استعمال حیرت ناک ہے۔[16] اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کلکتے یا اس کے گرد و نواح میں کوئی چھاپا خانہ قائم نہیں ہوا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا چھاپا خانہ ۱۷۷۲ء میں مدراس میں اور ۱۷۷۹ء میں کلکتے میں قائم کیا گیا۔

اس اشتہار کا دوسرا اہم پہلو یہ تھا کہ اخبار نکالنے کے سلسلے میں مسٹر بولٹس کے پیشِ نظر کلکتے کی صرف یورپین آبادی ہی نہ تھی، بلکہ "برطانوی رعایا"، یعنی کلکتے اور اس کے قرب و جوار کی ہندستانی آبادی کا ذکر بھی اس نے ضروری سمجھا تھا۔

بولٹس کی کتاب ــــــ کمپنی کے کرتوت کا پہلا کچا چٹھا

ہندستان سے واپس جانے کے بعد مسٹر بولٹس نے ایک کتاب Considerations On Indian Affairs کے نام سے لکھی۔ انھوں نے اپنے اُس اشتہار میں جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے "کچھ مسودات اور بہت سی خبریں" کا بھی ذکر کیا تھا، ممکن ہے کہ وہی مواد رہا ہو جو کتاب میں پیش کیا گیا۔ کتاب پر کسی ناشر کمپنی کا نام نہیں ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ مسٹر بولٹس نے خود ہی یہ کتاب اپنے ذاتی صرف سے شائع کی ہوگی۔

یہ کتاب جو پانچ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے نایاب تو نہیں ہے لیکن کمیاب ضرور ہے اور آج اس کے چند نسخے مشکل ہی سے ڈھونڈھے جا سکتے ہیں۔ کتاب کے دو حصے ہیں پہلا حصہ جو

ڈھائی سو صفحوں پر پھیلا ہے اس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تاریخ اور اس کے اُن ہتھکنڈوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جو اس نے ہندستانی حکمرانوں اور دیسی کاری گروں کے ساتھ استعمال کئے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں وہ تمام معاہدات درج کئے گئے ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۷۱ء تک ہندستانی حکمرانوں سے وقتاً فوقتاً کئے تھے۔

مسٹر بولٹس کی یہ کتاب جو مسٹر بسٹیڈ (H. E. Busteed) کے الفاظ میں "قابل قدر" ہے، اس اعتبار سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پہلی تاریخ ہے جو پلاسی کی لڑائی کے صرف ۱۰ سال بعد عین اس وقت لکھی گئی جب کہ بنگال میں انگریزوں کی لوٹ اپنے شباب پر تھی۔ ایک طرف ہندستان کی قومی دولت کے سوتے بند کئے جا رہے تھے اور دوسری طرف ملک کی دولت ڈھل ڈھل کر انگلستان جا رہی تھی۔ بولٹس اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ:

"وقت آگیا ہے کہ اس ملک (انگلستان) کی مجلس قانون ساز ہندستان کی برطانوی رعایا کے حال پر توجہ دے... برطانوی رعایا سے میری مراد ملکہ معظم کی نئی ایشیائی رعایا اور وہ برطانوی رعایا ہے جو اب وہاں جا کر بس گئی ہے یا ہندستان میں کاروبار کر رہی ہے...

"محض ایک تجارتی کمپنی سے ترقی کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی آج ایک وسیع مالدار اور آباد ملک کی خود مختار حکمران بن گئی ہے... (ایسٹ انڈیا کمپنی کے) ارباب حل و عقد کے متعلق یہ بات تیقن کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حب الوطنی کا شائبہ بھی ان کے اندر مشکل ہی سے ڈھونڈھا جا سکتا ہے۔ ان کو تو صرف اپنے حلوے مانڈوں سے کام ہے۔ ان کے پیش نظر تو صرف ایک بات رہتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مقبوضہ علاقے کے قابل رحم بسنے والوں کو لوٹ کر کتنے لاکھ خود ان کی جیب میں جائیں گے، یا پھر یہ کہ وہ اپنے کتنے بھتیجوں، بھانجوں اور دیگر متوسلین کو ملازمتیں دلوا سکیں گے۔ سلطنت روما کے دورِ زوال میں اُس کے دور دراز صوبوں کو جس طرح نظر انداز کیا جاتا تھا، بالکل اُسی طرح (انگلستان کی حکومت نے) اپنے ایشیائی مقبوضات کو نظر انداز کر کے ان کو طرح طرح کے سٹے بازوں کی جائز شکار گاہ بنا دیا ہے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ کمپنی کے ملازمین انتہائی

بربریت کا مظاہرہ کرنے کے بعد، جس کی دوسری مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے، دولت سے لدے پھندے انگلستان لوٹتے ہیں۔۔۔

"اجارہ داری خواہ وہ کسی طرح کی بھی ہو طبعاً مضرت رساں ہوتی ہے لیکن اجارہ داروں کی حکومت جیسی کہ آج بنگال میں قائم ہے حقیقتاً دنیا کی خوف ناک ترین حکومت ہے۔

"زمینیں، ان کا لگان، عدالتیں اور ان علاقوں کی اندرونی حکومت سولہ آنے انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں ہے۔ بادشاہ جس کو وہ مغل اعظم کہتے ہیں، ان کے اقتدار کا آلہ کار ہے اور انھیں لوگوں نے مصلحتاً اس کو مسند نشین کیا ہے اور اس کو پنشن دے کر اس کی کفالت کرتے ہیں۔ بنگال اور بہار کے نقلی نواب دراصل ایسٹ انڈیا کمپنی کے تنخواہ دار ملازم ہیں اور دیوانی جس کی آڑ میں ایسٹ انڈیا کمپنی ان تمام علاقوں پر قابض ہوئی ہے، محض فرضی ہے، جس کا ڈھونگ کمپنی اور اس کے ملازموں کے نجی مفاد کے لئے کھڑا کیا گیا۔ خصوصیت کے ساتھ یہ ڈھونگ اس لئے رچایا گیا ہے کہ اگر ہو سکے تو کمپنی ملک کے اقتدار اعلیٰ پر قابض ہو جائے۔۔۔ لیکن یہ سوانگ اتنا پھُس پھسا ہے کہ یہ نہ تو باشندگان ملک ہی کو دھوکا دے سکا اور نہ اُن اہل یورپ کو جن کی نوآبادیاں وہاں قائم ہیں۔

"۔۔۔ملک کی اندرونی تجارت کی بلا استثنیٰ تمام شاخوں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو انتہائی ظالمانہ اور برباد کن طرز کی اجارہ داری حاصل ہے، جو حد درجہ بے ایمانی پر مبنی اور جملہ عیوب کا منبع ہے اور جس کے ہاتھوں (ملک کی اندرونی تجارت) تباہی کی آخری منزلوں تک پہنچ چکی ہے۔ عدل کا نام و نشان مٹ رہا ہے۔ لاکھوں آدمی چند ایسے افراد کے رحم و کرم پر ہیں جو عوام کو لوٹ کر مال غنیمت آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ فوجی تشدد کی مدد سے اندرون ملک میں مطلق العنانی کا دور دورہ ہے جہاں نہ تو انگلستان ہی کے قانون رائج ہیں اور نہ اس ملک ہی کے رسم و رواج اور قوانین کے اجراء کی اجازت ہے۔۔۔ ان حالات کے تحت جفاکش ملکی عوام اس بُری طرح پس رہے ہیں کہ اس کا تصوّر بھی مشکل ہی سے کیا جا سکتا۔ آبادی گھٹ رہی ہے

صنعتیں تباہ ہو رہی ہیں اور مالیانہ گر رہا ہے۔ وہی بنگال جو ابھی چند ہی برس پہلے تک دسیوں لاکھ زر نقد بطور نذرانہ دلی بھیجا کرتا تھا اب وہاں روپئے کی کمی کا یہ حال ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ کمپنی کو بنگال میں اپنی فوجوں کی تنخواہ بانٹنے کے لئے بھی روپئے کی کمی پڑے اور ممکن ہے کہ وہ چار لاکھ پونڈ جو (ایسٹ انڈیا کمپنی انگلستان کی) حکومت کو سالانہ ادا کرتی ہے اس رقم کو معاف کرانے کے لئے انگلستان میں دوڑ دھوپ کرتی نظر آئے[۱۸]۔"

مندرجہ بالا اقتباسات اس لئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ مسٹر بولٹس کی کتاب کی نوعیت کا اندازہ ہو سکے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو سکے کہ مسٹر بولٹس کو ہندستان میں اخبار نکالنے کا اگر موقع ملتا تو اس اخبار کا کیا رنگ۔ ڈھنگ ہوتا۔ اس دیباچے میں مسٹر بولٹس نے اپنے حالات بھی اجمالی طور پر قلم بند کئے ہیں۔ اپنا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ

"ان اوراق کا مؤلف عرصے تک بنگال میں کمپنی کا ملازم رہا ہے اور کلکتے کا الڈرمین (Aldarman) یعنی کلکتے کے میئر کی عدالت کا جج ہے ... کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر اس نے ان اوراق کو مرتب نہیں کیا ہے۔ مولف نے کمپنی اور اس کے ملازموں کی دراز دستیوں کا مزا چکھا ہے۔ . . . .

(کمپنی کی) جو زیادتیاں اس کتاب میں عوام کے سامنے پیش کی گئیں ہیں مؤلف خود بھی ان کا شکار ہو چکا ہے، لیکن چوں کہ مؤلف نے اپنی دادرسی کے لئے اس ملک (انگلستان) کی عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی ہے اس لئے فی الحال وہ اپنے یا اپنے مقدمے کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ بنگال میں اس کو محض حسد کی بنا پر مورد عتاب بنایا گیا ہے۔ مؤلف کی اہلیتیں خواہ وہ کتنی ہی کم مایہ کیوں نہ ہوں اور تجارتی مہموں میں اس کی کامیابیاں جس کو دیسی باشندے بھی تشکر آمیز نظروں سے دیکھتے تھے اور جو اس ملک (انگلستان) کے لئے مفید تھیں، بد باطن اجارہ داروں (کمپنی کے ارباب حل و عقد) کی راہ کا کانٹا ضرور تھیں۔ مولف کی اہلیتوں سے اگرچہ کمپنی کے مفاد کو تقویت پہنچی تھی مگر کمپنی کے ملازمین کے نجی مفاد کے لئے وہ مضرت رساں تھیں۔ مولف نے دوران ملازمت میں کبھی اس سلطنت کے کسی قانون کی نہ تو خلاف ورزی کی اور نہ کسی بدعنوانی کا مرتکب ہوا بلکہ اس نے

تن دہی اور دیانت داری سے کمپنی کی خدمات انجام دیں اور وہ دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ کمپنی کے ارباب حل و عقد اپنے انتخاب کنندگان کے سامنے کسی ایسی بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے جس سے ان کے دائر کئے ہوئے مقدمے کی صداقت یا اس کا جواز ثابت ہو سکے یا اُس کی روشنی میں مؤلف کو کسی اخلاقی حیثیت سے عدم ادائیگی قرض کا ملزم گردانا جا سکے یا جو کسی باعزت انسان کی دقیق تنقیح کا متحمل ہو سکے۔ مولف نے یکہ و تنہا بے یار مددگار تمام مصائب کا مقابلہ کیا ہے۔ نوّے ہزار اسٹرلنگ (پونڈ) کا سرمایہ جو اس نے سالہا سال کی جانفشانی اور جائز تجارت سے جمع کیا تھا، اس میں سے ساٹھ ہزار اسٹرلنگ ضائع ہو گئے ...[۱۹]"

۳

اٹھارھویں صدی کی ہندستانی اخبار نویسی

"اس عہد کے کلکتے کی سماجی زندگی کی بپتی کا اگر کسی کو تماشا دیکھنا ہو تو وہ اس اخبار (ہندستان کے پہلے انگریزی اخبار) کی ورق گردانی کرے۔"

ولیم کیری

مسٹر بولٹس کی ناکام کوشش کے پورے بارہ سال بعد ہندستان کے پہلے انگریزی اخبار کا اجرا ہوا۔ اس کا نام تھا "ہکیز بنگال گزٹ یا کلکتہ جنرل ایڈورٹائزر" (Hicky's Bengal Gazette or Calcutta General Advertiser) لیکن عام طور پر بنگال گزٹ یا اپنے مالک و ایڈیٹر کے نام کی مناسبت سے یہ اخبار ہکیز گزٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ مسٹر ہکی کا پورا نام جیمس اگسٹس ہکی (James Augustus Hicky) تھا۔ اس اخبار کا پہلا نمبر ۲۹ رجنوری ۱۷۸۰ء کو شائع ہوا۔ جس میں مسٹر ہکی کے نام کے ساتھ "آنرایبل کمپنی کے سابق ناشر" کا بھی اضافہ کیا گیا تھا، اور انھوں نے اپنے متعلق یہ بھی لکھا تھا کہ

> "اخبار چھاپنے کا مجھے کوئی خاص شوق نہیں ہے اور نہ میری طبیعت کو اس کام سے لگاؤ ہی ہے۔ میری پرورش بھی اس طرح کی نہیں ہوئی ہے کہ میں محنت و مشقت کی غلامانہ زندگی کا عادی بن سکوں، لیکن ان سب باتوں کے باوجود روح و دماغ کی آزادی خریدنے کے لیے میں اپنے جسم کو بخوشی غلام بنا رہا ہوں۔"

ہکیز گزٹ چار صفحوں کا ایک چھوٹا سا اخبار تھا جس میں دور و نزدیک کے نامہ نگاروں کی چٹھیاں ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی یورپ سے آئی ہوئی خبروں کا خلاصہ بھی دیا جاتا تھا۔ اخبار کا کاغذ معمولی ہوتا تھا اور چھپائی بھی اچھی نہیں ہوتی تھی۔

ہکیز گزٹ کی ایک ناقص فائل برٹش میوزیم میں اور ایک کلکتے کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہے۔ اخبار کا سائز ۸ × ۱۲ انچ ہوتا تھا اور اس کا بیشتر حصہ اشتہاروں سے بھرا

ہوتا تھا، جن میں سے اکثر اشتہار فرضی بھی ہوتے تھے!

ہکیز گزٹ کی خصوصیات

اخبار کے اکثر شماروں کے سرورق پر جلی قلم سے لکھا رہتا کہ

"یہ ہفتے وار سیاسی و تجارتی اخبار ہے جس کے صفحات ہر پارٹی کے لئے کھلے ہیں،

لیکن اخبار کو کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے۔"

لیکن اس سیاسی و تجارتی اخبار میں لوگوں کی نجی زندگی کی باتیں عموماً اور کمپنی کے ملازمین کی پرائیویٹ زندگی کی باتیں خصوصاً درج کی جاتی تھیں۔ اخبار کی اس روش نے اگر ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کو اس کا دشمن بنا دیا تھا تو دوسری طرف کلکتے کی برطانوی آبادی کا ایک خاصا گروہ بھی اس کا مخالف ہو گیا تھا۔

ہکیز گزٹ کے اجرا کے کچھ ہی دنوں بعد کلکتے کی یورپین برادری کے کچھ افراد نے جن کے ناموں کا ہم کو صحیح پتا نہیں چلتا، اس اخبار کے جواب میں ایک دوسرا اخبار جاری کرنے کی کوشش کی۔ مسٹر ہکی کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ آپے سے باہر ہو گئے اور جن لوگوں پر ان کو شک ہوا کہ اُن کے مقابلے میں اخبار نکالنے کی ہمت کر سکتے تھے اپنے اخبار میں ان کی خوب خبر لی۔ چناں چہ کلکتے کے ایک تاجر مسٹر سائمن دروز (Simeon Droz) نے جن کا مسٹر ہکی نے اپنے اخبار میں خاکہ اڑایا تھا، مسٹر ہکی کے "اس ناقابل برداشت اور بے جا رویئے" کی فریاد کرتے ہوئے وارن ہیسٹنگز کو لکھا کہ۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسٹر ہکی نے بالکل بلا وجہ مجھ پر حملے کئے ہیں۔ اور اس کی جو وجہ اُنھوں نے بیان کی ہے وہ قطعاً بے بنیاد ہے۔ ان کے اخبار کے جواب میں کوئی دوسرا اخبار جاری کرنے کے سلسلے میں کسی کی بھی میں نے قطعاً کوئی ہمت افزائی نہیں کی ہے۔ لیکن اگر میں ایسا کرتا بھی تو شاید یہ میری غلطی نہ ہوتی[۲]۔"

اس سلسلے میں مسٹر ہکی نے کلکتے کے جن "صاحبان والا شان" کی پگڑیاں اچھالیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان ہی میں ایک پادری جان ذکریا کئی رینانڈر (John Zachariah Kiernander) بھی تھے جو کلکتے کے پہلے انگریزی کلیسا کے پہلے پادری تھے۔

رسی، ایف ایںڈریوز (C. F. Andrews) کے بیان کے مطابق پادری موصوف سوئیڈن کے باشندے تھے اور اُس ملک کے ایک باعزت گھرانے سے اُن کا تعلق تھا۔ وہ اگرچہ یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت ہے کہ کلکتے اور اس کے گرد و نواح میں چالیس سال رہنے کے بعد بھی وہ بنگالی زبان سیکھ نہیں سکے تھے اور ٹوٹی پھوٹی پرتگالی زبان میں، جو اس وقت ساحلی علاقوں کی عام بولی بن گئی تھی، اپنا کام چلاتے تھے۔۔ گنیش داس نے، جو فارسی مترجم کی خدمات انجام دینے کے لئے دلّی سے کلکتے آیا تھا اور جس نے انگلستان کا سفر بھی کیا تھا، ۱۷۷۵ء میں پادری موصوف کے ہاتھ پر عیسائی مذہب قبول کیا۔"[۳]

ولیم کیری۔ کے بیان کے مطابق پادری ذکریا نے یکم دسمبر ۱۷۵۸ء کو کلکتے میں ایک اسکول بھی کھولا تھا۔ کیری نے اس اسکول کا تفصیلی ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس اسکول میں دیسی زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی کی تعلیم کا بھی سلسلہ رہا ہو۔

مسٹر ہکی نے پادری ذکریا پر یہ الزام لگایا تھا کہ ان کے مخالف اخبار انڈیا گزٹ (جس کا ذکر آگے آئے گا)، کے مالکوں کے ہاتھ انھوں نے وہ ٹائپ فروخت کئے ہیں جو انجیل چھاپنے کے لئے ولایت سے ہندستان بھیجے گئے تھے۔ نیز یہ کہ وہ کمپنی بہادر سے کلیسا کی زمین کا سودا ابھی کر رہے ہیں۔ پادری موصوف نے وارن ہیسٹنگز سے اس تہمت سے بریّت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرکے مسٹر ہکی پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دیا۔ عدالت نے مسٹر ہکی کو چار مہینے کی قید کی سزا دی اور چار سو روپے جرمانہ کیا۔

مسٹر ہکی پر اس سزا کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کے قلم کی دشنام طرازی اور بڑھ گئی۔ کرنل پی پیرس (Pears) نے جو وارن ہیسٹنگز کے دوست تھے، مدراس سے ان کو ایک نجی خط (مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۷۸۱ء) میں لکھا کہ "حیران ہوں کہ مسٹر ہکی جیسے آدمی کو آپ کیوں کر طرح دے رہے ہیں جو ہر سنیچر کو اپنے اخبار میں گالی گلوچ کا انبار در انبار شائع کیا کرتا ہے۔ یہ اخبار نہ تو یہاں آتا ہے اور نہ کہیں اور اس اخبار کے دیکھنے ہی کا اتفاق ہوا لیکن اور لوگوں سے، جن کو بھی میری ہی طرح حیرت ہے، اُس کا ذکر سنا ہے۔"[۶]

اخبار پر پوسٹ آفس کا دروازہ بند کر دیا گیا

مسٹر ہکی کے قلم کی روش سے عام طور پر لوگوں کو جو شکایت پیدا ہو گئی تھی اُس سے، فائدہ اٹھا کر گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ایک نوٹس جاری کر کے پوسٹ آفس کے ذریعے سے اس اخبار کی اشاعت بند کر دی۔ نوٹس یہ تھا

فورٹ ولیم

۱۴ر نومبر ۱۷۸۰ء

عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ہفتے وار بنگال گزٹ یا کلکتہ جنرل اِڈورٹائزر جس کے ناشر مسٹر جے، اے، ہکی ہیں اور جس میں عرصے سے ایسے غیر مہذب مضامین شائع ہو رہے ہیں جن کا مقصد لوگوں کو بدنام کرنا اور شہر کے امن کو مکدّر کرنا ہے، اس لئے جنرل پوسٹ سے اس اخبار کا تقسیم ہونا بند کیا جاتا ہے۔

(دستخط) ای، ہے (E. Hay) عارضی سکریٹری

بحکم گورنر جنرل باجلاس کونسل"

مسٹر ہکی نے گورنر جنرل کے اس حکم نامے کو ایک طویل نوٹ کے ساتھ اپنے اخبار میں شائع کیا۔

"پبلک کے واسطے

"مسٹر ہکی اپنے دوستوں کو اور عام پبلک کو مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ کونسل کی اجازت سے سرکاری ڈاک خانے کے ذریعے اُن کے اخبار کی اشاعت بند کر کے انتہائی بزدلانہ، غیر مردانہ اور غیر قانونی اقدام کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساحلی علاقوں نیز ماتحت نوآبادیوں میں مسٹر ہکی کے خریداروں کو مایوسی ہوگی اور وہ یا تو نئے اخبار انڈیا گزٹ خریدنے پر مجبور ہوں گے یا پھر وہ اخبار پڑھنے سے محروم رہیں گے۔ گورنمنٹ کے اس اقدام سے چار سو روپے ماہوار مسٹر ہکی کی جیب سے جائیں گے۔

"بہر کیف جلد ہی وہ اُن لوگوں کو (گورنمنٹ کو) یہ تبلا دیں گے کہ ایسے اوچھے ہتھیاروں سے اُن کو زیر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ظلم توڑنے والوں کے سامنے جھکنے، ناک رگڑنے یا دُم ہلانے پر

ان کو مجبور کرنے سے پہلے اخبار کی خریداری کو (قانوناً حکومت کو) روکنا پڑے گا۔ (اور اگر ایسا کیا گیا تو پھر) وہ نظمیں کہہ کر کلکتے کی سڑکوں پر آواز لگا کر فروخت کرے گا، جیسا کہ ہومر نے کیا تھا۔"

اس سرکاری کارروائی کے بعد مسٹر ہکی نے اخبار کو خریدا دوں میں تقسیم کرنے کے لئے بیس ہرکارے ملازم رکھے۔[9] مسٹر ہکی نے اپنے مندرجہ بالا نوٹ میں غالباً اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "اس اقدام سے چار سو روپے ماہوار مسٹر ہکی کی جیب سے جائیں گے۔"

وارن ہیسٹنگز کے اس اقدام نے مسٹر ہکی کے قلم کو بےباک تر بنا دیا اور اب مسٹر ہکی نے خود وارن ہیسٹنگز اور کلکتہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سرالی جا امپے (Sir Elijah Impey) کی ذات کو بھی ہدف ملامت بنانا شروع کر دیا۔

ہکی کی دوبارہ گرفتاری و سزا

جون ۱۷۸۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے مسٹر ہکی کے خلاف دوسرا اقدام اٹھایا اور اُن کی گرفتاری کا وارنٹ کاٹ دیا گیا۔ مسٹر ہکی کو حکومت کے اس فیصلے کا پہلے ہی سے علم ہو گیا کہ ان کی گرفتاری عمل میں آنے والی ہے اور انھوں نے اس کا پورا بندوبست کر لیا کہ قوت سے کام لے کر اپنے کو گرفتار نہ ہونے دیں۔ مسٹر ہکی نے اس سلسلے میں کافی آدمی بھی اکٹھے کر لئے۔ دوسری طرف حکومت کو بھی صورت حال کا اندازہ ہو گیا۔ چناں چہ گرفتاری کا وارنٹ لے کر صرف دو چار سپاہی نہیں گئے بلکہ ایک مسلح دستہ بھیجا گیا۔ مسٹر ہکی نے منصوبے کے مطابق، اپنے آدمیوں کو سرکاری دستے سے بھڑا دیا جنھوں نے پورے مسلح دستے کو مار بھگایا۔[10]

اُسی دن مسٹر ہکی سپریم کورٹ کی عدالت میں خود حاضر ہو گئے، لیکن عدالت برخاست ہو چکی تھی اس لئے ان کو حراست میں لے کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن جب انھوں نے ضمانت کی درخواست دی تو عدالت نے ۸۰ ہزار کی ضمانت طلب کی۔ اتنی بڑی رقم کا فراہم کرنا مسٹر ہکی کے بس کی بات نہ تھی اس لئے وہ بدستور حوالات میں رہے۔

عدالت نے مسٹر ہکی کو ایک سال کی سزا دی اور پانچ ہزار روپے جرمانہ کیا، نیز

وارن ہیسٹنگز کو بھی پانچ ہزار کی رقم بطور تاوان دلائی۔ لیکن وارن ہیسٹنگز نے، جو یقیناً
ایک شریف انسان تھے، فیاضی اور فراخدلی سے کام لے کر یہ رقم معاف کر دی مگر سرکاری
جرمانہ مسٹر ہکی کو ادا کرنا پڑا۔ قید کی حالت میں بھی انھوں نے اپنا اخبار جاری رکھا اور اُسی کھلے
ڈُھلے کے ساتھ ایڈیٹر کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

ہکی کا چھاپا خانہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا

دوبارہ سزا کاٹنے اور جرمانہ ادا کرنے کا بھی مسٹر ہکی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ ان کا
'ذوق گنہ' تیز تر ہو گیا۔ بالآخر مسٹر ہکی اور ان کے اخبار سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک
ہی طریقہ حکومت کو نظر آیا اور وہ یہ تھا کہ ان کا چھاپا خانہ بحق سرکار ضبط کر لیا جائے۔
چناں چہ حکومت نے مسٹر ہکی کا چھاپہ خانہ (مارچ ۱۷۸۲ء) بحق سرکار ضبط کر لیا۔ اور اس کے
ساتھ ہی ہندستان کے پہلے اخبار بنگال گزٹ کی مختصر مگر ہنگامہ خیز زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔

ہندستانی اخبار نویسی کے جملہ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ مسٹر ہکی میں سوقیانہ پن ابتذال
کی حد تک تھا۔ لیکن ہندستان کے اس پہلے اخبار کا ابتذال اس دور کے کلکتے کی یورپین آبادی
کی سماجی زندگی کی گراوٹ کا پرتو تھا۔ مسٹر کیری کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ

> "اگر کوئی شخص اس عہد کے کلکتے کی سماجی زندگی کی گراوٹ کا تماشہ دیکھنا چاہے
> تو اسے اس اخبار کی ورق گردانی کرنی چاہیے، جس کے صفحات اس وقت کے غیر معروف
> نصیحتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ بعض اوقات ان کا ذکر اتنے ڈھکے چھپے الفاظ میں کیا
> جاتا تھا کہ آج کے پڑھنے والوں کے لئے ان کا سمجھنا بھی ممکن نہیں ہے (یہ کتاب
> ۱۸۶۳ء میں لکھی گئی تھی) لیکن بیشتر اُن کا ذکر مزے لے لے کر کھلے اور واضح الفاظ
> میں کیا جاتا تھا۔ گھوڑ دوڑوں، عدالتی چارہ جوئیوں، جنگ نما مقابلوں کی فرضی
> خبروں اور فرضی اشتہاروں کی شکل میں بدترین اور ہتک آمیز واقعات کی تشہیر کی
> جاتی تھی[۱۱]"

کیری نے اس سلسلے میں ایک پتے کی بات کہی ہے جو قرین قیاس ہے اور وہ یہ ہے کہ "اس

اخبار میں وارن ہیٹنگز اور اس کے رفقا" پر جس انداز سے لعن طعن کی جاتی تھی اُس کے پیش نظر بعید از قیاس نہیں کہ فلپ "فرانسس اینڈ کمپنی" (Philip Francis) کا وہ طاقتور گٹ، جو گورنر جنرل کا مخالف تھا، اس اخبار کا اگر روح رواں نہ بھی رہا تو کم از کم اُس کی حمایت اس اخبار کو ضرور حاصل رہی ہوگی"[۱۲]۔ مارگریٹا بارنس نے بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ لگتی ہوئی بات کہی ہے کہ سر فرانسس فلپ، جس کے اعمال بھی مسٹر ہکی کے تختۂ مشق بن سکتے تھے، ان کی ذات پر مسٹر ہکی نے کبھی بھی کسی قسم کا حملہ نہیں کیا[۱۳]۔

مسٹر ہکی اپنے زمانے کے اور انگریزوں سے کچھ مختلف نہ تھے اور ان کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں، کم و بیش وہ ان کے تمام ہم قوموں میں پائی جاتی تھیں۔ وہ انتہائی بدمزاج اور مغلوب الغضب آدمی تھے۔ اسی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عملے سے ان کی نبھ نہیں سکی۔ چھپائی اُن کا پیشہ تھا اور کمپنی کے چھاپے خانے ہی میں وہ کام کرتے تھے۔ ملازمت سے برطرف ہونے کے بعد انھوں نے سٹے بازی اور بیوپار کھلے بندوں شروع کر دیا، لیکن جلد ہی ان کا دیوالہ نکل گیا اور اس سلسلے میں ان کو پہلی بار جیل خانے کی ہوا کھانی پڑی۔ جیل ہی میں ان کا ذہن اخبار نکالنے اور چھاپا خانہ کھولنے کی طرف منتقل ہوا۔ چناں چہ جیل سے نکلتے ہی انھوں نے دو ہزار روپے کی لاگت سے ٹائپ خریدے اور بڑھئی لگا کر چھاپہ خانہ کھڑا کیا۔ لیکن اس کا جو حشر ہوا وہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ مسٹر ہکی کے ہم نام اور ہم عصر مسٹر ولیم ہکی کے بیان کے مطابق ہندستان کے پہلے مطبوعہ اخبار کے اڈیٹر اور مالک مسٹر جیمس اگسٹس ہکی پڑھے لکھے تو بالکل نہیں تھے مگر آدمی ذہین اور طباع ضرور تھے[۱۴]۔

مسٹر ہکی کا چھاپہ خانہ ضبط کرنے کے سلسلے میں اور اس کے بعد بنگال کی حکومت نے ان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ یقیناً جابرانہ اور غیر شریفانہ تھا، اگرچہ مسٹر ہکی خود بھی کوئی شریف آدمی نہ تھے۔ ہکیز گزٹ کے اجرا سے پہلے ۱۷۷۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فوجی قواعد و ضوابط مسٹر ہکی کے چھاپے خانے میں چھپے تھے اور اس سلسلے میں مسٹر ہکی کے ۳۵۰۹۲ روپے کا مطالبہ حکومت کے ذمے باقی تھا[۱۵]۔ مسٹر ہکی نے جب اُس رقم کا مطالبہ کیا تو کمپنی صرف ۱۱۰۷۴ روپے ادا کرنے پر راضی ہوئی اور وہ بھی اس شرط پر کہ مسٹر ہکی یہ لکھ دیں کہ انھوں نے

سارا مطالبہ وصول پایا اور ایسٹ کمپنی کے ذمے اُن کی کوئی رقم واجب الادا نہیں ہے[16]۔ حالات نے مسٹر ہکی کی کمر اس حد تک توڑ دی تھی کہ وہ اس پر بھی تیار ہو گئے، بشرطیکہ یہ رقم چوبیس گھنٹے کے اندر ان کو مل جائے۔ اس سلسلے میں یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسٹر ہکی کو اصل مطالبے کا یہ پانچواں حصہ بھی چوبیس گھنٹوں میں نہیں بلکہ چوبیس مہینوں سے بہت زیادہ مدت میں وصول ہو سکا[17]۔

مسٹر ہکی جن کو ہندستان کی جدید اخبار نویسی کا باوا آدم کہنا غلط نہ ہوگا ان کی زندگی کے تفصیلی حالات کا پتا نہیں چلتا ہے۔ قیاس ہے کہ اُن کی آخری زندگی مالی دشواریوں میں کٹی ہوگی۔

انڈیا گزٹ۔ ہندستان کا دوسرا اخبار

کلکتے کے پہلے انگریزی اخبار ہکیز گزٹ کا پہلا نمبر شائع ہونے کے پورے نو مہینے بعد انڈیا گزٹ کا اجرا ہوا، جو ہندستان کا دوسرا انگریزی اخبار تھا۔ اپنے پیشرو کی طرح یہ بھی ہفتے وار شائع ہوتا تھا۔ دونوں میں فرق صرف یہ تھا کہ مسٹر ہکی کا اخبار کمپنی کا دشمن تھا اور انڈیا گزٹ کو کمپنی بہادر کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔

انڈیا گزٹ کا اجرا نومبر ۱۷۸۰ء میں ہوا۔ یہ اخبار یقیناً ہکیز گزٹ کے جواب میں نکالا گیا تھا اور اس کے اجرا کے محرک وہ سب لوگ تھے جن کو مسٹر ہکی اپنی دشنام طرازیوں کا ہدف بنایا کرتے تھے۔ قرین قیاس ہے کہ خود ایسٹ انڈیا کمپنی ہی کے اشارے پر اخبار وجود میں آیا ہوگا۔ اس کے مالک اور ایڈیٹر مسٹر میزنک (B. Messink) اور مسٹر پیٹر ریڈ (Peter Reed) تھے۔ اول الذکر کا تعلق تھیٹر کی ایک کمپنی سے تھا اور موخر الذکر نمک کے بیوپاری تھے۔ کلکتے کی یورپین آبادی میں ان دونوں صاحبوں کی جو حیثیت رہی ہوگی اس کا اندازہ ان کے پیشوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شریف اور ذی عزت انسان مسٹر ہکی جیسے بدزبان اور غیر مہذب آدمی کے منھ لگنے اور اپنے اوپر کیچڑ اچھلوانے کے لئے مشکل ہی سے تیار ہو سکتا تھا۔ انڈیا گزٹ کی زندگی کے ابتدائی دور میں اس اخبار کا بھی وہی رنگ ڈھنگ رہا جو مسٹر ہکی کے اخبار کا تھا مگر جب ہکیز گزٹ بند

ہو گیا تو انڈیا گزٹ کی روش بھی بدل ہو گئی۔

انڈیا گزٹ کے منظرِ عام پر آنے سے پہلے ہی اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حمایت و سرپرستی حاصل ہو گئی تھی۔ مالکانِ اخبار نے اخبار شائع کرنے سے قبل گورنر جنرل کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ اس اخبار کے لیئے ڈاک کا محصول کم کر دیا جائے اور ساتھ ہی اس کا بھی یقین دلایا گیا تھا کہ یہ اخبار گورنر جنرل کی ہدایات اور حکومت کے مقرر کردہ قاعدوں کی پوری پوری پابندی کرے گا۔ گورنر جنرل نے یہ درخواست منظور کرتے ہوئے اخبار کے محصول ڈاک میں تخفیف کر دی۔

انڈیا گزٹ کے سلسلے میں مسٹر کیری کی وساطت سے ہماری معلومات میں اس قدر اور اضافہ ہوتا ہے کہ ۱۹ ر اپریل ۱۷۹۲ء کے اخبار میں مختلف النوع خبریں شائع ہوئیں۔ ان خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۷۹۱ء کے اواخر میں یورپ کے امن کو اور ۱۷۹۲ء کے اوائل میں ہندستان کے امن کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ ستمبر ۱۷۹۱ء میں پیرس میں ہل چل ہوئی، جو انقلاب کا پیش خیمہ تھا، اور اسی سلسلے میں لوئی (Louis) کو قتل کر دیا گیا اور بُوربُون (Bourbon) خاندان کے افراد کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ انگلستان میں برمنگھم کے فساد میں حصہ لینے والوں کے مقدمات کی کارروائی بھی درج کی گئی ہے۔ پھر سرنگا پٹم اور منگلور کے محاصروں کی کامیابی کے متعلق لارڈ کارن ولیس کے مراسلات اور اسپین کے ساتھ جنگ ختم کرنے کا مراکش کے سلطان کا اعلان بھی ہم کو ملتا ہے۔ یہ سب خبریں ایک ہی تاریخ کے اخبار میں درج کی گئی ہیں لیکن، اس کے باوجود، انڈیا گزٹ کے ایڈیٹر کو شکایت ہے کہ "پرو ڈنشیا (جہاز کا نام ہے۔) جو ولایتی اخبار لایا ہے ان میں بہت کم خبریں قابل اندراج ہیں[۱۸]۔"

انڈیا گزٹ اپنے اجراء کے تین سال بعد ہفتہ وار سے سہ روزہ ہو گیا اور جلد ہی سہ روزہ سے روزنامہ بن گیا۔

کلکتہ گزٹ ـــــ ہندستان کا تیسرا اخبار

کلکتہ گزٹ یا اورینٹل اڈورٹائزر (Calcutta Gazette or Oriental

(Advertiser) ہندستان کا تیسرا ہفتے وار انگریزی اخبار تھا، جس کا پہلا نمبر ۴ مارچ ۱۷۸۴ء کو شائع ہوا[19]۔ اس اخبار کے اڈیٹر مسٹر فرانسس گلیڈون (Francis Gladwin) تھے، جو انگریزی کے اہل قلم ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی کے بھی بہت اچھے اسکالر تھے۔

انڈیا گزٹ کی طرح کلکتہ گزٹ کی حیثیت بھی نیم سرکاری تھی۔ سرکاری احکام اور اشتہارات پابندی سے کلکتہ گزٹ میں شائع ہوا کرتے تھے۔ کمپنی بہادر نے ازراہ سرپرستی کلکتہ گزٹ کے لئے محصول ڈاک بھی معاف کر دیا تھا، چناں چہ سرورق پر اخبار کے نام کے نیچے POSTAGE FREE اور PUBLISHED UNDER AUTHORITY جلی قلم سے چھاپا جاتا۔ کمپنی بہادر کا سرکاری نشان بھی اس اخبار کے سرورق کی زینت ہوا کرتا تھا اخبار ہر جمعرات کو شائع ہوتا تھا۔ خبروں کے علاوہ مراسلے، نظمیں، دعوتوں کی خبریں، سپریم کورٹ کی کارروائیاں اور فیصلے، نیز ولائتی اخباروں کے اقتباسات بھی کلکتہ گزٹ میں چھاپے جاتے تھے۔

کلکتہ گزٹ گورنر جنرل باجلاس کونسل کی باضابطہ منظوری حاصل کرنے کے بعد جاری کیا گیا تھا۔ بعض سرکاری کاغذات سے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مسٹر گلیڈون کو ایڈیٹوریل لکھنے کے لئے سرکاری طور پر مواد بھی فراہم کیا جاتا تھا[20]۔

فرانسس گلیڈون کی علمی سرگرمیاں

اس وقت تک کلکتے سے جن اخباروں کا اجرا ہوا تھا ان میں صرف کلکتہ گزٹ ہی کے پہلے ایڈیٹر مسٹر فرانسس گلیڈون ایک ایسے آدمی نظر آتے ہیں جن کے نام کے ساتھ متعدد کتابوں کے ترجمے اور تالیف کا ہم کو ذکر ملتا ہے۔

مسٹر گلیڈون کو طب سے شاید خاص دل چسپی تھی انھوں نے شاہجہاں کے ذاتی معالج حکیم محمد عبداللہ کی کتاب "الفاظ الادویہ" کا انگریزی ترجمہ ۱۷۹۳ء میں شائع کیا۔ اس ترجمے کے علاوہ ایک طبی لغت "میڈیکل ڈکشنری" کے نام سے انھوں نے مرتب کر کے شائع کی ان دونوں کتابوں کی قیمت تیس تیس روپے تھی[21]۔

فرانسس گلیڈون نے فارسی منشی کے نام سے ایک کتاب لکھی جو فارسی سیکھنے کا ایک

آسان قاعدہ تھا۔ یہ کتاب شاید ان نووارد انگریزوں کو فارسی سکھانے کی غرض سے لکھی گئی ہوگی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں داخل ہوکر ہندستان آئے تھے اور جن کے لئے فارسی سیکھنا لازمی قرار دیا گیا تھا کیوں کہ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی دفتری زبان بھی فارسی ہی تھی۔

مسٹر گلیڈون نے شرع محمدی کی ایک لغت، ڈکشنری آف محمڈن لا (Dictionary of Mohammedan Law) کے نام سے مرتب کی اور ہندستان کے طریق مالگذاری پر سسٹم آف ریوینیو اکاؤنٹس (System of Revenue Accounts) کے نام سے ایک کتاب لکھی انھوں نے فارسی ادبیات پر بھی ایک کتاب انگریزی زبان میں شائع کی ان کتابوں کی قیمت بھی تیس تیس روپے تھی۔

مسٹر گلیڈون نے فارسی انگریزی لغت بھی مرتب کیا تھا اور "طوطی نامے" کا بھی انگریزی ترجمہ کیا۔ ان دونوں کتابوں کے دام سولہ سولہ روپے تھے[۲۲]۔

سلیم اللہ کی تاریخ بنگالہ کا بھی گلیڈون نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب کلکتے سے ۱۷۸۲ء میں شائع ہوئی[۲۳]۔ جو کتابیں اوپر گنائی گئی ہیں، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی مسٹر گولیڈون نے لکھی یا ترجمہ کی ہوں، لیکن یہ فہرست بھی کافی وقیع ہے اور کسی مصنف کے لئے بھی باعث فخر ہو سکتی ہے۔

کلکتہ گزٹ کا شمار کلکتے کے ان اخباروں میں ہے جنھوں نے طویل عمر پائی۔ انیسویں صدی میں اس اخبار میں ایک بنیادی تبدیلی ہوئی جو یہ تھی کہ "۱۸۱۵ء میں یہ سرکاری گزٹ بن گیا لیکن اس کے باوجود اس کی اخباری شان بدستور قائم رہی۔ ۱۸۲۳ء میں یہ ہفتے میں دو بار شائع ہونے لگا لیکن اخبار کی اس ترقی نے اس کی اخباری حیثیت بالکل ختم کر دی اور اب اس میں صرف سرکاری خبریں چھپنے لگیں[۲۴]۔"

کلکتہ گزٹ کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس اخبار کے ابتدائی نمبروں میں ایک کالم فارسی زبان کا بھی ہوتا تھا اور "خلاصۂ اخبار دربار معلّٰی بہ دار الخلافت شاہجہاں آباد" اس کالم کی مستقل سرخی ہوا کرتی تھی۔ اس فارسی کالم کے برابر والے کالم میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا

جاتا تھا۔ اس کالم میں دربار معلیٰ کی خبروں کے علاوہ دلی کی عام خبریں بھی چھاپی جاتی تھیں۔ عبداللہ یوسف علی مرحوم کے خیال میں ہندوستان کی ایک مروجہ زبان میں یہ پہلا مطبوعہ اخبار تھا۔[۲۵] راقم الحروف نے کلکتہ گزٹ کے ۱۷۸۶ء کی فائل نیشنل ارکائیوز دہلی) اور ۸۸-۱۷۸۷ء کی فائلیں نیشنل لائبریری کلکتہ) دیکھی ہیں۔ ان تینوں فائلوں میں متذکرہ بالا فارسی کالم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ۱۷۸۵ء کی فائل کے کچھ نمبروں میں دربار معلیٰ کی خبریں فارسی میں درج کی جاتی رہی ہوں۔

۱۷۸۶ء کی فائل میں ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اکثر نمبروں میں ابوطالب کلیم کی غزلیں انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کی گئی تھیں۔ ایک نمبر میں بہارستان جامی کی حکایت بھی ترجمے کے ساتھ شائع کی گئی تھی۔ ۱۷۸۶ء کی اور ۸۸-۱۷۸۷ء کی فائلوں میں فارسی اور بنگلہ کے اشتہارات شائع کیے جاتے تھے۔ ایک نمبر میں فارسی اور بنگلہ کے ساتھ عربی میں ایک اشتہار ہم کو ملتا ہے۔ ان اشتہاروں کی تصویر بطور نمونہ پیش کی جارہی ہے۔ یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان فارسی اشتہاروں میں "آنرایبل کمپنی" کا ترجمہ "سرکار دولت مدار کمپنی انگریز بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ" کیا جاتا تھا۔

کلکتہ گزٹ میں کلکتے کی یورپین آبادی کی دلچسپی کی خبریں خصوصاً اور انگلو انڈین آبادی کی دلچسپی کی خبریں عموماً شائع ہوتی تھیں۔ ہندستان کے مختلف درباروں اور اہم شہروں کی خبریں بھی ہوتی تھیں لیکن ان خبروں کے انتخاب میں بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی کا اور اخبار کے یورپین اور انگلو انڈین خریداروں کے مذاق کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ نامہ نگاروں کی چٹھیوں کے علاوہ نجی خطوط کے دلچسپ اقتباسات بھی چھاپے جاتے تھے۔ اخبار کے مجموعی مواد سے ہم کو اس دور کی علمی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ یورپین آبادی کے تفریحی مشاغل اور بازار کے بھاؤ وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاک کا انتظام

نومبر ۱۷۸۴ء کے کلکتہ گزٹ میں ڈاک کے سلسلے کا ایک سرکاری اشتہار شائع ہوا ہے جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے کم از کم بیس شہروں کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم ہوگیا تھا۔ دوسری دلچسپ بات ہم کو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈاک کا محصول فاصلے کے اعتبار سے مقرر کیا جاتا تھا

محصول کا جو نقشہ اخبار میں شائع کیا گیا تھا، حسب ذیل ہے

کلکتے سے	خطوط ۲½ سکے کے وزن تک		۲½ سے ۳¾ سکے کے وزن تک		۳¾ سے ۵ سکے تک		۵ سے ۶¼ سکے تک		۶¼ سے ۷½ سکے تک	
	روپیہ	آنہ	روپیہ	آنہ	روپیہ	آنہ	روپیہ	آنہ	روپیہ	آنہ
بارک پور	۰	۱	۰	۲	۰	۳	۰	۴	۰	۵
ہگلی	۰	۱	۰	۲	۰	۳	۰	۴	۰	۵
چندرنگر	۰	۱	۰	۲	۰	۳	۰	۴	۰	۵
بردوان	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
مرشدآباد	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
راج محل	۰	۳	۰	۶	۰	۹	۰	۱۲	۰	۱۵
بوگل پور (بھاگلپور)	۰	۳	۰	۶	۰	۹	۰	۱۲	۰	۱۵
دیناپور	۰	۴	۰	۸	۰	۱۲	۱	۰	۱	۴
مونگیر	۰	۴	۰	۸	۰	۱۲	۱	۴	۱	۴
پٹنہ	۰	۵	۰	۱۰	۰	۱۵	۱	۴	۱	۹
بکسر	۰	۶	۰	۱۲	۱	۲	۱	۸	۱	۱۴
بنارس	۰	۷	۰	۱۴	۱	۵	۱	۱۲	۲	۳
راجہ پور	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
ڈھاکا	۰	۳	۰	۶	۰	۹	۰	۱۲	۰	۱۵
چٹاگانگ	۰	۶	۰	۱۲	۱	۲	۱	۸	۱	۱۴
کلپی	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
مدناپور	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
بلاس پور	۰	۲	۰	۴	۰	۶	۰	۸	۰	۱۰
کٹک	۰	۳	۰	۶	۰	۹	۰	۱۲	۰	۱۵
گنجام	۰	۵	۰	۱۰	۰	۱۵	۱	۴	۱	۹

اسی اشتہار کے ساتھ بطور نوٹ کے یہ اطلاع بھی شائع کی گئی ہے کہ "اطلاع دی جاتی ہے کہ اس مہینے کی ۳۰ تاریخ کے بعد ۱۹ انچ اور ۴ انچ سے زیادہ لمبے اور چوڑے خطوط اس ڈاک سے روانہ کرنے کے لئے نہ لئے جائیں گے۔ ایسے خطوط دوشنبے اور جمعرات کی شب میں روانہ ہونے والی اُس ڈاک سے بھیجنے کے لئے دیے جا سکتے ہیں، جس ڈاک سے وہ تمام خطوط اور بنڈل (بھنگی والی ڈاک) سے حسب معمول روانہ کئے جائیں گے جو مندرجہ بالا وزن سے زیادہ ہوں گے"[۲۶]

اس سرکاری اشتہار کی اشاعت کے کم و بیش چار سال بعد اسی کلکتہ گزٹ (۱۸ اکتوبر ۱۷۸۹ء) کے ڈاک ہی کے ایک اور سرکاری اشتہار سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ "رائٹ آنرایبل گورنر جنرل باجلاس کونسل" کے حکم سے اکتوبر ۱۷۸۹ء میں "اس پریسیڈنسی (بنگال) اور بمبئی پریسیڈنسی کے درمیان ہفتے وار ڈاک کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہو گیا" تھا۔ یہ ڈاک ہر ہفتے پابندی کے ساتھ دوشنبے کے دن کلکتے سے روانہ ہوتی تھی۔ اسی اشتہار سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "ہز لارڈشپ نے بہ خوشی اس کی ہدایت فرمائی ہے کہ حکم ثانی کے اجرا تک لوگوں کے نجی خطوط بلا محصول ڈاک سرکاری ڈاک کے ہمراہ لائے اور لے جائے جائیں۔" اسی اشتہار میں اس کی بھی تصریح کی گئی ہے کہ یہ ڈاک مسلی پٹم اور پونا ہوتے ہوئے بمبئی آئے جائے گی۔ اور یہ کہ "ایک مہینے یا پانچ ہفتے میں یہ ڈاک پہنچے گی۔" آگے چل کر کلکتے اور بمبئی کے درمیان اکسپرس ڈاک کی مسافت ایک مہینے یا پانچ ہفتے سے گھٹ کر صرف ۱۱ دن رہ گئی۔[۲۷]

۲۹ جولائی ۱۷۹۰ء کے کلکتہ گزٹ میں بمبئی گزٹ کے اجراء کا اشتہار شائع ہوا ہے، جو بمبئی گزٹ کے باب میں نقل کیا جائے گا۔ ۱۵ ستمبر ۱۷۹۱ء میں کلکتے کے ایک ماہانہ رسالے کلکتہ میگزین کے اجراء کا اشتہار ہم کو نظر آتا ہے۔ اس اشتہار کے مطابق کلکتہ میگزین کا "پہلا نمبر دوشنبہ ۳ اکتوبر کو شائع" ہوا ہوگا۔[۲۹]

۱۷ مئی ۱۷۹۹ء کے کلکتہ گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں ٹیپو سلطان کی شہادت اور سرنگا پٹم کے محاصرے کی کامیابی کی خبر شائع کی گئی۔ "اس کامیابی کی خوشی میں گورنر جنرل نے فورٹ ولیم سے توپیں سر کئے جانے کا حکم جاری کیا۔"

ہندستان کا پہلا انگریزی رسالہ

۱۷۸۵ء میں ایشیاٹک مسے لینی اینڈ بنگال رجسٹر (Asiatic Miscellany and Bengal Register) کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ کلکتے سے جاری کیا گیا۔ ہندستان کی اعلیٰ یوریپین سوسائٹی میں یہ اخبار وقعت و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ ایک گنی فی پرچہ[۲۱] (اس وقت گنی ایک پونڈ سات شلنگ کے برابر ہوتی تھی) کلکتہ سپریم کورٹ کے جج سر ولیم جونس (William Jones) جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا، اس رسالے کے خریداروں اور سرپرستوں میں تھے۔

۱۷۹۷ء کے کلکتہ گزٹ کی ایک اشاعت میں ہم کو ایشیاٹک مسے لینی کا ایک اشتہار ملتا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشتہرہ نمبر میں

"حسب سابق ایسے طبع زاد مضامین، ترجمے، نقلیں اور اقتباسات شائع کئے جا رہے ہیں جن کا کسی نہ کسی اعتبار سے ایشیا سے تعلق ہے۔ تاریخی، مزاحیہ، اخلاقی مضامین اور شاعری کے تراجم خاص طور سے شائع کئے جا رہے ہیں۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ مقابل کے صفحے پر اصلی مضامین بھی درج کئے جا رہے ہیں۔۔۔ ریویو اور خبریں بھی دی جا رہی ہیں۔ اول الذکر عنوان کے تحت ان تمام مطبوعات کا مختصراً ذکر کیا جائے گا جو گذشتہ تماہی میں ہندستان میں چھپی ہیں اور موخر الذکر عنوان کے تحت قابل ذکر مشرقی واقعات قلم بند کئے جائیں گے[۲۲]۔۔۔"

اسی اشتہار سے ہم کو یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رسالے میں کسی قسم کی بنیادی تبدیلی بھی کی گئی تھی اور قیمت بھی کم ہو گئی تھی۔

"ہر نمبر کی قیمت مستقل خریداروں سے آٹھ سکے روپے اور غیر مستقل خریداروں سے بارہ سکے روپے لی جائے گی۔ توقع ہے کہ جن اصحاب نے اب تک رسالے کی سرپرستی کی ہے، وہ اس تبدیلی پر معترض نہ ہوں گے۔"

رسالے کا چندہ روانہ کرنے کے لئے کلکتے اور مدراس کے جو پتے لکھے گئے ہیں، وہ یہ ہیں

"Mr. William Mackay at the Honourable Company's Press, No. 4, Lolebazar" (Calcutta)

رجسٹرار آفس۔ فورٹ سینٹ جارج مدراس۔

مندرجہ بالا پتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے کو بھی کمپنی بہادر کی کم از کم سرپرستی ضرور حاصل تھی۔

ایشیاٹک مسیلینی کے اڈیٹر مسٹر گورڈن اور مسٹر ہے (Mr. Gordon & Mr. Hay) تھے

اٹھارویں صدی کے اواخر میں کلکتے سے کئی اور بھی رسالوں کا اجرا ہوا، مثلاً کلکتہ میگزین اینڈ اورینٹل میوزیم[۳۳] (Calcutta Magazine & Oriental Mesuem) یا کلکتہ منتھلی جرنل (Calcutta Monthly Journal) موخرالذکر کی قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ اس رسالے میں "مہینے بھر کی ہندستانی خبروں کا خلاصہ انگلستان بھیجنے کے لئے تیار کر کے چھاپا جاتا تھا"[۳۴] اس کے اڈیٹر مسٹر جے وھائٹ تھے۔ ممکن ہے کہ مدراس اور بمبئی سے بھی اسی طرح کے رسالے جاری ہوئے ہوں۔

بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی اور اس کے رسائل

ہندستانی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو مشرق میں جدید طرز کی پہلی علمی و تحقیقی سوسائٹی تھی، اور جس نے ہندستان اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں کے قدیم علمی، تمدنی اور تاریخی ذخیروں کی تحقیق و تشریح کا کام جدید مغربی اصولوں پر شروع کیا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کی اس حیثیت سے اگر قطع نظر بھی کر لیا جائے تو یہ سوسائٹی ہمارے لئے یوں بھی قابل ذکر ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے متعدد علمی و تاریخی رسائل کا اس سوسائٹی سے براہ راست یا بالواسطہ تعلق رہا ہے۔

یہ سوسائٹی ۱۵ جنوری ۱۷۸۴ء کو قائم ہوئی۔ سوسائٹی کے پہلے صدر سر ولیم جونس (William Jones) کے الفاظ میں، اس سوسائٹی کی "تحقیقات کا دائرہ ایشیا کے جغرافی حدود تک محدود" تھا اور ایشیا کے "حدود میں انسان اور قدرت دونوں کے کارناموں کی

تحقیق و تفتیش اُس کے دائرۂ عمل[۳۵] کا ضروری حصہ تھا۔ یہ سوسائٹی وارن ہیسٹنگز کی سرپرستی میں قائم ہوئی تھی۔

بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کے بانی اور پہلے صدر سر ولیم جونس ۱۷۸۳ء میں سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے ہندستان آئے۔ انھوں نے ہیرو کے اسکول میں تعلیم پائی تھی اور ہندستان آنے سے پہلے ہی "عبرانی، یونانی، لاطینی، عربی، فارسی، فرانسیسی، ہسپانی اور اطالی زبانوں میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ جرمنی، پرتگیزی، ترکی اور چینی زبانوں سے بھی واقف تھے"[۳۶] ہندستان آنے کے بعد انھوں نے سنسکرت سیکھی اور اس زبان پر پورا عبور حاصل کیا۔ ایشیا کے متعلق سر ولیم جونس کے جو خیالات تھے ان کا علم ہم کو ان کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے پہلے صدر کی حیثیت سے انھوں نے سوسائٹی کے پہلے جلسے میں کی تھی۔ ایشیا کے تاریخی پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ

"یہ وہ قطعات ہیں جو اعلیٰ علوم کا گہوارہ اور مفید فنوں کا مسرت انگیز سرچشمہ رہ چکے ہیں۔ جہاں بہادر اور اولوالعزم انسانوں کے عظیم الشان کارناموں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ہاں! یہی وہ سرزمین ہے، جس میں دل و دماغ کے لوگ پیدا ہوئے، جہاں قدرت کے عجائبات کی کوئی کمی نہیں، جہاں مذہب، حکومت، قوانین، اخلاق، رسم و رواج، زبان اور انسانی چہروں کے رنگ اور خط و خال کی حیرت انگیز بوقلمونی نظر آتی ہے۔ میں (جب ہندستان آیا تو) اس امر کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ابھی ہمارے سامنے تحقیق اور جستجو کا کیسا ضروری اور وسیع میدان پڑا ہے، جس کی طرف کسی نے ابھی تک توجہ نہیں کی ہے[۳۷]۔"

سر ولیم جونس نے مشرق کی سب سے بڑی خدمت یہ انجام دی کہ انھوں نے ایشیاٹک سوسائٹی قائم کر کے منظم طریقے پر مغرب کو مشرق سے روشناس کیا۔ سوسائٹی کی تاریخی اور علمی تحقیقاتی خدمات سے قطع نظر، خود سر ولیم جونس نے منو کے دستور حکومت کا سنسکرت سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اسی طرح شرح محمدی پر بھی انھوں نے ایک کتاب لکھی۔ کالی داس کے شکنتلا کا بھی انگریزی میں انھوں نے ترجمہ کیا۔

بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کی تحقیقات کے نتائج ۱۷۸۸ء سے رسالے کی شکل میں ایشیاٹک ری سرچز (Asiatick Researches) کے نام سے شائع کئے جانے لگے۔ اس رسالے کا ہر نمبر بجائے خود ایک جلد قرار دیا جاتا تھا۔ ابتدا میں یہ رسالہ سوسائٹی کی باضابطہ ملکیت نہ تھا، لیکن جلد ہی سوسائٹی نے اُس کو اپنا لیا۔ اس رسالے میں مضامین کے ساتھ تصویریں، نقشے اور خاکے بھی چھاپے جاتے تھے۔ ۱۸۳۹ء تک اس کی ۲۰ جلدیں شائع ہوئیں[38]۔ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانے میں اور نیشنل لائبریری (کلکتہ) میں اس کی مکمل فائلیں محفوظ ہیں۔ آگے چل کر لندن سے بھی ایشیاٹک ری سرچز کے مکمل سٹ کا ایک چور اڈیشن (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی اجازت کے بغیر) شائع ہوا[39]۔ نیشنل لائبریری میں لندن کے اس چور اڈیشن کی جلد ۳، ۵، ۸ اور ۱۱ موجود ہیں۔ ۱۸۳۲ء میں بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کا اجرا ہوا، جو اب تک جاری ہے۔ ایشیاٹک ری سرچز کچھ عرصے تک جرنل کے اجرا کے بعد بھی جاری رہا، لیکن ۱۸۳۹ء میں وہ جرنل میں ضم ہو گیا۔ کلکتے کا ایک اور رسالہ Indian Review and Journal of Foreign Science بھی ایشیاٹک سوسائٹی جرنل میں تحلیل ہو گیا۔ اس کا اجرا ۱۸۳۴ء میں ہوا تھا، لیکن ۱۸۴۷ء تک اس کی صرف ۸ جلدیں شائع ہوئی تھیں[40]۔

بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کے ابتدائی دور میں اُس کی اپنی کوئی عمارت نہ تھی۔ اُس کے ماہوار جلسے سپریم کورٹ کے گرینڈ جیوری (Grand Jury) کے کمرے میں ہوا کرتے تھے[41]۔ ۱۸۰۵ء میں سوسائٹی کی عمارت کے لئے گورنمنٹ نے ایک مناسب جگہ چورنگی کے قریب (جو اب نمبر ۱ پارک اسٹریٹ ہے) سوسائٹی کو بلا معاوضہ دی۔ سوسائٹی کے ممبروں نے اپنے نجی چندے سے عمارت تعمیر کرائی۔ آج بھی اُسی جگہ سوسائٹی کا دفتر اور اُس کا قابل قدر کتب خانہ ہے۔

مدراس کا پہلا اخبار

کلکتے کے پہلے اخبار ہکیز گزٹ کے اجرا کے پورے پانچ سال بعد ۱۲ اکتوبر ۱۷۸۵ء کو مدراس کا پہلا اخبار شائع ہوا۔ اس کا نام مدراس کوریر (Madras Courier) تھا اور اس کے اڈیٹر اور مالک مسٹر رچرڈ جانسٹن (Richard Johnston) تھے جو سرکاری

کاغذات کی طباعت کا بھی کام کرتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا سرکاری مارکہ بھی اخبار کے سرورق پر چھاپا جاتا تھا۔

یہ ہفتے وار دُو ورقی اخبار تھا۔ ولایت سے جب اخبار آتے تو ایک ورق اور بڑھا دیا جاتا۔ پہلے دو صفحوں پر ولائتی اخباروں کا خلاصہ ہوتا تھا تیسرے صفحے پر ہندستان کی خبریں اور نامہ نگاروں کی چٹھیاں درج کی جاتی تھیں اور چوتھا صفحہ نظم ادبی مضمون اور اشتہار کے لئے وقف ہوتا تھا۔ اخبار کا سائز ۲۰×۱۲ انچ ہوتا تھا۔ یہ اگرچہ باضابطہ سرکاری اخبار نہ تھا مگر مدراس کی حکومت اس کی حمایت وسرپرستی ضرور کرتی تھی، چناں چہ کمپنی کا سرکاری نشان بھی اخبار کے سرورق کی زینت ہوا کرتا تھا۔ سرکاری اشتہارات جواب تک سی گیٹ (Sea Gate) پر چپاں کئے جاتے تھے وہ اب مدراس کوریر کے صفحات میں چھپنے لگے تھے۔ اخبار کی قیمت صرف ایک روپیہ ماہوار تھی جو اس دور کے کلکتے کے اخباروں کی قیمتوں کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ حکومت نے ازراہ امداد وسرپرستی مدراس پریسیڈنسی کے حدود میں اخبار کے لئے محصول ڈاک معاف کر دیا تھا۔ بمبئی کی حکومت بھی اس اخبار کی خریدار تھی۔

مدراس کوریر اور مدراس کی حکومت کے تعلقات کی شگفتگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۷۹۱ء میں جب اس اخبار کے لئے چھاپنے کی ایک نئی مشین منگوائی گئی تو مدراس کی حکومت نے آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس سے سفارش کی کہ اس کی چُنگی معاف کر دی جائے۔[۴۲]

مدراس کے کچھ اور اخبارات

تقریباً ۸ سال تک مدراس کوریر مدراس کے علاقے کا واحد اخبار رہا۔ ۱۷۸۹ء میں اس اخبار کے اڈیٹر مسٹر ہیوج بوآئیڈ (Hugh Boyd) ہو گئے لیکن مدراس کی حکومت سے ان کی نبھ نہ سکی، چناں چہ ۱۷۹۱ء میں اخبار سے ان کو کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ ۱۷۹۳ء میں انھوں نے اپنا ذاتی اخبار "ہرکارو" (Harkaru) کے نام سے نکالا۔ یہ مدراس کا دوسرا ہفتے وار اخبار تھا۔ غالباً اس وقت مدراس کی حکومت اور مسٹر بوئیڈ کے تعلقات ہموار ہو گئے تھے کیوں کہ ہرکارو کو بھی سرکاری طور پر وہی مراعتیں دی گئیں، جو مدراس کوریر کو حاصل تھیں۔

"ہرکارو" کے اجرار کو ابھی چند ہی مہینے ہوئے تھے کہ بوآئیڈ کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی اخبار بھی بند ہوگیا۔

جنوری ۱۷۹۵ء میں مدراس گزٹ کے نام سے مسٹر ولیم سن (Williamson) نے ایک اخبار جاری کیا جو مدراس کا تیسرا ہفتے وار اخبار تھا۔

مدراس گزٹ کے اجرار کے ایک مہینے بعد مسٹر ہم فریز (Hpmphreys) نے انڈیا ہیرلڈ کے نام سے ایک ہفتے وار اخبار جاری کیا۔ یہ مدراس کا چوتھا اخبار تھا۔ وہاں کی حکومت ہم فریز سے خوش نہ تھی۔ چنانچہ ستمبر ۱۷۹۴ء میں جب ایک اخبار جاری کرنے کے اجازت نامے کے لیئے اس نے درخواست دی تو وہ مسترد کردی گئی۔ اب ہم فریز نے یہ اخبار حکومت کی اجازت کے بغیر جاری کیا تھا۔ چنانچہ اس جرم میں نیز حکومت اور پرنس آف ویلز کی شدید ہتک" کرنے کی وجہ سے حکومت نے اخبار کے مالک اور اڈیٹر مسٹر ہم فریز کو ہندستان بدر کرنے کا حکم صادر کر دیا لیکن انھیں جس جہاز پر انگلستان بھیجا جا رہا تھا وہ اس جہاز سے بھاگ نکلے[۲۳]۔

مدراس میں سنسرشپ

۱۷۹۵ء میں مدراس گزٹ میں کچھ ایسی خبریں شائع ہوئیں جن کی اشاعت مدراس گورنمنٹ کو سخت ناگوار ہوئی چناں چہ وہاں کی حکومت نے یہ حکم دے دیا کہ مدراس گزٹ کی اشاعت سے قبل اس کے پروف ملٹری سکریٹری کے سامنے معائنے کے لئے پیش کئے جایا کریں۔ اب تک سنسر کا یہ طریقہ ہندستان میں کسی اخبار کے ساتھ نہیں برتا گیا تھا۔ ساتھ ہی حکومت نے ایک اور حکم بھی جاری کیا جس کی زد میں مدراس کے اور اخبار بھی آگئے۔ یعنی محصول ڈاک کی جو مراعاتیں اخباروں کو حاصل تھیں واپس لے لی گئیں۔ جب اخباروں نے شور مچایا اور اس کے خلاف شدید احتجاج کیا تو یہ طے پایا کہ محصول ڈاک۔ اخباروں کے بجائے خریداروں سے وصول کیا جائے۔ اس نئے حکم کا اثر براہ راست خریداروں کی جیب پر پڑا یا بالفاظ دیگر اخباروں کی قیمت میں اضافہ ہوگیا۔

بمبئی کے ابتدائی اخبارات

بمبئی جو آگے چل کر اخباروں کی اشاعت کا بڑا مرکز اور ان کی بکری کی بڑی منڈی بننے والا تھا، وہاں سے پہلا اخبار کلکتے اور مدراس کے بعد ۱۷۸۹ء میں شائع ہوا۔ اس کا نام بمبئی ہیرلڈ (Bombay Herald) تھا۔

پہلے اخبار کی اشاعت کے ایک سال بعد ۱۷۹۰ء میں بمبئی کوریر (Bombay Courier) شائع ہونے لگا۔ یہ بھی ہفتے وار تھا۔ اس اخبار کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی کے علاوہ اس میں گجراتی، مرہٹی، کناڑی اور اردو رسم الخط کے اشتہار بھی چھاپے جاتے تھے۔ اس اخبار کے مالک مسٹر ڈگلس نکلسن (Douglas Nicholson) اور اس کے اڈیٹر مسٹر لک آش برنر (Luke Ashburner) تھے اور یہ اخبار رستم جی کیشا پتی کے چھاپے خانے میں چھپتا تھا[۴۴] جو ۱۷۷۰ء میں قائم ہوا تھا اور جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ بمبئی کا تیسرا اخبار بمبئی آبزرور (BombayObserver) تھا، جس کا اجرا ۱۷۹۱ء میں ہوا، لیکن اس سے پہلے بمبئی گزٹ جاری ہو چکا تھا۔ ولیم کیری کے بیان کے مطابق اس کا اجرا ۲۵ جون ۱۷۹۰ء کو ہوا تھا[۴۵]۔ اور یہی صحیح ہے[۴۶]۔ ۲۹ جون ۱۷۹۰ء کے کلکتہ گزٹ میں ہم کو بمبئی گزٹ کا اشتہار ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بمبئی گزٹ میں "بمبئی کی تجارتی و تفریحی خبروں کے علاوہ ڈچ اور پرتگالی نوآبادیوں کی خبریں بھی چھاپی جائیں گی نیز خلیج فارس، جزیرہ آرموز اور مالابار کے ساحلی علاقوں سے لے کر کیپ کیمرن تک کے دیسی شہروں کی خبریں بھی درج کی جائیں گی۔" ساتھ ہی ہم کو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اخبار کا سالانہ چندہ چالیس روپے تھا اور "فورٹ ولیم اور فورٹ سینٹ جارج کی پریسیڈنسیوں میں یہ اخبار بلا محصول ڈاک روانہ کیا جاتا" تھا۔

بمبئی گزٹ سے حکومت خوش نہیں رہی۔ اخبار نے پولیس کے محکمے پر ایک مرتبہ اعتراض کیا تو یہ بات حکومت کو اس درجہ ناگوار ہوئی کہ اخبار پر سنسر کی پابندی لگا دی گئی۔ بمبئی گزٹ کے مالکوں نے اجرا کے وقت چوں کہ حکومت سے وعدہ کیا تھا کہ یہ اخبار سرکاری احکام کی پوری پابندی

کرے گا اس لئے اس فروگزاشت کے بعد مالکان اخبار اس بات پر بہ خوشی راضی ہو گئے کہ چھپنے سے پہلے اخبار کے پروف حکومت کے سکریٹری کی خدمت میں پیش کئے جایا کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ بمبئی گزٹ کے مالکوں نے اس تجربے کے بعد اپنے اخبار کو عملی طور پر بمبئی گورنمنٹ کی مرضی کے تابع کر دیا اور بڑی حد تک یہ اخبار سرکاری اخبار بن گیا۔ اس کا اندازہ مالکان اخبار کی ایک درخواست سے ہوتا ہے جو انھوں نے سرکاری امداد حاصل کرنے کے لئے دی تھی اور جس میں اس پہلو پر زور دیا گیا تھا کہ ''اخبار کو اس وجہ سے خسارہ ہو رہا ہے کہ وہ کلیتاً سرکاری مفاد کے تابع ہو گیا ہے۔''[۴۷]

ایک اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا

مدراس اور بمبئی کی اخبار نویسی کا اجمالی جائزہ لینے کے بعد ہم پھر کلکتے کی طرف واپس لوٹتے ہیں جہاں مسٹر ولیم بولٹس اور ہندستان کے پہلے اخبار بنگال گزٹ کے اڈیٹر مسٹر ہکی کے جھگڑوں کے بعد حکومت اور اخباروں کے تصادم کے متعدد قابل ذکر واقعات ملتے ہیں۔

۱۷۸۵ء میں کلکتے سے ایک ہفتے وار اخبار بنگال جرنل (Bengal Journal) کا اجرا ہوا۔ اس اخبار کے اڈیٹر اور مالک مسٹر تھامس جونس (Thomas Jones) تھے۔ ۱۷۹۱ء میں مسٹر ولیم ڈوین (William Duane) نے دو آدمیوں کی شرکت میں اس اخبار کو خرید لیا۔ اب مسٹر ڈوین ہی اس اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دینے لگے۔ یہ سرکش اور خود رائے قسم کے اخبار نویس تھے۔ اسی وجہ سے یہ شرکت چند مہینوں سے زیادہ نہ چل سکی اور مسٹر ڈوین کو اپنی اخباری زندگی میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دو بار ان کے گھر کی تلاشی لی گئی، اُن کو جیل جانا پڑا اور بالآخر وہ ہندستان بدر کر دئے گئے۔

مسٹر ولیم ڈوین کی مصیبتوں کی ابتدا یوں ہوئی کہ انھوں نے اپنے اخبار میں ایک فرانسیسی فوجی افسر کے حوالے سے لارڈ کارنوالس کی موت کی خبر اس وقت شائع کی جب کارنوالس مرہٹوں کے خلاف لڑائی لڑ رہا تھا۔ اس خبر کی اشاعت سے کمپنی کی حکومت اس درجہ برہم ہوئی کہ مسٹر ڈوین کو ہندستان بدر کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ فرانسیسی ایجنٹ جنرل کو شاید مسٹر ولیم ڈوین سے کچھ

ہمدردی تھی چناں چہ وہ اس موقع پر آڑے آگیا اور اس کی سفارش پر بنگال کی حکومت نے اپنا حکم واپس لے لیا، لیکن ولیم ڈوئن کو بنگال جرنل سے الگ ہونا پڑا۔

بنگال جرنل سے الگ ہونے کے بعد ولیم ڈوئن نے فوراً ہی (۱۷۹۱ء) ایک دوسرا اخبار انڈین ورلڈ (Indian World) کے نام سے نکالا جو تین سال تک جاری رہا۔ ابتدائی دور میں حکومت اور اس اخبار کے تصادم کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ ہم کو نہیں ملتا، لیکن ۱۷۹۴ء میں حکومت اس اخبار اور اس کے اڈیٹر سے یقیناً سخت ناراض تھی، جس کا اندازہ ہم کو سرجان شور کے ایک نجی خط سے ہوتا ہے جو رائٹ آنرایبل ہنری ڈنڈاس کے نام ۱۸؍دسمبر ۱۷۹۴ء کو لکھا گیا تھا۔ اس خط سے ہم کو اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ حکومت مجموعی طور پر تمام اخباروں سے ناخوش تھی۔ سرجان شور لکھتے ہیں۔

> "کلکتے کے اخباروں نے جو بے لگامی کی روش اختیار کی ہے اس کا جاری رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ایک اڈیٹر کو میں نے یورپ روانہ کرنے کا حکم دیا ہے اس کا نام ولیم ڈوئن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی مجھ سے متفق ہوں گے کہ اس شخص کا رویہ یقیناً اس کا مقتضی نہ تھا کہ کمپنی کسی طرح بھی اس کا تحفظ کرتی۔"[۴۸]

بنگال کی حکومت نے کن اسباب کی بنا پر ولیم ڈوئن کو ہندستان سے نکال دینے کا فیصلہ کیا تھا اس کا ہم کو کچھ پتا نہیں چلتا۔ سرجان مالکم (Sir John Malcolm) کا کہنا ہے کہ "ولیم ڈوئن نے بے ہودہ اور اشتعال انگیز مضامین کا سلسلہ جاری رکھا تھا اس لئے ۱۷۹۴ء میں اس کو انگلستان روانہ کرنے کی سزا دی گئی اور مجلس نظما نے اس کارروائی کو بے حد پسند کیا"[۴۹] لیکن بے ہودہ اور اشتعال انگیز مضامین کی نوعیت یا ان کی تفصیل سرجان مالکم نے بھی بیان کرنا ضروری نہ سمجھا۔

۱۷۹۴ء میں ولیم ڈوئن کو انگلستان روانہ کرنے کی سزا دینے سے پہلے دو مرتبہ ان کے گھر کی تلاشی بھی لی گئی۔ پہلی بار تو عدالت میں عدم حاضری کی وجہ سے تلاشی لی گئی اور دوسری مرتبہ سپریم کورٹ کے حکم سے تلاشی عمل میں آئی تھی۔ اس موقع پر ولیم ڈوئن نے سپریم کورٹ میں درخواست دی کہ عدالت اُن وجوہ کو ظاہر کرے جن کی بنا پر یہ تلاشی عمل میں آئی تھی، لیکن بجائے سپریم کورٹ کے بنگال کی حکومت نے

اس درخواست کا یہ جواب دیا کہ حکومت کی خواہش ہے کہ وہ پہلے جہاز سے انگلستان چلے جائیں۔ ولیم ڈون نے اس حکم کے خلاف اپیل کرتے ہوئے سر جان شور سے ملاقات کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی اور ولیم ڈون کو گورنمنٹ ہاؤس آنے کی دعوت دی گئی۔ لیکن مقررہ وقت پر جب وہ گورنمنٹ ہاؤس پہنچے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر زبردستی انگلستان روانہ کر دیا گیا[۵۰]۔ اس واقعے سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ کمپنی اپنے مخالفوں کا گلا گھونٹنے میں صرف بے دردی اور بے رحمی ہی نہیں برتتی تھی بلکہ اوچھے ہتھیاروں کا استعمال بھی جائز سمجھتی تھی اور قاعدے اور قانون کی پابندی تو ایک طرف رہی مکر و فریب کا آزادانہ استعمال بھی روا رکھا جاتا تھا۔

ایک اور اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا

ولیم ڈون کے واقعے کے بعد ڈاکٹر چارلس میک لین (Charles Maclean) کو ہندستان بدر کرنے کا واقعہ ہم کو ملتا ہے۔ ۱۷۹۵ء میں بنگال ہرکارو (Bengal Harkaru) کے نام سے ایک ہفتے وار اخبار کلکتے سے جاری کیا گیا۔ اس کے اڈیٹر ڈاکٹر میکلین تھے۔

ڈاکٹر میک لین اور کمپنی کے ارباب حکومت سے کبھی نبھ نہ سکی اور حکومت ان کو اس حد تک مشتبہ نظروں سے دیکھتی تھی کہ ان کے نجی خطوط بھی سنسر کئے جاتے تھے۔ ۱۷۹۸ء میں ڈاک خانے نے ان کے کچھ خطوط روک لئے اور اس سلسلے میں پوسٹ ماسٹر جنرل سے میک لین کا جھگڑا ہو گیا۔ اسی سنہ میں ایک اور افسوس ناک واقعہ پیش آیا اور انھیں زبردستی انگلستان بھیج دیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ڈاکٹر میک لین کے دستخط سے ٹیلی گراف[۵۱] میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں غازی پور کے جج اور مجسٹریٹ کے خلاف نکتہ چینی کی گئی تھی۔ حکومت نے اڈیٹر اور ایم۔ لین (ڈاکٹر چارلس میک لین) کو طلب کر کے حکم دیا کہ آپ دونوں صاحبان اس سرکاری افسر سے معافی مانگیں۔ اڈیٹر نے حکم کی تعمیل کی لیکن ایم لین نے معافی مانگنے سے قطعی انکار کر دیا۔۔۔۔ اس کو یہ سزا دی گئی کہ وہ انگلستان روانہ کر دیا گیا[۵۲]"

۱۷۹۴ء میں ڈاکٹر میک لین شاید بنگال ہرکارو کی اڈیٹری سے الگ ہو چکے تھے۔ اگر

اُس اخبار سے ان کا تعلق ہوتا تو ان کا مضمون بجائے ٹیلی گراف کے اسی میں شائع ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اس قصے کے سلسلے میں بنگال ہر کارو سے ان کے تعلق کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

اسٹین ہوپ (Stan hope) کے الفاظ میں لارڈ ویلزلی کے انگلستان واپس جانے کے بعد ڈاکٹر چارلس میک لین نے اپنا پورا قصہ شائع کر دیا اور شاید ہی کسی اور نے اتنی قابلیت اور پختگی کے ساتھ اپنی وکالت کی ہوگی، جس طرح سے ڈاکٹر میک لین نے اپنی وکالت کی تھی [۵۳] ڈاکٹر میک لین نے اس تحریک میں بھی نمایاں حصّہ لیا جو انگلستان میں ویلزلی کی مخالفت میں چلائی گئی تھی اور جس کے نتیجے میں ویلزلی کو مستعفی ہونا پڑا تھا۔

ایشیاٹک میرر

۱۷۹۹ء میں کلکتہ ہی سے ایک اور ہفتہ وار اخبار کا ایشیاٹک میرر (Asiatic Mirror) کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے اڈیٹر چارلس بروس (Charles K. Bruce) تھے۔ یہ اخبار اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دماغ میں اخباروں کے خلاف جو مواد جمع ہو رہا تھا اور جو پھوڑا بن رہا تھا اس کو اس اخبار کے ایک مضمون نے چاک کر دیا۔

مسٹر بروس نے اپنے اخبار میں ایک مضمون شائع کیا جس میں کمپنی کی فوجی قوت اور دیسی رجواڑوں کی فوجی طاقت کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ اعداد و شمار بھی پیش کئے۔ یہ مضمون اُس وقت شائع ہوا جب ویلزلی دکن میں ٹیپو سلطان کے خلاف آخری لڑائی لڑ رہا تھا۔ ویلزلی کے نزدیک یہ مضمون اس درجہ شرارت انگیز قرار پایا کہ اُس نے وہیں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذمے داروں کو لکھا کہ

> "اڈیٹروں کی پوری قوم کے لئے میں جلد ہی ایک قانون مرتب کرنے والا ہوں۔
> فی الحال آپ اس اخبار (ایشیاٹک میرر) کے اڈیٹر اور اس قسم کے دوسرے اخباروں
> کے اڈیٹروں کی روک تھام اگر نہیں کر سکتے تو ان اخباروں کا خاتمہ کر کے ان کے اڈیٹروں کو
> یورپ روانہ کر دیجئے" [۵۴]

ویلزلی اس وقت تک کلکتے میں موجود نہ تھا جب یہ مضمون ایشیاٹک میرر میں

شائع ہوا اور اسی لئے مسٹر بروس کو انگلستان روانہ کرنے کی نوبت نہ آسکی۔ دوسری طرف خود مسٹر بروس نے بھی حکومت سے معافی مانگ لی اور آئندہ احتیاط برتنے کا وعدہ کرلیا۔ اس طرح سے یہ قصہ ختم ہوگیا۔

ہندستان میں اخباروں کے لئے پہلا قانون

اٹھارھویں صدی کے آخری سال میں حکومت نے ہندستانی اخبار نویسی کے سلسلے میں ایک اہم قدم اٹھایا جو یہ تھا کہ اخباروں کے لئے ایک باضابطہ قانون بنا دیا گیا۔ اس وقت تک سنسر کا محکمہ باقاعدگی کے ساتھ قائم نہیں ہوا تھا، اگرچہ مبہم انداز میں اس کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ بقول ولیم کیری "سنسر کی موجودگی کی شہادت کے لئے سرکاری ترجمان کلکتہ گزٹ کے اس ٹکڑے کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے جو ۱۰ فروری ۱۷۸۵ء کے کلکتہ گزٹ میں شائع ہوا تھا۔

"گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ہم کو (کلکتہ گزٹ کو) ہدایت کی ہے کہ ولائتی اخباروں کے بعض اقتباسات جو اس اخبار میں شائع ہوئے ہیں ان کے متعلق ہم ان کی (گورنر جنرل باجلاس کونسل کی) ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔ یہ اقتباسات اس وقت شائع ہوگئے تھے جب اڈیٹر اخبار کی ذمہ داریاں ایک دوسرے شخص کے سپرد کرکے ضرورتاً باہر گیا تھا۔"

بقول کیری "ولائتی اخباروں کے اقتباسات کی اشاعت پر ناراضگی کا اظہار کرنا حکومت کے لئے کتنی نازیبا بات تھی"۔[55]

مدراس اور بمبئی کی حکومتوں کا اپنے شہروں کے بعض اخباروں سے یہ مطالبہ کرنا کہ اشاعت سے پہلے ان کے پروف حکومت کے مقرر کردہ افسر کے سامنے معائنے کے لئے پیش کئے جائیں، سنسر شپ کی موجودگی کا اور زیادہ واضح ثبوت ہے۔

اس دور میں اخباروں کا سب سے بڑا مرکز کلکتہ تھا اور چوں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سیاسی اور تجارتی کاروبار کا مرکز بھی کلکتہ ہی تھا اس لئے کلکتے ہی کے اخباروں کو سرکاری خبروں کی ٹوہ لینے کے زیادہ مواقع حاصل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اخباروں کے لئے باضابطہ قاعدے قانون

مرتب کرنے کی ضرورت بھی سب سے پہلے بنگال ہی کی گورنمنٹ نے محسوس کی۔ ویلزلی نے اپریل ۱۷۹۹ء کے اُس مراسلے میں، جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، جو یہ لکھا تھا کہ اُڈیٹروں کی پوری قوم کے لئے میں جلد ہی ایک قانون مرتب کرنے والا ہوں" وہ اس نے ایک مہینے کے اندر ہی کر دکھایا اور گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مئی ۱۷۹۹ء میں اخباروں کے لئے چار قاعدے مرتب کر دئے۔

۱۔ ہر اخبار کا اڈیٹر اور مالک اپنے پتے سے حکومت کے سکریٹری کو مطلع کرے۔

۲۔ اخبار کے آخری صفحے پر ناشر (پرنٹر) کا نام چھاپا جائے۔

۳۔ حکومت کا سکریٹری یا کوئی افسر جس کو اس کام کے لئے مقرر کیا جائے، جب تک اخبار کے پروف کا معائنہ نہ کرلے اس وقت تک اخبار نہ چھاپا جائے۔

۴۔ اتوار کے دن کوئی اخبار شائع نہ کیا جائے۔

۵۔ ان قاعدوں کی خلاف ورزی کرنے والے کو یورپ بھیج دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا قاعدوں کی دفعہ ۳ کا نفاذ دراصل بنگال میں باضابطہ سنسر کا محکمہ قائم کرنے کا اعلان تھا۔ ان قاعدوں کی نقلیں کلکتے کے تمام اخباروں کے مالکوں اور اڈیٹروں کو بھیج دی گئیں جنھوں نے اُن نئے قاعدوں کی پہلی دفعہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے نام اور پتے حکومت کے سکریٹری کی خدمت میں روانہ کر دئے۔

سنسر کے اس نئے محکمے کے لئے جو افسر مقرر کیا گیا تھا اس کی رہنمائی کے لئے حسب ذیل اصول بھی وضع کئے گئے۔

۱۔ قرضہ عامہ، کمپنی کے مالیات اور سرکاری خزانے کے متعلق نہ تو کوئی خبر شائع ہو اور نہ ان معاملات پر کسی قسم کی رائے زنی کی جائے۔

۲۔ فوج، فوجی ذخیروں، روکڑ کی برآمد اور بحری و برّی فوجی تیاریوں کی کوئی خبر نہ شائع کی جائے۔

۳۔ جہاز خواہ وہ کمپنی کے ہوں یا کسی کے نجی ان کے آنے جانے کی خبریں نہ شائع ہوں۔

۴۔ کسی سرکاری افسر کے طرز عمل پر اظہار خیال نہ کیا جائے۔

۵۔ لوگوں کے نجی معاملات کا کوئی ذکر نہ آنے پائے اور نہ کوئی ایسی بات چھاپی جائے جس سے کسی کی ہتک ہوتی ہو۔

۶۔ کسی دیسی ریاست کے ساتھ کمپنی کی صلح یا جنگ کی خبریں نہ شائع ہوں۔

۷۔ کوئی ایسی خبر نہ چھپے جس سے دشمن کو کسی خبر کے ملنے کا امکان ہو یا جس سے کمپنی کے حدود حکومت میں گھبراہٹ یا بدامنی پھیلنے کا احتمال ہو۔

۸۔ یورپ کے کسی اخبار کا کوئی ایسا اقتباس نہ شائع ہو جس سے برطانیہ کے اس اقتدار پر آنچ آنے کا احتمال ہو جو دیسی حکمرانوں پر قائم ہے۔

جہاں تک اخباروں کی آزادی کا تعلق ہے وہ تو یہاں پہلے ہی دن سے مفقود تھی لیکن اِن قاعدوں کے نفاذ اور ممنوعات کی طویل فہرست نے اس کا اعلانیہ خاتمہ کر دیا۔ تعجب ہے کہ کلکتے کے شورہ پشت اڈیٹروں نے بے چون وچرا اِن احکام کے سامنے سر جھکا دیا اور کسی نے ان کے خلاف احتجاج بھی نہ کیا۔

ان جابرانہ قاعدوں کو حق بجانب ثابت کرتے ہوئے سرجان مالکم لکھتے ہیں کہ" ان قیود کے عائد کرنے کی غرض یہ تھی کہ جب تک سرکاری احکام مسلّمہ شکل نہ اختیار کرلیں اس وقت تک ان کی اشاعت نہ ہونی چاہیئے اور تجارت وسلطنت کے فوائد کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے جہازوں کی آمد و رفت کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی"۔ اِسی سلسلے میں سرجان مالکم ہی نے اصلی بات بھی کھول کر رکھ دی ہے۔

"ہندستان میں خبروں کی آزادی کے مسئلے کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب تک ہمیں ہندستان میں خود مختارانہ حکومت قائم رکھنے کی ضرورت رہے گی اس وقت تک سلطنت اور رعایا کے حق میں اس قسم کے جرائم کی سزا دینے سے ان کا انسداد کرنا بہتر ہے بالخصوص اس صورت میں جب جرم کی سزا سخت ہو"[56]

اٹھارھویں صدی اور اس دور کی خصوصیات

اٹھارھویں صدی کی ہندستانی اخبار نویسی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ سرے

سے ہندستانی نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اخبارات کلکتے، بمبئی اور مدراس میں چھپتے تھے لیکن اس کے علاوہ ان اخباروں میں اور کوئی ایسی بات نہ ہوتی تھی جو ان میں کوئی ہندستانی خصوصیت پیدا کرتی۔ اس دور میں صرف یہی نہیں ہوا کہ دیسی زبان کا کوئی اخبار شائع نہ ہوا بلکہ ہندستان کے یہ انگریزی اخبارات رنگ ڈھنگ، مزاج و قماش اور انداز و بیان کے اعتبار سے بھی ولائتی اخباروں کے خالص چربے ہوتے تھے۔ ان اخباروں کے مالک اور اڈیٹر بھی انگریز ہی ہوتے۔ چنانچہ اٹھارھویں صدی کی اخبار نویسی کو اگر ہم "ہندستان کی بدیسی اخبار نویسی" کہیں تو یہ بات غلط نہ ہوگی۔

خبر رسانی کے ذرائع نے اس وقت تک چونکہ ترقی نہیں کی تھی اس لئے خبروں کے ماخذ بھی ولائتی اخبارات یا یورپ سے آئی ہوئی چٹھیاں ہوا کرتی تھیں۔ جہاں تک خبروں کا تعلق تھا برطانیہ، آئرلینڈ اور روس کی خبروں نے تو گویا ہندستانی اخباروں کی اجارہ داری حاصل کر لی تھی۔ جلدی سے جلدی خبریں حاصل کرنے کا ایک دل چسپ طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی جہاز یورپ سے کلکتے پہنچتا تو اس کے گودی پر لگنے سے پہلے اخباروں کے نمائندے اپنی تیز رو کشتیوں پر بے تابی کے ساتھ جہاز کی طرف دوڑتے اور ان میں ایک طرح کا مقابلہ ہوتا کہ کون سب سے پہلے جہاز پر پہنچ کر یورپ کے آئے ہوئے اخبارات سب سے پہلے حاصل کر لیتا ہے۔[57]

ہندستان میں اخبار نویسی کی داغ بیل حکمراں طبقے کے اس گروہ نے ڈالی تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کا مخالف تھا، اس لئے قدرتاً اخباروں اور حکومت میں شروع ہی سے ان بن رہی۔ اس وقت تک اخباروں کے لئے کوئی قانون بھی وضع نہیں ہوا تھا اور بظاہر ہندستان کے اخباروں کے لئے بھی وہی قاعدے قانون تھے جو اس وقت انگلستان میں رائج تھے۔ لیکن انگلستان میں اخباروں کو جو آزادی حاصل تھی ہندستان میں اس کا شائبہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کسی قسم کی نکتہ چینی برداشت نہ کرتی تھی۔ اگر کسی اخبار نے ذرا سی بھی بے راہ روی اختیار کی تو پھر وہ اخبار سنسر کے حوالے کر دیا جاتا اور سخت سے سخت سزا دی جاتی۔ وہ اڈیٹر جو شورہ پشتی سے کام لیتے انہیں انگلستان بھیج دیا جاتا۔

ٹیپو سلطان کی شہادت

اٹھارھویں صدی کا آخری سال ہندستان کی برطانوی تاریخ کا اہم ترین سال تھا۔ اسی سال

ہندستان کا سب سے بڑا سپوت ٹیپو سلطان ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو وطن عزیز کے لئے لڑتے لڑتے بری طرح زخمی ہوا اور ایک انگریز سپاہی نے جو ٹیپو سلطان کی مرصع پیٹی کا سونا چرانے کے لئے بے تاب تھا، لاعلمی میں اس کو شہید کر دیا"[۵۸]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ٹیپو کی شہادت کے سات سال بعد مِٹ کاف نے لکھا کہ "اب ہندستان میں صرف دو بڑی طاقتیں ہیں، مرہٹے اور انگریز۔ ہندستان کے باقی تمام بڑے رجواڑے انھیں میں سے کسی ایک کو اقتدار اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ ہر انچ زمین جو ہمارے تسلط سے نکلے گی انھیں کے قبضے میں جائے گی"[۵۹]

ہندستان میں انگریزوں کو یہ کامیابی اس وقت نصیب ہوئی جب کہ امریکی نو آبادیات ۱۷۸۳ء میں ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھیں۔ برطانوی سامراج جس کی نظریں ہندستان پر پہلے ہی سے گڑی تھیں اب اور گہری ہو گئیں کیوں کہ دولت کے اعتبار سے ہندستان صرف امریکا کا بدل ہی نہ تھا بلکہ اس سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کی جا سکتی تھیں۔

بنگال کی لوٹ اور انگلستان کا صنعتی انقلاب

اٹھارھویں صدی کا اہم ترین واقعہ یہ تھا کہ پلاسی کی لڑائی کے بعد بنگال کی ساری دولت ڈھل ڈھل کر انگلستان چلی گئی اور بقول کارل مارکس اس دولت کا "برائے نام حصہ تجارت سے اور بڑا حصہ لوٹ اور استحصال سے جمع کر کے انگلستان لایا گیا تھا" اور صرف یہی نہیں ہوا بلکہ ہندستان جو اب تک دوسرے ملکوں کو سامان تجارت بھیجا کرتا تھا خود وہاں باہر سے سامان آنے لگا اور یہ حالات جس تیزی سے ظہور میں آئے "اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ روپے کی قیمت جو اب تک دو شلنگ چھ پنس تھی گر کر صرف دو شلنگ رہ گئی۔ ہندستان جو پرانے وقتوں سے سوتی کپڑے تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا اب خود اس کے بازار انگریزی ٹوئیڈ اور دوسرے سوتی کپڑوں سے پٹے پڑے تھے"[۶۰]۔

پلاسی کی لڑائی کے بعد ہی بنگال میں باضابطہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج قائم ہو گیا تھا جو بقول

جواہر لال نہرو" سراسر سے لوٹ سے شروع ہوا۔ مالیئے کا جو طریقہ رائج کیا گیا وہ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ مردہ کاشتکاروں سے بھی کفن کی کوڑی تک چھین لیتا تھا۔ اس لوٹ کا سب سے بڑا ذمّے دار کلائیو تھا، وہ کلائیو جس کو سلطنت ساز کہا جاتا ہے اور جس کا مجسمہ آج بھی لندن کے انڈیا آفس کے سامنے نصب ہے۔ آگے چل کر اس کا نام تجارت رکھ لیا گیا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ حکومت نام نہاد تجارت تھی اور تجارت یکسر لوٹ۔ اس کی اور مثالیں دنیا کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں اور یہ نہ بھولنا چاہئے کہ یہ طریق کار برسوں نہیں بلکہ نسلوں تک مختلف ناموں سے جاری رہا۔ آگے چل کر اس لوٹ نے قانونی استحصال کی شکل اختیار کر لی جو اتنی عریاں تو نہ تھی مگر وہ اور بھی بری تھی۔ برطانوی حکومت کے ابتدائی دور میں رشوت خوری، ضمیر فروشی، آپس کی یا مں داری، بربریت اور دولت کی حرص اس حد تک بڑھی تھی کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا" مصحفی کا یہ شعر جو اس باب کے شروع میں بھی نقل کیا گیا ہے کتنا واقعاتی اور اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔

ہندوستاں کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی

بنگال کی لوٹ جو انگلستان پہنچی وہ نہ تو بے کار پڑی رہی اور نہ زمین میں دفن کر دی گئی، بلکہ اسی دولت سے وہاں بڑے بڑے کارخانے کھولے گئے اور وہاں وہ انقلاب آیا جس کو دنیا کی تاریخ میں صنعتی انقلاب کہتے ہیں۔ ایک امریکن مصنف کا بیان ہے کہ "پلاسی کے بعد بنگال کی دولت لندن پہنچنے لگی اور اس کے اثرات بھی فوراً محسوس کئے جانے لگے۔ سارے مستند مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ صنعتی انقلاب ۱۷۷۰ء میں شروع ہوا . . . پلاسی کی لڑائی ۱۷۵۷ء میں لڑی گئی تھی اور اس کے بعد جس تیزی سے انگلستان میں انقلاب آیا اس تیز رفتاری کا جواب شاید کبھی بھی پیش نہ کیا جا سکے گا[۶۲]"

وقت اور زمانہ دونوں انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ مرہٹے جو باقی رہ گئے تھے ان کی بربادی کا خود بہ خود سامان ہو گیا۔ انگریزوں کی خوش قسمتی سے مادھو جی سندھیا اور ٹکوجی ہلکر جو مرہٹوں کے بڑے کُلّے ٹھُلّے کے لیڈر تھے اس دنیا سے کوچ کر گئے اور کچھ دنوں بعد ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس بھی اس دنیا سے چل بسے۔ اب مرہٹہ سرداروں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا اور

مرہٹوں کی وہ یک جہتی ختم ہوگئی جو ان بزرگوں نے قائم کی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے، جو موقع کی تلاش ہی میں تھی، اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

اٹھارویں صدی کے اخباروں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کے صفحات ذاتیات سے بھرے رہتے تھے۔ فحش نگاری کا آزادانہ رواج تھا اور اس میں کسی کی کوئی تخصیص نہ تھی بلکہ آوے کا آوا بگڑا تھا اور اس حمام میں سب ہی ننگے تھے۔

اس دور کے اخباروں کی اشاعت بہت کم تھی۔ شاید ہی کسی اخبار کی دو ڈھائی سو کاپیاں چھپتی رہی ہوں۔ ان اخباروں کے پڑھنے والے بھی تقریباً سب کے سب یورپین ہی تھے لیکن ان لوگوں کی رائے یا ان کے خیالات پر ان اخباروں کو کوئی گرفت حاصل نہ تھی۔ چناں چہ اخباروں کا گلا گھوٹنے یا ان پر پابندیاں عائد کرنے کا محرک یہ خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا کہ یہ اخبارات رائے عامّہ پر اثر انداز ہوں گے بلکہ ڈر یہ ہوتا تھا کہ یہ اخبارات کہیں لندن نہ پہنچیں، کیوں کہ "کمپنی کے جملہ ملازمین متفقہ طور پر اپنی بدعنوانیوں کو لیڈن ہال اسٹریٹ کی نظروں سے (جہاں کمپنی کا مرکزی دفتر تھا) پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ یہ بدعنوانیاں اس نجی تجارت کی پیداوار تھیں جس میں بلا استثنیٰ ہر شخص مبتلا تھا"۔[۳۶]

اٹھارھویں صدی میں نہ تو کسی روزنامے کا اجرا ہوا اور نہ کوئی ہفتے وار اخبار ہی ترقی کرکے روزنامہ بن سکا۔ بیشتر اخبار ہفتے وار ہی نکلے اور ہفتے وار ہی رہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ روزنامے کے اجرا۔ اور ترقی کے لئے جو شرطیں ضروری تھیں ان کے پورے ہونے کا اس وقت تک سامان نہ ہو سکا تھا۔ خبر رسانی کا جو نظام اُس زمانے میں رائج تھا، اُس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ وہ یقیناً روزنامے کی ضروریات کے لئے کافی نہ تھا۔ ڈاک کا محکمہ قائم ہو چکا تھا، جس کی داغ بیل لارڈ کلائیو ہی نے ۱۷۶۶ء میں ڈالی تھی۔ لیکن ابتدا میں ڈاک کی سہولتیں عوام کو حاصل نہ تھیں۔ ۱۷۸۰ء میں جب پہلا مطبوعہ اخبار جاری ہوا تو اس محکمے نے اس حد تک یقیناً ترقی کرلی تھی کہ مقامی طور پر کلکتے اور اس کے مضافات میں اخبار بھی ڈاک کے ذریعے سے تقسیم کیا جانے لگا تھا۔ مدراس اور بمبئی میں جب اخبار جاری کئے گئے تو وہاں بھی اخباروں کو ڈاک کی یہ سہولتیں حاصل تھیں۔ ۱۷۹۴ء میں ڈاک کا جو نظام قائم تھا، اس کی تفصیل کلکتہ

گزٹ کے حوالے سے بیان کی جاچکی ہے۔ ۱۷۹۵ء کے کلکتہ گزٹ ہی کے ایک اشتہار سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ کلکتے کے ایک چھاپے خانے نے ڈاک کی معلومات کی ایک کتاب شائع کی تھی، اور اس کتاب کے ساتھ "بنگال، بہار، اڑیسہ، اودھ، الہ آباد، آگرہ اور دلّی کے درمیان آنے جانے والی ڈاک کی سڑک کا نقشہ"[۶۴] بھی منسلک تھا۔ اس سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں بڑے شہروں کے درمیان ڈاک لانے اور لے جانے کا نظام تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ کلکتے اور بمبئی کے درمیان بھی ڈاک کا سلسلہ ۱۷۸۹ء میں قائم ہو گیا تھا، جس کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔

۴

ابتدائی انیسویں صدی کی اخبار نویسی

''معزز لارڈ کی یہ خواہش معلوم ہوتی ہے کہ ہندستان کے اخباروں پر کسی قسم کی پابندی نہ عائد کی جائے۔ اگر واقعی ان کا یہی مطلب ہے تو کہنا پڑے گا کہ اس سے زیادہ کوئی اور وحشیانہ خیال انسان کے ذہن میں نہ آیا ہوگا کہ انگلستان اور ہندستان کے اخباروں کے ساتھ یکساں قاعدے برتے جائیں۔ برّاعظم ہندستان میں اگر بلا اجازت نامہ حاصل کئے ہوئے اخبار جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔''

رائٹ آنریبل ہنری ڈنڈاس

(۲۱ مارچ ۱۸۱۱ء)

مرہٹہ جنگ اور اخبارات

انیسویں صدی کے پہلے سال میں اخباروں کے متعلق پہلی بات ہم کو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۲۲ مئی ۱۸۰۱ء کو گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ایک باضابطہ تجویز پاس کر کے اخباروں کے مالکوں اور اڈیٹروں کو تنبیہ اور ہدایت کی کہ اخباروں کے شائع ہونے سے پہلے ان کے پروف چیف سکریٹری اور اس کی عدم موجودگی میں پبلک ڈپارٹمنٹ (امور عامہ) کے سکریٹری کی خدمت میں معائنے کے لئے ضرور پیش کئے جائیں۔

اس تجویز سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ مئی ۱۷۹۹ء میں اخباروں کے لئے جو قاعدے وضع کئے گئے تھے ان پر پابندی کے ساتھ عمل درآمد نہیں ہو رہا تھا۔ سرکاری رپورٹوں سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اڈیٹروں نے بے راہ روی اختیار کر لی تھی۔ فوجی نقل و حرکت کی خبریں جن کی اشاعت ممنوع تھی وہ بھی چھاپی جانے لگی تھیں۔ چناں چہ ۱۸۰۱ء میں کلکتے کے ایک اڈیٹر کو خاص طور سے توجہ دلائی گئی کہ فوجی نقل و حرکت کی خبریں شائع کرنا ممنوع ہے۔ اس موقع پر اس اڈیٹر کے علاوہ اور سارے اخباروں کے اڈیٹروں کو بھی ہدایت کی گئی کہ فوجی نقل و حرکت کی صرف وہی خبریں شائع کی جائیں جو سرکاری طور پر چھپنے کے لئے ان کے پاس بھیجی گئی ہوں۔ اور جن پر چیف سکریٹری کے دستخط ہوں۔ ساتھ ہی آرمی لسٹ کی اشاعت بھی ممنوع قرار دی گئی!

دوسری مرہٹہ جنگ (۱۸۰۲ء - ۱۸۰۴ء) کے دوران میں لڑائی کی خبریں اور جہازوں کی

آمد و رفت کی خبریں چھاپنے کی سرے سے ممانعت کر دی گئی۔ گورنر جنرل نے ۱۸ر اکتوبر ۱۸۰۳ء کو اخباروں کے اڈیٹروں کو لکھا کہ " امید کی جاتی ہے کہ اخباروں کے اڈیٹر جنگ کے دوران میں کسی حصے سے بھی جہازوں کی روانگی کی اطلاعیں یا ایسی خبریں نہ چھاپیں گے جن سے دشمن کو صورت حال کا یا ملک معظم کی فوجی طاقت کا اندازہ ہو سکے "۔

گورنر جنرل کی اس ہدایت کو جس میں ہدایت سے زیادہ استدعا کا سا انداز تھا اخباروں کے اڈیٹروں نے قابل اعتنا نہ سمجھا اور شاید اس کو نظر انداز کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۵ر فروری ۱۸۰۴ء کو اسی مضمون کا ایک باضابطہ حکم نامہ اخباروں کے اڈیٹروں کے نام بھیجا گیا۔ پھر " ۱۸۰۷ء میں ملک معظم کے جہازی بیڑے کی تقسیم کے متعلق خبریں شائع کرنے کی پاداش میں اڈیٹران اخبار کو سرزنش کی گئی کیوں کہ سرکاری احکام کی خلاف ورزی کی گئی تھی "۔[۲]

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت نے محسوس کیا کہ " اخباروں کے چھپنے سے پہلے ان کے پروف سنسر ہونے کے لئے پابندی سے پیش نہیں کئے جاتے تھے۔ فوجی خبریں اخباروں میں شائع ہونے لگی تھیں۔ (اور یہی نہیں بلکہ) کتابوں اور رسالوں کی شکل میں ایسی فوجی خبریں شائع کر دی جاتی تھیں جن کا اخباروں میں شائع ہونا ممنوع تھا چناں چہ (کلکتے کے) سات اخباروں میں سے چھے کے نام امتناعی احکام جاری کئے گئے اور اخباروں اور چھاپے خانوں پر مزید پابندیاں لگا دی گئیں۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل کے حکم مورخہ ۹ر اپریل ۱۸۰۷ء کے مطابق پبلک جلسے بھی ممنوع قرار دئے گئے۔ ان قیود اور پابندیوں کے خلاف بہت سے پمفلٹ شائع کئے گئے جن پر نہ تو چھاپنے والے کا نام ہوتا اور نہ مصنف یا مطبع ہی کا۔ اسی سلسلے میں کچھ پمفلٹ سی رام پور کے بیپٹسٹ مشنریوں نے بھی شائع کئے جن میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد پر بھی حملے کئے گئے تھے لارڈ منٹو نے ان کتابچوں کو اشتعال انگیز قرار دے کر سی رام پور کے مشنریوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا چھاپا خانہ سی رام پور سے کلکتے منتقل کر دیں، لیکن ان لوگوں نے حکومت سے اپیل کرتے ہوئے یہ عذر پیش کیا کہ چھاپا خانہ منتقل کرنے میں بہت زیادہ مصارف ہوں گے ساتھ ہی اس کا بھی وعدہ کیا کہ ہر چیز جو چھاپے خانے میں چھاپی جائے اس کا پروف سنسر کرا لیا جایا کرے گا۔

"۱۸۱۳ء میں جب لارڈ ہیسٹنگز نے لارڈ منٹو سے چارج لیا تو اس وقت کلکتے بمبئی اور مدراس کے تمام اخبارات پر گورنمنٹ کو پورا قابو حاصل تھا بلکہ مدراس کا نمبر سب سے آگے تھا اگرچہ بمبئی اور کلکتہ بھی مدراس سے زیادہ پیچھے نہ تھے"۔۳

سنسر کے قاعدوں میں اضافہ

۱۸۱۱ء میں حکومت نے سنسر کے نئے قاعدے نافذ کئے جو اس اعتبار سے اہم تھے کہ اب تک سنسر کے اختیارات صرف اخباروں تک محدود تھے لیکن نئے قاعدوں کے نفاذ نے سنسر کے حدود کو بہت زیادہ وسعت دے دی۔ اب اخباروں کے علاوہ تمام مطبوعات کو بھی سنسر نے اپنے دائرے میں لے لیا۔ نئے قاعدوں کے مطابق یہ بھی ضروری قرار پایا کہ اخبار کتاب یا اشتہار پر چھاپنے والے کا نام ضرور ہو۔ کچھ دنوں کے بعد اس شرط کا بھی اضافہ کر دیا گیا کہ جو کچھ بھی چھپے اس کے چھپنے سے پہلے اس کا عنوان سرکاری افسر کے سامنے معائنے کے لئے پیش کیا جائے۔

اس آخری اضافے کے ساتھ ہی سنسر کا محکمہ باضابطہ اور وسیع پیمانے پر قائم کر دیا گیا اور مسٹر ایڈم کو اس محکمے کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا جو، سیاسی عقائد کے لحاظ سے، انگلستان کی ٹوری پارٹی سے تعلق رکھتا تھا اور ہندستان میں اس پارٹی کے خیال وعمل کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ اخباروں کی آزادی کا وہ سخت مخالف تھا اور شاید اسی بنا پر اس کو اس محکمے کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ چناں چہ ایڈم نے پوری قوت سے کام لے کر اخباروں کو قابو میں رکھا۔ اخباروں کے لئے جو قاعدے وضع کئے گئے تھے ان کی پابندی بھی ایڈم نے سختی اور تن دہی سے کی۔

اتفاقات اور حالات کی سازش نے آگے چل کر مسٹر ایڈم کو عارضی طور پر گورنر جنرل کے عہدے تک پہنچا دیا اور بقول لیتھ برج مسٹر ایڈم نے اپنے عہد میں "چھاپے خانوں پر کڑی پابندیاں لگائیں اس لئے لوگ اس سے بہت ناخوش ہوگئے"۔۴

پارلیمنٹ میں ہندستانی اخباروں پر بحث

کمپنی کے ارباب حکومت نے ہندستان کے اخباروں پر جو قیود اور پابندیاں عائد کی تھیں ان پر بحث کرنے کے لئے برطانوی پارلیمنٹ کی مخالف پارٹی کے ایک ممبر نے ۲۱ مارچ ۱۸۱۱ء کو پارلیمنٹ میں ایک تحریک پیش کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ

"بنگال، مدراس اور بمبئی کی پریسی ڈنسیوں میں اخباروں پر پابندیاں عائد کرنے کے سلسلے میں جن قوانین، احکام، ضوابط اور ہدایات کا ۱۷۹۷ء سے لے کر اب تک نفاذ ہوا ہے، خواہ ان کو مقامی حکومتوں نے نافذ کیا ہو یا بورڈ آف کنٹرول یا بورڈ آف ڈائرکٹرس نے ان کو (انگلستان سے) جاری کیا ہو، ان کی نقلیں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کی جائیں"

اس تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ

"معزز لارڈ کی یہ خواہش معلوم ہوتی ہے کہ ہندستان کے اخباروں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کی جائے۔ اگر واقعی ان کا یہی مطلب ہے تو کہنا پڑے گا کہ اس سے زیادہ وحشیانہ منصوبہ کسی انسان کے ذہن میں نہ آیا ہوگا کہ انگلستان اور ہندستان کے اخباروں کے ساتھ یکساں قاعدے برتے جائیں۔ برّ اعظم ہندستان میں اگر بلا اجازت اخبار نکالنے کی اجازت دے دی جائے تو سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی"۔ ۵

سنسر کا محکمہ توڑ دیا گیا

۱۸۱۳ء میں لارڈ منٹو کی جگہ لارڈ ہیسٹنگز ہندستان کے گورنر جنرل مقرر ہوئے جو فکر و عمل کے لحاظ سے، معتدل قسم کے انسان تھے اور جن کو نسبتاً معقولیت پسند بھی کہا جا سکتا تھا۔ اخباروں کی آزادی کے بھی وہ حامی تھے۔ چناں چہ ان کے ابتدائی دور حکومت میں حکومت اور اخباروں کے تصادم کا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان کے عہد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھیں کے حکم سے سنسر کا محکمہ توڑ دیا گیا۔

پریس بائی ٹیرین کلیسا کے پہلے پادری کی حیثیت سے ایک بزرگ پادری جیمس برائس ۱۸۱۳ء میں ہندستان آئے۔ انھوں نے ۱۸۱۴ء میں کلکتے کا اخبار ایشیاٹک میرر خرید لیا جس کو ۱۷۹۹ء میں چارلس بروس نے جاری کیا تھا۔ اخبار کے سلسلے میں پادری موصوف اور حکومت کے چیف سکریٹری سے ہمیشہ ان بن رہی لیکن بات زیادہ نہ بڑھی، اگرچہ یہ ضرور ہوا کہ "اخبار ایشیاٹک میرر کے اڈیٹر کو اس کے نامعقول رویّے کی پاداش میں کئی بار تنبیہ کی گئی" اور ایک بار تو اس نے "اپنے طرز عمل کی تائید میں محکمہ احتساب (سنسر) کے افسروں کے رویّے پر سخت نکتہ چینی کی ... اگرچہ اس کی پرواہ نہیں کی گئی لیکن اگلے سال محکمۂ احتساب توڑ دیا گیا..." ۶

لارڈ ہیسٹنگز اصولاً سنسر کے طریقے کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتا تھا۔ چناں چہ وہ اس محکمے کو توڑنا بھی چاہتا تھا۔ ایشیاٹک میرر کے اڈیٹر نے سنسر کے محکمے پر جو اعتراض کئے تھے، اس کے علاوہ ایک اور واقعہ پیش آیا جس نے ہیسٹنگز کو سنسر کا محکمہ توڑنے کا موقع دے دیا۔

مورننگ پوسٹ جو کلکتے کا ایک پرانا اخبار تھا اور جس کے مالک و اڈیٹر ایک انگلو انڈین مسٹر ہیٹ لے تھے۔ اُن کا باپ انگریز اور ماں ہندستانی تھی اور وہ ہندستان ہی میں پیدا ہوئے تھے اس لئے قانوناً وہ انگریز نہیں بلکہ ہندستانی تھے۔ اتفاقاً ان کا اور مسٹر بیلی کا جو، عارضی طور پر، محکمۂ سنسر کے افسر تھے جھگڑا ہو گیا۔ بات یہ ہوئی کہ مسٹر بیلی نے مورننگ پوسٹ کے پروف کا معائنہ کرتے ہوئے ایک جملے کو قلم زد کر دیا لیکن مسٹر ہیٹ لے کسی طرح بھی اس جملے کو نکالنے پر تیار نہ ہوئے۔ جب مسٹر بیلی نے اپنے فیصلے پر اصرار کیا اور مسٹر ہیٹ لے کو دھمکی دی تو وہ یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ چوں کہ وہ ہندستان کے باشندے ہیں اس لئے گورنمنٹ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ اور یہ واقعہ بھی تھا کہ ہندستانی ہونے کی وجہ سے اُن کو ہندستان سے نکالا اور انگلستان بھیجا نہیں جا سکتا تھا۔ جب بیلی نے اس کی فریاد گورنر جنرل سے کی تو لارڈ ہیسٹنگز نے قانون میں ترمیم یا اضافہ کرنے کے بجائے سنسر کے طریقے ہی کو سرے سے اٹھا دینے کا فیصلہ کیا۔ اِسٹین ہوپ (Stanhope) کے الفاظ میں "مارکوئس آف ہیسٹنگز نے سنسر کا خاتمہ کر دیا۔ اُن کا یہ شریفانہ اقدام برطانوی تاریخ کا شاید انتہائی

مفید کارنامہ تھا۔"

جدید ممنوعات کا نفاذ

سنسر شپ کے خاتمے کے بعد ۱۹ راگست ۱۸۱۸ء کو اخباروں کے لئے حسب ذیل ممنوعات نافذ کئے گئے:۔

"اخباروں کے اڈیٹروں کو ان باتوں کے چھاپنے کی ممانعت کی جاتی ہے جو نیچے لکھی ہوئی دفعات کے تحت آتی ہیں

"۱۔ آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس یا انگلستان کے وہ دوسرے افسران جن کا حکومت ہند سے تعلق ہو ان کے رویّے پر اظہار ملامت کرنا یا مقامی حکومتوں کی سیاسی سرگرمیوں کی ٹوہ لینا یا کونسل کے ممبران، عدالت عالیہ کے ججوں یا کلکتے کے لارڈ پادری کی شان میں اہانت آمیز جملے استعمال کرنا۔

"۲۔ ایسے معاملات پر بحث کرنا جن سے ہندستانیوں کے دلوں میں خوف و دہشت یا شبہات پیدا ہونے کا احتمال ہو یا جن سے ہندستانیوں کے مذہبی عقائد و رسوم میں دخل اندازی ہوتی ہو۔

"۳۔ انگریزی یا کسی اور زبان کے اخبار کے ایسے اقتباسات شائع کرنا جو اوپر لکھی ہوئی دفعات کے تحت آتے ہوں یا جن سے برطانیہ کی نام آوری اور اس کے استحکام کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

"۴۔ کسی شخص کے متعلق اشتعال انگیز یا توہین آمیز جملے لکھنا یا نجی فضیحتوں کو چھاپنا جس سے سوسائٹی میں نفرت پھیلنے کا احتمال ہو۔"

مندرجہ بالا ممنوعات حسب ذیل گشتی چٹھی کے ساتھ اخباروں کے اڈیٹروں کو بھیج دئے گئے۔

"ان قواعد کی پابندی کے سلسلے میں اڈیٹروں کی فہم اور ان کی مآل اندیشی پر بھروسا کر کے گورنر جنرل با جلاس کونسل اخباروں کے چھپنے سے پہلے ان کے پروف کو سرکاری افسروں کے سامنے معائنے کے لئے پیش کرنے کے طریقے کو خوشی کے ساتھ منسوخ کرتے ہیں۔ اب کسی ایسی

بات کی اشاعت کے جواب دہ خود اڈیٹر ہوں گے جس سے احکام بالا کی یا اس برطانوی قانون کے اصولوں کی کوئی خلاف ورزی ہو جو اس ملک میں نافذ ہے۔ ان قاعدوں سے اگر انحراف کیا گیا تو گورنر جنرل باجلاس کونسل جرم کی نوعیت کے مطابق جو کارروائی مناسب سمجھیں گے عمل میں لائی جائے گی۔

" مزید برآں اڈیٹروں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اخبار، رسالے یا ضمیمے کی ایک کاپی چیف سکریٹری کے دفتر میں پابندی کے ساتھ بھیجا کریں۔

جے۔ ایڈم

چیف سکریٹری گورنمنٹ

۱۹ راگست ۱۸۱۸ء

کلکتے کے اڈیٹروں نے سنسر کے خاتمے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھا اور حکومت کے اس اقدام کو اخباروں کی آزادی سے تعبیر کیا۔ اس میں شک نہیں کہ جہاں تک ہیسٹنگز کی ذات کا تعلق ہے وہ اخباروں پر پابندی عائد کرنے کا یقیناً مخالف تھا۔ اس کی یادداشتوں سے ہم کو واضح طور پر اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس ضرورت کو اس شدت کے ساتھ محسوس کر رہا تھا کہ اخباروں کے ساتھ حکومت کا رویّہ تلطف آمیز ہونا چاہئے۔ سنسر کے محکمے کو توڑنا اس کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ بورڈ آف کنٹرول اور بورڈ آف ڈائرکٹرس نے اُس کے اقدام کو یقیناً پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھا ہوگا۔ اور ممنوعات کا نفاذ بھی شاید انھیں کے اشارے پر عمل میں آیا ہوگا۔

سنسر کے محکمے کا توڑنا یقیناً ایک صحت مندانہ اقدام تھا، لیکن جدید ممنوعات کے نفاذ نے سابق کی صورت حال کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ برقرار رکھا۔ چناں چہ سرجان مالکم کا یہ خیال یقیناً صحیح ہے کہ "اس تبدیلی سے اخباروں کے متعلق کوئی شرط منسوخ نہیں ہوئی بلکہ جو شرائط پہلے سے موجود تھیں، ان پر دیگر تدبیروں کی طرح جو اس ضمن میں اختیار کی گئیں تھیں زیادہ سختی سے عمل ہونے لگا اور ساری ذمے داری اڈیٹروں کے سر منتقل ہو گئی۔" [۸]

کلکتہ جرنل

۱۸۱۸ء کا سب سے زیادہ قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اسی سال کلکتہ جرنل کا اجرا ہوا۔ اس کے مالک اور اڈیٹر ایک قابل اور ممتاز انگریز مسٹر جیمیں سلک بکنگھم (James Silk Buckingham) تھے۔ ایک جہاز کے کمانڈر کی حیثیت سے وہ ہندستان آئے تھے۔ آتے وقت جب اُن کا جہاز مڈغاسکر پہنچا تو حبشی غلاموں کا ایک کھیپ بھی اُن کے جہاز پر لادا گیا۔ اس کے خلاف انھوں نے شدید احتجاج کیا اور کلکتے پہنچنے کے بعد وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ کلکتے کے معقولیت پسند انگریزوں نے، جن میں کلکتے کے لاٹ پادری اور گورنر جنرل بھی شامل تھے، مسٹر بکنگھم کی اصول پرستی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

کلکتے کا تجارتی طبقہ عرصے سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ ایک ایسا اخبار جاری کیا جائے، جو اس طبقے کی ضروریات کی طرف خاص طور سے گورنمنٹ کو توجہ دلائے۔ چناں چہ کلکتے کے ایک تاجر جان پامر نے، جو اسی نام کی تجارتی کوٹھی کے مالک تھے، مسٹر بکنگھم کے سامنے اس اخبار کی تجویز پیش کی، جس کو انھوں نے بہ خوشی منظور کر لیا۔ کچھ دنوں تک کلکتے کے کسی اخبار میں مسٹر بکنگھم نے تجربتاً کام بھی کیا، اور پھر انھوں نے دوسری اکتوبر ۱۸۱۸ء کو کلکتہ جرنل کا پہلا نمبر شائع کیا۔ یہ سہ روزہ اخبار تھا۔ مسٹر کیری کے بیان کے مطابق کلکتہ جرنل کا اشتہار ستمبر ۱۸۱۸ء کے گورنمنٹ گزٹ میں شائع ہوا تھا۔ اس اشتہار کی عبارت سے ہم کو اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ یہ اخبار دراصل مورننگ پوسٹ اور کلکتہ گزٹ کی جگہ پر جاری ہوا تھا۔ یہ دونوں کلکتے کے پرانے اخبار تھے۔ مسٹر جان پامر وغیرہ نے ان اخباروں کو خرید کر کلکتہ جرنل کے نام سے نیا اخبار جاری کیا۔

مسٹر بکنگھم نے کلکتہ جرنل کے پہلے ہی نمبر میں اپنا یہ عقیدہ واضح الفاظ میں بیان کر دیا تھا کہ "اخبار نویس کا فرض ہے کہ وہ حکمرانوں کو اُن کے فرائض برابر یاد دلاتا رہے اور اُن کی غلطیوں سے اُن کو متنبہ کرتا رہے۔ نیز حق گوئی، جو تلخ ہوتی ہے، اخبار نویس کا شعار ہونا چاہیے۔" مسٹر بکنگھم دیانت داری کے ساتھ اپنے متذکرہ اصول پر قائم رہے، اگرچہ اُن کو اس کی سزا بھی بھگتنی پڑی۔ سیاسی اعتبار سے اُن کا تعلق چوں کہ انگلستان کی وھگ پارٹی سے تھا، اس لئے

اُن کا اخبار بھی قدرتاً برسرِ اقتدار ٹوری پارٹی کا مخالف تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی اجارے داری کے بھی خلاف تھا۔

کلکتہ جرنل کے پہلے نمبر نے کلکتے کی اخباری دنیا میں ہلچل ڈال دی۔ سر جان مالکم کے الفاظ میں "اس اخبار نے ایسی قابلیت اور جودتِ طبع دکھلائی کہ ہر حالت میں وہ نہایت کامیاب ثابت ہوتا۔ جب اُس نے (اڈیٹر نے) اپنے فاضلانہ مضامین کے علاوہ، جو اس اخبار میں شائع ہوتے رہتے تھے، سرکاری کاموں اور اعلیٰ حکام کی ذات پر سخت حملوں کا بھی اضافہ کردیا تو اُس کی اشاعت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اس طرح حکومت اور حکام کے ساتھ اڈیٹر کے جھگڑے نے اس اخبار کے صفحات کو خاص وقعت اور شہرت دے دی۔ انگریزی اصول پر کاربند ہوکر وہ اخبارات کی آزادی کا زبردست مؤیّد اور حکومت کے غیر محدود اختیارات کا سخت ترین دشمن بن گیا۔"[۱۲] کلکتہ جرنل میں پولیس کے رویے پر کڑی نکتہ چینی کی جاتی تھی۔ دوسرے سرکاری افسروں کے ساتھ بھی یہی رویہ برتا جاتا تھا۔ ان خطوط کو اخبار کے کالموں میں خاص طور سے جگہ دی جاتی تھی، جن میں حکومت کی کمزوریوں پر روشنی ڈالی گئی ہو۔ کلکتہ جرنل کو جو کامیابی اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف تین سال کی مدت میں یہ اخبار کلکتے کا بہترین اور مقبول ترین روزنامہ بن گیا۔

کلکتہ جرنل کی اشاعت شروع ہوتے ہی کلکتے کے اخباروں نے متفقہ طور پر اُس کی مخالفت شروع کردی۔ اس میدان میں پادری جمیس برائس سب سے آگے تھے۔ اُن کا تعلق انگلستان کی ٹوری پارٹی سے تھا۔ انھوں نے اپنے اخبار ایشیاٹک میرر کے صفحات کلکتہ جرنل اور مسٹر بکنگھم کی مخالفت کے لئے وقف کردئے۔ مسٹر بکنگھم نے بھی پادری جمیس برائس کے حملوں کا جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ کچھ دنوں تک دونوں اخباروں میں نوک جھونک ہوتی رہی۔ ساتھ ہی کلکتہ جرنل کی اشاعت بھی بڑھتی گئی۔ ۱۸۲۰ء میں بکنگھم نے کلکتہ جرنل کے چندے کی شرح بھی کم کردی ممکن ہے کہ یہ اسی کا نتیجہ رہا ہو کہ پادری برائس کا اخبار ایشیاٹک میرر بند ہوگیا۔ اس وقت کلکتہ جرنل کی مالی حالت اس درجہ مضبوط ہوچکی تھی کہ اخبار کی اپنی ایک عمارت کھڑی ہوگئی اور ولایت سے چھاپنے کی ایک نئی مشین منگائی گئی اور انگریزی ٹائپ کے علاوہ یونانی، عبرانی اور فارسی
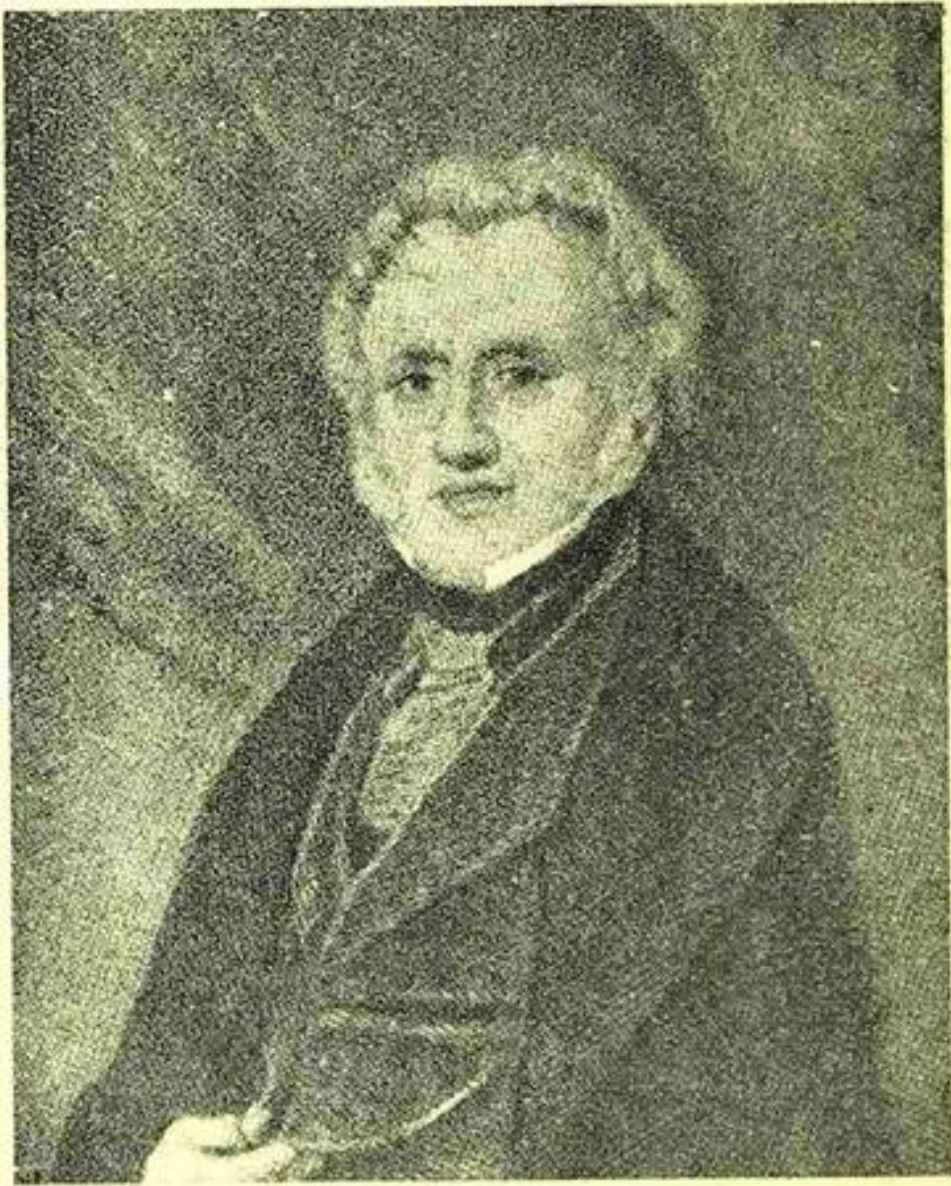
کلکتہ جرنل کے ایڈیٹر جیمس سلک بکنگھم

رسم الخط کے ٹائپ بھی آگئے۔

۱۸۲۲ء میں کلکتہ جرنل کے خریداروں کی تعداد ایک ہزار ہوگئی۔ اسی سنہ میں اخبار اور اُس کے متعلقات کی مالیت کا اندازہ چالیس ہزار پونڈ لگایا جاتا تھا۔ اس کے تین چوتھائی حصّے کے مالک خود مسٹر بکنگھم تھے۔ اخبار کے منافع کا اندازہ آٹھ ہزار روپے سالانہ تھا۔ اب تک یہ کامیابی ہندستان کے کسی اور اخبار کے حصّے میں نہیں آئی تھی۔

اس کامیابی کے دوش بہ دوش کلکتہ جرنل اور حکومت کے تعلقات روز بہ روز خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے تھے۔ مسٹر بکنگھم کا قلم گورنر جنرل، چیف جسٹس، گورنروں اور دوسرے سرکاری حکام کی کسی کم زوری کو معاف نہ کرتا تھا۔ چناں چہ حکومت کو بار بار کلکتہ جرنل کے اڈیٹر کو سرزنش کرنے کی ضرورت پیش آتی رہی۔ مئی ۱۸۱۹ء میں حکومت ہند نے مدراس کے گورنر مسٹر الیٹ (Elliot) کے عہدے کی میعاد میں تین سال کی توسیع کر دی۔ اس سلسلے میں مسٹر بکنگھم نے لکھا کہ

"ہمارے پاس مدراس سے ایک خبر گہرے سیاہ ماتمی حاشئے میں موصول ہوئی ہے۔ یہ حاشیہ غالباً مخصوص اسی خبر کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس تحریر سے یہ افسوس ناک خبر معلوم ہوئی کہ مدراس میں مسٹر الیٹ کی مدّت حکومت میں تین برس کی مزید توسیع کر دی گئی ہے۔

"اس توسیع کو مدراس میں مصیبت عامہ سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور ہم کو ڈر ہے کہ اس کو سارے ہندستان میں اسی نظر سے دیکھا جائے گا۔"[۱۳]

مسٹر الیٹ سے بکنگھم کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ مدراس کے اخبارات کے ساتھ الیٹ کی حکومت کا رویہ انتہائی جابرانہ تھا، اور اُسی کے حکم سے مدراس میں سنسر شپ کا نفاذ عمل میں آیا تھا۔ الیٹ کے لئے بکنگھم کا مندرجہ بالا اظہار خیال ناقابل برداشت تھا، چناں چہ اس نے احتجاجی لہجے میں حکومت ہند کو بکنگھم کی گستاخی کی طرف توجہ دلائی۔ خود حکومت بھی اس پر غور کر رہی تھی، لیکن اس تحریر میں حکومت کو ایسی کوئی قانونی گرفت نہیں مل سکی کہ بکنگھم پر مقدمہ چلایا جا سکے۔ چناں چہ معاملہ صرف تنبیہ پر ٹل گیا۔

جان بُل اِن دِی ایسٹ

کلکتہ جرنل کی مقبولیت نے ایک ایک کرکے اپنے تمام مخالف اخباروں کی زندگی کے چراغ گل کر دیئے۔ اس کے معنی، دوسرے الفاظ میں، یہ تھے کہ ہندستانی اخباروں کا جہاں تک تعلق تھا ٹوری پارٹی کی نمائندگی صفر کے درجہ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اور "اب قدیم ٹوریوں کا کوئی ترجمان نہیں رہ گیا تھا۔ چناں چہ ۳ر جون ۱۸۲۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ ایک نئے اخبار جان بل ان دی ایسٹ (John Bull In TheEast) کے اجرا کا اعلان کیا گیا۔ اس نئے اخبار کے مالک ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین تھے۔"[۱۴] اور ان لوگوں نے اس اخبار کی اڈیٹری کے لئے مسٹر بکنگھم کے پرانے حریف پادری سیموئل جیمس برائس کو مقرر کیا۔[۱۵]

نیشنل لائبریری (کلکتہ) جہاں جان بل کی ۱۸۲۴ء سے ۱۸۳۲ء تک کی فائلیں موجود ہیں، وہاں کی فہرست اخبارات کے مطابق جان بل کے اڈیٹر رابرٹ میک ناٹن[۱۶] (Robert Macnaughten) تھے۔ ممکن ہے کہ ۱۸۲۴ء میں اس کے اڈیٹر مسٹر میک ناٹن ہی رہے ہوں، لیکن ابتدا میں پادری برائس ہی اس کے اڈیٹر تھے۔[۱۷]

جان بل "ہندستانی پریس" میں چھپتا تھا۔[۱۸] یہ غالباً وہی ہندستانی پریس ہے جو ۱۸۰۱ء یا ۱۸۰۲ء میں قائم ہوا تھا۔ آگے چل کر اس کے مالک غالباً مولوی اکرام علی ہو گئے۔ اس چھاپہ خانے میں رومن رسم الخط کا ٹائپ بھی ابتدا ہی سے کچھ نہ کچھ موجود تھا۔ فورٹ ولیم کی اکثر فارسی کتابیں جو اس چھاپے خانے کی چھپی ہیں ان میں بھی اکثر رومن ٹائپ استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۸۲۱ء میں اتنا رومن ٹائپ ہندستانی پریس میں موجود رہا ہوگا کہ ایک ہفتے وار اخبار بہ آسانی چھاپا جا سکے۔

جان بل ۱۸۳۲ء تک جاری رہا۔ ۱۸۳۳ء میں یہ اخبار بک گیا اور پھر اسی سال انگلش مین کے روپ میں سامنے آیا۔

نظر بندی کا قانون

مارکوئس آف ہیسٹنگز کے عہد حکومت میں جس سال سنسر کا محکمہ توڑا گیا اسی سال نظر بندی

کا وہ رسوائے عالم قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے کسی شخص کو بھی بلا مقدمہ چلائے ہوئے قید کیا جا سکتا تھا۔

ہندستان کی تاریخ میں اب تک کسی حکمران نے اس طرح کا کوئی قانون نافذ نہیں کیا تھا۔ اس دیس کی تاریخ میں اس کی مثالیں تو ہم کو یقیناً ملتی ہیں کہ بادشاہوں نے لوگوں کو بلا مقدمہ چلائے ہوئے قید خانوں میں ڈال دیا ہو لیکن ہندستان کے کسی حکمران نے بھی اس غیر مستحسن اقدام کو کبھی قانونی شکل نہیں دی۔

یہ قانون ۱۸۱۸ء سے ۱۸۷۴ء تک مختلف شکلوں میں بعض ترمیموں کے ساتھ بدستور نافذ رہا۔ پھر دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹) کے دوران میں انگریزی حکومت نے اس قانون کی تجدید کی اور اس سے زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ اسی قانون کو معمولی سی ترمیم کے ساتھ آزاد ہندستان کی پہلی حکومت نے بھی بدستور قائم رکھا اور سال بہ سال اس کی عمر میں توسیع کی جا رہی ہے۔

۵

دیسی اخبار نویسی کا آغاز

" ہم نے اپنی سلطنت کی بنیادیں جن اصولوں پر استوار کی ہیں اُن کی رو سے رعایا کو اخباروں کی آزادی نہ تو کبھی دی گئی ہے اور نہ کبھی دی جائے گی ... اگر ساری رعایا ہماری ہم وطن ہوتی تو میں اخباروں کی انتہائی آزادی کو ترجیح دیتا، لیکن چوں کہ وہ ہماری ہم وطن نہیں ہے اس لئے اس سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ... اخباروں کی آزادی اور اجنبیوں کی حکومت ایسی چیزیں ہیں جو نہ تو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں اور نہ مل کر ایک ساتھ چل سکتی ہیں۔"

تھامس منرو (۱۸۲۲ء)

" ہندستانی اخباروں کی ظاہری شکل حقیر سی ہوتی ہے لیکن قومی گیتوں کی طرح وہ ہر اس موقع پر کامیاب ہوتے ہیں جہاں قانون ناکام رہتا ہے اور طوفان میں بہتے ہوئے تنکے کی طرح وہ بہاؤ کے رُخ کی نشان دہی کرتے ہیں ...

" اور مطبوعات کے مقابلے میں دیسی اخباروں کی اشاعت کم ہوتی ہے لیکن ان کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے ..."

پادری جے۔ لانگ (۱۸۵۵ء)

انیسویں صدی کی دوسری دہائی ختم ہونے سے پہلے ہی دیسی زبانوں میں اخباروں کا اجرا شروع ہوگیا تھا۔ یورپ کی جدید اخبار نویسی کے مقابلے میں ہندستان کی جدید (انگریزی) اخبار نویسی کی عمر لگ بھگ سو سال کم ہے، لیکن ہندستان کی انگریزی اخبار نویسی اور دیسی زبانوں کی اخبار نویسی میں آدھی صدی سے بھی کم کا ال بل ہے۔ ہندستان کا پہلا انگریزی اخبار ۱۷۸۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۲۶ سال بعد پہلا بنگلہ اخبار ۱۸۱۶ء میں چھاپا گیا، اگرچہ اُس نے صرف چندہ روزہ زندگی پائی۔ اس کے بعد فارسی، اردو اور ہندی کے پہلے اخبار ۱۸۲۲ء، ۱۸۲۳ء، اور ۱۸۲۶ء میں علی الترتیب شائع ہوئے۔

انگریزوں نے سب سے پہلے بنگال میں قدم جمائے تھے اس لئے انگریزی سیاسی و اقتصادی جکڑ بندیوں کے جلو میں مغربی زندگی اور مغربی تصوّرات بھی پہلے پہل بنگال ہی میں دبے پاؤں داخل ہوئے۔ جدید طرز کی اخبار نویسی بھی چوں کہ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اس لئے قدرتاً دیسی زبان کے پہلے مطبوعہ اخبار کا بھی کلکتے ہی سے اجرا ہونا چاہئے تھا۔ چناں چہ پہلا دیسی اخبار گنگا دھر بھٹا چاریہ نے ۱۸۱۶ء میں بنگال گزٹ کے نام سے جاری کیا۔ عبد اللہ یوسف علی مرحوم نے اس اخبار کا نام بنگال سماچار بتلایا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ بنگلہ زبان میں اس کا نام بنگال سماچار ہی رہا ہو اور انگریزی میں بنگال گزٹ لکھا جاتا رہا ہوگا۔ لیکن کسی اور بیان سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

افسوس ہے کہ دیسی زبان کے پہلے اخبار اور پہلے اخبار نویس کے متعلق ہماری معلومات

انتہائی محدود ہیں۔ پادری لانگ نے ۱۸۵۵ء میں بنگالی اخباروں کی ایک فہرست مرتب کی تھی۔ اس فہرست کے مطابق بنگال گزٹ ۱۸۱۶ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک سال زندہ رہا اور اس کے اڈیٹر گنگا دھر بھٹاچاریہ تھے۔ اخبار کا چندہ ایک روپیہ ماہوار تھا۔ ہندستانی اخبار نویسی کے محققین نے اسی بیان کو نقل کیا ہے اور اب تک اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکا ہے۔

سی رام پور کے تماہی رسالے فرنڈ آف انڈیا کے مطابق "پہلا ہندو (ہندستانی) جس نے کلکتے میں چھاپا خانہ کھولا اس کا نام بابو رام تھا اور وہ ہندستان (شمالی ہند) کا رہنے والا تھا۔ اُس کے بعد ایک چھاپا خانہ گنگا دھر بھٹاچاریہ نے کھولا، جو پہلے سی رام پور کے چھاپے خانے میں ملازم رہا تھا۔"[۲]

ایک اور ذریعے سے ہماری معلومات میں اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ گنگا دھر بھٹاچاریہ نے کچھ بنگالی کتابوں کے سستے اور مقبول عام اڈیشن چھاپ چھاپ کر بہت سا روپیہ کمایا تھا۔ ہم کو اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ گنگا دھر نے اپنی مطبوعہ کتابوں میں لکڑی کے ٹھپّے سے چھپی ہوئی تصویریں بھی شامل کی تھیں۔[۳]

مئی ۱۸۱۸ء کے گورنمنٹ گزٹ میں ہم کو ایک اشتہار ملتا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۱۸ء میں بنگال گزٹ کے نام سے ایک اور اخبار کا اجرا ہوا۔ اشتہار یہ ہے

"ہرو چندر رکرجی اپنے دوستوں اور عام پبلک کو اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ انھوں نے ایک بنگالی چھاپا خانہ نمبرہ ۴۵ چورنگان اسٹریٹ میں کھولا ہے، جہاں سے وہ ایک ہفتے وار اخبار بنگال گزٹ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس اخبار میں دیوانی کے تقررات، سرکاری اشتہارات اور دوسری ایسی خبریں، جو پڑھنے والوں کے لئے دل چسپ ہوں، سیدھی سادھی، جامع اور صحیح بنگالی زبان میں چھاپی جائیں گی۔ ان کے علاوہ ہندستانی پیدائش، شادی بیاہ اور اموات کے زائچے بھی ہر مہینے شائع کئے جائیں گے۔

"گزٹ میں اشتہار دو آنے فی سطر کے حساب سے چھاپے جائیں گے۔ فارسی اور انگریزی زبان کے اشتہاروں کی بھی یہی شرح ہوگی۔

"جو صاحبان اس اخبار کے خریدار ہونا چاہیں وہ براہ مہربانی اپنے نام چھاپے خانے

کے پتے (۴۵ نمبر چور بگان اسٹریٹ) پر روانہ فرمائیں۔ نیز اسی پتے پر خبریں بھی شکریے کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

"چندے کی شرح دو روپے ماہوار ہے۔ اسی چندے میں غیر معمولی اشاعتیں بھی شامل ہوں گی۔

کلکتہ۔ ۱۲ مئی ۱۸۱۸ء"[4]

اس اخبار کا اجراء، برجندناتھ بنرجی کی تحقیق کے مطابق، جون ۱۸۱۸ء میں ہوا[5] جنوری ۱۸۱۹ء کے ایشیاٹک جنرل اینڈ منتھلی رجسٹر (لندن) میں بھی ہم کو ایک ہندستانی اخبار کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں ملتا ہے۔ اخبار کا نام نہیں لیا گیا ہے، لیکن گمان غالب ہے کہ اشارہ بنگال گزٹ ہی کی طرف ہے، کیوں کہ اُس دور میں کسی اور اخبار کے اجراء کا نشان نہیں ملتا ہے۔

"کلکتے میں جو ترقیاں رونما ہو رہی ہیں، اُن میں ایک بنگالی اخبار کا اجراء بھی ہے، جس کو ہم پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ باشندگان ملک میں عام معلومات اور خبروں کا نفوذ مفید نتائج کا حامل ہوگا۔[6]"

دیسی اخبار نویسی کی تاریخ کا پس منظر

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاغذات میں ہم کو ۱۰ اکتوبر ۱۸۲۲ء کو پہلی بار دیسی اخباروں کا ذکر ملتا ہے۔ اس موقع پر مسٹر بیلی نے کلکتہ کونسل کے اجلاس میں دیسی اخباروں کے متعلق ایک رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ

"اس وقت ۴ ہفتہ وار اخبار کلکتے سے نکلتے ہیں۔ دو بنگلہ میں اور دو فارسی زبان میں شائع ہوتے ہیں... مذکورہ بالا فارسی اخبارات میں ایک جام جہاں نما ہے اور دوسرا مراۃ الاخبار ہے۔ پہلے اخبار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک انگریزی تجارتی کوٹھی کی ملکیت ہے اور اُسی کے زیرِ اہتمام شائع ہوتا ہے۔ موخر الذکر مشہور شخصیت راجہ رام موہن رائے کا اخبار ہے..."[7]

ہندستان کی دیسی اخبار نویسی کا تفصیلی ذکر کرنے سے پہلے اس سیاسی اور سماجی ماحول کا جائزہ

لے لینا بے محل نہ ہوگا جس میں اُس نے جنم لیا تھا۔ ہندستانی اخبار نویسی کا آغاز ہوا تو اس وقت ملک کے بیشتر حصّوں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی عمل داری قائم ہو چکی تھی اور مغلیہ سلطنت کے حدود "حکومتِ شاہ عالم از دہلی تا پالم" سے بھی سمٹ کر صرف لال قلعے کی چہار دیواری تک محدود ہو چکے تھے۔ آودھ، سندھ اور پنجاب کا علاقہ اگرچہ کمپنی کی عمل داری میں شامل نہ تھا مگر ان علاقوں کی خود مختاری بھی صرف چند ہی روز کی مہمان تھی۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس وقت ہندستان کا سیاسی اور سماجی نظام انگلستان کے مقابلے میں نسبتاً پس ماندہ تھا۔ انگلستان میں بقول جواہر لال نہرو "سیاسی انقلاب آچکا تھا۔ بادشاہ کے مقابلے میں پارلیمنٹ کی برتری تسلیم کی جا چکی تھی اور اس نئی قوت کے احساس نے نئے متوسط طبقے کے اندر وسعت و گیرائی کی ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ یہ نمو اور ابھار، جو ثبوت تھا سوسائٹی کے آگے بڑھنے اور ترقی پذیر ہونے کا، انگلستان میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ اس کے آثار ہم کو ہر طرف ملتے ہیں خصوصاً نئی ایجادوں اور نئے انکشافات میں جو صنعتی انقلاب کے ہراول تھے . . ."[۸]

اگرچہ انگریز اپنے نظام زندگی کا یہ روشن پہلو ہمارے ملک میں نہیں لائے، جس کی طرف جواہر لال نہرو نے اشارہ کیا ہے، مگر پھر بھی بقول لسٹر ہچنسن "انگریزی سرمایہ داری کی نئی اقتصادی پالیسی نے انقلابی اثر پیدا کیا۔ صنعت کا زراعت سے ناتا توڑ کر اور دیہاتی صنعتوں کو تباہ کر کے (انگریزوں نے ہندستان کے) جاگیردارانہ نظام کی جڑیں اُکھاڑ پھینکیں۔ انگریزی تسلط اپنے جلو میں ایک طرح کا سماجی انقلاب لایا جو دو صدی پہلے خود انگلستان میں آچکا تھا۔ اور یہ تھا ہندستان کی تاریخ کا پہلا بنیادی اور سماجی انقلاب۔ ہندستان کے سماجی ڈھانچے کو توڑ کر انگریزوں نے وہ کام کیا جو سابقہ حملے، بغاوتیں، فتوحات اور سماجی تبدیلیاں نہ کر سکی تھیں۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یہ برطانوی نواب*، تاجر اور کارخانے دار بے خبر انقلابی تھے۔ ان کو تو لوٹ اور منافع کی طمع ہندستان لاتی تھی، لیکن تاریخ نے اُن کو اُس سماجی اور اقتصادی

---

* ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں کو انگلستان میں طنزاً نواب ہی کہا جاتا تھا (آکسفورڈ ڈکشنری)

انقلاب کے لئے اپنا آلۂ کار بنایا جس کی ہندستان کو شدید ضرورت تھی،،۹

ہندستان کا نیا متوسط طبقہ

انگلستان کے صنعتی انقلاب کے بعد ہندستان میں برطانوی سامراج کا دوسرا دور شروع ہوا اور اس دور میں ہندستان انگریزی مال کے کھپت کی سب سے بڑی منڈی بن گیا۔ اس کے بعد ہی ہندستان میں ایک نیا متوسط طبقہ ابھرا جو انگریز اور انگریزی مال دونوں کی دلالی کرتا تھا۔ اس وقت تک انگریزی تعلیم کے لئے کالج اور اسکول نہیں کھلے تھے، اگرچہ کلکتے میں مسلمانوں کی درخواست پر مدرسہ (۱۷۸۱ء) اسلامی علوم کی تعلیم کے لئے اور ہندو کالج (۱۷۹۱ء) ہندو علوم اور سنسکرت کی تعلیم کی غرض سے قائم ہو چکے تھے مگر وہاں انگریزی علوم اور مغربی سائنس کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی۔ ہندستان کے نوزائیدہ متوسط طبقے نے نجی طور پر انگریزی سیکھی۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں نے اُن پرائیویٹ اسکولوں میں بھی تعلیم حاصل کی ہو جو ۱۸۰۰ء میں کلکتے اور اُس کے گرد و نواح میں موجود تھے۔ ان میں سے کم از کم ایک تو صرف "نوجوان ہندستانیوں کے لئے،، مخصوص تھا۔[۱]

جب انگریزی حکومت نے میکالے اور اس کے ہم خیالوں کی سفارش پر ہندستانیوں کو انگریزی پڑھانے کی پالیسی بنائی (۱۸۳۵ء) تو یہی متوسط طبقہ اس پالیسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے پہلے میدان میں آیا اور اسی طبقے نے انگریزی بیوروکریسی کے لئے منشی فراہم کئے اور پھر انھیں میں سے چھوٹے چھوٹے تاجر اور بورژوا اٹھے، جن کے سامنے لوٹ، منافع بازی اور استحصال کے نئے نئے میدان تھے۔ آگے چل کر انھوں نے ان تمام پیشوں میں عروج حاصل کیا۔ نئے ہندستانی متوسط طبقے میں بنگال کا وہ نوزائیدہ زمیندار گروہ بھی شامل تھا جس کو انگریزوں نے اپنی انتظامی اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر جنم دیا تھا۔

اس نئے متوسط طبقے کو تقویت اور استحکام بخشنے کی ضرورت کو کمپنی کے ارباب حل و عقد جس حد تک محسوس کر رہے تھے اس کا اندازہ لارڈ کارنوالس کے ایک مراسلے سے ہوتا ہے جس میں ہندستانی سماج کو مختلف گروہوں میں بانٹنے کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے سفارش کی تھی کہ

"... اور تمام وجوہ سے قطع نظر، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کمپنی کے حقیقی مفاد کو تقویت بخشنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے اندرونی حصّوں کے تاجروں اور زمینداروں کے لئے ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ وہ اپنے اہل وعیال کی باعزت طریقے سے گزر اوقات کر سکیں۔ ..."[۱۱]

نئے متوسط طبقے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفاد کی ہم آہنگی نے دونوں کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا تھا۔ اس قربت نے نیز انگریزوں سے میل جول اور انگریزی زبان و ادب سے تھوڑی بہت واقفیت نے ہندستانی متوسط طبقے کے افراد میں انگلستان کے لبرل کلچر سے ملتے جلتے خیالات پیدا کر دیئے۔ اسی طبقے نے آگے چل کر کچھ ایسے نوجوانوں کو بھی جنم دیا جن کے اندر قومی زندگی اور قومی وقار کا مبہم سا شعور پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں رام موہن رائے، اُن کے ساتھی اور ٹیگور خاندان کے افراد خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ انھیں لوگوں نے ہندستان میں سماجی شعور پیدا کیا اور ہندستانی اخبار نویسی کا سنگ بنیاد رکھا۔

ہندستانی متوسط طبقے کے نوجوانوں کے سلسلے میں ایک اور گروہ قابل ذکر ہے جو رام موہن رائے اور ان کے ساتھیوں کا ہم عصر اور نسبتاً اُن سے زیادہ ترقی پسند و آزاد خیال تھا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ تھا کہ یہ گروہ اپنے خیالات اور اُن کے اظہار میں بے باک تر تھا۔ افسوس ہے کہ اس گروہ کے متعلق اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ یہ بنگالی نوجوان ہندو کالج کے تعلیم یافتہ اور نیم ولندیزی اینگلو انڈین استاد ہنری لوئی ویویان ڈروزیو کا تربیت یافتہ اور اپنی آزاد خیالی کیلئے بدنام تھا۔ اپنے زمانے میں یہ لوگ "نوجوان بنگال" کے نام سے مشہور ہوئے۔ انھوں نے تحریروں اور تقریروں سے اپنے استاد کے انقلابی خیالات اور تعلیمات کی ترویج و اشاعت کا کام کیا اور ہندستان کے تمدنی نشاۃ ثانیہ کی تحریک پر اپنے گہرے نشانات چھوڑے۔ اس گروہ کے لیڈروں نے ایک انگریزی اخبار "دی اِن کوآئرر" کے نام سے نکالا اور اسی طرح بنگالی زبان کا ایک روزنامہ گیانم نیشم کے نام سے جاری کیا۔ یہ اخبار صحافت کے ان اعلیٰ مدارج تک پہنچے جو اس وقت تک کم ہندستانی اخباروں کو نصیب ہوئے تھے۔ ان نوجوانوں کی تحریک نے جو بیداری پیدا کی وہ ان کے بعد آنے والے دور میں ودیا ساگر، مدھوسدن، بنکم اور ٹیگور کے خیالات پر بھی اثر انداز ہوئی۔ اس

نوجوان نُورِ ورزین گروہ کے خیالات کا اصلی منبع یورپین تاریخ و ادب تھا۔ یہ لوگ والہانہ انداز سے فرانس اور یونان کی جمہوریتوں کے گیت گاتے تھے اور بر جوش عقیدت کے ساتھ رُوسو، والٹیر اور ہیِن کا ذکر کیا کرتے تھے۔"۱۲

ہندستان میں اخباروں کی آزادی کے خطرات

انگریزوں کی دوربین نگاہوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا تھا کہ اخبار اور انگریزی راج ہندستان میں ایک ساتھ نہ چل سکیں گے۔ اس سلسلے میں سرجان مالکم کی ایک طویل تقریر کے اقتباسات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو انھوں نے ۹ رجولائی ۱۸۲۴ء کو ایسٹ انڈیا اکس چینج کے ایک جلسے میں کی تھی۔ اس تقریر میں انھوں نے اپنے ساتھی مسٹر ایڈم کی وکالت کی تھی کیوں کہ مسٹر ایڈم نے ہندستان کے انگریزی اخباروں کے ساتھ جو جابرانہ روش اختیار کی تھی اس نے انگلستان میں بھی ایک ہل چل سی ڈال دی تھی اور اس جلسے میں بھی ایڈم کی اخبار دشمن پالیسی پر شدید نکتہ چینی کی گئی تھی۔ سرجان نے اپنی اس تقریر میں کہا تھا کہ

> "... جس سلطنت میں غیر ملکیوں کی حکومت ہو وہاں حقیقی معنوں میں آزاد اخبار جاری کرنا اور تھوڑے عرصے تک ان کو برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ ... اہل ہند کے دو بڑے طبقے ہندو اور مسلمان ہیں۔ ہماری حکومت سے پہلے اعلیٰ طبقے کے مسلمانوں کی سارے ہندستان میں عمل داری تھی اور اس لئے فطرتاً وہ ہماری حکومت سے بے زار ہیں۔ .. (ہندو) تعلیم یافتہ جماعتوں، بالخصوص برہمنوں کو جن کی وقعت، دولت اور حکومت ہماری عمل داری قائم ہونے سے جاتی رہی ہے اس بات کا بجا اندیشہ ہے کہ ہمارے عروج سے انھیں مزید زوال نصیب ہوگا۔ ان وجوہ سے وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کی عداوت صرف اس ضرورت سے کم نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کو پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ وہ ہماری قوت کو نقصان پہنچانے کے ہر موقع کی تاک میں رہیں گے اور انھیں ایسے بہت سے مواقع مل بھی جائیں گے اور میرے نزدیک وہ بے چینی، بدامنی اور غدر پھیلانے کے فن میں خوب ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ اپنا مخاطب کرتے ہیں ان کے دل میں وہ کس طرح

خوف و دہشت پیدا کر سکتے ہیں اور ان کے مغرورانہ جذبات کو کس طرح برانگیختہ کر سکتے ہیں۔ میں نے گزشتہ ۲۵ سال سے اس خطرناک قوم کے حالات پر خاص طور سے غور کیا ہے جو ہماری حکومت کے خلاف سیکڑوں نامعلوم ہاتھوں سے ہمیشہ جنگ کرتی رہی ہے اور اپنے خطوط میں مبالغہ آمیز خبروں اور فرضی پیشین گوئیوں سے اُس اسپرٹ کو قائم رکھتی رہی ہے۔ ہماری فوج کو شکست نصیب ہونے یا ہماری فوج میں غدر یا بغاوت نمودار ہونے پر اس قوم کو موزوں موقع مل جاتا ہے اور وہ ناقابل بیان تیزی سے سارے ملک میں گشتی چھٹیاں اور اشتہارات شائع کر دیتی ہے اور ایسی تحریریں نہایت شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ تقریباً ان سب کا ایک ہی مضمون ہوتا ہے اور انگریزوں کے متعلق یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ ادنیٰ قوم کے حقوق کے غاصب ہیں، وہ ظالم ہیں اور انھوں نے اہل ہند کو ذلیل کرنے اور ان سے ان کی دولت لوٹ لینے کے لئے ہندستان کو تلاش کیا ہے اور انگریز رسم و رواج اور مذہب کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں۔ نیز ہندستانی فوج کو ہمیشہ یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ تمہارے یورپین ظالم تعداد میں چند نفوس ہیں انھیں قتل کر ڈالو۔

"جو کوئی اس مسئلے سے واقف ہے وہ ان واقعات سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ ہندستان کے اس فرقے کی متذکرہ بالا کوششیں اور اس اسپرٹ کا برقرار رکھنا ہمارے حق میں ہمیشہ خطرے کا موجب رہے گا۔

"اب میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ امید کرنا عقل مندی میں داخل ہے کہ ہماری کامیابی سے جن لوگوں کی وقعت، دولت و ثروت اور حکومت تباہ اور برباد ہو گئی ہے وہ ہماری حکومت سے نفرت اور عداوت نہ خود کریں گے اور نہ دوسروں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے؟ کیا اس کے خود بہ خود زائل ہونے کا کوئی امکان ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر ان کے ہاتھ میں اخبارات کی آزادی دے دینا کیا قرینِ مصلحت اور دانش مندی ہے؟"[۱۳]

چھاپا خانہ مدنیت کا خطرناک حربہ

اسی سلسلے میں لارڈ منٹو کے عہد کا یہ واقعہ بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہے کہ حیدر آباد کے

رزیڈنٹ نے ایک مرتبہ نظام کو کچھ تحائف پیش کیے تو ان میں ایک چھاپا خانہ بھی تھا۔ کمپنی کی حکومت کے چیف سکریٹری کو جب اس کا علم ہوا تو یہ بات اس کو انتہائی ناگوار ہوئی اور رزیڈنٹ کو اس نے آڑے ہاتھوں لیا۔ رزیڈنٹ نے اس کے جواب میں چیف سکریٹری کو طنزاً لکھا کہ "نظام کی خدمت میں مدنیت کا یہ خطرناک حربہ پیش کرنے سے اگر حکومت کو پریشانی لاحق ہوگئی ہے تو میں توشہ خانے میں جاکر آسانی سے مشین کو اس طرح از کار رفتہ کرسکتا ہوں کہ وہ کبھی کام ہی نہ کرسکے۔"[۱۴]

سرجان مالکم کی تقریر کے اقتباسات سے نیز اس واقعے سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزوں کا اگر بس چل سکتا تو وہ ہندستان میں سرے سے اخبار جاری ہی نہ ہونے دیتے۔ لیکن قانون قدرت کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ جدید ضابطۂ فوج داری و دیوانی، نیا سیاسی و اقتصادی نظام، نیا بیوروکریٹک طرز حکومت (نوکر شاہی) اور اسی قسم کی اپنے ڈھب کی باتیں تو انگریز اس ملک میں رائج کرتے اور ان دوسری چیزوں کے اجرا کو روک دیتے جو زندگی کے نئے نظام ہی کے پیداوار تھیں۔

انگریزی اخباروں نے میدان میں آکر ہندستانی اخباروں کے لئے بڑی حد تک زمین ہموار کردی تھی، اور بلاشبہ "انگریزی اخباروں نے ہندستانیوں میں اخبار بینی کا شوق اور اخبار نویسی کا مذاق پیدا کیا اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہندستانی زبانوں میں اخبار نکلنے لگے۔ ... جو کچھ دنوں تک سسکنے کے بعد اپنی موت مر جاتے۔ عوام کو تو صرف اپنے حلوے مانڈے سے مطلب تھا، اور سیاست کی طرف ان کا کوئی رجحان بھی نہ تھا۔ رہا ان کا ذوق تجسس تو اس کی تسکین بازاروں میں ہوجاتی۔ انگریزی اخباروں کی کس مپرسی کا بھی یہی حال تھا مگر اس کے اسباب مختلف تھے۔"[۱۵]

بلیپٹسٹ مشن اور اُس کی صحافتی خدمات

۱۸۰۰ء میں تثلیث کے پرچار کے لئے تین عیسائی مشنریوں نے سیرام پور میں ایک مشن قائم کیا، جس نے انیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں قابل قدر علمی و صحافتی خدمات ہمارے ملک میں انجام دیں۔ چوں کہ یہ مشن بنگال میں قائم ہوا تھا اور اس کو بنگالیوں میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرنا تھا، اس لئے قدرتاً بنگالی زبان کی طرف اُن لوگوں نے خاص توجہ دی۔

بنگالی زبان جس کا کوئی ادب نہ تھا اور جو صرف بول چال کی زبان تھی، اُس کو ترقی دے کر سی رام پور کے مشنریوں نے اُس زبان میں ادب پیدا کیا۔[۱۵] انھوں نے بنگالی زبان کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کی۔ بنگالی زبان کا ٹائپ اور اُس کی چھپائی کا انتظام کیا اور بنگالی زبان میں نہ صرف انجیل بلکہ دوسری مفید کتابوں کے ترجمے شائع کیے۔ انھوں نے انگریزی بھی پڑھائی اور ہندستان میں مغربی خیالات کی تبلیغ و اشاعت میں بھی دل چسپی لی۔ عام عیسائی مشنریوں کی وضع سے، جو اس وقت تک ہندستان میں وارد ہوئے تھے، ان کی وضع قطع بالکل مختلف تھی۔ بیپٹسٹ فرقے کے پیرو ہونے کی حیثیت سے ان کا مقصد عوام الناس میں بلا کسی تکلف یا امتیازی حیثیت کے تبلیغ کرنا تھا۔ وہ نہ تو پادری کے منصب کے قائل تھے اور نہ خاص آسمانی اسرار کے معتقد، بلکہ وہ عام لوگوں کو اُنھیں کی دیسی زبانوں میں دعوت دیتے تھے، اُنھیں کے علمی ترکے سے کام لیتے تھے اور عمدہ قسم کی مغربی تعلیم پیش کرتے تھے[۱۶]

اس مشنری نو آبادی کے کرتا دھرتا تین آدمی تھے۔ ریورنڈ ڈاکٹر ولیم کیری (Rev. Dr. William Carey) ڈاکٹر جوشا مارش مین (Dr. Jusha Marshman) اور ولیم وارڈ (William Ward) یہ تینوں آدمی مل کر کم از کم حسب ذیل سترہ زبانیں جانتے تھے اور اُن پر عبور رکھتے تھے۔ لاطینی، یونانی، عبرانی، عربی، سریانی (Syriac) سنسکرت، فارسی، بنگالی، ہندی، اُڑیا، گجراتی، تلگو، مرہٹی، آرمینی، پرتگیزی، چینی اور برمی۔[۱۷]

سی رام پور کے عیسائی مبلغوں نے بنگلہ، فارسی اور انگریزی کے اخبار و رسائل نکالے، لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ہندستان میں طباعت کے فن کو بہت ترقی دی۔ اس مشنری نو آبادی کے چھاپے خانے میں کم از کم ایک درجن ہندستانی زبانوں کے ٹائپ موجود تھے، ان میں سے بیشتر خود انھیں لوگوں کے تیار کیے ہوئے تھے۔ چناں چہ انیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں، اور کتابوں کے علاوہ، ہندستان کی بارہ مختلف زبانوں میں ان لوگوں نے انجیل کے ترجموں کی دو لاکھ بارہ ہزار جلدیں شائع کیں۔[۱۸] مرہٹی اور آسامی زبانوں کی پہلی مطبوعہ کتابیں بھی اسی چھاپے خانے سے شائع ہوئیں۔

انیسویں صدی کے اوائل میں کاغذ سازی کا ایک کارخانہ بھی ان لوگوں نے سی رام پور ہی میں قائم کیا۔ اس کارخانے کا بنا ہوا دیسی کاغذ سستا اور مغربی اصولوں کے مطابق تیار کیا جاتا تھا

اور اسی لئے اخبار نویسی کی روزمرہ کی ضروریات کے لئے موزوں تھا۔"۱۹

ڈگ درشن — پہلا بنگالی رسالہ

سی رام پور کی مشنری نوآبادی نے ۱۸۱۸ء میں ڈگ درشن کے نام سے بنگالی زبان کا ایک رسالہ شائع کیا۔ یہی دیسی زبان کا پہلا رسالہ تھا۔ اس کے روح رواں سی رام پور کی تثلیث کے ممتاز فرد ڈاکٹر جوشا مارش مین تھے، جو دراصل ایک ہفتے وار اخبار جاری کرنا چاہتے تھے۔ اُن کے دوسرے دونوں رفقا کا خیال تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی، جو انگریزی اخباروں پر کڑی پابندیاں عائد کر رہی ہے، دیسی زبان کے اخبار کے اجرا کو پسند نہ کرے گی۔ چناں چہ یہ رسالہ، بقول جان کلارک مارش مین "حکومت کی نبضیں ٹٹولنے کے لئے جاری کیا گیا تھا" اور یہ طے پایا تھا کہ اگر حکومت اس رسالے کے اجرا کو ناپسندیدہ نظروں سے نہ دیکھے تو پھر ہفتے وار اخبار جاری کرنے کی ہمت کی جائے۔۲۰

ڈگ درشن کتابی سائز کا ماہوار رسالہ تھا۔ اس کا پہلا نمبر اپریل ۱۸۱۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ یہ خالص بنگالی زبان کا رسالہ نہ تھا۔ اس میں انگریزی اور بنگلہ دونوں زبانیں ہوتی تھیں۔ ایک صفحے پر انگریزی کا مضمون ہوتا تھا اور مقابل کے صفحے پر بنگلہ میں اُس کا ترجمہ چھاپا جاتا تھا۔

انھیں مشنریوں کے انگریزی اخبار فرنڈ آف انڈیا کے پہلے نمبر میں ہم کو ڈگ درشن کا اشتہار نظر آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مئی تک اس کے دو نمبر شائع ہو چکے تھے۔ اسی اشتہار سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈگ درشن کی فہرست مضامین "پابندی کے ساتھ فرنڈ آف انڈیا میں چھاپی جایا کرے گی تاکہ" ہمارے ہم وطنوں کو، خواہ وہ خود بنگلہ سے واقف ہوں یا نابلد، ڈگ درشن میں چھپنے والے مواد سے کلی واقفیت رہے تاکہ، وہ چاہیں تو، اپنے دفتر کے دیسی ملازمین یا اُن کے پڑوسیوں " کے پڑھنے کے لئے اُس کو خرید سکیں۔ ڈگ درشن کے پہلے نمبر کی فہرست مضامین بھی فرنڈ آف انڈیا میں نقل کی گئی ہے جو یہ ہے۔

امریکا کے دریافت ہونے کا حال

ہندستان کے جغرافیائی حدود

ہندستان کے مخصوص سامان تجارت روئی اور نیل پر ایک نظر

ڈبلن سے ہولی ہڈ تک مسٹر مڈلر کا ہوائی سفر

راجا کرشنا چندر اریا کے دربار کے مخصوص حالات[۲۱]

سماچار درپن

حکومت نے مارش مین کے ساتھیوں کی توقعات کے خلاف ڈگ درشن کو ناپسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا، جس سے اُن لوگوں کی ہمت بڑھی اور انھوں نے سماچار درپن کے نام سے ایک ہفتے وار اخبار جاری کیا جو بقول کلکتہ ریویو پہلا دیسی "اخبار تھا جو قرنوں کی گراں خوابی کے بعد نمودار ہوا اور جس نے باشندگان ملک کو خود غرضی اور بے حسی کے خواب سے بیدار کیا"[۲۲] اس اخبار نے ۲۳ مئی ۱۸۱۸ء کو اپنی زندگی شروع کی۔

گورنر جنرل، مارکوئیس آف ہیسٹنگز نے، جو اس وقت کلکتے سے باہر تھے، سماچار درپن کا پہلا نمبر دیکھنے کے بعد مارش مین کو اظہار خوشنودی کا ایک پروانہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجا اور اُن کی اس جرأت رندانہ کو سراہا۔ پھر مارش مین کی درخواست پر انھوں نے اخبار کے لئے ڈاک کا تین چوتھائی محصول بھی معاف کر دیا۔

سماچار درپن ۱۸۳۹ء تک جاری رہا۔ اس حساب سے اس نے ۲۱ سال کی زندگی پائی۔ ہیسٹنگز کے جانشین لارڈ امہرسٹ نے بھی اپنے عہد میں درپن کی سرپرستی کی اور ان کے زمانے میں حکومت اس اخبار کی سو کاپیاں بھی خریدنے لگی اور سرکاری اشتہارات بھی اُس کو ملنے لگے۔ سماچار درپن کے عملے میں ہم کو دو ہندستانی نام بھی ملتے ہیں، ایک تو جے گوپال تار النکار (۱۸۱۸ء-۱۸۲۴) کا، اور دوسرا تارنی چرن شرومانی (۱۸۲۴ء-۱۸۲۸ء) کا نام[۲۳]۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ دیسی عیسائی رہے ہوں۔

ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ میں سماچار درپن اس اعتبار سے تو یقیناً اہمیت رکھتا ہے کہ بنگال گزٹ کے بعد یہ دیسی زبان کا دوسرا اخبار تھا اور یہ کہ اس نے طویل عمر پائی لیکن جس طرح

ہندستان کے ابتدائی انگریزی اخباروں کو ہم ہندستان کی دیسی اخبار نویسی کا نام نہیں دے سکتے،
بالکل اسی طرح سماچار درپن کو بھی ہم دیسی اخبار نویسی کا سنگ بنیاد قرار نہیں دے سکتے۔

فرنڈ آف انڈیا

سی رام پور کے مشنریوں کی صحافتی کاوشوں کے سلسلے میں فرنڈ آف انڈیا بھی قابل ذکر ہے،
جو اس نو آبادی کا ماہوار انگریزی رسالہ تھا۔ نیشنل لائبریری کی مطبوعہ فہرست اور مارگریٹا بارنس
کی تحقیق کے مطابق فرنڈ آف انڈیا کا اجرا "۳۰ اپریل ۱۸۱۸ء" کو ہوا۔[۲۴] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔
نیشنل لائبریری میں اس ماہوار رسالے کا کوئی نمبر نہیں ہے۔ سی رام پور کالج کی لائبریری میں البتہ
اس کی فائلیں ہیں۔ چناں چہ فرنڈ آف انڈیا کی پہلی جلد کے پہلے نمبر پر "مئی ۱۸۱۸ء" درج ہے۔
ڈگ درشن کی طرح یہ بھی $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کا رسالہ تھا۔ رسالے پر اڈیٹر کا نام درج نہیں
ہے، لیکن سی رام پور مشن کے رجسٹروں کے مطابق اس کے اڈیٹر ڈاکٹر مارش مین تھے۔ سرورق
کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے میں "ہندستان کے مذہب و ادب کے متعلق مضامین
کے علاوہ یورپ و امریکا کی خبریں بھی کبھی کبھار" شائع کی جائیں گی۔ رسالے کے اندرونی صفحات
سے ہماری معلومات میں اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ "... ولایتی کاغذ پر چھاپا جایا کرے گا
اور اس کی ضخامت مضامین کی فراہمی کے مطابق ۲۴ سے ۳۰ صفحات اور قیمت ایک روپیہ
فی پرچہ ہوگی۔" فرنڈ آف انڈیا کے پہلے نمبر کی ضخامت ۴۲ صفحات تھی۔ دوسرے اور
تیسرے نمبر کی ضخامت ۳۲ صفحات ہوگئی، چوتھے نمبر کی چالیس اور پانچویں درجے کی اڑتالیس
صفحات ہوگئی۔

فرنڈ آف انڈیا کے پہلے نمبر میں حسب ذیل چھ مضامین ہیں ــــ (۱) بنگال میں مذہب
کی ترقی کا مختصر حال (۲) مسز مور کی وفات (۳) کلکتہ بائبل سوسائٹی کا ساتواں جلسہ (۴)
سٹن اور ایڈم صاحبان کی آمد (۵) یورپ کی خبریں (۶) امریکا کی خبریں ــــ آخر میں
ڈگ درشن کا اشتہار ہے جو درج کیا جاچکا ہے۔ یورپ اور امریکا کی خبریں آخری عنوان کے
تحت ان براعظموں کی ایسی خبروں کا انتخاب کیا گیا تھا، جن کا عیسائیت کی تبلیغ سے تعلق تھا۔
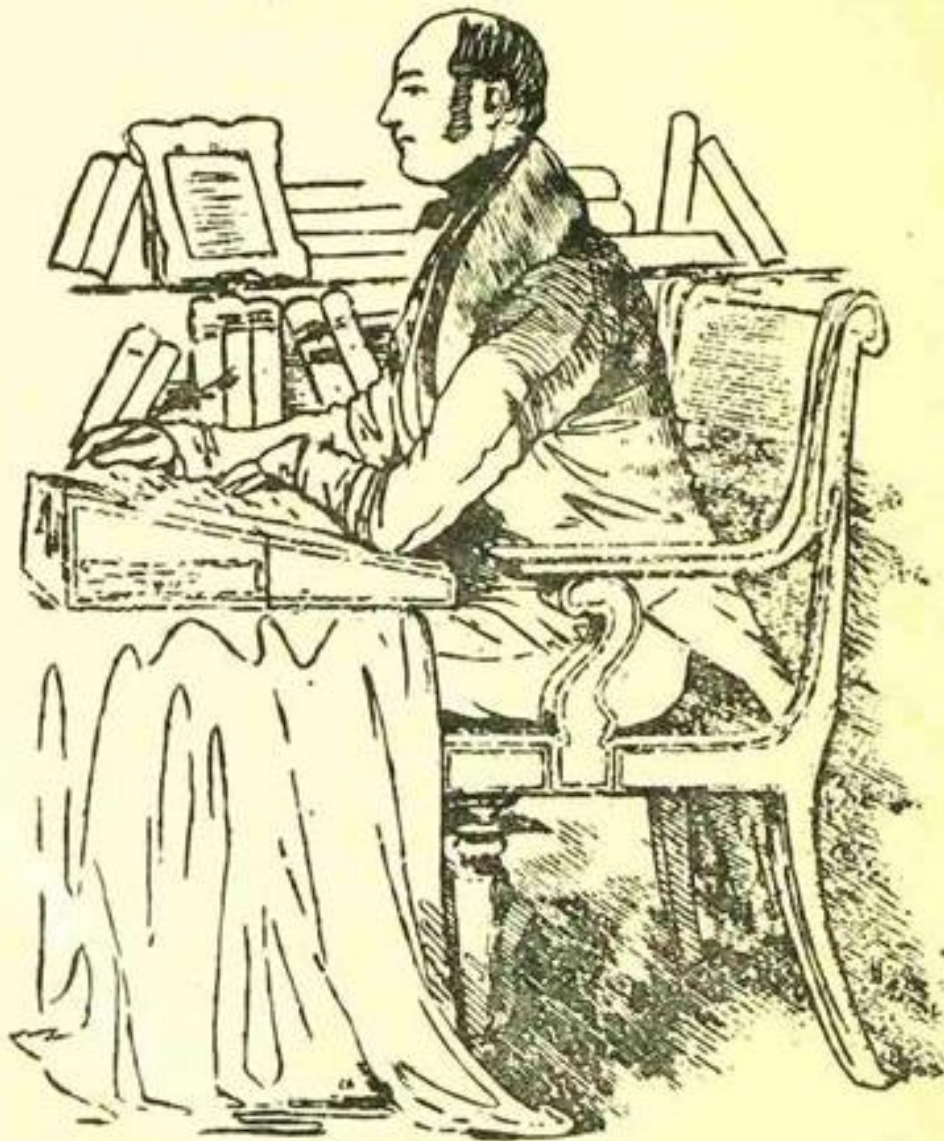
فرنڈ آف انڈیا کے ایڈیٹر مارش مین

رام موہن رائے

رام موہن رائے اور ان کے اخبار و رسائل

رام موہن رائے ہندستانی فلسفے کے عالم اور سنسکرت، فارسی
و عربی کے اسکالر اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ کلچر کی
پیداوار تھے۔

جواہر لال

ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ میں رام موہن رائے کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ان کو اس قافلے کا اگر کارواں سالار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ رام موہن رائے کے بنگلہ اخبار سمبد کمودی اور فارسی اخبار مراۃ الاخبار نے ہندستانی اخبار نویسی کا سنگ بنیاد رکھا اور ان اخباروں نے اعلیٰ مدارج حاصل کئے۔ سمبد کمودی اور مراۃ الاخبار کے علاوہ اور بھی متعدد دیسی اور انگریزی اخباروں کو ان کی ذات سے بالواسطہ تعلق رہا ہے۔ ابتدائی دور کی ہندستانی اخبار نویسی میں رام موہن رائے کو جو اعلیٰ مقام حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے مخالف اخبارات بھی ان کے مضامین شائع کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

جدید ہندستان کی تاریخ میں رام موہن رائے پہلے ہندستانی ہیں جن کی ذات میں ہندستانی قومیت کا واضح اور غیر مبہم تخیل ابھرتا معلوم ہوتا ہے۔ ہماری سیاسی و اقتصادی اور علمی و سماجی تاریخ کے انتہائی پرآشوب اور تاریک ترین عہد میں انھوں نے جنم لیا۔ لیکن یہ اُن کے عہد کی تاریکی ہی تھی جس نے اُن کی فکر و نظر کو نور عطا کیا اور یہ اُن کے دور کی پُرآشوبی ہی تھی جس نے اُن کے عزائم کو استواری بخشی۔ اُن کی پیدائش سے چند ہی برس پہلے پلاسی کے میدان میں سراج الدولہ کی

شکست نے برطانوی تجارتی سرمایہ داری کے سامنے ترقی و توسیع کی نئی راہیں کھول دی تھیں۔

رام موہن رائے ۲۲ مئی ۱۷۷۴ء کو رادھانگر کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی رادھانگر ہے جو، رام موہن رائے کی پیدائش سے کچھ ہی عرصے پہلے تک، ہندستان کا مانچسٹر تھا اور جہاں کا کپڑا جو ہاتھ کا کاتا اور کرگھے کا بنا ہوتا تھا ساری دنیا میں مشہور تھا۔ رام موہن رائے نے جب آنکھیں کھولی ہوں گی تو رادھانگر کے ڈور بیے اور جامدانی کی صنعت کا آفتاب تیزی سے گہنا رہا ہوگا۔ اور ایسا نہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی جب کہ رادھانگر اور اُس کے قرب و جوار کا علاقہ سولھویں صدی عیسوی سے اُن پرتگیزی کیتھلکوں اور فرانسیسی، ولندیزی و برطانوی پروٹسٹنٹوں کی ریشہ دوانیوں اور اُن کے تصادم کا مرکز بنا ہوا تھا جو اُس علاقے میں قدم جمانے اور وہاں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے آپس میں دست و گریباں ہو رہے تھے۔[25]

رام موہن رائے کا دادھیالی خاندان پانچ پشتوں سے مغلیہ سلطنت کے اُن صوبے داروں سے وابستہ رہا تھا جن کے ہاتھوں میں بنگال کے نظم و نسق کی باگ ڈور ہوا کرتی تھی۔ خود رام موہن رائے کے بیان کے مطابق اُن کے دادا" ہز ہائی نس نواب مہابت جنگ کے عہد میں مختلف اضلاع کے افسرِ اعلیٰ رہے تھے۔"[26] لیکن اُن کے نانہیالی خاندان میں کسی نے بھی مذہبی پیشوائی کے علاوہ زندگی کے اور کسی میدان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ اُن کے والدین، اپنے زمانے کے اور لوگوں کی طرح، روایت پرست اور قدامت پسند تھے۔ رام موہن رائے کی تعلیم بھی، اُس زمانے کے رواج کے مطابق، عربی و فارسی کی تعلیم سے شروع ہوئی۔ خود رام موہن رائے کے الفاظ میں اُنھوں نے" اپنے خاندانی رواج اور اپنے والد کی خواہش کے مطابق عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی، کیوں کہ اُس دور میں جو لوگ مسلمان حکمرانوں کے دربار سے وابستہ ہونا چاہتے تھے اُن کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان علوم (عربی و فارسی) میں مہارت حاصل کریں۔" اس بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رام موہن رائے کے والد اپنے خاندانی دستور کے مطابق رام موہن رائے کو بھی" مسلم حکمرانوں کے دربار سے"[27] وابستہ کرنے کے آرزومند تھے۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ رام موہن رائے کی زندگی کے آخری دن اکبر شاہ ثانی کی سفارتی ملازمت میں گزرے۔

رام موہن رائے نے عربی و فارسی میں صرف اسی قدر لیاقت حاصل نہیں کی جو اُن لوگوں کے لئے ضروری تھی جو مسلم حکمرانوں کے درباروں سے وابستہ ہونے کے متمنی ہوتے تھے بلکہ اِن علوم میں انھوں نے پوری مہارت حاصل کی۔ ڈاکٹر کالی داس ناگ کے الفاظ میں "وہ یہ زبردست مولوی، رام موہن رائے قرآن شریف، اسلامی فقہ، اسلامی دینیات اور علم مناظرہ پر حاوی تھا۔ نیز وہ آٹھویں صدی کے مسلم استدلال پرست معتزلیوں کے خیالات نے بھی اُن کو بے حد متاثر کیا تھا۔ رائے موہن رائے نے صوفیوں کا اثر بھی قبول کیا تھا جن کے اقوال اور اصولوں کا وہ بکثرت حوالہ دیا کرتے تھے۔ اُن کی ذہنی تربیت اور اُن کے ذہنی ارتقا میں مسلم موحدین کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا۔"[۲۸]

عربی و فارسی علوم کی اعلیٰ تعلیم کے لئے رام موہن رائے پٹنے بھیجے گئے جو اُس زمانے میں اسلامی علوم کی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہیں اپنے استادوں کے اشارے پر انھوں نے اقلیدس اور ارسطو کے عربی تراجم کا خاص طور سے مطالعہ کیا، اور اُن صوفیوں کی کتابیں بھی پڑھیں جن پر ویدانت کے فلسفے کا گہرا اثر تھا۔ اور یہ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ وہ اوائل عمر ہی سے بُت پرستی کے خلاف بغاوت کا شدید جذبہ اُن کے اندر پیدا ہو گیا۔"[۲۹] رام موہن رائے کے ذہنی نشوونما اور ان کی سیرت کی تعمیر میں اسلامی فلسفے اور اسلامی کلچر نے یقیناً نمایاں حصہ لیا تھا اور بقول سربرجندر ناتھ سیل "وہ یہ اسلامی کلچر تھا، بغداد و بصرے کا اسلامی کلچر جو ایک اسلامی مدرسے سے منقطر ہو کر رام موہن رائے کی رگوں تک پہنچا تھا اور جس نے پہلی بار ان کے دماغ کو بیدار کیا تھا۔"[۳۰]

تحفۃ الموحدین

رام موہن رائے کی علمیت و ذہانت اور اُن کے انداز فکر کا پہلا نمونہ ہم کو تحفۃ الموحدین میں ملتا ہے۔ سولہ برس کے سن میں انھوں نے یہ رسالہ فارسی میں تصنیف کیا اور اس کا دیباچہ عربی میں لکھا۔ دیباچے میں وہ لکھتے ہیں کہ

"روئے زمین کے دور دراز کوہستان اور میدانوں کا میں نے سفر کیا ہے۔

میں نے دیکھا کہ دنیا کے بسنے والے ایک خدا پر، جو کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے، ایمان رکھنے کے معاملے میں عموماً متفق ہیں۔ اور اُن کے اختلافات خدا کو مختلف صفات سے متصف کرنے اور حرام وحلال کے مذہبی مسائل تک محدود ہیں۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ذات ابدی کی طرف رجوع کرنا تمام افراد میں طبعاً مشترک ہے"۔[۳۱]

رام موہن رائے نے اس رسالے میں جس بے تکلفی کے ساتھ قران کی آیتوں اور احادیث کے اقتباسات پیش کیے ہیں، اُس سے ڈاکٹر کالی داس ناگ کے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس رسالے کا انداز بیان فلسفیانہ اور ادق ہے اور زبان بھی عربی آمیز فارسی ہے۔ رام موہن رائے نے تحفۃ الموحدین کے آخری صفحات میں اپنی ایک تصنیف "مناظرۃ الادیان" کی نشان دہی کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"این چند جملہ را کہ مختصر وہم مفید مطلب بہ اعتقاد این فقیر الی اللہ الغنی است، بامید این کہ صاحبان طبع سلیم بہ نظر اصلاح وانصاف ملاحظہ فرمایند اغماضاً از نفاق ذوی العناد والتعصب ترتیب دادم وتفصیل این مقدمات حوالہ مناظرۃ الادیان نمودم"

لیکن اس کتاب کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے تحفۃ الموحدین کے سلسلے میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس رسالے کا انداز تحریر اس درجہ "اسلامی" تھا کہ رام موہن رائے نے آخری سطروں میں یہ تاویل پیش کرنی ضروری سمجھی کہ

"مخفی مباد کہ غرض از استعمال الفاظ مشعر بر اشتعار استفادہ ودعا وصلوٰۃ والسلام صرف تتبع مراسم متقررہ مصنفین عرب وعجم بود"۔[۳۲]

رام موہن رائے کے والد جو ایک راسخ العقیدہ برہمن تھے، انھوں نے رام موہن رائے کی نظریں بچا کر جب اس مسودے کو دیکھا تو اپنے لخت جگر کی اس "گمرہی" کو وہ برداشت نہ کر سکے۔ چناں چہ اسی سلسلے میں رام موہن رائے کو گھر چھوڑنا پڑا۔ وہ خود ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "سولہ برس کے سن میں ایک کتاب کا مسودہ میں نے تیار کیا، جس میں ہندو بت پرستی پر اعتراض کیے گئے تھے۔ میرے معلومہ عقائد کے ساتھ ساتھ اس مسودے نے میرے اور میرے قریب ترین عزیزوں کے درمیان کشیدگی پیدا کر دی، اور ایک طویل سفر کے اسباب فراہم ہو گئے۔ اندرون ملک کے

"علاوہ کچھ غیر علاقوں میں بھی میرا گزر ہوا......"[۳۳] غیر علاقوں کا اشارہ غالباً تبت کی طرف ہے۔ کیوں کہ اس سفر میں رام موہن رائے یقیناً تبت بھی گئے تھے، جہاں قیام کر کے انھوں نے بُدھ مذہب کے پیشواؤں سے بدھ مت کی کتابیں پڑھی تھیں۔ تبت سے واپسی پر انھوں نے بنارس میں رہ کر سنسکرت کی پوری تعلیم حاصل کی۔

تحفۃ الموحدین کا تفصیلی ذکر کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے، لیکن یہ تبلانا بے محل نہ ہوگا کہ رام موہن رائے نے اپنے والد کی زندگی میں یہ رسالہ شائع نہیں کیا، چناں چہ اُن کے انتقال کے بعد ۱۸۰۳ یا ۱۸۰۴ء میں پہلی بار یہ رسالہ مرشد آباد سے شائع ہوا۔[۳۴]

ایسٹ انڈیا کمپنی سے وابستگی اور انگریزی تعلیم

اوائل عمر میں رام موہن رائے کو "برطانوی اقتدار سے سخت نفرت تھی۔" اٹھارویں صدی کے آخری زمانے میں رام موہن رائے کو پہلی بار "اہل یورپ کو قریب سے دیکھنے کا اور اُن کے قوانین اور طریق حکومت کے مطالعے کا موقع ملا۔" اور وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنی رائے بدل دی۔ انگریزی راج جو تیزی کے ساتھ اپنا دائرۂ اقتدار وسیع کرتا جا رہا تھا، اُس کو رام موہن رائے اگر چہ "غیر ملکی غلامی کا طوق" سمجھ رہے تھے، لیکن ساتھ ہی ان کو اس کا بھی یقین تھا کہ اس بدیسی راج کے قیام سے ہندستانیوں کی "قطعاً اور تیزی کے ساتھ اصلاح ہو جائے گی۔"[۳۵] رام موہن رائے کی دور بین نگاہوں نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ غاصب انگریز تاجروں اور حکمرانوں کا تسلط ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ چناں چہ انگریزی راج کو وہ آنے والے انقلاب کا ہراول دستہ سمجھتے تھے۔

انیسویں صدی کے اوائل سے رام موہن رائے نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۸۱۰ء میں ان کو رنگ پور کے ایک تعلقے کے نابالغ وارث کا ولی متور کیا گیا۔ مارچ ۱۸۱۵ء تک وہ اس خدمت پر مامور رہے اور یہیں سے انھوں نے پنشن لے لی۔ رام موہن رائے کی ملازمت کا یہ پندرہ سالہ مختصر عہد اس اعتبار سے بے حد اہمیت رکھتا ہے کہ اسی زمانے میں انھوں نے انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی۔ مشرق کے علم و ادب اور فلسفہ

مذاہب کا وہ پہلے ہی مطالعہ کر چکے تھے انگریزی زبان سے واقفیت نے مغربی علوم اور مغربی فلسفے کے دریچے بھی اُن کے لئے کھول دیئے۔ مس کولٹ جو رام موہن رائے کی مستند سوانح نگار سمجھی جاتی ہیں، اُن کے بیان کے مطابق، رام موہن رائے نے ۱۷۹۶ء میں انگریزی سیکھنی شروع کردی تھی۔ مسٹر ڈگبی جن کی ماتحتی میں رام موہن نے اپنی ملازمت کا بیشتر حصہ گزارا تھا، وہ رام موہن کے اپنشد کی انگریزی تلخیص (لندن اڈیشن۔ ۱۸۱۷ء) کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۰۵ء میں رام موہن رائے جب پہلی بار ان سے ملے تو وہ ''معمولی انگریزی میں، جو سمجھ میں آجاتی تھی، مختلف موضوع پر بات چیت کرلیتے تھے''۔ لیکن پانچ سال کے اندر رام موہن نے انگریزی میں اتنی دست گاہ حاصل کرلی تھی۔ ۱۸۱۰ء میں ''وہ بڑی صحت کے ساتھ انگریزی بولنے اور لکھنے لگے تھے۔ انگریزی اخبارات بھی وہ بڑی پابندی کے ساتھ عادتاً پڑھا کرتے تھے۔ یورپ کی سیاسی خبروں سے ان کو خصوصی دل چسپی تھی۔''[۳۶]

ملازمت کے آخری زمانے میں، جو رام موہن رائے نے رنگ پور میں گزارا، اُن کو اس کا موقع ملا کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنے مذہبی و سیاسی خیالات کا جائزہ لیں اور اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کا خاکہ تیار کریں۔ ۱۸۱۵ء میں پنشن لینے کے بعد انھوں نے کلکتے میں مستقل سکونت اختیار کی، اور زندگی کے اُس میدان میں قدم رکھا جس کے لئے وہ بنائے گئے تھے۔ کلکتے آنے کے پہلے ہی سال رام موہن رائے نے ویدانت کا بنگلہ ترجمہ شائع کیا اور دوسرے سال (۱۸۱۶ء) اُس کا انگریزی خلاصہ بھی چھاپ دیا۔ تحفۃ الموحدین کی اشاعت کے بعد رام موہن کی یہ دوسری کتاب تھی، اور اُس کے دیباچے سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ کلکتے میں مستقل سکونت اختیار کرنے سے پہلے ہی رام موہن رائے نے اپنی مذہبی و سماجی سرگرمیوں کا آغاز کردیا تھا، اور اس کے نتیجے میں رجعت پسندوں نے، جن میں اُن کے قریبی عزیز بھی شامل تھے، اُن کی شدید مخالفت شروع کردی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''سب لوگوں کی مخالفت اور لعن طعن میں صرف اس لئے برداشت کر رہا ہوں کہ مجھے اس کا یقین ہے کہ ایک دن آئے گا، جب میری کوششیں انصاف کی نظروں سے دیکھی جائیں گی بلکہ تشکر کے ساتھ ان کو یاد کیا جائے گا۔''[۳۷]

۱۸۰۵ء میں ویدانت کا ترجمہ شائع کرنے کے علاوہ رام موہن رائے نے ایک اور عملی قدم اٹھایا اور آتمی یا سبھا کے نام سے ایک انجمن بنائی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مذہبی مسائل پر آزادی کے ساتھ تبادلۂ خیال کریں اور خود رام موہن رائے کو اپنے مذہبی نقطۂ نظر کی وضاحت اور تبلیغ و اشاعت کا موقع ملے۔ رام موہن رائے کے کلکتے آنے سے پہلے ہی ان کی شہرت وہاں پہنچ چکی تھی اور اُن کے ہم نواؤں اور ہم خیالوں کا ایک حلقہ بن گیا تھا۔ اس لئے رام موہن رائے کو کلکتے آنے کے بعد اپنا کام شروع کرنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آئی۔ آتمی یا سبھا، جس کے ہفتے وار جلسے رام موہن رائے کے پائین باغ میں ہوا کرتے تھے، اُس میں شریک ہونے والوں کی تعداد برابر بڑھتی گئی۔

آتمی یا سبھا کے جلسوں میں شریک ہونے والوں اور رام موہن رائے کے ارادت مندوں کو بہ آسانی تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ تو وہ تھا جس کے نہ تو کوئی خاص مذہبی عقائد تھے اور نہ رام موہن رائے کی مذہبی و سماجی تحریک سے وہ کوئی خاص وابستگی رکھتا تھا۔ وہ تو رام موہن کے گرد صرف اس خیال سے جمع ہوتے کہ رام موہن رائے سے تعلق پیدا کرنا اُن کے لئے باعث عزت تھا۔ اور اس تعلق سے وہ لوگ طرح طرح کے ذاتی فائدے بھی حاصل کرتے تھے۔ دوسرا گروہ تھا جو رام موہن رائے کی شخصیت سے متاثر تھا اور جو اپنے دینی و دنیوی مسائل حل کرنے میں رام موہن رائے سے رہبری و رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ تیسرا اور سب سے زیادہ اہم اُن چیدہ لوگوں کا گروہ تھا جو رام موہن کے عقائد اور اُن کے اصولوں سے اتفاق رکھتا تھا اور ان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔ موخر الذکر گروہ کے بیشتر افراد ادھیڑ عمر کے تجربے کار لوگ تھے، جن کو رام موہن رائے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرتے تھے۔ یہی ان کی تحریک کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ آتمی یا سبھا کے اصل روح رواں بھی یہی لوگ تھے۔

۱۸۱۹ء تک ہم کو آتمی یا سبھا کے وجود کا تاریخی ثبوت ملتا ہے۔ اُس وقت تک سبھا کے جلسے بھی پابندی کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ ان جلسوں میں رام موہن رائے اور اُن کے ساتھیوں کے لکھے ہوئے بھجن گائے جاتے تھے۔ یہ خدمت اُس دور کے مشہور موسیقی کار

غلام عباس انجام دیا کرتے تھے۔[۳۸] ۱۸۱۹ء میں بُت پرستی کے جواز اور عدم جواز کے موضوع پر ایک زبردست مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں مدراس کے مشہور پنڈت سوبرا مے رنیہ شاستری اور رام موہن رائے نے حصّہ لیا تھا۔ اس کا پالا رام موہن رائے کے ہاتھ رہا۔

کلکتے کے ابتدائی دورانِ قیام میں رام موہن رائے نے عیسوی مذہب کا مطالعہ کیا۔ انجیل کا انگریزی ترجمہ پڑھتے وقت اُن کو خیال آیا کہ انجیل کا مطالعہ اگر اُس کی اصلی زبان میں کیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا۔ چناں چہ اسی سلسلے میں انھوں نے عبرانی زبان سیکھی۔ انجیل کا ایک خلاصہ بھی تیار کیا جو ۱۸۲۰ء میں کلکتے ہی سے شائع ہوا۔ اس کتاب کی اشاعت نے، غیر متوقع طور پر، سی رام پور کے عیسائی پادریوں کو آتش زیر پا کر دیا۔ چناں چہ انہیں عیسائیوں کے اخبار "فرنڈ آف انڈیا" میں اِس کتاب کے خلاف ایک مضمون 'حق پرست' کے فرضی نام سے شائع ہوا۔ اس کے جواب میں رام موہن رائے نے 'عیسائی پبلک سے اپیل' کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا۔ اس کا جواب مارش مین نے فرنڈ آف انڈیا کے دوسرے نمبر میں شائع کیا۔ اس کا جواب الجواب رام موہن رائے نے 'آخری اپیل' کے نام سے شائع کیا۔ یہ اپیل یورپ اور امریکا کے عیسائی حلقوں میں بے حد پسندیدہ نظروں سے دیکھی گئی۔

برہمو سماج

رام موہن رائے کو اس کا پختہ یقین تھا کہ ہندو مذہب اور سماج میں بہت سی خرابیاں جڑ پکڑ چکی ہیں، اور جب تک وہ خرابیاں دور نہ ہوں گی اس وقت تک عام زندگی کا سدھار ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں رام موہن رائے کا خیال تھا کہ " یہ ضروری ہے کہ ہندو مذہب میں کوئی تبدیلی رونما ہو" نیز " ہندوؤں کی سیاسی بہبودی اور سماجی فلاح کے لئے" ہندو سماجی زندگی میں بھی بنیادی تبدیلیاں لانا وہ ضروری سمجھتے تھے، تاکہ ہندو مذہب وقت اور زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ وہ ایک نجی خط میں لکھتے ہیں کہ

"... میں افسوس کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج کل ہندو مذہب کی جس شکل میں پیروی کی جا رہی ہے، وہ ہندوؤں کے سیاسی مفاد کے لئے غیر مفید ہے۔ ذات پات کی

تفریق نے اُن میں ان گنت گروہ اور در گروہ پیدا کر دیئے ہیں، اور اس چیز نے اُن کو قوم پرورانہ جذبات سے عاری بنا دیا ہے۔ . . . میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم اُن کی (ہندوؤں کی) سیاسی فلاح اور سماجی آسودگی کے لئے اُن کے مذہب میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا کرنا ضروری ہے۔...[۳۹]

انھوں نے اپنے اس خیال کی تبلیغ و اشاعت کا کام زبان اور قلم دونوں سے لیا اور جلد ہی ان کے گرد نوجوانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا جو خود بھی تاریخ کے تقاضوں کو محسوس کر رہا تھا۔ رام موہن رائے نے سب سے پہلے ستی کی رسم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس میدان میں جو کامیابی ان کو نصیب ہوئی وہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۱۱ء میں رام موہن رائے کے بھائی جگ موہن رائے کا انتقال ہوا اور ان کی بھاوج اپنے شوہر کی چتا پر جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس منظر نے رام موہن رائے کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انھوں نے بیڑا اٹھایا کہ جب تک وہ اس رسم کو ختم نہ کر لیں گے چین نہ لیں گے۔ چناں چہ سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد انھوں نے سب سے پہلے ستی کی رسم کے خلاف اعلانیہ تحریک شروع کر دی۔ قدامت پسند اور رجعت پرست ہندوؤں کی سر توڑ مخالفت کے باوجود بالآخر ۱۸۲۸ء میں لارڈ ولیم بنٹنک نے قانوناً اس رسم کو ممنوع قرار دیا۔

اسی سنہ میں رام موہن رائے نے ۲۰ راگست ۱۸۲۸ء کو برہمو سبھا کے نام سے ایک انجمن بنائی اور اپنی تحریک کا آغاز کیا، سبھا کے پہلے سکریٹری تاراچند چکرورتی تھے۔[۴۰] یہ تحریک چوں کہ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے شروع کی گئی تھی اس لئے تاریخ کی قوتیں بھی اس کی تائید میں تھیں۔ چناں چہ دو ہی سال میں اس تحریک نے اتنی مقبولیت حاصل کر لی کہ ہندو سماج سے الگ ہٹ کر ایک برہمو فرقہ بن گیا اور ان کی عبادت کے لئے الگ ایک عبادت خانے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ شروع میں ایک مکان کرائے پر لے لیا گیا، لیکن جلد ہی رام موہن رائے نے خود اپنے ذاتی صرف سے ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا۔ رام موہن رائے کے رفیقوں میں دیبندر ناتھ ٹیگور اور کیشب چندر سین کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اس تحریک کے سلسلے میں رام موہن رائے کے قریب ترین بزرگوں اور عزیزوں نے اُن کی سب سے زیادہ مخالفت کی'' اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس درجہ راسخ العقیدہ اور

اصول پرست ہونے کے باوجود اپنے معترضین کا جواب دیتے وقت اخلاق وتحمل اور دوسروں
کے احترام کرنے کی صفتیں ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ گفتگو کا ان کو بہترین ملکہ حاصل تھا۔
مباحثے میں تحمل اور بردباری کا دامن وہ کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ کتابوں اور رسالوں میں؛
جن کی اشاعت کا بیشتر بار وہ خود برداشت کرتے تھے[41] ان کا انداز تحریر مناظرانہ نہیں بلکہ
دل نشین ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور کے اخبار و رسائل اُن کے مضامین چھاپتے تھے،
اور اُن کے خلوص کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

تعلیمی سرگرمیاں

ہندستانیوں کی سماجی اصلاح کے سلسلے میں رام موہن رائے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ ملک
میں مغربی علوم اور مغربی سائنس کی تعلیم زیادہ سے زیادہ عام کی جائے۔ کلکتے میں سکونت
اختیار کرنے کے سال ہی بھر بعد انھوں نے ابتدائی انگریزی تعلیم کے لئے ایک اسکول "انگلش
اسکول" کے نام سے قائم کیا۔ اس اسکول میں طالب علموں سے فیس نہیں لی جاتی تھی۔ اسکول
کے سارے اخراجات رام موہن رائے خود برداشت کرتے تھے۔ پھر انھوں نے ایک کلاس
اپنے پائین باغ میں کھولا۔ اس کلاس میں اوّل الذکر اسکول کے فارغ التحصیل طالب علموں
کو اعلیٰ انگریزی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کلاس کے نگراں ایک انگریز استاد تھے، جن کو
سو روپے ماہوار رام موہن رائے اپنی جیب سے دیتے تھے۔ ۱۸۲۲ء میں زمین خرید کر ایک
اسکول کی عمارت بھی انھوں نے بنوائی۔ یہ مدرسہ "انگلو ہندو" اسکول کے نام سے مشہور ہوا۔
اس اسکول کے ایک امتحان کا تفصیلی ذکر ہم کو ۱۰ر جنوری ۱۸۲۸ء کے بنگال ہرکارو میں
ملتا ہے، جس سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس اسکول کے مصارف کا بڑا حصّہ خود
رام موہن رائے پورا کرتے تھے اور اس کام میں "چند خاص افراد، جن میں کچھ یورپین
اور اُن کے چند ہم وطن دونوں شامل ہیں" ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

۱۸۲۳ء میں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ہندستانیوں کو عربی اور سنسکرت کی تعلیم
دینے کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے جب ایک کمیٹی بنائی تو رام موہن رائے نے اس تجویز

کی مخالفت کرتے ہوئے لارڈ ہیسٹ کو، جو اُس وقت گورنر جنرل تھے۔ ایک طویل مراسلہ بھیجا، جس کو ہندستان کی تعلیمی تاریخ میں ایک اہم دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ اس مراسلے میں انھوں نے لکھا کہ

"اس ملک کو اگر تاریکی میں رکھنا مقصود ہو تو اس مقصد کی تکمیل کے لئے سنسکرت طریق تعلیم سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔"[۴۲]

آگے چل کر انھوں نے اسی مراسلے میں اس بات پر زور دیا تھا کہ ہندستانیوں کو مشرقی علوم کی نہیں بلکہ مغربی علوم مثلاً "طبیعات"، "کمسٹری"، اور "اناٹومی وغیرہ" کی تعلیم دی جائے۔ اسی مراسلے میں انھوں نے ایک ایسا کالج قائم کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا تھا، جس میں "یورپ کے تعلیم یافتہ ذہین اور قابل استاد" ہندستانیوں کو مغربی طرز کی تعلیم دیں۔ اس دستاویز کے سلسلے میں یہ بات بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہے کہ رام موہن رائے کی اس تجویز کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا کہ "اس درخواست پر صرف ایک (ہندستانی) کے دستخط ہیں، جس کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ اس کے تمام ہم وطنوں کی رائے اُس کے خلاف ہے۔"[۴۳]

کلکتے کا موجودہ پریسیڈنسی کالج، جس کی ابتداء 'ہندو کالج' کے نام سے ۱۸۱۷ء میں ہوئی تھی، اُس کے قیام میں بھی رام موہن رائے کی کوششوں کو بہت دخل تھا۔ اس سلسلے میں کلکتہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سر ہائڈ ایسٹ کا ایک خط قابل ذکر ہے، جو اُسی زمانے میں انھوں نے اپنے ایک دوست کو انگلستان بھیجا تھا۔ اُس کے اقتباسات کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

"ایک دل چسپ اور عجیب وغریب منظر یہاں آج کل دیکھنے میں آیا... مئی کے اوائل میں کلکتے کا ایک برہمن (رام موہن رائے) جس سے میں واقف ہوں، اور جو، مقامی باشندوں میں، اپنی ذہانت اور پرجوش سرگرمیوں کے باعث ممتاز ہے، نیز ہمارے معزز ہم وطنوں کا بھی وہ شناسا ہے، مجھ سے ملنے آیا۔ اُس نے کہا کہ بہت سے سربرآوردہ ہندو اپنے بچّوں کی تعلیم کے لئے ایک ایسا کالج قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں یورپین طرز کی لبرل تعلیم دی جاسکے۔ اُس نے یہ بھی بتلایا کہ ان لوگوں کی خواہش ہو کہ اس مقصد کے لئے جلسہ میرے نام سے بلایا جائے... گورنر جنرل کے مشورے کے بعد... ۱۴ مئی ۱۸۱۶ء کو میرے مکان میں جلسہ ہوا... پچاس ہزار روپے کا چندہ جمع ہوا اور اس سے زیادہ کا وعدہ کیا گیا

"... میں نے محسوس کیا کہ ایک معزز برہمن جو دولت مند اور ذی اثر ہے۔ رام موہن کا شدید مخالف ہے... اس نے توقع ظاہر کی کہ اس کام کے لئے رام موہن رائے سے چندہ نہ لیا جائے گا... وجہ دریافت کرنے پر اُس نے بتلایا کہ 'اُس نے (رام موہن رائے نے) ہم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور ہمارے مذہب پر حملے کرتا ہے'... میں نے کہا کہ 'میں ایک عیسائی ہوں اور اپنے خیال میں سچا عیسائی ہوں، مجھے امید ہے کہ میرے عیسائی ہونے کے باوجود آپ میرا چندہ قبول کرنے سے انکار نہ کریں گے' یہ بات میں نے خوش دلی کے انداز میں کہی تھی۔ اُس نے جواب دیا 'نہیں بالکل نہیں، بلکہ آپ سے چندہ لے کر ہمیں خوشی ہوگی لیکن رام موہن رائے کا معاملہ دوسرا ہے۔ وہ ہندو ہے اور ہندو ہونے کے باوجود اُس نے ہمارے مذہب کو رسوا کیا ہے اور ہمارے مذہب کے خلاف اُس نے لکھا ہے'۔"

سر ہائڈ ایسٹ اسی خط میں لکھتے ہیں کہ ایک اور برہمن سے انھوں نے دریافت کیا کہ وہ لوگ رام موہن رائے کے کیوں اس قدر خلاف ہیں تو اُس نے مندرجہ بالا اعتراض کو دہراتے ہوئے اُس پر یہ بھی اضافہ کیا کہ رام موہن رائے کو لوگ

"خصوصاً اس وجہ سے ناپسند کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے حد سے زیادہ گھُلے ملے رہتے ہیں۔ اور یہی نہیں ہے کہ چند مسلمانوں سے اُن کی مخصوص دوستی ہے بلکہ وہ تو ہمہ وقت انھیں لوگوں میں گھرے رہتے ہیں اور (اس سے) گمان کیا جاتا ہے کہ وہ انھیں کے رنگ میں رنگ گئے ہیں..."[۴۴]

ایک اور صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ رام موہن رائے کی عام مخالفت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ "ان کی نجی زندگی اور اُن کے عادات وخصائل مسلمانوں جیسے تھے"[۴۵]

رام موہن رائے وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ انھوں نے اسلام اور مذہب عیسوی کا بھی غائر مطالعہ کیا تھا اور موحّد عیسائیوں کے گرجے میں جا کر ان کی عبادت میں بھی اکثر شریک ہوا کرتے تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ اپنے ماضی سے دامن جھٹک کر بالکل الگ نہیں ہو سکے تھے۔ "اگرچہ انھوں نے برہمو سماج کی بنیادیں واضح طور پر وحدۃ الوجود کے فلسفے پر قائم کی تھیں لیکن اُن کے عبادت خانے میں برہمن کے علاوہ کسی دوسری ذات کا فرد امامت یا

پیشوائی کے فرائض انجام نہیں دے سکتا تھا۔"[46] برہمو سماج کے عبادتی جلسے ہر سنیچر کی شام کو سبھا کے مخصوص عبادت خانے میں منعقد ہوتے تھے، جہاں "ایک بغلی کمرے میں دو تلنگو برہمن وید کے بھجن گاتے تھے۔ اس کمرے میں غیر برہمنوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی"۔[47] زنار کا استعمال بھی انھوں نے مرتے دم تک ترک نہیں کیا تھا۔ چناں چہ انگلستان میں جب اُن کا انتقال ہوا تو زنار ان کے جسم پر موجود تھا۔ ان کا وہ زنار آج بھی کلکتے کی رام موہن رائے لائبریری میں محفوظ ہے یہ تضاد بظاہر حیرت ناک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اس دور کے حالات کی پیداوار تھا۔ ان کے بعد آنے والے دور میں ان سے زیادہ ترقی پسند لوگوں میں بھی یہ تضاد موجود تھا، بلکہ مختلف شکلوں میں یہی تضاد آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں کارفرما نظر آتا ہے۔

رام موہن رائے بہر حال "ابنِ آدم" تھے اور "خوئے آدم" بھی ان کو ورثا ملی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے وقت کے بہت بڑے ترقی پسند تھے۔ اُنھوں نے اُس نازک دور میں ہوش سنبھالا جب ہندستان کی سماجی تاریخ انتہائی خطرناک اور پُرپیچ موڑوں سے گزر رہی تھی۔ پرانا نظام دم توڑ رہا تھا اور نئے نظام کی آمد آمد کا اہتمام درپیش تھا۔ رام موہن رائے کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے وقت کے تقاضوں اور تاریخ کی ضرورتوں کو محسوس ہی نہیں کیا بلکہ ایسے حالات پیدا کئے جنھوں نے ان تاریخی ضرورتوں کو پورا کیا۔ یہ بڑی بہادری کا کام تھا۔ پلاسی کے قومی سانحے اور اس کے نتیجے میں بنگال کی لوٹ کی یاد ہندستانیوں کے دلوں میں عموماً اور بنگالیوں کے دلوں میں خصوصاً باقی رہی ہوگی۔ ان حالات نے رام موہن رائے کا کام بہت دشوار کر دیا ہوگا۔

رام موہن رائے کے سیاسی عقائد

رام موہن رائے عام طور پر مذہبی اور سماجی مصلح کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں، لیکن اُن کے سیاسی خیالات، جن کا وہ اعلانیہ اظہار بھی کیا کرتے تھے، اپنے اندر کافی وزن رکھتے ہیں۔ ہماری زندگی کی اور شاہراہوں کی طرح ہماری جدید سیاسی زندگی کا آغاز بھی انگریزی اقتدار ہی کے آغاز سے وابستہ ہے۔ چناں چہ ہماری ابتدائی سیاسی زندگی کے دور میں رام موہن رائے

ہم کو پہلے ہندستانی نظر آتے ہیں، جن کے اندر سیاسی شعور بدرجہ اتم موجود تھا۔ اوائل عمر میں، خود رام موہن رائے کے بیان کے مطابق ان کو "ہندستان میں برطانوی اقتدار کے قیام سے شدید بے زاری تھی"۔ یہ قصہ "آتش کی جوانی" کا ہے، جب کہ رام موہن رائے کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ یہ جذباتیت کا دور تھا۔ لیکن جذبات کا طوفان ان کو بہت دور تک اپنے ساتھ نہ لے جاسکا۔ انھوں نے گرد و پیش کے حالات کا یقیناً جائزہ لیا ہوگا۔ پلاسی کے میدان میں سراج الدولہ کی شکست، بنگال کی لوٹ، بنگالیوں کی خستہ حالی، مغلیہ سلطنت کی بے بسی، اور سب پر بالا ہندستانی طاقتوں کی عدم تنظیم۔ جو جاگیر دارانہ نظام زندگی کی بوسیدگی کا نتیجہ تھا اور ان حالات کے مقابلے میں دوسری طرف مغربی طاقتوں کا علمی، ذہنی، سیاسی اور فوجی تفوق تھا۔ ان حالات سے انھوں نے یقیناً دو نتیجے نکالے ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ غیر ملکی نظام جس آسانی سے قائم ہوتا جارہا ہے، اس آسانی کے ساتھ ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف وہ اس مجبوری کو نعمت غیر مترقبہ بھی سمجھ رہے تھے۔ برطانوی راج کا قیام، خود رام موہن رائے کے الفاظ میں ہندستان کی گردن میں "غیر ملکی غلامی کا جوا" تھا، لیکن ساتھ ہی ان کو اس کا بھی یقین تھا کہ یہ مغربی بدیسی راج "قطعاً اور بہت جلد دیسی باشندگان ملک کو سدھار دے گا"۔ یہ نظریہ صرف حالات سے مفاہمت کے لئے نہیں تراشا گیا تھا بلکہ اس میں ٹھوس حقیقت پسندی بھی شامل تھی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے اقتدار کے ابتدائی دور، یعنی اٹھارویں صدی کے اواخر ہی میں "ہندو مسلم مسئلے" کو جنم دے دیا تھا، اور انیسویں صدی کے اوائل میں وہ پروان چڑھنے لگا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رام موہن رائے کے سیرت نگاروں نے اُن کے اُن خیالات کا بھی جائزہ لینا ضروری سمجھا، جن کا ہندو مسلم مسئلے سے تعلق ہے۔ راما نند چیٹرجی (آنجہانی) اڈیٹر ماڈرن ریویو لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کی حکومت، ان کی سماجی زندگی، ان کے کیرکٹر اور اُن کے کلچر کے متعلق رام موہن رائے کے خیالات غیر متعصبانہ ہی نہیں بلکہ برادرانہ تھے"۔[۴۸] راما نند چیٹرجی نے اپنے نظریے کی تائید میں رام موہن رائے کے کچھ بیانات پیش کئے ہیں۔ "ہندستان کے عدالتی نظام" کی تحقیقاتی کمیٹی کے سوالوں کے جواب میں یہ بیانات رام موہن رائے

نے دئے تھے۔ ان میں سے ایک سوال اور اس کا جواب یہ ہے۔

سوال ۔ ہندو مسلم وکلا، جو عدالتوں میں کام کرتے ہیں، ان کے عدالتی کیرکٹر اور طرزِ عمل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۔ مسلمانوں میں مجھے کچھ ایمان دار وکیل ملے ہیں۔ ہندو وکلا کے متعلق لوگوں کی رائے اچھی نہیں ہے اور ان کو پبلک کا اعتماد بھی حاصل نہیں ہے۔

رام موہن رائے کے سیاسی ذہن کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ انھوں نے ہندستان کے سیاسی مسائل کو محدود قومی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا۔ ان کی دوربین نگاہوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا تھا کہ ہندستان اور ایشیا کی سیاسی نجات ساری دنیا کی سیاسی نجات سے وابستہ ہے۔ چناں چہ یورپ اور امریکا کے ہر سیاسی مسئلے کو انھوں نے ہمیشہ اپنا مسئلہ سمجھا اور ہر موقع پر سارے ایشیا کو انھوں نے اپنے سامنے رکھا اور پورے مشرق کی نمائندگی کی۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کا اخبار "مراۃ الاخبار" ہندستان سے نکل کر کابل، تہران اور سمرقند و بخارا تک جاتا تھا۔ رام موہن رائے نے واضح الفاظ میں اس کا ذکر اپنے آخری ایڈیٹوریل میں کیا ہے جو اخبار بند کرتے وقت انھوں نے لکھا تھا۔ دنیا کے کسی ملک میں آزادی خواہ عوام کو اگر کامیابی نصیب ہوتی تو رام موہن رائے کا کلیجا بانسوں بڑھ جاتا۔ ایسے موقعوں پر وہ اعلانیہ خوشیاں مناتے، دعوتیں اور چراغاں کرتے۔ چناں چہ جنوبی امریکا کی ہسپانوی نوآبادی کے قوم پرستوں نے جب ہسپانوی سامراجیوں کو شکست دی اور اس کی خبر ہندستان پہنچی، تو رام موہن رائے کو اس درجہ خوشی ہوئی کہ انھوں نے اپنے گھر پر چراغاں کیا اور ایک بڑی دعوت کی، جس میں ساٹھ معزز یورپین افراد کو بھی مدعو کیا اور دعوت کے بعد لکھی ہوئی ایک انگریزی تقریر پڑھی۔ جب ایک انگریز نے اُن سے سوال کیا کہ آپ نے یہ خوشی کیوں منائی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ "انسان چاہے وہ دنیا کے جس حصے میں بھی رہتے ہوں، جو زبان بھی بولتے ہوں اور جو بھی اُن کا مذہب ہو میرے ابنائے جنس ہیں۔ کیا اُن کی خوشی سے مجھے خوشی نہ ہونی چاہیے؟"[۴۹]

اسی طرح دنیا کے کسی حصے میں اگر آزادی خواہوں کو شکست ہوتی تو ان کی افسردہ دلی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ نیپلز میں قوم پرستوں کو آسٹریا کی فوجوں نے

کچل دیا ہے اور وہاں از سرِ نو سامراجی حکومت قائم ہوگئی ہے تو اُس دن رام موہن رائے گھر سے باہر نہ نکل سکے۔ اُسی شام کو کلکتہ جرنل کے اڈیٹر مسٹر بکنگھم کے یہاں وہ مدعو تھے، چناں چہ معذرت کرتے ہوئے انھوں نے بکنگھم کو لکھا کہ

"یورپ سے آئی ہوئی خبر کا میرے ذہن پر بڑا رنج دہ اثر ہوا ہے۔۔۔ اس بُری خبر سے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ میری زندگی میں یورپ اور ایشیا کے ممالک یکساں طور پر نہ تو آزاد ہوسکیں گے اور نہ ایشیا کے یوروپین مقبوضات کی موجودہ حالت ہی بہتر ہوسکے گی۔

"ان حالات میں باشندگان نیپلز کے معاملے کو میں اپنا معاملہ سمجھتا ہوں، اور اُن کے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔ آزادی کے دشمن اور ملوکیت کے پرستاروں کو نہ تو کبھی کامیابی نصیب ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔"[۵۰]

رام موہن رائے کے سفرِ یورپ پر روانہ ہونے سے چند مہینے پہلے فرانس کے نئے انقلاب کی خبر کلکتے پہنچی، تو رام موہن رائے کو اس درجہ خوشی ہوئی کہ کئی دن تک سوا اِس ایک موضوع کے اور کسی موضوع پر انھوں نے بات ہی نہیں کی۔

بادشاہ دہلی کی سفارت

اکبر شاہ ثانی، بادشاہ دہلی کو ایسٹ انڈیا کمپنی بارہ لاکھ روپے سالانہ بطور نذرانہ یا بطور وظیفہ دیا کرتی تھی۔ اس رقم میں اضافے، نیز دوسری شکایتوں کی دادرسی کے لئے بہادر شاہ ثانی نے شہنشاہ انگلستان کی عدالت میں اپیل کرنی چاہی، تو اُن کو ایک ایسے قابل اور قابل اعتماد آدمی کی تلاش ہوئی جو انگلستان کے شاہی اجلاس میں اُن کی اپیل پیش کرسکے اور اُس کی پیروی کرسکے۔ اس کام کے لئے بادشاہ دہلی نے رام موہن رائے کا انتخاب کیا اور رام موہن رائے بہ خوشی اس خدمت کی بجا آوری کے لئے تیار ہوگئے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے دہلی کا سفر بھی کیا۔ اکبر شاہ ثانی نے رام موہن رائے کے مشن کی اہمیت کے اعتبار سے اُن کو ایلچی کا عہدہ اور راجا کا خطاب دیا۔ لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی نے اُن کے عہدے

اور خطاب دونوں کو تسلیم نہیں کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب رام موہن رائے کی سفارتی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو رام موہن رائے نے، بادشاہ دہلی کے مشورے یا ہدایت کے مطابق، یہ طے کیا کہ وہ غیر سرکاری حیثیت سے اسی کام کے لئے انگلستان جائیں۔ چناں چہ اس سفر کے لئے دہلی کے شاہی خزانے سے رام موہن رائے کو ستّر ہزار روپے دئے گئے۔ ۱۵ر نومبر ۱۸۳۰ء کو رام موہن رائے نے ساحل ہندستان کو خیر باد کہا اور ۸ر اپریل ۱۸۳۱ء کو لیورپول پہنچے۔ انھوں نے سب سے پہلے اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے کی طرف توجہ کی اور اُن کو اس حد تک کامیابی ہوئی کہ اکبر شاہ ثانی کے وظیفے میں تین لاکھ کا اضافہ ہو گیا۔ یہ رقم رام موہن رائے اور اکبر شاہ ثانی دونوں کی توقعات سے کم تھی۔ ابتداً اکبر شاہ نے اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، لیکن رام موہن رائے کی بے وقت موت نے اُن کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور مجبوراً انھوں نے یہ اضافہ قبول کر لیا۔

اس سلسلے میں یہ جاننا بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ "رام موہن رائے کی وفات کے بعد شہنشاہ (دہلی) رام موہن کے بیٹے رادھا پرشاد اور رام پرشاد کو، اُن کے والد کی خدمات کے معاوضے میں، ۸۷۵ روپے ماہوار بطور پنشن مقرر کرنا چاہتے تھے۔" لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارباب انتظام نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی کے متعلق اکبر شاہ ثانی نے لارڈ آکلینڈ کو ایک طویل خط لکھا، جس کے اقتباسات کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔

"... رام موہن رائے نے میرے وعدوں اور میری عنایتوں پر اعتماد کر کے انگلستان کا طویل سفر اختیار کیا اور اپنی جان قربان کر دی۔ یہی مناسب ہے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے کہ میں اپنے وعدوں کو پورا کروں۔ میرے وعدوں اور (رقم کے) اضافے سے قطع نظر، جس شخص نے اپنے آقا کی خدمت انجام دیتے ہوئے اپنی جان دی ہو، اس کے اہل و عیال کی پرورش آقا پر فرض ہے۔ خصوصاً راؤ رادھا پرشاد اور راؤ رام پرشاد جیسے لوگوں کی پرورش، جو راجا رام موہن رائے کے بیٹے اور میرے جاں نثار ملازم ہیں، جن کو معاوضہ دینے کا میں وعدہ کر چکا ہوں اور جو اسی امید پر دو سال سے

میری چوکھٹ سے لگے پڑے ہیں ...... قرض کا ادا کرنا، ہر قانون کے مطابق، انسان کا فرض ہوتا ہے۔ راجا رام موہن رائے کے بیٹوں کو معاوضہ دینے اور ان کی تنخواہیں متور کرنے کا میرا وعدہ ... اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ادائیگی قرض کی طرح تو مجھ پر فرض ہے ...[51]

اکبر شاہ کا یہ خط، جس میں انھوں نے رام موہن رائے کے بیٹوں کی پرزور وکالت کی تھی، صدا بصحرا ثابت ہوا اور گورنر جنرل نے کسی طرح بھی اس کی منظوری نہیں دی کہ رام موہن رائے کے بیٹوں کو پنشن دی جائے۔ اس واقعے کے سلسلے میں دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ اُن میں سے ایک تو اکبر شاہ ثانی کی ایمان داری، شرافت اور انصاف پسندی ہے، اور دوسری طرف شہنشاہ دہلی، کی بے بسی اور بے چارگی ہے، جو انتہائی عبرت ناک ہے۔

یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکار نے تو رام موہن رائے کی سفارتی حیثیت اور ان کے مرتبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، لیکن انگلستان کے عوام نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس دور کے کلکتے کے اخبار انڈیا گزٹ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ رام موہن رائے جب کچھ کارخانے دیکھنے گئے "تو مرد، عورتیں اور بچے اپنے اپنے کام چھوڑ کر اُن پر ٹوٹ پڑے۔ "بہت سے لوگ، جن کو ہاتھ دھونے کا بھی موقع نہ ملا تھا، اُن سے ہاتھ ملانے پر مصر تھے۔ اکثر عورتیں، جو جلدی میں ٹھیک سے میک اپ بھی نہ کر سکی تھیں ان سے بغل گیر ہونے کی متمنی تھیں۔ بڑی مشکل سے انھوں نے اپنی جان چھڑائی ... کارخانوں میں داخل ہونے کا راستہ بنانے کے لئے، پولیس کو طلب کرنا پڑا۔ اور جب وہ کارخانے کے اندر داخل ہو جاتے تو پھاٹک بند کر دئے جاتے تاکہ ہجوم اندر داخل نہ ہونے پائے۔"[52]

رام موہن رائے نے اپنی زندگی کے آخری تین سال انگلستان میں بسر کئے۔ وہ پہلے برہمن تھے جنھوں نے سمندر پار کا سفر کیا اور اس طلسم کو توڑا کہ سمندر کا سفر دھرم کو نشٹ کر دیتا ہے۔ انگلستان کے دوران قیام میں انھوں نے پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی کے سامنے ہندستان کے طریقِ مال گزاری اور عدالتی نظام کے متعلق شہادتی بیانات بھی دئے۔

ہندستان کی جدید اخبار نویسی کے باوا آدم رام موہن رائے نے زندگی کے آخری دن

برسٹل (انگلستان) میں گزارے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ برسٹل کے قریب ہی وادیٔ آرنو میں ان کو دفن کیا گیا۔ ان کی قبر پر حسب ذیل کتبہ نصب ہے۔

"اس سنگ مزار کے نیچے رام موہن رائے بہادر مدفون ہیں جو خدا کی وحدانیت پر مضبوطی سے اعتقاد رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی ذات الٰہی کی پرستش کے لئے وقف کر دی تھی۔ انھوں نے خداداد استعداد کے ساتھ بہت سی زبانوں کی مہارت حاصل کر لی اور بہت جلد اپنے زمانے کے ایک جلیل القدر عالم ہونے کا امتیاز حاصل کر لیا۔ ان کے ہم وطنوں کو یہ بات تشکّر کے ساتھ یاد رہے گی کہ باشندگان ہند کی سماجی، اخلاقی اور جسمانی حالت کو ترقی دینے کی انھوں نے ان تھک کوشش کی۔ ستی کی رسم کو ختم کرنے اور بت پرستی کو روکنے میں وہ دل و جان سے لگے رہے۔ ہر اس تحریک کی انھوں نے تائید کی جس کا مقصد خدا کی عظمت اور انسان کی فلاح و بہبود کو وسعت دینے کی طرف مائل ہوتی۔ یہ لوح مزار اس افسوس اور فخر کا اظہار کرتی ہے جسے ان کے بعد آنے والی نسلیں اپنے دل میں محفوظ رکھیں گی۔ ۱۷۷۴ء میں بنگال کے ایک مقام رادھانگر میں وہ پیدا ہوئے اور ۲۷ دسمبر ۱۸۳۳ء میں برسٹل کے مقام پر وفات پائی۔"

رام موہن رائے کے ہم عصر اخبارات اور اُن کے معاصرین اُن کو حسن عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے، اُس کا جام جہاں نما (۲ جولائی ۱۸۳۳ء) کی اِس خبر اور اُس کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے۔

"خبر چندہ

"معلوم و مفہوم شود کہ دریں طرف آداں سعادت توامان لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل بہادر بہ یاد لیاقت و قابلیت بابو رام موہن رائے متوفی پانصد روپیہ بطریق چندہ بہ احباب اوار سال داشتہ اند و تحریر فرمودہ کہ اگر احبائے بابو متوفی مستعد و آمادہ خواہند شد دریں صورت بے شائبہ تکلف زر خطیر بہ نیت کار خیر بعرض ارسال خواہد آمد۔ از یں ارشاد فیض بنیاد بہ دوستان بابو تقویت دست داد از آنجا کہ در انجام

ایں کار حاجت زر بکثرت است لہٰذا قرار یافت کہ بذریعہ تحریر در انگلستان و ملک امریکا بہ دوستان بابو متوفی کہ در انجا بکثرت اند ازیں امر خبر اطلاع باید کرد۔ یقینیکہ (یقین کہ) معاونت بہ زر خطیر رو نماید و تا ایں زمان دہ ہزار روپیہ فراہم آمدہ است لیکن از کم (کم از) یک لک روپیہ صورت ایں امر نخواہد بست، و علاوہ بریں اعانت صاحبان گورمنٹ دریں مادہ بر ضرور است۔ باید دانست کہ روسائے ہند را لازم بلکہ الزم آنست کہ در ترتیب مدرسہ نام بابو متوفی بہر نہجے کہ می توانند بقدر وسعت یاوری بکار برند کہ بابو متوفی بدرستی کار پادشاہ ہندوستان چہ مشقت ہا بکار بردہ تا آنکہ جاں را نثار کرد"

سمبد کمُودی

دسمبر ۱۸۲۱ء میں ایک بنگلہ ہفتے وار اخبار سمبد کمودی (خبروں کا مہتاب) کا اجرا ہوا۔ دیسی زبان کا یہ پہلا اخبار تھا جس کو ایک ہندستانی نے خالص ہندستانی نقطہ نگاہ سے نکالا تھا۔ اس اخبار کے سنِ اجرا، اور اُس کی ملکیت کے متعلق مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ پادری جے، لانگ نے اپنی سرکاری رپورٹ میں سمبد کمودی کا سنہ اجرا ۱۸۱۹ء بتلایا ہے اور انھیں کے بیان کے مطابق اس کے اڈیٹر بابو تارا چند دت اور بھوانی چرن بندھوپادیا تھے۔ جے، لانگ نے یہ بھی بتلایا ہے کہ رام موہن رائے نے بھوانی چرن بندجی کی ادارت میں سمبد کمودی جاری کیا۔ پادری موصوف نے سمبد کمودی کا جو سنہ اجرا بتایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کلکتہ جرنل جو سمبد کمودی کا ہم عصر تھا اس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار کا دسمبر ۱۸۲۱ء میں اجرا ہوا کلکتہ جرنل کی حیثیت ایک مستند اور عینی شاہد کی ہے اس لئے اس کا بیان اس باب میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

کلکتہ جرنل میں سمبد کمودی کا ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس کے مطابق سمبد کمودی میں "مذہبی سماجی اور سیاسی معاملات ملکی واقعات، مقامی و بیرونی خبریں اور موضوعات حاضرہ پر دلچسپ اور غیر مطبوعہ مضامین پابندی کے ساتھ منگل کی صبح کو شائع" ہوا کرتے تھے۔ اخبار کے جاری ہونے سے پہلے عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ "جن لوگوں کو اس اخبار سے دلچسپی ہو

دہ دو روپے، جو اخبار کا ماہانہ چندہ ہے، پیشگی عطا کریں اور اس کے معاوضے میں ہم (منتظمین اخبار) وعدہ کرتے ہیں کہ اخبار کو زیادہ سے زیادہ پر از معلومات اور دل چسپ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔"[۵۳]

اخبار کے پہلے نمبر میں "بنگالی عوام سے خطاب" کے عنوان سے اخبار کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے اڈیٹر نے لکھا کہ

"منتظمین اخبار مودبانہ اور مختصراً یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کے خیال سے یہ اخبار جاری کیا جا رہا ہے۔ اور یہی مقصد اخبار کے مباحث کا رہنما ہوگا۔۔۔ دیسی زبان اور دیسی لوگوں کے انتظام اور انھیں کی ادارت میں اخبار کا جاری ہونا اگر وقت کا تقاضا نہ بھی ہو تو اس کوشش میں کم از کم ندرت تو ضرور ہی ہے۔ منتظمین اخبار اس بات کی امکانی کوشش کریں گے کہ جہاں تک ہو سکے اخبار کو مفید اور دل چسپ بنایا جائے۔۔۔ ہندستان میں اخبار نویسی جن حالات سے گزر رہی ہے ان کے پیش نظر اخبار کی طرف سے (حکومت کے ذہن میں) کسی قسم کی بدگمانی نہ پیدا ہونی چاہیے۔ اب تک اخباروں پر پابندیاں تھیں، مگر ہمارے موجودہ حکمراں کریم النفس مارکوئس آف ہیسٹنگز کی وجہ سے زنجیریں ٹوٹ چکی ہیں اور اخباروں کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔۔۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس اخبار میں جو دل چسپ مضامین شائع ہوں ان کا مشرق کی دوسری زبانوں میں عموماً اور فارسی و ہندستانی میں خصوصاً ترجمہ شائع کیا کریں لیکن اس کے لئے زیادہ سرمائے کی ضرورت ہے اور اس کا تمام تر انحصار اُس ہمت افزائی پر ہے جس کے ہم امیدوار ہیں۔"[۵۴]

مندرجہ بالا عبارت کا انداز تحریر پادری لانگ کے اس بیان کی تائید کرتا ہے کہ سمبد کمودی کے مالک رام موہن رائے ہی تھے۔ فارسی اور ہندستانی اخبار جاری کرنے کا جو خیال اس اقتباس میں ظاہر کیا گیا تھا اس کو رام موہن رائے نے جلد ہی عملی شکل دے دی۔

ایک انگریزی اخبار کی مخالفت

سمبد کمودی جو پہلا خالص ہندستانی اخبار تھا اور جس کا رام موہن رائے جیسے ہوش مند ہندستانی کی ذات سے تعلق تھا اس کی اشاعت، اگر سرکاری اور دوسرے برطانوی حلقوں میں پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھی گئی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ سمبد کمودی کے باضابطہ جاری ہونے سے پہلے اس کے اغراض و مقاصد جب کلکتہ جرنل میں شائع ہوئے تو کلکتے کے ایک انگریزی اخبار نے اس کے اقتباسات شائع کرتے ہوئے حسب ذیل تبصرہ کیا۔

"ایک دیسی اخبار کے اغراض و مقاصد ہم نے کلکتہ جرنل سے اخذ کئے ہیں۔ یہ بڑے وسیع اغراض و مقاصد ہیں مگر ہم کو قطعاً اس کا اعتراف ہے کہ ہم اُن لوگوں کے ہم آواز نہیں ہو سکتے جو اس اخبار کو "چراغ ہدایت" سمجھ کر مرحبا کہہ رہے ہیں۔ جاہل (ہندستانی) عوام کے جذبات یا ان کی اہلیت کو سیاسی مباحث راس نہ آئینگے جہاں تک ریشنل (عقلی) آزادی کا تعلق ہے اس کے ہم اوروں سے کچھ کم پرزور حامی نہیں ہیں۔ مگر ایک ایسا اقدام جو بہت سی برائیوں کے حامل ہونے کا امکان بھی رکھتا ہو اور جس کی افادیت مبہم اور غیر یقینی ہو اس کے حق میں اپنا ووٹ دینے سے پہلے ہم کو ٹھہر کر سوچنا چاہیے۔" اس کے بعد ایڈیٹر آئرلینڈ کا ذکر کر کے ایک سوال کرتا ہے کہ "اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہ بنگالی اخبار بھی وہیں کے اخباروں کی طرح فتنہ انگیزی پر نہ اتر آئے گا؟" ۵۵

جو شبہات مندرجہ بالا اقتباسات میں ظاہر کئے گئے ہیں کچھ دنوں کے بعد لارڈ منرو نے ان کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ

"اگر ساری رعایا ہماری ہم وطن ہوتی تو میں اخباروں کی انتہائی آزادی کو ترجیح دیتا مگر چوں کہ وہ ہماری ہم وطن نہیں ہے اس لئے اس سے زیادہ خطرناک کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔" ۵۶

ایک انگریزی اخبار کی حمایت

کلکتہ جرنل کے اڈیٹر مسٹر بکنگھم کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وہ اخباروں کی آزادی کے حامی اور دیسی اخبار نویسی کی ہمت افزائی کے علم بردار تھے۔ رام موہن رائے سے بھی اُن کے گہرے تعلقات تھے۔ سمبد کمودی کے ۹ نمبروں کی اشاعت کے بعد انھوں نے اپنے اخبار میں لکھا کہ "کچھ دن ہوئے جب ہم نے ایک دیسی اخبار کا اشتہار شائع کیا تھا۔ اب صرف یہ بتلانے کے لئے ہم اس موضوع کی طرف واپس آتے ہیں کہ اس اخبار کی نو اشاعتیں دیکھنے کے بعد بھی اخبار کے متعلق ہم وہی امید افزا خیال رکھتے ہیں جو ہم نے پہلے ظاہر کیا تھا۔ اگر اخبار اپنی موجودہ مفید روش پر قائم رہا تو ہم کو یقین ہے کہ اس کی قدر و قیمت میں روز افزوں ترقی ہوگی اور لوگوں میں اخبار پڑھنے اور خبروں سے واقف کاری حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوگا۔۔"[۵۷]

سمبد کمودی کے اڈیٹر بھوانی چرن بندجی زیادہ عرصے تک رام موہن رائے کا ساتھ نہ دے سکے اور چار مہینے تک اخبار نکالنے کے بعد وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کی وجہ سے کچھ دنوں تک اخبار بند رہا۔ اس موقع پر پھر مسٹر بکنگھم نے طنزاً لکھا کہ "وہ اخبار جو خطرناک امکانات کا حامل تھا اور جس سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہندستان کی فضا میں وہ اس طرح پھٹے گا جیسے کسی نے بارود کے پیپے میں چنگاری ڈال دی ہو، اب وہ بند ہو گیا ہے اور اس کے بند ہونے کا اصل سبب ہمارے خیال میں یہ ہے کہ بعض رسوم کی عموماً اور ہندو بیواؤں کو زندہ جلانے کی خصوصاً سمبد کمودی جو مخالفت کیا کرتا تھا، لوگوں کو پسند نہ آئی۔ غریب سمبد کمودی جو بہت سی بدگمانیوں کا مرکز تھا، دسمبر ۱۸۲۱ء کو اس کا اجرا ہوا تھا۔۔"[۵۸]
کچھ دنوں کے بعد مسٹر بکنگھم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہوگی کہ سمبد کمودی پھر شائع ہونے لگا اور پادری جے، لانگ کی اس فہرست کے مطابق جس کا ذکر اس باب میں کئی بار کیا گیا ہے، سمبد کمودی ۳۳ سال تک جاری رہا اور بالآخر اس اخبار نے لارڈ بنٹنک کے ہاتھوں ستی کی اُس رسم کا خاتمہ بھی دیکھا جس کو بروئے کار لانے میں اُس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا۔

سماچار چندریکا اور دھرم سبھا

سمبد کمودی نے ہندو سماجی اصلاح اور ستی کی رسم کی مخالفت میں جب تحریک شروع کی تو رجعت پسند حلقوں میں ہل چل مچ گئی اور اس اخبار کے جواب میں متعدد اخبار نکلنے لگے۔ ۱۸۲۹ء میں جب لارڈ ولیم بنٹنک نے قانوناً ستی کی رسم ممنوع قرار دی تو اس وقت ستی کی رسم کی حمایت میں کلکتے سے سات اخبار نکل رہے تھے۔ رام موہن رائے اور ان کے اخباروں کا یہ بھی ایک کارنامہ ہے کہ انھوں نے اخبار جاری کرنے کا اور اخبار پڑھنے کا لوگوں میں شوق پیدا کیا۔ رام موہن رائے کے مخالف اخباروں میں سماچار چندریکا خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس کا اجرا ۱۸۲۲ء میں ہوا۔ اس کو شائع کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لئے ۱۱ اپریل ۱۸۲۱ء کو بھوانی چرن بنرجی نے درخواست دی۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ وہی بابو بھوانی چرن بنرجی تھے جو رام موہن رائے کے اخبار سمبد کمودی کے پہلے اڈیٹر تھے۔

انیسویں صدی کے اوائل میں مغربی تصورات اور مغربی جمہوری طریق کار جس تیزی سے کلکتے کی سماجی زندگی میں داخل ہو رہا تھا اس کی اچھی مثال انجمن سازی ہے جو ہندستانیوں نے ان دنوں شروع کر دی تھی۔ رام موہن رائے نے سماجی سدھار اور مذہبی اصلاح کے سلسلے میں اپنی تحریک کی تبلیغ و اشاعت کے لئے انجمنیں بنائیں۔ اخبار نکالے اور جلسے کئے۔ یہ سب طریقے مشرقی نہیں بلکہ مغربی تھے۔ لیکن اس سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ رام موہن رائے اور ان کی تحریک کے مخالفوں نے بھی، جو رجعت پرستی اور قدامت پسندی کے علم بردار تھے، رام موہن رائے کے وہی طریقے اختیار کئے، جو انھیں مغربی تصورات کی پیداوار تھے، جن کی وہ مخالفت کر رہے تھے۔ اس کی روشن مثال دھرم سبھا تھی، جس کو رام موہن رائے کے مخالفوں نے قائم کیا تھا اور یہ دراصل برہمو سماج کا جواب تھا۔ بھوانی چرن بنرجی سمبد کمودی کی اڈیٹری سے توبہ کرنے کے بعد دھرم سبھا کے لیڈر بن گئے اور ان کا اخبار سماچار چندریکا دھرم سبھا کا سرکاری آرگن بن گیا۔

سماچار چندریکا اس اعتبار سے بھی قابل ذکر ہے کہ ستی کی رسم بند ہو جانے کے بعد بھی، جب

اس رسم کی حمایت کرنے والے بیشتر اخبار بند ہو گئے تو بھی وہ جاری رہا۔ لانگ کی رپورٹ کے مطابق ۱۸۵۵ء میں وہ جاری تھا اور پادری موصوف کے الفاظ میں "اس کے اڈیٹر بھوانی چرن بنرجی ہیں جو سنسکرت اور بنگالی زبانوں کے اسکالر اور دھرم سبھا کے لیڈر ہیں اور چندری کا اسی سبھا کا آرگن ہے۔" اسی سلسلے میں پادری لانگ نے یہ دل چسپ بات بھی لکھی ہے کہ "چندری کا اب بھی کبھی کبھی بھونکتا ہے لیکن اس کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ ہندو مصلحین کے جسم میں اب اس کے دانت پیوست نہیں ہو سکتے"[59] اس جملے سے ہم کو یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۵ء تک سماچار چندری کا اور دھرم سبھا دونوں کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

مراۃ الاخبار — پہلا فارسی اخبار

رام موہن رائے نے مارچ ۱۸۲۲ء میں مراۃ الاخبار کے نام سے فارسی کا ایک اخبار جاری کرنے کا ارادہ کیا، اور اس کا پہلا نمبر ۲۰ راپریل ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا۔ ہندستانی اخبار نویسی کے بیشتر محققین نے مراۃ الاخبار کو دوسرا مطبوعہ فارسی اخبار قرار دیا ہے۔ لیکن مراۃ الاخبار ہندستان میں فارسی کا پہلا (اور فارسی رسم الخط کا دوسرا) مطبوعہ اخبار تھا۔ اس کا ثبوت ہم کو اس اشتہار سے ملتا ہے جو صاحب اخبار نے اخبار کی اشاعت سے پہلے ایک مقامی انگریزی اخبار میں شائع کیا تھا۔

> "اڈیٹر (مراۃ الاخبار) عوام کو مطلع کرتا ہے کہ اس ملک میں اخبار بین طبقے کے لئے بہت سے اخبار شائع ہوتے ہیں لیکن اب تک فارسی کا کوئی اخبار شائع نہیں ہوا، جس سے ان لوگوں کو عموماً، جو انگریزی سے ناواقف ہیں اور شمالی ہند کے رہنے والوں کو خصوصاً خبریں معلوم ہو سکیں۔ چناں چہ وہ (اڈیٹر مراۃ الاخبار) ایک فارسی اخبار کے اجرا کا کام شروع کر رہا ہے"[60]

اس مختصر سے اقتباس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس وقت تک کلکتے یا شمالی ہند کے کسی اور شہر سے کوئی فارسی اخبار نہیں نکل رہا تھا، اور مراۃ الاخبار ہی فارسی کا پہلا اخبار تھا۔ اخبار کے پہلے نمبر میں اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل الفاظ میں بیان کیے گئے تھے۔

"خدا کا شکر ہے کہ انگریزوں کی سلطنت میں کلکتے کے رہنے والوں کو وہ آزادی اور تحفظ حاصل ہے جس کو معقولیت پسند اور مدنی الطبع انسان مذہبی اور مدنی اداروں کا مقصدِ وحید قرار دیتے ہیں۔ افراد اور ان کی ملکیت کی حفاظت کے لئے قانون انگلستان کے مطابق اس شہر میں بھی ان گنت قوانین بنائے گئے ہیں جن کے مطابق انصاف کیا جاتا ہے اور سزائیں دی جاتی ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ معمولی حیثیت کا آدمی اپنے حقوق کے مطالبے میں نہ صرف اونچے درجے کے کسی بھی آدمی کے برابر سمجھا جاتا ہے بلکہ بڑے سے بڑے سرکاری افسر کے مقابلے میں بھی اس کو وہی برابری کی حیثیت حاصل رہتی ہے۔ ہر شخص کو اپنے جذبات ہی کے اظہار کی آزادی نہیں ہے بلکہ دوسروں کے افعال پر بھی نکتہ چینی کی جا سکتی ہے اگر اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔

"ان حالات کے ماتحت اس قوم (انگریز) کے کچھ افراد عوام کے فائدے کے لئے اس ملک کی اور دوسرے ملکوں کی خبریں چھاپتے ہیں لیکن ان سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو انگریزی سے واقف ہیں، لیکن ہندستان کے سب حصّوں کے لوگ انگریزی نہیں جانتے۔ جو انگریزی سے نابلد ہیں وہ یا تو انگریزی دانوں سے اخبار پڑھوا کر سنتے ہیں یا خبروں سے بالکل بے خبر رہتے ہیں۔ اسی خیال کے پیش نظر مجھ حقیر ترین انسان کو فارسی میں ایک ہفتے وار اخبار جاری کرنے کی خواہش ہوئی ہے۔ دیسی برادری کے سب باعزّت افراد اس زبان سے واقف ہیں۔ یہ اخبار ان سب لوگوں تک پہنچے گا جو اس کے خواہش مند ہوں گے۔

" اخبار جاری کرنے سے میری غرض نہ تو امیروں کی یا اپنے دوستوں کی مدح سرائی کرنا ہے اور نہ عزّت وجاہ اور لطف وعنایت کا حصول ہی میرے پیش نظر ہے۔

"مختصراً یہ کہ اس اخبار کی ذمّے داری لینے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کے سامنے ایسی چیزیں پیش کی جائیں جن سے ان کے تجربوں میں اضافہ اور ان کی سماجی ترقی ہو سکے۔ ارباب حکومت کو بھی رعایا کا صحیح حال تبلایا جائے اور رعایا کو ان کے حکمرانوں کے قانون اور رسم ورواج سے آگاہ کیا جائے تاکہ حکمرانوں کو اپنی رعایا کی تکلیفیں دور کرنے کا موقع ملے اور رعایا کی دادرسی ہو سکے۔"

یہ تھا مراۃ الاخبار کا پہلا اڈیٹوریل جو آج ہم کو بالکل پھُس پھُسا، بے جان اور مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم آج سے ۱۳۵ برس پہلے کے حالات سامنے رکھیں جب کہ کمپنی کی حکومت انگریزی اخباروں اور اُن کے انگریز اڈیٹروں کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی تو ہم کو معلوم ہوگا کہ رام موہن رائے نے بڑی ہمت و جرات سے کام لیا تھا۔

مراۃ الاخبار جو ہر جمعہ کو شائع ہوتا تھا، بدقسمتی سے اُس کا کوئی نمبر بھی آج محفوظ نہیں ہے۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ مسٹر جمیس سلک بکنگھم اپنے اخبار کلکتہ جرنل میں دیسی اخباروں کے مضامین کی فہرست پابندی کے ساتھ شائع کر دیا کرتے تھے۔ چناں چہ مراۃ الاخبار کے متعلق اب ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلکتہ جرنل ہے۔ ۲۰ر اپریل ۱۸۲۲ء کے کلکتہ جرنل سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ مراۃ الاخبار کے پہلے نمبر میں حسب ذیل عنوانات سے خبریں اور مضامین شائع ہوئے تھے۔

۱۔ اڈیٹر کی گزارش (اوپر درج کی جا چکی ہے)

۲۔ سرکاری ضوابط، جن کے مطابق کمپنی کے ملازمین خرابی صحت کی بنا پر متعینہ مدت کے لئے غیر حاضر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ چین سے اختلافات

۴۔ ٹیپرا کے جج جان ہیز کا مقدمہ

۵۔ ۲۶ر اپریل کو بادشاہ کی سال گرہ کے موقع پر قیدیوں کی رہائی

۶۔ جہاز رانی کی خبریں

۷۔ روس اور سب لائم پورٹ کے مابین مخاصمت کے اسباب

۸۔ رنجیت سنگھ کے کارنامے

۹۔ اس سال ہندستان کی عمدہ فصل

۱۰۔ فروخت کے لئے ہاتھی کا جوڑا

۱۱۔ افیون اور نیل کا نرخ

۱۲۔ اہل شاہجہاں آباد کو آگرا میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے شہر میں انگریزی مدرسے کے قیام کے باب میں جو تجویز بھیجی اور جس پر دیسیوں نے کوئی توجہ نہ کی ![61]

کلکتہ جرنل نے اپنی ایک اور اشاعت میں، اپنے نئے معاصر کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا کہ

"دیسی زبانوں میں اب تک جتنے اخبارات شائع ہوئے ہیں، اُن میں سے کوئی اخبار بھی ہم لوگوں کو اس درجہ خوش آئند نہیں معلوم ہوا۔ جیسا کہ مراۃ الاخبار ہے۔"[62]

برہمنی کل میگزین

سمبادکمودی اور مراۃ الاخبار کے علاوہ ایک انگریزی و بنگلہ (مشترک) رسالے کو بھی راجہ رام موہن رائے کے نام سے وابستہ ہونے کا فخر حاصل رہا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ ایک مذہبی رسالہ تھا جو اُن عیسائی مبلغوں کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے نکالا گیا تھا جو ہندو مذہب کو ہدف ملامت بنا رہے تھے۔ اس کا اجراء ۱۸۲۱ء میں ہوا تھا۔ مراۃ الاخبار کی طرح برہمنی کل میگزین کا بھی آج کوئی نشان نہیں ملتا۔ ڈبلو۔ اچ۔ کیری کے بیان کے مطابق یہ

"آتشیں اخبار شہاب ثاقب کی طرح نمودار ہوا، لیکن ٹھوس مواد کی کمی اور جوش کی فراوانی کے باعث جلد ہی چمک کر غائب ہوگیا"[63]

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے نے مختصر زندگی پائی تھی۔

برہمنی کل میگزین کا ایک اقتباس اسٹین ہوپ کی ایک کتاب میں ملتا ہے۔ اسی اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سری رام پور کے پادریوں کے بنگلہ اخبار نے ہندستانیوں کے علمی افلاس کا ذکر کرتے ہوئے ہندو مذہب پر غیر مہذب حملے کئے تھے۔ برہمنی کل میگزین نے اس کا جو جواب دیا تھا، اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

"گزشتہ چند برسوں میں صرف بنگالیوں نے مذہب، قانون، صرف و نحو، علم نجوم اور دوسرے موضوعات پر سیکڑوں کتابیں لکھی ہیں مجھے قطعاً کسی قسم کا تعجب نہیں ہے کہ یہ کتابیں اڈیٹر (سماچار درپن) کے علم میں نہیں آئیں جس نے، اپنے اور رفقار کی طرح، اُن تمام باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلی ہیں، جن سے دیسیوں کی

توقیر میں ذرہ بھی اضافہ ہو سکتا ہو۔

"اڈیٹر (سماچار درپن) کی یہ گالیاں، مثلاً ــــ '(ہندو) مذہب کا بانی جھوٹوں کا باپ تھا'، یا 'جھوٹے دیوتاؤں کی جھوٹی داستانیں'، یا 'ہندوؤں کے نقلی دیوتا'، وغیرہ وغیرہ۔ بعض اخلاقی قیود مانع ہیں کہ میں بھی جواب میں ایسی ہی زبان استعمال کروں۔ ہم کو یہ قطعاً نہ بھولنا چاہیئے کہ ہم سنجیدہ مذہبی بحث کر رہے ہیں۔۔۔"[۶۴]

جامِ جہاں نما ــــ کلکتّے کا دوسرا فارسی اخبار

مراۃ الاخبار کے بعد جامِ جہاں نما کلکتّے کا دوسرا مطبوعہ فارسی اخبار تھا۔ اس کے اجرا کا مقصد انگریزی اخباروں کی خبریں فارسی میں چھاپنا نیز کمپنی کے علاقوں اور ملک کے دوسرے حصّوں کی خبریں فراہم کرنا تھا۔[۶۵]

سرکاری کاغذات کے مطابق، جو نیشنل ارکائوز میں محفوظ ہے، جامِ جہاں نما کے اجرا کی درخواست ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء کو دی گئی تھی۔ اس درخواست پر ہری ہر دت بنگو کے دستخط تھے۔ اور اس درخواست سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کے اڈیٹر منشی سدا سکھ تھے، اور ناشر کلکتّے ہی کی ایک انگریزی تجارتی کوٹھی ولیم پی پرس ہاپ کنس اینڈ کمپنی تھی۔

مارگریٹا بارنس نے اور دوسرے حضرات نے بھی جامِ جہاں نما کے اجرا کی تاریخ ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء بتلائی ہے،[۶۶] جو غالباً صحیح نہیں ہے۔ ان سب لوگوں نے یہ غلطی حکومت کے چیف سکریٹری مسٹر بیلی کی ایک سرکاری رپورٹ[۶۷] (مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۲۲ء) سے مستعار لی ہے۔ غالباً مسٹر بیلی نے اپنی رپورٹ مرتب کرتے وقت جامِ جہاں نما کے اجرا کی تاریخ غلطی سے وہ لکھ دی جو اجرا کی درخواست کی تاریخ تھی۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اجازت نامہ ملنے کے بعد ہی اخبار جاری کیا جا سکتا تھا۔ اور یہ قطعی امر ہے کہ اجازت نامہ حاصل کرنے کی درخواست ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء کو دی گئی۔ اس لئے ۲۸ مارچ اخبار کے اجرا کی تاریخ کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی۔

نیشنل ارکائوز آف انڈیا میں جام جہاں نما کے ابتدائی دور کی فائلیں محفوظ ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پہلے تین برسوں کی فائلیں وہاں نہیں ہیں۔ پہلا نمبر جو نیشنل ارکائوز میں ہے اُس پر نمبر

"۱۳۳ تاریخ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۲۴عیسوی روز چہار شنبہ"

درج ہے۔ اب اگر حساب لگایا جائے تو مئی ۱۸۲۲ء کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں جام جہاں نما کا پہلا نمبر شائع ہوا ہوگا۔

نیشنل ارکائیوز میں جام جہاں کا جو پہلا نمبر ہم کو ملتا ہے اس کے سرورق کے اوپری حصے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا سرکاری مارکا (مہر) چھپا ہے۔ اس سرکاری نشان کے نیچے موٹے نستعلیق ٹائپ میں اخبار کا نام "جام جہاں نما" لکھا ہے، اُس کے نیچے اخبار کے عام ٹائپ میں اخبار کا نمبر اور تاریخ درج ہیں۔ تاریخ کی سطر کے نیچے اخبار کی قیمت کا اشتہار انگریزی میں درج کیا گیا ہے۔ اُس کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

"یورپین اصحاب، خود اپنے پڑھنے کے لئے یا اپنے دفتر کے ہندستانی ملازمین میں علم کی اشاعت کرنے کی فیاضانہ خواہش کے تحت، اگر اس اخبار کو خریدنا چاہیں، تو تاراچند دت (محلہ) کولوٹولہ سے درخواست کرنے پر یہ اخبار بہ عوض تین روپے ماہوار، بشمول اردو ضمیمہ ان کی خدمت میں بھیجا جاسکتا ہے۔"

یہ اشتہار اخبار کے ہر نمبر میں اسی جگہ پر اور اُسی عبارت کے ساتھ شائع ہوا کرتا تھا۔ اس عبارت سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ کلکتے اور اس کے گرد و نواح کے صاحبان ذیشان اور دیگر یورپین اصحاب کے فارسی ذوق کی تسکین کی غرض سے یہ اخبار جاری کیا گیا تھا۔

جام جہاں نما کا پہلا نمبر جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، اُس کی ابتدا ایک بے عنوان معذرت سے ہوتی ہے، جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اخبار وقت پر نکل نہیں رہا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ چھاپے خانے کے انتظام میں کچھ "قصورے وفطورے رفتہ باشد"۔ خریداروں سے یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ "بسبب فراہم نبودن متعلقات ایں کارخانہ اگر ہفتہ دو ہفتہ" — اخبار وقت پر نہ نکل سکے تو "بذیل عاطفت پوشیدہ شود"۔ ساتھ ہی

جام جهان نما

نمبر ۱۷۳ تاریخ ۱۲ ماه اکتوبر سنه ۱۸۲۵ عیسوی روز چهارشنبه

European Gentlemen, who may wish to be supplied with this Paper, either for their own perusal, or from a benevolent desire to diffuse knowledge among the native members of their establishment, may be supplied with it, on application to TARACHUND DUTT *of Colootollah, at three Rupees per Month, including the Oordoo Supplement.*

خبر تقرر عهده بصاحبان

مستر بر آودلس صاحب سکرتر کمشنر شاهجهان آباد

مستر ایچ آودلس صاحب استنت ایضا

خبر ورود جناب اکز کمبر میر صاحب بهادر کمنڈر ان چیف

چهارم اینماه آخر روز سفینه سواری سپه سالار معظم الیه بر گهات چاند پال لنگر انداخت و از آن و پیاده ها دو رویه از ساحل تا قلعه صف بسته استاده بودند جناب ممدوح از میانه هر دو صف گذشته بقلعه تشریف بردند گوله انداز آن قلعه حسب دستور اداب سلامی از دهان توپ بتقریب سر ساختند

خبر تشریف آوری جستس صاحب از انگلستان

ششم اینماه جناب سر جان فرانکس یکی از حاکمان عدالت سوپریم کورت کلکته رونق افزای این دار الاماره شدند شلک سلامی از قلعه بتقریب سر شد

خبر برهم

مضمون چتهیات جرنیل سر ارچبل کمبل صاحب مرقومه هفتم و چهاردهم و نوزدهم ماه ستمبر که بحضور نواب گورنر جنرل بهادر دام اقباله رسید شاهد این حال است که ششم ماه مذکور مردم راجه برهمه دلهشس بر سفینه جنگی بیرقی که علامت صلح از آن عیان بود نصب کرده

اس کا بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ "ہفتہ بہ ہفتہ مثل ایام پیشین کاغذ اخبار باہتمام تمام درخدمت صاحبان والا مقام ترسیل خواہد یافت"۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرپرستی

جام جہاں نما کے سرورق پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا نشان پابندی سے چھاپنے کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس اخبار کو کمپنی بہادر کی حمایت و سرپرستی حاصل ہے۔ کمپنی کے سرکاری اشتہارات، خبریں اور صاحبان والا شان کے تقرری و تبدیلی کی اطلاعیں اخبار کے شروع میں چھاپی جاتی تھیں۔ کلکتے کی یورپین آبادی کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مرکزی دفتر اور مفصلات کے سرکاری افسر بھی اس کی سرپرستی کرتے تھے۔

۲۹ر دسمبر ۱۸۲۲ء کے جام جہاں نما میں جو اشتہار شائع ہوا ہے وہ یہ ہے۔

"اشتہار

"نواب مستطاب معلی القاب گورنر جنرل بہادر ناظم و مختار کل امور سرکار کمپنی انگریز بہادر در نظر جمہور انام اقرار در اشتہار می نماید کہ نواب شجاع الملک احتشام الدولہ ہمایوں جاہ سید مبارک علی خاں بہادر فیروز جنگ خلف ارشد نواب برہان الملک والاجاہ سید احمد علی خاں بہادر مہابت جنگ مرحوم کہ محب یک رنگ و متحد بے ریو رنگ سرکار موصوف ہستند در علاقہ صوبہ داری صوبہ جات بنگال وبہار واڑیسہ ولیعہد وجانشین نواب مرحوم . . . (دو لفظ اڑ گئے ہیں) تصور داشتہ باعانت وحمایت نواب سید مبارک علی خاں بہادر موصوف حتی الامکان خواہند پرداخت وہم بذریعہ اشتہار ہذا بر جمیع علاقہ داران و متعلقان ریاست سرکار کمپنی انگریز بہادر تقید بلیغ دادہ جمیع متحدان وخیر خواہاں سرکار موصوف استدعا می سازند کہ نواب سید مبارک علی خاں بہادر را صوبہ دار ہر سہ صوبہ مزبورہ بواقعی تصور نمائند۔ تحریر فی التاریخ ہفت دہ ماہ سمبر ۱۸۲۴ء مطابق بست و پنجم شہر ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ"

خبرِ رنگون

انتہار مندرجہ بالا کے بعد "خبر رنگون" کے عنوان سے ایک سرکاری خط کا خلاصہ درج ہے جو رنگون سے ایک فوجی افسر نے "نواب مستطاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہم" کے نام لکھا تھا یہ خط اخبار کے پورے ایک صفحے پر پھیلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"مہا بندولہ یکے از سرداران نامدار با فوج جرار کہ تخمیناً ہفت ہزار مردم بودہ باشند و سہ لک ضرب توپ و دیگر آلات حرب زیادہ حد شمار بدعوی اخراج فوج سرکار از اطراف ایں دیار آمادۂ رزم و پیکار از جانب پیگو رسیدہ۔ یکم ماہ دسمبر مردانہ وار از صحرائے دشوار گزار قریب رنگون برآمدہ بہ مقابلہ بہادران نصرت شعار عساکر ظفر اثر سرکار دولت مدار بادر عرصۂ کارزار فشردو تا ہفتم دسمبر ہر روز چپقلش ہائے نمایاں بروئے کار آوردند۔ دلاوران رزم دوست ایں سرکار در محاربہ آں سیاہ مستان بادۂ نخوت و پندار را جاک ندامت سرنگوں ساختہ۔۔۔"

خبرِ امتحان پاٹھ سالہ مرزا پور واقع کلکتہ

خبر رنگون کے بعد ایک مختصر سی خبر "سر الیگزینڈر کمل (کیمبل) صاحب سپہ سالار افواج مدراس" کے انتقال کی ہے۔ اس کے بعد مرزا پور (کلکتے) کے ایک مدرسے کے امتحان کی خبر درج کی گئی ہے جو اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس سے ہم کو پتا چلتا ہے کہ ۱۸۲۴ء سے پہلے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ کھولا گیا تھا جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری بھی سکھائی جاتی تھی۔

"ایں پاٹھ سالہ یعنی مدرسہ برائے تعلیم دختران بنگالہ مقرر است۔ روزے آن جا مجلس امتحان منعقد شدہ بود۔ جناب تقدس انتجاب لیڈی امہرسٹ صاحبہ و آنریبل مس امہرسٹ صاحبہ بادیگر خواتین انگلستان و اکثرے از صاحبان عالی شان در آں مکان رونق افروز شدند۔ قریب یک صد دختر کہ بہ تفریق منقسم بودند۔ گروہے در زبان

ہندی و فریقے در خواندن کتاب ہندی و جماعتے در بیان علم ارض مورد آفرین تحسین گردیدند۔ بعض نمونہ چکن دوزی آنہا بر وضع انگلستان بہ ملاحظہ در آمد۔ اکثرے از خواتین خواہش خرید نمودند"

متذکرہ بالا خبروں کے علاوہ جام جہاں نما کے اس نمبر میں خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ والئ لاہور، خبر حیدر آباد، خبر کلکتہ، خبر پوپنہ اور خبر دہلی کے عنوان سے ہم کو چار خبریں اور بھی ملتی ہیں۔

دیسی زبان میں ڈاکٹری کی تعلیم

جام جہاں نما کے ایک نمبر میں ڈاکٹری کی تعلیم کے متعلق ایک نیم سرکاری خبر ہم کو ملتی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مارکوئیس آف ہیسٹنگز (۱۸۱۳ء—۱۸۲۳ء) نے کلکتے میں ایک طبی مدرسہ کھولا تھا، تاکہ ہندستانیوں کو ڈاکٹری کی تعلیم دی جا سکے کیوں کہ "معالجہ مردم ایں ملک مخصوص با طبائے ایملک (ایں ملک) است چناں چہ در تمامی پٹالن ہائے سرکار اطبا از ابتدا ماموراند" اس خبر سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس کالج میں پہلے پہل صرف ۲۰ طالب علموں کو داخل کیا گیا تھا۔ جنوری ۱۸۲۵ء میں یہ تعداد بڑھا کر ۳۰ کر دی گئی۔ تعلیم صرف دیسی زبان میں دی جاتی تھی، چناں چہ صرف ان طالب علموں کو داخل کیا جاتا تھا جو "در خط فارسی و ناگری بر خواندن ہندی قادر باشند" اسی سلسلے میں ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "اکثری از ڈاکٹران انگلیش مامور شدہ اند و وضع تعلیم ایں است کہ صاحبان ڈاکٹر تشخیص و تجویز امراض بہ زبان ایں ملک ذہن نشیں آنہا می سازند" پھر ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

"ڈاکٹر برٹین صاحب از عرصہ یک سال باہتمام ایں مدرسہ مقرر اند۔ قبل از تشریف آوری برٹین صاحب از انگلستان ہیچ کتاب ایں فن از عبارت انگریزی بہ زبان ایں ملک ترجمہ نشدہ بود۔ صاحب موصوف را چناں ذہن رسا حاصل است کہ در عرصہ یک سال از زبان انگریزی بہ زبان ایں ملک ترجمہ کردہ در طبع خانہ سرکار کمپنی طبع گردانیدہ اند"[۶۸]

کمپنی کی سرپرستی کا خاتمہ

جام جہاں نما کے سرورق پر کمپنی بہادر کا نشان ۲۷ راگست ۱۸۲۸ء تک چھپتا رہا لیکن ۳ ر دسمبر ۱۸۲۸ء کے شمارے پر کمپنی کا سرکاری نشان ہم کو نظر نہیں آتا۔ ساتھ ہی ایک اور تبدیلی بھی محسوس ہوتی ہے جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اب تک صاحبان والاشان کے تقرر اور تبدیلیوں کی جو خبریں بطور گزٹ کے چھپتی تھیں ان کا سلسلہ بھی اس تاریخ سے منقطع ہو جاتا ہے۔ جام جہاں نما کے کسی اور پرچے میں یہ نہیں تبلایا گیا ہے کہ کمپنی بہادر کا نشان اور صاحبان والاشان کے تقرر اور تبدیلی کی خبروں کے چھپنے کا سلسلہ کیوں منقطع کر دیا گیا لیکن ایک اور ذریعے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ "جام جہاں نما نے اپنی زندگی کے چھٹے سال ایک مضمون مہاراجا رنجیت سنگھ کے خلاف شائع کیا۔ یہ بات کمپنی کے ارباب حل وعقد کو اس درجہ ناگوار ہوئی کہ اخبار کی سرکاری امداد بند کر دی گئی"[۶۹]

اس تبدیلی سے اخبار کے مالکوں کو مالی نقصان ضرور پہنچا ہوگا، لیکن جہاں تک اخبار کا تعلق ہے، اس تبدیلی کے نتائج خوش گوار ثابت ہوئے۔ اب تک اس کی حیثیت نیم سرکاری گزٹ کی سی تھی لیکن اس تبدیلی کے بعد اس کا انداز خالص اخباری ہو گیا۔ دبی زبان سے اخباروں کی آزادی کی حمایت کی جانے لگی اور خبروں کے انتخاب کا جو گھٹا گھٹا سا انداز ہوتا تھا وہ بھی جاتا رہا۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس تاریخ سے کمپنی نے جام جہاں نما کی حمایت سے دست کشی اختیار کی اسی تاریخ سے وہ صاحب مطبع بھی ہو گیا۔ اب تک جام جہاں نما مشن پریس میں چھپتا تھا، لیکن ۳ ر ستمبر ۱۸۲۸ء کے جام جہاں نما کے آخری صفحے پر مندرجہ ذیل الفاظ میں جام جہاں نما کے اپنے مطبع کی چھاپ لگی ہے۔

"محلہ کولوٹولہ چھاپہ خانہ جام جہاں نما مطبوع شد"

جام جہاں نما اپنے ہم عصر دیسی اخباروں میں عمر نوح لے کر آیا تھا۔ ۱۸۷۵ء کے آودھ اخبار میں ہم کو ان الفاظ میں اس کا ذکر ملتا ہے "جام جہاں نما۔ کلکتہ۔ فارسی عبارت

صاف وشفاف ہے۔[۷۰] مولف اختر شہنشاہی کی زبانی ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۸۸ء میں بھی جاری تھا۔ اسی مولف نے جام جہاں نما کا سنہ اجرا ۱۸۴۲ء تبلایا ہے جو غلط ہے اور اسی سلسلے میں انھوں نے جام جہاں نما کے مالک کا نام مصور حسین تبلایا ہے۔[۷۱] ممکن ہے کہ ۱۸۸۸ء میں اس کے مالک مصور حسین ہی رہے ہوں۔

ممبئی سماچار — پہلا گجراتی اخبار

گجراتی رسم الخط کا پہلا مطبع سترھویں صدی کے وسط میں قائم ہوا تھا۔ اس کے سو سال بعد ۱۷۷۰ء میں گجراتی رسم الخط کا دوسرا مطبع قائم ہوا۔ ان دونوں چھاپے خانوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ تعجب ہے کہ ان چھاپے خانوں سے گجراتی زبان کے کسی اخبار کا اجرا نہیں ہوا۔

پہلا گجراتی اخبار ۱۸۲۲ء میں بمبئی سے جاری ہوا اس کا نام ممبئی سماچار تھا اور اس کے مالک مرزبان جی تھے۔ انھیں کے سماچار پریس میں یہ اخبار چھپتا تھا۔ یہ چھاپا خانہ اخبار جاری ہونے سے دس سال پہلے ۱۸۱۲ء میں قائم ہوا تھا اور اس وقت اس کا نام "گجراتی چھاپ خانہ" تھا۔ اس چھاپ خانے سے پارسیوں کی بہت سی مذہبی کتابوں کے گجراتی ترجمے شائع کئے گئے جو بے حد مقبول ہوئے۔

ممبئی سماچار ہفتے وار اخبار تھا اس کے اڈیٹر بھی مرزبان جی ہی تھے۔ عبداللہ یوسف علی کے بیان کے مطابق ممبئی سماچار جاری کرنے کے سلسلے میں مشہور پارسی عالم ملا فیروز دستور بھی مرزبان جی کے شریک تھے۔ اور انھیں کے بیان کے مطابق مرزبان جی جلد ساز تھے۔[۷۲] انھوں نے اپنے اخبار کو پارسی فرقے کا مخصوص اخبار نہیں بنایا بلکہ اس کو گجراتی زبان کا اخبار رکھا جس کے کالم ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ ممبئی سماچار کی کامیابی اور مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ابتدا صرف ڈیڑھ سو خریداروں سے ہوئی تھی لیکن اپنے اجرا کے دس سال کے اندر ۱۸۳۲ء میں ممبئی سماچار ہفتے وار اخبار سے روزنامہ بن گیا اور یہ گجراتی زبان کا پہلا روزنامہ تھا۔

ممبئی سماچار کی کامیابی کا دوسرا روشن ثبوت یہ ہے کہ وہ آج بھی جاری ہے اور یہی نہیں کہ دیسی زبان کا وہ قدیم ترین اخبار ہے بلکہ ترقی پذیر بھی ہے۔

جام جہاں نما — اردو کا پہلا اخبار

فارسی جام جہاں نما کا پچھلے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اردو جام جہاں نما اگرچہ اسی کا ضمیمہ تھا مگر اس کی حیثیت ایک مستقل اخبار کی تھی۔ مضامین کے اعتبار سے بھی اردو کا اخبار فارسی کے اخبار سے بالکل مختلف ہوا کرتا تھا۔ دونوں اخباروں میں خبریں کچھ مشترکہ ضرور ہوا کرتی تھیں لیکن جام جہاں نما ہی پر کیا منحصر ہے خبریں تو سب ہی اخباروں میں مشترک ہوتی ہیں۔

فارسی جام جہاں نما کا اجرا مئی ۱۸۲۲ء میں ہوا۔ اس کے "دوسرے ہی سال باہمت اڈیٹر نے اردو ضمیمہ بھی نکالنا شروع کر دیا"[۴۳]

دونوں جام جہاں نما کے نمبروں کے تفاوت سے بھی اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ نیشنل آرکائیوز میں فارسی جام جہاں نما کے ساتھ ساتھ اردو کے جام جہاں نما کی بھی کچھ فائلیں محفوظ ہیں، لیکن بد قسمتی سے اردو کے پہلے ۸۰ نمبر نہیں ہیں۔ پہلا نمبر جو ہم کو وہاں ملتا ہے وہ

"اردو زبان میں نمبر ۸۱ تاریخ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۲۴ عیسوی"

کا ہے۔ اب اگر حساب لگایا جائے تو اردو کا پہلا نمبر مئی ۱۸۲۳ء میں شائع ہوا ہوگا۔ اردو جام جہاں نما کا سائز بھی فارسی جام جہاں نما کی طرح $\frac{۲۳\times۳}{۸}$ ہوا کرتا تھا اور ضخامت صرف چار صفحات ہوتی تھی۔

اجرا کا مقصد

اخبار کی ابتدا ایک نوٹس سے ہوتی ہے جو انگریزی زبان میں ہے۔ اس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اردو جام جہاں نما اس لئے جاری کیا گیا تھا کہ فارسی جام جہاں نما کے "یورپین خریداروں کے لئے اخبار کو دلچسپ، پر لطف اور مفید بنایا جا سکے" اس نوٹس سے ہم کو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اردو اخبار اگر فارسی کے ساتھ خریدا جائے تو ایک نمبر کی قیمت چار آنے یا ایک روپیہ ماہوار ہوگی، لیکن اگر صرف اردو کا اخبار خریدا جائے تو اس کی قیمت دو روپے ماہوار ہوگی"

یہ نوٹس ہر اشاعت میں پابندی کے ساتھ شائع کیا جاتا تھا۔

جام جہان نما

اردو زبان مین نمبر ۱۲۲ تاریخ ۱۲ ماه اکتوبر سنه ۱۸۲۵ عیسوی

لکھنو کی خبر

اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایکدن حضرت بادشاه نے دو شاد روال مستر جیمس لاکہ صاحب کی بی بی کو مہربانی سے عنایت کر بھیجا چوبدار نے ایک اشرفی انعام پائی منیجر اسمال پیج صاحب بڑے صاحب کی طرف سے استقبال کو تشریف لایے بادشاه کی سواری ریذیڈنسی کوٹھی کو متوجہ ہوی کوٹھی کے متصل کپتنی سپاہیون کی صف باندھے کھڑی تھی ان سبہو نے موافق دستور کے سلامی کی ریذیڈنٹ صاحب کوٹھی سے تَل حضرت کو اندر لے گئے حاضری کھائی خلوت مین کچھ باتین ہوین معتمد الدولہ بھی حاضر تھے حضرت عطر لے بلدی مالی کو جسنے فصلی میوے کی ڈالی گذرانی تھی پانچ روپے انعام دیے وہان سے سوار ہوے محلسرا مین

داخل ہوتے صاحبعالم بہادر سے فرمایا کہ یہان حاضر ہو خود بدولت چار گھوڑے کی گاڑی مین سوار ہو حسن باغ کو کہ وه مکان صاحبعالم بہادر کے رہنے کے واسطے اراستہ ہوا تھا ملاحظہ فرما ایک شیشہ اپنی اور ایک شیشہ کسو دوسرے کی لے پھر محلسرا مین آئے اور اس باغ کی آرایش سے بہت مسرور ہوے اتنے عرصے مین نواب معتمد الدولہ جو حضور کے حکم سے ریذیڈنٹ صاحب کی خدمت مین رہے تھے حضور مین آے حالات گذارش کرکے صاحبعالم بہادر کے ساتھ رخصت ہوے اور حضرت بجرے پر سوار ہو موتی محل کو تشریف لے گئے اور ایک خوان اناناس کا سرفراز محل صاحبہ کو بھجوا دیا امرت لال صرف بیگی سے بیس تلوارین خاص کوٹھے سے منگوا کر

اخبار میں خبروں کے علاوہ مضامین بھی ہوتے تھے جو انگریزی یا فارسی سے ترجمہ کئے جاتے تھے۔ مسٹر ڈی کاسٹا کی غزلیں بھی اردو جام جہاں نما کی زینت ہوا کرتی تھیں۔ ان کا تخلص بھی ڈی کاسٹا ہی تھا۔ ہنری لوئی ڈِیویان ڈرُوزیو جن کا پچھلے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے، ڈی کاسٹا اُن کے ہم عصر اور کلکتے کے ایک کالج سے وابستہ تھے۔ پیدائش کے اعتبار سے وہ ہندستانی تھے اور کلکتے کی انگلو انڈین سوسائٹی میں ان کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ ۱۸۲۷ء میں جب "ڈاکٹر اِے، وِی، رچیم بَرس نے یوُرِیشین اینڈ انگلو انڈین اسوسی ایشن بنانے کی عظیم الشان کوشش کی تو مسٹر ڈی کاسٹا بھی اس میں ان کے شریک رہے۔"[۱۴] مسٹر ڈی کاسٹا کا جو اردو کلام وقتاً فوقتاً جام جہاں نما میں شائع ہوا اس کا ایک نمونہ یہ ہے۔

"غزل مرسلہ ڈی کاسٹا"

کل ہم تمہارے کوچہ میں آئے چلے گئے
بے ابر زار اشک بہائے چلے گئے

کچھ رنج و غم کا حال نہ پوچھو کہ کیا ہوا
الفت کو یار وہم تو نبا ہے چلے گئے

کیوں دل سے شاد ہوں نہ ہم دوستو سنو
وے جاتے جاتے ہم کو بلائے چلے گئے

تک طرف میرے دیکھ کے جھٹ بھنوؤں کو پھیر
وہ آپ ہنس کے ہم کو رولائے چلے گئے

ہم ہی فقط ہیں دل جو گنواتے ہیں ورنہ سب
آ کر جہاں میں کچھ تو کمائے چلے گئے

کل اس پری کی بزم میں سب مل کے برملا
تیری غزل ڈی کاسٹا گائے چلے گئے

(جام جہاں نما ۱۸ / اپریل ۱۸۲۷ء)

فارسی جام جہاں نما میں بھی ڈی کاسٹا کی غزلیں ہم کو ملتی ہیں۔

خبروں کا طرز

جہاں تک خبروں کا تعلق ہے اردو اور فارسی کے جام جہاں نما میں ایک بڑا اور بنیادی فرق یہ تھا کہ اردو کے اخبار میں سرکاری گزٹ کا وہ حصہ سرے سے نہیں ہوتا تھا جو فارسی اخبار کے کم و بیش دو صفحوں پر پھیلا رہتا تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس وقت تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکاری زبان فارسی ہی تھی، اس لئے اردو میں گزٹ شائع کرنے کی ضرورت حکومت نے محسوس نہ کی ہوگی۔ اردو کے اس چار صفحے کے اخبار میں ایک نہ ایک مضمون ضرور ہوتا اور غزل بھی کبھی کبھی دی جاتی تھی۔ اس کی وجہ سے بھی خبروں کی گنجائش کم رہ جاتی تھی۔ چناں چہ ایک پرچے میں چار پانچ سے زیادہ خبریں نہ ہوتیں۔ نیز ان کے ماخذ کا بھی اخبار میں کہیں ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔ عام طور پر یہ خبریں غیر دل چسپ ہوا کرتی تھیں ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ ان کا انتخاب ایک خاص زاویہ نگاہ سے کیا جاتا تھا۔ خبریں بالعموم یوں شروع کی جاتی تھیں۔

"اخبار کے پڑھنے سے ذہن نشین ہوا"

"اخبار کے دیکھنے سے سمجھا گیا"

"اخبار کے کاغذ میں دیکھا گیا"

"اخبار کے کاغذ میں لکھا ہوا ہے"

"اخبار کے کاغذ سے دریافت ہوا"

جام جہاں نما میں جو خبریں شائع ہوتی تھیں ان سے اخبار کے یورپین خریداروں کو بھی شاید کوئی دل چسپی پیدا نہ ہو سکی جن کا ذوق خاص طور سے مدِّ نظر رکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اخبار میں خبروں کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

تاریخ انگلستان کا ترجمہ

یکم مارچ ۱۸۲۶ء کے جام جہاں نما میں ہم کو خبریں نہیں ملتی ہیں، اور اسی نمبر سے ہم کو یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ

"سب خاص و عام کی خدمت میں گذارش کیا جاتا ہے کہ انگلینڈ کی سلطنت کا حال انگریزی تاریخ میں مفصل لکھا ہوا ہے اور بنگلہ زبان میں بھی وہ تاریخ ترجمہ ہوئی مگر اردو زبان کے سمجھنے والے اس احوال سے خوب اطلاع نہیں رکھتے۔ اس واسطے مناسب ہوا کہ سوئم جارج کے عہد سے انگلینڈ کی سلطنت کا حال بر سبیل اختصار لکھا جاوے۔ اس واسطے کہ ایک ہفتہ کے کاغذ میں گنجائش محال ہے تھوڑا تھوڑا لکھا جاوے گا۔"

چناں چہ یکم مارچ ۱۸۲۶ء کا سارا پرچہ اسی سے بھرا ہے اور اس کا سلسلہ جون ۱۸۲۶ء تک جاری رہا۔ ۲۸ جون ۱۸۲۶ء کے جام جہاں نما سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ

"انگلستان کے تیسرے جارج کی سلطنت کا حال ابتدائے ۱۷۶۰ء سے سنہ ۱۸۰۲ء تک مختصراً جو انگلینڈ کی تاریخ میں مندرج تھا گذشتہ ہفتہ کے کاغذ میں لکھا گیا۔ پر فرانس کی لڑائیوں کا بھی بیان جو یورپ کے سلاطیوں سے (سلاطینوں سے ؟) اس ایام میں ہوئی ہیں اب اطلاع کے واسطے گذارش ہے..."

اور پھر اس کا سلسلہ پورے ایک سال یعنی ۱۰ جون ۱۸۲۷ء تک جاری رہا۔

تاریخ عالم گیری کا ترجمہ

۱۷ جون ۱۸۲۷ء سے جام جہاں نما میں تاریخ عالم گیری کے ترجمے کا سلسلہ شروع ہوا جو ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء تک جاری رہا اصل کتاب کا ترجمہ ختم کرنے کے بعد مترجم نے اورنگ زیب کے متعلق خود اپنی رائے ظاہر کی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"اب راقم گذارش کرتا ہے کہ اورنگ زیب تیموریہ خاندان میں بہت لائق و فائق ہوا۔ سب علوم و فنون پر اس کو بخوبی مہارت حاصل تھی۔ رعیت پروری اور نصفت پروری جیسی اُس نے کی اس کے خاندان میں دوسرے سے نہیں ہوئی۔ اگرچہ تیموریہ خاندان میں کسو کی نیت میں فساد نہ تھا۔ خلق اللہ کو سب دوست رکھتے تھے۔ شاہجہاں نے بہت اچھی فرمانروائی کی۔ جہانگیر ایسے ہی عادل تھے۔... اکبر کی صفات کہاں تک لکھی جائیں۔ پر انصاف شرط ہے سب کے عہد میں امیروں دانش مندوں کو سلطنت کے امور میں دخل تھا۔ اورنگ زیب

کی محفل میں بھی سب طرح کے علماء، فضلاء، عقلاء، حاضر تھے پر اس نے کبھو کسی سے انتظام کے باب میں مدد نہیں چاہی۔ اور اس تامل اندیشی سے ہر ایک کام کیا کہ اتفاقیہ کبھو اس کی رائے نے خطا کی ہو۔ اوائل میں جو حرکات کہ فی الحقیقت شرعاً و عرفاً ممنوع ہیں اورنگ زیب سے ظہور میں آئے سلطنت کی ہوس ابتدا ہی سے سب کو ہوتی رہی ہے شہزادے سبھولے کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے کیا کیا نہیں کیا۔ پر جب وہ مستقل ہو گیا پھر اس نے کسو کے ساتھ اپنے دانست میں بدی نہیں کی۔ اور یہ بات کہ لوگ اس کو خسیس کہتے ہیں کہا کریں۔ سلطنت کا خزانہ لہو لعب میں اڑا دینا کب دانش مندوں نے جائز رکھا ہے۔ اورنگ زیب نے تن آسانی اور عیاشی نہیں کی۔ غریب غربا کو ہزاروں لاکھوں بخشتے۔ سپاہ کو ہمیشہ انعام و اکرام سے راضی رکھا۔ اسراف اس کو پسند نہ تھا۔ صرف یہ بات کہ اورنگ زیب کو مذہب کا تعصب بہت تھا درست مگر مذہب کی پاسداری سے (کو) سب علما نے جائز رکھا ہے۔ بلکہ اپنے (کو) مذہب کے استحکام کا سبب جانتے رہے ہیں۔ پر ریاست کی شان کے برخلاف بادشاہ ہفتاد و دو ملت کا آشنا چاہئے کہ اس کی سلطنت میں کسو کو روحانی رنج نہ پہنچے۔ بہر حال حسنات بہت اور ذمائم اس کے گنتی کے ہوں گے۔ مثل مشہور ہے کہ بے عیب ذات اس کی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔"

مندرجہ بالا اقتباس جام جہاں نما (اردو) کے آخری نمبر سے اخذ کیا گیا ہے اس طرح سے اردو کا یہ پہلا اخبار چار سال آٹھ مہینوں تک جاری رہنے کے بعد ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کو بند ہو گیا۔ کیوں کہ

"قدر شناس جن کی لطف گستری سے اس کاغذ نے رونق اور شہرت پائی اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے۔ اور اہل ہند جنھوں کی زبان (اردو) ہے وے فارسی تحریر چاہتے ہیں ہیں خاکسار نے مناسب سمجھا کہ آئندہ ہفتہ سے ہندی فرمان کے عوض ایک فرمان اور بھی فارسی میں لکھا جائے... جس میں اس اخبار کے پڑھنے والے خوشی سے پڑھیں اور یہ کاغذ نمود پائے۔ اور خریداروں کے لئے کچھ رنج نہیں۔ آج تک آٹھ صفحے فارسی اور چار اردو کے چھپتے تھے۔ آئندہ سے بارہ صفحے فارسی چھاپے جائیں گے اور تین روپے ماہوار بدستور رہیں گے۔"

اُودنت مارتنڈ — ہندی کا پہلا اخبار

مراۃ الاخبار، جام جہاں نما (فارسی) اور جام جہاں نما (اردو) کے بعد دیوناگری رسم الخط کے پہلے اخبار اودنت مارتنڈ کا اجرا ہوا۔ اس کے اجرا کی درخواست ۹ رفروری ۱۸۲۶ء کو پنڈت جگل کشور شکلا نے دی تھی اور اخبار کا پہلا نمبر ۳۰ رمئی کو شائع ہوا۔ اس کے اڈیٹر منو ٹھاکر تھے۔ پہلی درخواست کے ساتھ ہی اور ایک درخواست بھی منسلک تھی جس میں گورنمنٹ کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اس اخبار کی یہ کوشش ہوگی کہ اُس کے پڑھنے والوں کے دلوں میں حاکم وقت کے لئے عزت واحترام کا جذبہ پیدا ہو۔[۵] نیز یہ استدعا کی گئی تھی کہ چوں کہ کلکتے سے زیادہ شمالی ہند میں اس اخبار کی اشاعت ہونے کی توقع ہے اس لئے اخبار کے آٹھ نمبروں کو بلا محصول ڈاک روانہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے جواب میں حکومت نے صرف ایک اشاعت کے لئے محصول ڈاک معاف کرنا منظور کیا۔[۶]

اخبار کا سائز ۸ × ۱۲ انچ ہوتا تھا اور ضخامت آٹھ صفحے ہوا کرتی تھی۔ چندہ دو روپے ماہوار تھا جو اس زمانے کے اخباروں کی قیمت کے لحاظ سے دوگنا تھا۔ اخبار ہر منگل کو نمبر ۲۷ کولوٹولہ اسٹریٹ سے شائع ہوتا تھا۔ اخبار کے آخری صفحے کی عبارت یہ ہوا کرتی تھی:

> "یہ اُودنت مارتنڈ کلکتے کے کولوٹولہ کے امڑتلا کی گلی کے ۳۷ انگ کی حویلی کے مارتنڈ چھاپہ گھر میں ہر سنوارے منگلوار کو چھاپا جاتا ہے۔ جس کو لینے کا کام پڑے وہ اس چھاپہ گھر اپنا پتہ دیجیے، بھیجتے ہی سے ان کے سمیپ بھیجا جائے گا۔ اس کا مولیہ مہینے میں دو روپیہ جنھوں نے سہی (صحیح) کی ہے جو ان کے پاس کاغذ نہ پہنچے تو اس چھاپے خانے میں کہلا بھیجنے ہی سے ترنت ان کے یہاں بھیجا جائے گا۔"

اس عبارت سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جگل کشور کا ذاتی چھاپا خانہ بھی تھا۔ ممکن ہے کہ یہ چھاپا خانہ اخبار کے اجرا سے بہت پہلے قائم کیا گیا ہو۔

پنڈت جگل کشور شکلا نے اودنت مارتنڈ کے پہلے ہی نمبر میں یہ بات صاف کردی تھی کہ "یہ اودنت مارتنڈ اب پہلے پہل، ہندی میں نکل رہا ہے۔ اور اس کے اجرا کا مقصد یہ تھا کہ

"انگریزی اَو فارسی اَو بنگلہ میں جو سماچار کا کاغذ چھپتا ہے اس کا سُکھ اُن بولیوں کے جاننے اَو پڑھنے والوں ہی کو ہوتا ہے" اور ہندی جاننے والے اس کی لذت سے محروم رہتے ہیں اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ اودنت مارتنڈ کا اجرا کر رہے ہیں تاکہ وہ "ستیہ سماچار" جو اس اخبار میں چھپے ہندی جاننے والا "آپ پڑھ اَو سمجھ لے اَو پرائی اَپیکھ شا نہ کرے او اپنی بھاشا کی اُوپج نہ چھوڑے"۔

جگل کشور شکلا کانپور کے رہنے والے اور کلکتے کی صدر عدالت دیوانی میں پیش کار تھے۔ فارسی، جو اس وقت عدالتی زبان تھی اس کے علاوہ، ہندی اور سنسکرت میں بھی ان کو پوری مہارت حاصل تھی۔ اخبار نویسی سے ان کو خاص شغف تھا۔ اودنت مارتنڈ کے بند ہو جانے کے بعد بھی آگے چل کر انھوں نے ایک اخبار نکالنے کی کوشش کی تھی۔ اودنت مارتنڈ کی زبان پورب کی کھڑی بولی تھی جس کو سنسکرت آمیز بنا دیا جاتا تھا۔ اور غالباً یہی وجہ تھی کہ "اودنت مارتنڈ کی نیو پڑنے سے پہلے" جگل کشور شکلا نے جو توقعات اخبار سے وابستہ کی تھیں وہ "سپھل" نہ ہو سکیں۔ اور وہ لوگ جو ان کے "بے کہے بھی اس کاغذ کی سہی (صحیح) بھی بر سہی کرتے گئے تھے"۔ اُن لوگوں میں بھی یہ اخبار مقبول نہ ہو سکا۔

کم و بیش ایک سال تک اخبار نکالنے کے بعد جگل کشور شکلا نے "سرکار انگریز کمپنی مہاپرتاپی" کی خدمت میں ایک درخواست گزرانی جس میں اخبار کی تفصیلی حالت بیان کرنے کے بعد مالی امداد کی درخواست کی گئی تھی۔ لیکن بقول جگل کشور شکلا "کرم کے ریکھ کون میٹے" حکومت نے اخبار کی عدم مقبولیت کا عذر کر کے مالی امداد دینے سے انکار کر دیا۔ اخبار کے مالک اور اڈیٹر پنڈت جگل کشور شکلا کو اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ اور چوں کہ اخبار بغیر گورنمنٹ کی اعانت کے چل ہی نہ سکتا تھا اس لئے بند کر دیا گیا۔ اخبار نے ڈیڑھ سال (۳۰ مئی ۱۸۲۶ء سے دسمبر ۱۸۲۷ء تک) کی زندگی پائی اور اس عرصے میں اس کے ۷۹ نمبر شائع ہوئے۔

شمس الاخبار

مرآۃ الاخبار اور جام جہاں نما کے بعد ہم کو ایک اور فارسی ہفتے وار اخبار کا نشان ملتا ہے

جو کلکتے کا تیسرا ہفتہ وار فارسی اخبار تھا۔ اس کا نام شمس الاخبار تھا۔ افسوس ہے کہ اس اخبار کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ سرکاری کاغذات سے ہم کو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ۶۔ مئی ۱۸۲۳ء کو شمس الاخبار کے نام سے ایک فارسی وہندستانی (اردو) اخبار کے اجرا کی درخواست دی گئی، جس پر ماتھر موہن اور منی رام کے دستخط تھے۔ اور یہ کہ اس کا دفتر بنگو دت اسٹریٹ میں تھا۔[۹]

ناظم سیتاپوری صاحب کی وساطت سے راقم الحروف کو شمس الاخبار کے دو نمبروں کے جستہ جستہ اوراق ملے ہیں جو نہایت بوسیدہ اور جگہ جگہ سے پھٹے ہیں۔ اخبار لوہے کے ٹائپ میں چھپتا تھا جو اس وقت رائج تھا۔ ان دو نمبروں میں سے ایک نمبر کی ابتدا سرکاری گزٹ سے ہوتی ہے۔ دوسرے نمبر میں یہ گزٹ نہیں ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گزٹ چھاپا جاتا تھا مگر پابندی شاید نہیں کی جاتی تھی۔ سرکاری کاغذات سے اس کا پتا نہیں چلتا کہ شمس الاخبار کو سرکاری امداد بھی حاصل تھی یا نہیں۔ لیکن یہ اخبار زیادہ دنوں زندہ نہیں رہا اس لئے گمان غالب ہے کہ سرکاری امداد اس کو نہ ملتی رہی ہوگی۔

پہلا نمبر جو زیادہ ناقص ہے، اُس پر تاریخ کی حسب ذیل سطر درج ہے۔

"نمبر ۲۲ تاریخ بست وچہارم اکتوبر سنہ ۱۸۲۳ء مطابق ہیزدہم شہر صفر سنہ ۱۲۳۹ھ بروز جمعہ"

اس کے نیچے انگریزی عبارت میں اخبار کی قیمت درج کی گئی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کا چندہ دو روپے ماہوار تھا۔ اس کے بعد "خبر تقرر عہدہ بصاحبان اہل قلم" کی سُرخی ہے، جس کے تحت ۱۸ ستمبر سے ۱۳ اکتوبر تک کے پانچ تقررات کی خبریں درج کی گئی ہیں۔ "صاحبان اہل قلم" کمپنی کے سول ملازموں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ فوجیوں کے لئے "اہل سیف" استعمال کیا جاتا تھا۔ اُس کے بعد خبریں درج کی گئی ہیں جو یہ ہیں — خبر مندراج خبر بمبئی، خبر الہ آباد، خبر مہاراجہ دولت راؤ سندھیا، خبر پونا، خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر والی صوبۂ لاہور وغیرہ، خبر جے پور، اور خبر آمادہ شدن فوج سرکار برائے سزائے عمل مفسدان عاقبت اندیشاں خسران شعار۔

موخر الذکر خبر پیگو (برہما) کی بغاوت کی ہے۔ یہ خبر جام جہاں نما کے باب میں نقل کی جاچکی ہے

لیکن اس خبر کی زبان جام جہاں نما سے مختلف ہے۔ دوسرا نمبر جو نسبتاً کم خستہ اور تقریباً مکمل ہے، اس کی سرخیاں یہ ہیں۔ خبر ملتان، خبر اکبر آباد، خبر بادشاہ آودھ والا جاہ صوبہ آودھ، خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر حاکم لاہور وغیرہ، خبر مہاراجہ دولت راؤ سندھیا بہادر، خبر پشاور، خبر بھرت پور، خبر پونا، خبر شاہجہاں آباد، خبر کشمیر، خبر جے پور، خبر الیٹ صاحب کلاں (رزیڈنٹ) شاہجہاں آباد، خبر تقرر عہدہ، خبر سپریم کورٹ اور آخری سرخی ہے نرخ نامہ۔

اس اخبار کے سلسلے میں یہ بات دل چسپی سے خالی نہیں ہے کہ ان دونوں نمبروں میں کوئی غیر ملکی خبر نقل نہیں کی گئی ہے۔ البتہ انگلستان کا ایک واقعہ منظوم درج کیا گیا ہے۔ اس کی سرخی پھٹی ہے، اس لئے پڑھی نہیں جاتی ہے۔ یہ خبر انیس اشعار پر مشتمل ہے، جس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ "خواندہ ام در کاغذ اخبار حالے بس غریب" اور واقعہ یہ تھا کہ

بود طفلے سیزدہ سالہ بانگلنڈ اندروں — صاحب نطق، فصیح و طالب علم و فنوں

در شبے خوابیدہ بر بستر چو شبہائے دگر

صبح دم بر داشت سر از خواب چوں آں گلبدن — یافت خود را گنگ ساں بے نطق و عاجز در سخن

اس کے عزیزوں نے بہت سر مارا اور طبیبوں نے بھی اپنی سی کی۔

لیک سعی چارہ جویاں را اثر ظاہر نشد — زاں کہ اصلا ہیچ کس بر علتش ماہر نشد

پھر کچھ دنوں کے بعد "بفضلِ کردگار" .. ..

گشت گویا باز آں کودک بیک دم چوں ہزار

اس حیرت ناک اتفاق کی تفصیل بھی منظوم کی گئی ہے۔

شمس الاخبار کی ضخامت بارہ صفحات ہوتی تھی۔ ٹھاکر منی رام کا اپنا ذاتی چھاپا خانہ بھی تھا۔ چناں چہ اخبار کی آخری سطر میں اس کا ذکر یوں کیا جاتا تھا

"در مقام کلکتہ در طبع خانہ ٹھاکر منی رام مطبوع شد"

ولیم کیری نے شمس الاخبار کے اجرا کا تو نہیں لیکن اس کے بند ہونے کا ذکر کیا ہے اور ان کے بیان کے مطابق "۱۸۲۷ء میں شمس الاخبار کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔"[۸۱] ولیم کیری ہی کی وساطت سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شمس الاخبار کے آخری نمبر میں اڈیٹر نے بہت ہی تلخ انداز میں لکھا تھا"۔

"ہر شخص کو یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ جس دن سے میں نے شمس الاخبار جاری کیا ہے سوا محرومی و ناکامی کے اور کچھ میرے ہاتھ نہ آیا" اور اپنے ہم وطنوں کی بے حسی اور لاپرواہی کا رونا ایک فارسی شعر پر ختم کیا جس کا انگریزی میں ترجمہ مسٹر کیری نے کیا ہے۔ اصل فارسی شعر یہ رہا ہوگا۔ ع

سوختیم و سوزشِ ما بر کسے ظاہر نہ شد
چوں چراغانِ شبِ مہتاب بے جا سوختیم

اخبار سی رام پور

اخبار سی رام پور کے نام سے ایک فارسی اخبار ۱۸۲۶ء کے اوائل میں سی رام پور سے جاری کیا گیا۔ یہ انھیں پادریوں کا اخبار تھا، جن کے بنگلہ اور انگریزی اخباروں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس اخبار کے جاری کئے جانے سے پہلے مارش مین نے حکومت کے چیف سکریٹری کی وساطت سے ایک درخواست لارڈ امہرسٹ کی خدمت میں گزرانی، جس میں فارسی اخبار کی ضرورت اور اس کے فوائد کا ذکر کرنے کے بعد مالی امداد کی درخواست کی گئی تھی[۸۲]

چیف سکریٹری نے لارڈ امہرسٹ کی ہدایت کے مطابق شعبۂ فارسی کے سکریٹری مسٹر اسٹرلنگ کی رائے معلوم کرنے کے لئے یہ درخواست ان کے پاس بھیج دی۔ اسٹرلنگ کو فارسی زبان سے خاص شغف تھا۔ اسی رشتے سے مرزا غالب سے بھی اسٹرلنگ کے خاصے تعلقات تھے۔ چناں چہ مرزا غالب جب اپنے مقدمے کی پیروی کے لئے کلکتے گئے تو اسٹرلنگ بہت اچھی طرح اُن کے ساتھ پیش آیا۔ اور ان کے مقدمے کے سلسلے میں ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن برا ہو مرزا غالب کے "طالع مربی کش اور محسن سوز" کا کہ اس ملاقات کے کچھ ہی دنوں بعد مسٹر اسٹرلنگ "سکرٹر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے۔"[۸۳]

مارش مین کی درخواست پر بھی اسٹرلنگ نے ہمدردی کے ساتھ غور کیا۔ سرکاری دستاویزوں سے ہم کو پتا چلتا ہے کہ ۷ اپریل ۱۸۲۶ء کو اسٹرلنگ نے مارش مین کو لکھا کہ

"آپ کے بنگلہ اخبار کا فارسی ترجمہ شائع کرنے کی تجویز کے متعلق مجھ کو ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو مطلع کروں کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے یہ طے کیا ہے کہ آپ کے

اخبار کو ۱۶۰ روپے ماہوار کی امداد دی جائے اور اس کے معاوضے میں گورنمنٹ کو آپ کے اخبار کی، جس وقت سے وہ شائع ہو، ۱۶۰ کاپیاں ملا کریں گی۔

"۲۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل آپ کے اس وعدے پر اعتماد کے ساتھ بھروسا کرتے ہیں کہ آپ کا اخبار تمام قابل اعتراض باتوں کو شائع کرنے سے احتراض کرے گا۔ نیز اُن کو اس کا بھی یقین ہے کہ آپ اپنے اخبار کو دیسی باشندوں کے لئے، انداز تحریر کے اعتبار سے قابل قبول اور خبروں کے لحاظ سے مفید بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔۔۔"[۸۴]

اس چٹھی کے ساتھ ہی اسٹرلنگ نے ان لوگوں کی ایک فہرست بھی منسلک کی تھی، جن کو اخبار بھیجنا طے پایا تھا۔ اس فہرست کے مطابق سرکاری افسروں اور سرکاری اداروں کے علاوہ دلّی، آگرہ اور بنارس کے کالجوں نیز مدرسہ (کلکتہ) اور ہندو کالج (کلکتہ) کو بھی سی رام پور اخبار کی چھپے کاپیاں بھیجنا منظور کیا گیا تھا۔

اخبار سی رام پور مئی ۱۸۲۸ء تک جاری رہا۔ پھر یکایک حکومت نے مالی دشواریوں کے پیش نظر سی رام پور کے بنگلہ اور فارسی اخباروں کی مالی امداد بند کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اخبار سی رام پور بند ہو گیا۔ مگر ان لوگوں نے سماچار درپن کو، جو اُن کا بنگلہ اخبار تھا، جاری رکھا۔ یہ قصہ لارڈ امہرسٹ کی گورنر جنرلی کے آخری عہد کا تھا۔ جب اُن کی جگہ پر لارڈ بنٹنگ گورنر جنرل ہوئے تو مارش مین نے اخبار سی رام پور کو دوبارہ جاری کرنے کی کوشش کی اور وہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے کہ گورنمنٹ اگر صرف ڈاک کا محصول ہی معاف کر دے تو بھی وہ اس اخبار کو جاری کر دیں گے، لیکن بنٹنگ نے اپنے پیش رو کے فیصلے کو اس عذر کے ساتھ برقرار رکھا کہ جن مالی دشواریوں کی بنا پر اخباروں کی امداد بند کی گئی تھی، وہ ابھی دور نہیں ہوئی ہیں۔

٦

دار و گیر

"ہندستان میں (اخباروں کی) آزادی کا نفاذ بدترین قسم کا جرم ہوگا۔ مجھے مسرت ہوگی اگر کوئی صاحب میرے اس سوال کا جواب دے سکیں کہ ہندستان میں ایک آزاد دستور کا ہم اگر نفاذ کر دیں تو پھر اس ملک میں خود ہمارے حقوق کن اصولوں کی بنیاد پر قائم رہ سکیں گے؟"

سر منُّوگھم۔ جج سپریم کورٹ

(۱۸۲۳ء)

بکنگھم کو ہندستان بدر کر دیا گیا

مارکوئس آف ہیسٹنگز اور بورڈ آف ڈائرکٹرس سے پالیسی کے معاملے میں کچھ اَن بَن ہو گئی اور ہیسٹنگز نے استعفا دے دیا۔ چناں چہ ۱۳ر جنوری ۱۸۲۳ء کو اُن کی جگہ پر ایڈم کو عارضی گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ یہ وہی ایڈم ہے جو اخباروں کی آزادی بلکہ اُن کے وجود کا سب سے بڑا دشمن تھا اور جو ۱۸۱۱ء میں سنسر کے محکمے کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ مسٹر ایڈم کے "سات مہینے کے مختصر عہد حکومت کی نمایاں خصوصیت"، بقول جان کلارک مارش مین "۔۔۔ وہ غیر معتدل رویہ ہے جو انھوں نے اخباروں کے باب میں اختیار کیا تھا" اور ان کے عہد کی یادگار "ان کا وہ کینہ پرورانہ طرز عمل تھا جو انھوں نے بکنگھم کے ساتھ روا رکھا تھا"۔[1]

ایڈم کو بکنگھم سے شدید عداوت تھی۔ اور ایسا نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی، جب کہ ایک اخباروں کی آزادی کا دشمن اور دوسرا اخباروں کی آزادی کا علم بردار تھا۔ اور دونوں اپنے عقیدوں میں پختہ اور انتہا پسند تھے۔ ایک موقع پر بکنگھم نے اپنے اخبار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں کی بے توجہی کا رونا روتے ہوئے لکھا کہ حکومت نے "غلطیوں کی اگر تلافی نہ کی اور ان مجوّزہ اصلاحوں کی طرف (جو شائع کی جاتی ہیں) توجہ نہ دی، تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ صرف اُن لوگوں کی دادرسی ہو سکے گی، جن کو سرکاری افسروں تک رسائی حاصل ہے۔۔۔" ایڈم نے بکنگھم کے اس اظہار خیال کو حکومت کی توہین قرار دے کر ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی ضروری سمجھی۔ یہ دعویٰ اگرچہ خارج

ہوگیا، لیکن اس مقدمے کی پیروی میں بکنگھم کے چھے سو پونڈ خرچ ہوگئے۔[2]

کچھ دنوں کے بعد ایڈم کو بکنگھم کی جڑ کاٹنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ جولائی ۱۸۲۲ء میں ایک سرکاری اعلیٰ افسر کو، جو پہلے ہی سے تین اہم محکموں کا افسر تھا، ایک اور محکمے کا افسر مقرر کر دیا گیا۔ اس موقع پر بکنگھم نے اس طریق کار پر شدید احتجاج کیا۔ اس اعتراض نے متعلقہ افسر اور ایڈم دونوں کو آتش زیر پا کر دیا۔ اور ان دونوں نے متفقہ طور پر ایک عرض داشت گورنر جنرل کی خدمت میں پیش کی۔

اس مراسلے میں بکنگھم پر لے دے کرنے کے ساتھ ساتھ اخبارات اور ان کی آزادی پر بھی اوچھے وار کیے گئے تھے۔ دونوں افسروں کا متفقہ طور پر یہ بھی مطالبہ تھا کہ بکنگھم کو ہندستان بدر کر دیا جائے۔

مارکوئس آف ہیسٹنگز نے جب ان دونوں مقتدر سرکاری افسروں کا یہ مطالبہ نظر انداز کرتے ہوئے بکنگھم کے خلاف کسی قسم کی کارروائی مناسب نہ سمجھی تو ڈاکٹر جیمس نے، جن کے تقرر پر بکنگھم نے اعتراض کیا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ اپنے وقار کو برقرار رکھنے کے لیے وہ بکنگھم سے ڈوول لڑیں گے۔ دوسری طرف مسٹر بکنگھم نے بھی اس چیلنج کو قبول کر لیا، لیکن خوش قسمتی سے یہ مقابلہ برابر پر چھوٹ گیا۔[3] یہ قصہ ایڈم کے گورنر جنرل بننے سے پہلے کا تھا۔

عارضی گورنر جنرل مسٹر ایڈم نے گورنر جنرلی کا عہدہ سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ بکنگھم کے پرانے حریف اور اپنے قدیم دوست پادری جیمس برائس کو کلرک آف اسٹیشنری کے عہدے پر مقرر کر کے سرکاری گزٹ کی غیر معمولی اشاعت میں اس کا اعلان کیا۔ مسٹر بکنگھم نے اس تقرر پر طنزیہ انداز میں تبصرہ کیا۔ ایڈم کو یہ بات اس درجہ ناگوار ہوئی کہ بکنگھم کے ہندستان میں رہنے کا اجازت نامہ ہی منسوخ کر کے اس کو انگلستان روانہ کر دیا گیا۔ مسٹر ایڈم کی جگہ پر کوئی دوسرا گورنر جنرل ہوتا تو یقیناً یہ صورت حال نہ پیدا ہوتی۔ اس سلسلے میں یہ بات دل چسپی سے خالی نہیں ہے کہ کورٹ آف ڈائرکٹرس نے بکنگھم کے ہندستان بدر کیے جانے کو سراہتے ہوئے ڈاکٹر برائس کے تقرر کو، جو اس جھگڑے کی جڑ تھا، نامناسب قرار دے کر ان کو برخاست کر دیا۔[4]

اس قصے کا ایک دل چسپ پہلو یہ بھی تھا کہ پادری جیمس برائس کے اس تقرر کو خود انگلستان کے کلیسا نے بھی قابل اعتراض سمجھا تھا اور اس پر شدید نکتہ چینی کی تھی۔[5]

مراۃ الاخبار کا اظہار خیال

مسٹر ایڈم کے اس حکم پر اظہار خیال کرتے ہوئے مراۃ الاخبار نے لکھا کہ

"مشہور فاضل ڈاکٹر برانس جو اسکاٹش کلیسا کے پادری ہیں انھوں نے آنریبل کمپنی کے کلرک آف اسٹیشنری کا عہدہ قبول کیا تو کلکتہ جرنل کے اڈیٹر مسٹر بکنگھم نے دربردہ اور اعلانیہ یہ لکھا کہ ایک پادری کے لئے ایسے عہدہ کو قبول کرنا مناسب نہیں ہے۔ آنریبل گورنر جنرل نے اس گستاخانہ اظہار خیال پر یہ حکم جاری کیا کہ دو مہینے کے اندر وہ ہندستان سے انگلستان چلے جائیں... مجھے ایک شعر یاد آگیا جو ایک مہاوت نے نیل کے کنارے کہا تھا۔

"اگر اس چونٹی کی حالت کا تمھیں علم ہو جو تمہارے پیر کے نیچے دبی ہے تو ہاتھی کے پیر کے نیچے تمہاری بھی وہی حالت ہوگی۔"[۶]

یہ قطعہ ہے، جو گلستاں کی ایک حکایت سے اخذ کیا گیا ہے۔

پیل بانے بر لب دریائے نیل	ہم چناں در فکر ان بتیم کر گفت
ہم چو حالِ تست زیر پائے پیل	زیر پایت گر بدانی حالِ مور

مسٹر بکنگھم نے ہندستان سے واپس جانے کے بعد پھر ہندستان آنے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر کمپنی کے ارباب حکومت نے ان کو اس کی اجازت نہ دی اور آگے چل کر بکنگھم جب پارلیمنٹ کے ممبر ہو گئے تو ۱۸۳۴ء میں انھوں نے اپنے ہندستان سے نکالے جانے کا سوال از سر نو اٹھایا اور ان کے ساتھ جو نا انصافی کی گئی تھی اس کے معاوضے میں کمپنی نے دو سو پونڈ سالانہ ان کی پنشن مقرر کر دی[۷]۔

ہندستان کا پہلا پریس آرڈیننس

مسٹر ایڈم نے اپنے زبردست حریف مسٹر بکنگھم کو، جو اخباروں کی آزادی کے سب سے بڑے علم بردار تھے، ہندستان بدر کرنے کے ایک ہی ہفتے بعد یہ بھی ضروری سمجھا کہ اخباروں اور چھاپے خانوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ان پر کڑی پابندیاں عائد کی جائیں۔ چناں چہ ایڈم کے عہد کا پہلا بڑا کارنامہ یہی تھا کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کی منظوری سے ۴ر اپریل ۱۸۲۳ء کو اخباروں، کتابوں اور چھاپے خانوں کے لئے

ایک مسودۂ قانون سپریم کورٹ کی منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ، بقول مارشمین، ایڈم کو تو "اخباروں کو پابہ زنجیر کرنے کے لئے بس لارڈ ہیسٹنگز کی روانگی کا انتظار ہی تھا" چناں چہ ابھی ہیسٹنگز انگلستان بھی نہیں پہنچے تھے کہ "اپریل ۱۸۲۳ء میں ایک قانون پاس کیا گیا، جس نے بغیر لائسنس حاصل کئے ہوئے اخبار جاری کرنے کی آزادی کا سرے سے خاتمہ کر دیا۔"[۸]

ولیم کیری نے اس اجمال کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۸۲۳ء کو سرکاری قانونی مشیر مسٹر مُونی نے سپریم کورٹ میں "وہ قاعدے پیش کئے جو گورنر جنرل باجلاس کونسل نے فورٹ ولیم کے حدود میں شائع ہونے والے اخبارات وغیرہ کے لئے مرتب کئے تھے۔" اور ان قاعدوں کے نفاذ کا جواز یہ بتلایا گیا تھا کہ "چوں کہ کلکتے سے شائع ہونے والے اخباروں اور دوسری مطبوعات میں ایسے مضامین شائع کئے جاتے ہیں جو امن و آشتی اور سماجی زندگی کے اعلیٰ نظام کو درہم برہم کرنے والے اور اس حکومت کے خلاف، جو قانوناً اس ملک میں قائم ہے، نفرت و عداوت پیدا کرنے والے ہوتے ہیں، ان کا تدارک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بنگال کے علاقہ فورٹ ولیم سے کسی زبان یا کسی رسم الخط میں شائع ہونے والے اخبارات، رجسٹر، رسائل، پمفلٹ، کتابیں یا کاغذات جن میں عام خبریں یا خفیہ اطلاعات شائع ہوتی ہیں یا جن میں احکام و قوانین یا حکومت کی کارروائیوں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے یا جس میں کسی سیاسی واقعے کا بیان ہوتا ہے یا اُس کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے، ان کے لئے باضابطہ قانون و قاعدے مرتب کر دئے جائیں۔"[۹]

یہ مسودۂ قانون مختلف اپیلوں کا مقابلہ کرنے اور قانونی موشگافیوں کی منزلیں طے کرنے کے بعد بالآخر دسمبر ۱۸۲۳ء میں آرڈیننس کی شکل میں نافذ کر دیا گیا۔ ایڈم کا یہ قانون جو اپنی پہلی دفعہ کے مطابق "فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کے ماتحت علاقوں" یعنی بنگال میں نافذ کیا گیا تھا، تیرہ دفعات پر مشتمل تھا۔ اس کی اہم دفعات کا خلاصہ یہ ہے :-

دفعہ ۲۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل سے لائسنس حاصل کئے بغیر کوئی شخص نہ تو کوئی کتاب یا اخبار شائع کرے گا اور نہ چھاپا خانہ یا ٹائپ یا چھاپنے کا کوئی اور سامان اپنے قبضے میں رکھے گا۔ اگر کوئی شخص بغیر لائسنس حاصل کئے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار شائع کرے گا یا بلا لائسنس کے چھاپے خانے کا ٹائپ یا چھاپنے کا کوئی اور سامان اپنے پاس رکھے گا تو جس

حلقے میں یہ جرم عمل میں آیا ہوگا اس حلقے کے مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جائے گا اور اس جرم کی سزا ایک ہزار روپے تک جرمانہ یا عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں چھ مہینے تک قید محض کی سزا دی جائے گی۔

دفعہ ۳۔ اگر کسی کے پاس بلا سرکاری لائسنس کے کوئی چھاپا خانہ یا ٹائپ یا چھاپنے کا کوئی سامان ہو تو مجسٹریٹ کو اس کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو (مع ان تمام کتابوں اور اخباروں کے جو اس وقت وہاں موجود ہوں) قرق کر کے اپنے قبضے میں کرے اور گورنر جنرل باجلاس کونسل (جس کو اس طرح کی قرقی کی فوراً اطلاع دی جائے گی) کے حکم کے مطابق ضبطی کی کارروائی یا جو حکم دیا گیا ہو، عمل میں لائے۔ اگر مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ کو قابل اعتماد شہادت یا قوی امکانات کی بنا پر اس کا یقین ہو کہ کسی مکان یا کسی عمارت میں یا کسی اور جگہ کوئی ایسا چھاپا خانہ، ٹائپ یا چھاپنے کا کوئی اور سامان موجود ہے، جس کے لئے سرکاری لائسنس حاصل نہیں کیا گیا ہے تو مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ وارنٹ جاری کر کے پولیس افسروں کے ذریعے اس جگہ کی تلاشی، ۱۸۱۷ء کے بیسویں رگولیشن کی دفعہ ۵، ۶، ۷ و ۱۴ کے مطابق، جن میں بود و باش کی جگہوں کی تلاشی لینے کے قاعدے درج ہیں، تلاشی لینے کا مجاز ہے۔

دفعہ ۴۔ وہ شخص یا اشخاص جو کسی وقت بھی چھاپا خانہ قائم کرنا یا اس کو استعمال کرنا (چھپوانا) یا ٹائپ یا چھاپنے کا سامان رکھنا چاہیں تو وہ مرد ہوں یا عورت، ایک ہوں یا ایک سے زیادہ، اس حلقے کے مجسٹریٹ کو درخواست دیں جس حلقے میں مجوزہ چھاپا خانہ ہو یا قائم کرنا ہو۔ درخواست میں ان لوگوں کے اصلی اور حقیقی نام، پیشے، ذات یا مذہب، عمر اور جائے رہائش درج کی جائے جو اس کے پرنٹر اور پبلشر ہوں یا ہونے والے ہوں اور چھاپا خانہ، ٹائپ یا چھاپنے کے کسی اور سامان کے مالک کا نام بھی لکھا جائے۔ اور وہ جگہ بھی لکھی جائے جہاں چھاپا خانہ قائم کرنا ہو۔ پرنٹر، پبلشر اور مالک کو یا ان میں سے اس شخص کو جسے مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ منتخب کرے درخواست میں لکھی ہوئی باتوں کی حلفیہ یا تحریری تصدیق کرنی ہوگی۔

دفعہ ۵۔ مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ درخواست کی ایک نقل (اگر درخواست انگریزی میں نہ ہو تو انگریزی ترجمے کے ساتھ) گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں روانہ کرے گا۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل مزید تفصیلات، جن کی وہ ضرورت سمجھیں، دریافت کرنے کے بعد، اپنی مرضی کے مطابق درخواست منظور یا مسترد کرنے کا فیصلہ کریں گے۔

دفعہ ۶۔ لائسنس دینا اگر منظور کیا گیا تو مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ درخواست کنندہ کو لائسنس دے گا اور زبانی اور تحریری دونوں طریقوں سے درخواست کنندہ کو ان شرائط سے آگاہ کرے گا جو ہر لائسنس کی نوعیت کے مطابق گورنمنٹ عائد کرنا پسند کرے گی۔

دفعہ ۷۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل اپنے اس اختیار کو محفوظ رکھتے ہیں کہ وہ جب بھی مناسب سمجھیں کسی لائسنس کو منسوخ کر دیں۔

دفعہ ۸۔ لائسنس کی منسوخی کے بعد کسی شخص نے اُس چھاپے خانے، ٹائپ یا چھاپنے کے اور دوسرے سامان سے کچھ چھاپا یا چھاپنے دیا تو اس کو وہی سزا دی جائے گی جو اس قانون کی دفعہ ۱ میں بیان کی گئی ہے۔ اور اسی قانون کی دفعہ ۳ کے مطابق چھاپا خانہ، ٹائپ اور چھاپنے کا دوسرا سامان مع مطبوعہ اخبارات اور کتابوں کے، جو وہاں موجود ہوں گی ضبط کر کے سب سامان قرق کر لیا جائے گا۔

دفعہ ۹۔ لائسنس یافتہ چھاپے خانے میں جو کتاب یا اخبار شائع ہو اس کا ایک نسخہ قیمتاً مجسٹریٹ کو بھیجا جائے، جو اُس کو فوراً گورنمنٹ کو روانہ کرے گا۔

باضابطہ لائسنس یافتہ چھاپے خانے میں جو کتاب یا اخبار شائع ہو اس کے پہلے اور آخری صفحے پر صاف حرفوں میں پرنٹر کا نام درج کیا جائے اور اُس شہر، قصبے یا مقام کا نام بھی لکھا جائے جہاں کتاب یا اخبار چھاپا گیا ہو۔

دفعہ ۱۰۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اختیار ہے کہ فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کے ماتحت علاقوں میں جب بھی وہ مناسب سمجھیں کسی کتاب یا اخبار کی اشاعت کو، خواہ وہ کلکتے میں چھپے ہوں یا کلکتے کے باہر ممنوع قرار دیں۔ سرکاری گزٹ میں اس ممانعت کا

اشتہار انگریزی، بنگلہ اور فارسی زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۱۔ کسی ممنوعہ کتاب یا اخبار کو فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کے حدود میں فروخت یا تقسیم کرنے کی سزا پہلی بار سو روپے تک جرمانہ اور عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں دو مہینے تک قید محض کی سزا ہوگی اور دوسری بار اسی جرم کی سزا دو سو روپے تک جرمانہ اور عدم ادائیگی جرمانے کی صورت میں چار مہینے تک کی قید محض ہوگی۔

دفعہ ۱۲۔ اگر سابقہ دفعہ کے تحت جرم کا مرتکب کوئی ایسا شخص ہوا ہو جو مجسٹریٹ یا جوائنٹ مجسٹریٹ کے حدود اختیار سے باہر ہو (یعنی مجرم فورٹ ولیم کی پریسیڈنسی کے حدود سے باہر ہو۔م) تو گورنر جنرل باجلاس کونسل جس طرح مناسب سمجھیں گے، دفعہ ۱۰ کے تحت جاری کردہ ممانعت کے حکم پر عمل درآمد کریں گے۔

دفعہ ۱۳۔ جرمانوں کے مقدمات کے فیصلوں کی نقل (جن کے ساتھ مقدمہ کی کارروائی کا خلاصہ بھی منسلک ہوگا) مجسٹریٹ، جوائنٹ مجسٹریٹ، اس دفعہ کے مطابق، فوراً گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں اطلاعاً روانہ کرے گا۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل اپنے اس حق کو محفوظ رکھتے ہیں کہ وہ اگر مناسب سمجھیں تو کسی جرمانے کی رقم کو معاف کر دیں یا اُس میں تخفیف کر دیں۔

اس ملک کی تاریخ میں یہ قانون اپنی نوعیت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے آپ اپنی مثال تھا۔ ہندستان کو جن ان گنت اور طرح طرح کے نرم و گرم حکمرانوں کا تجربہ ہو چکا تھا، اُن میں سے کسی نے بھی ایسا، یا اس سے ملتا جلتا کوئی قانون کبھی بھی نافذ نہیں کیا تھا۔ غالباً گورنر جنرل باجلاس کونسل کو بھی اس تاریخی حقیقت کا احساس تھا۔ چنانچہ یہ قانون اک بارگی نافذ نہیں کر دیا گیا اور اس قانون کے دور رس نتائج کی ذمہ داریوں سے بچنے نیز انگریزی آئین پسندی کی روایات کا سہارا لینے کے لئے گورنر جنرل باجلاس کونسل نے یہ ضروری سمجھا کہ عوام کو اس کا اختیار بھی دیا جائے کہ اگر کسی کو لائسنس حاصل کرنے کی پابندیوں پر اعتراض ہو تو وہ اس قانون کے نفاذ کو روکنے کے لئے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرے۔

گورنر جنرل باجلاس کونسل کی عنایت کردہ رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، دو اپیلیں سپریم کورٹ میں دائر کی گئیں۔ پہلی اپیل ہندستانی اخبار نویسی کے کارواں سالار رام موہن رائے کی تھی۔

اس اپیل پر پانچ اور معزز ہندستانیوں کے دستخط بھی تھے۔ اس تاریخی مسودے میں مجوّزہ قانون کا نفاذ روکنے کے لئے پرزور دلائل نرم انداز میں پیش کیے گئے تھے۔ انھوں نے سارا زور اس پہلو پر دیا تھا کہ اس قانون کا نفاذ اخباروں کے اجرا اور کتابوں کی اشاعت پر اثرانداز ہوگا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ "علم کا نفوذ مسدود ہو جائے گا۔ مشرق کی علمی زبانوں کے جو تراجم دیسی زبانوں میں آرہے ہیں اور غیر ملکی مطبوعات کی وساطت سے علم کی جو اشاعت ہو رہی ہے، اُس کا بھی سدباب ہو جائے گا۔ اور ذہنی اصلاح کے جس نئے دور کا آغاز ہوا ہے، اس کا بھی اس قانون کے نفاذ کے بعد خاتمہ ہو جائے گا" پھر اس پر بھی زور دیا گیا تھا کہ "دیسی باشندے اپنی شکایتوں، تکلیفوں اور سرکاری افسروں کی زیادتیوں اور ناانصافیوں کی فریادیں اخباروں کی وساطت سے حکومت کی خدمت میں اب تک پیش کرتے رہے ہیں اور اب یہ ذریعہ بھی اُن سے چھن جائے گا" اور پھر "ملک معظم کی وفادار رعایا جو سلطنت کے دور دراز حصے میں بستی ہے اپنے فرماں روا اور اُس کے وزرا کے حضور میں اپنے حقیقی حالات بیان کرنے کے ذرائع سے محروم ہو جائے گی۔"

رام موہن رائے نے اپنی اپیل کو اس جملے پر ختم کیا تھا:-

"ہر نیک دل حکمران جو فطرت انسانی کی خامیوں کا قائل ہے اور اس دنیا کے ابدی حکمران کی عظمت کا احترام کرتا ہے، اُس کو ایک عظیم الشان سلطنت کا انتظام کرنے والوں سے غلطی سرزد ہو جانے کی فطری اہلیت کا بھی ضرور احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اس بات کے لئے مضطرب رہتا ہے کہ ہر فرد کو اس کے مواقع حاصل ہوں کہ وہ فوراً اُن معاملات کو اُس کے علم میں لاسکیں، جن میں اُس کی مداخلت ضروری ہو۔ اس اہم مقصد کے حصول کا واحد موثر ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اشاعت کی لاانتہا آزادی عطا کی جائے۔" [۱۰]

رام موہن رائے کی یہ اپیل سپریم کورٹ کے فاضل جج نے خارج کر دی اور مسٹر ایڈم کے مجوزہ قانون کو حق بجانب ثابت کرتے ہوئے یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اُن کے علم میں کوئی جگہ دنیا میں ایسی نہیں ہے جہاں "کلکتے سے زیادہ عملی آزادی" لوگوں کو حاصل ہو۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد رام موہن رائے نے ایک اپیل ملک معظم کی خدمت میں روانہ کی۔ اس اپیل کی عبارت انگریزی عبارت آرائی کے اعلیٰ ترین نمونوں میں شمار کی جاتی ہے۔

اس اپیل کے ابتدائی حصے میں انگریزی راج کی خوبیاں بیان کرنے اور انگریزی طرزِ حکومت کے گن گانے کے بعد یہ بھی کہا گیا تھا کہ "مسلمانوں کے عہد میں ہندوؤں کو بھی جملہ سیاسی حقوق، اعلیٰ عہدے فوجوں کی کمان داری اور صوبوں کی گورنریاں مثل مسلمانوں کے حاصل تھیں اور کسی شخص کو اس کے مذہب یا مقامِ پیدائش کی بنا پر اُن حقوق و مراعات سے محروم نہیں کیا جاتا تھا۔ وہ مراعتیں ہندستانیوں کو اب حاصل نہیں ہیں، لیکن اخبارات کی آزادی سے کچھ حد تک ان کی تلافی ہو جاتی تھی۔ اب اس آزادی کے سلب ہو جانے سے تو وہ بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔۔۔۔۔

"شاہانِ مغلیہ جو سابق میں اس ملک کے حکمران تھے، ان کو خواہ کتنے ہی مستبدانہ اختیارات کیوں نہ حاصل رہے ہوں، اور کبھی کبھی اُن کا رویہ کتنا ہی جابرانہ اور خود مختارانہ کیوں نہ ہوتا رہا ہو، لیکن اُن میں جو ہوش مند اور صالح ہوتے تھے، وہ ہمیشہ اپنے صوبے داروں کے صدر مقاموں پر دو اخبار نویس متعین کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک وقائع نویس ہوتا تھا، جو سارے واقعات بلا کم و کاست قلم بند کرتا تھا اور دوسرا خفیہ نویس ہوتا تھا جو ہر قابلِ ذکر واقعے کی خفیہ رپورٹ مرتب کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی صوبے دار اگرچہ بادشاہ وقت کے عزیز یا دوست بھی ہوتے تھے، لیکن بادشاہ ان کی بھیجی ہوئی انتظامی رپورٹوں کی غیر جانب داری اور صداقت پر سولہ آنے بھروسہ نہیں کیا کرتا تھا۔ صوبے داروں کی غلطیوں کی پاداش میں یا اپنے ماتحتوں کو غفلت شعاری کا موقع دینے کے جرم میں بادشاہ صوبے داروں کو معزول بھی کر دیا کرتا تھا۔۔

"ملکِ معظم کی وفادار رعایا عاجزی کے ساتھ مستدعی ہے کہ متذکرہ بالا قاعدے آرڈیننس اور رگولیشن، جن کی ملکِ معظم کی عدالت کے جج نے تصدیق بھی کر دی ہے، ان کا نفاذ روک دیا جائے۔ اور اس ملک کے حکام کے نام امتناعی حکم جاری فرمایا جائے کہ ملکِ معظم کی وفادار رعایا کو جو رعایتیں حاصل ہیں، اُن میں تخفیف کرنے اور اُن کے حقوق کو پامال کرنے کے لئے وہ قانونی اختیارات حاصل کرنے سے احتراز کریں اور حضور کو اور حضور کے وزرا کو جو شاہی اختیارات حاصل ہیں اُن کو ہندستان کے عمّال استعمال نہ کریں۔

"ملکِ معظم کی رعایا نصف کرۂ زمین کے فاصلے سے اُس پدرانہ رشتے کا واسطہ دے کر،

جو حضور اور حضور کی ادنیٰ ترین رعایا کے درمیان قائم ہے، ملک معظّم کے دل سے اپیل کرتی ہے
کہ اُن کی حالت وہ نظر انداز نہ فرمائیں۔ ملک معظم کی رعایا اُس عظیم قوم کی عزت کا واسطہ دے کر،
جس نے آپ کے خسروانہ سایۂ عاطفت میں یورپ کے نجات دہندہ ہونے کا نشان دار
خطاب حاصل کیا ہے، ملک معظم سے اپیل کرتی ہے کہ حضور اپنی لکھوکھا رعایا کو وحشیانہ طور سے
پامال و برباد کئے جانے کی اجازت نہ دیں۔ اور آخر میں ملک معظم کی وفادار رعایا اُس
تاج کے اقبال کا واسطہ دے کر، جس تاج پر آج دنیا کی نظریں لگی ہیں، حضور سے اپیل کرتی
ہے کہ باشندگان ہند کو ابدی بربادی و ذلت کے سپرد نہ کر دیں۔"[11]

اس اپیل کے مندرجہ بالا اقتباسات کی عبارت سے ہم کو اس کا تھوڑا سا اندازہ ہوتا ہے کہ
مراۃ الاخبار کا بھی یہی انداز تحریر رہا ہوگا۔ مراۃ الاخبار کے سلسلے میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مسٹر ایڈم نے
اپنے نافذ کردہ پریس آرڈیننس کے جواز میں کلکتے کے اخباروں کے جو اقتباسات مرتب کئے تھے، اُن میں
مراۃ الاخبار ہی ایک ایسا دیسی اخبار تھا جس کے اقتباسات بھی شامل تھے۔ اگرچہ اس وقت کلکتے سے
بنگلہ کے متعدد اور فارسی کے کم از کم دو اخبار نکل رہے تھے، لیکن مراۃ الاخبار کے علاوہ اور کسی دیسی اخبار
کا ذکر مسٹر ایڈم نے نہیں کیا تھا ؎

یہ مرتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اس آخری اپیل کا وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے والی اپیل کا ہو چکا تھا۔ اور ایسا نہ ہونے کی
کوئی وجہ نہ تھی جب کہ انگلستان کی حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول متفقہ
طور پر مسٹر ایڈم کے ہم خیال تھے اور وہ کلکتے کے اخباروں کی "بڑھتی ہوئی بے راہ روی" کو مشتبہ
اور مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ عین اُسی زمانے میں، جب کہ رام موہن رائے کی اپیل
موصول ہوئی تھی، لارڈ امہرسٹ کو ہندستان کا نیا گورنر جنرل نامزد کئے جانے کا اعلان کیا گیا، اور
پھر یہ طے پایا کہ نیا گورنر جنرل وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد جو پالیسی متعین کرے گا اُس
پالیسی کو بورڈ آف کنٹرول قبول کر لے گا۔ لارڈ امہرسٹ نے، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے، ایڈم ہی
کی پالیسی کو مناسب اور ضروری سمجھا اور اسی کو برقرار رکھا۔

بناکردند خوش رسمے

رام موہن رائے کی اس اپیل کو، جو ملک معظم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی، ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ میں ایک اہم دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ اس اپیل کے خارج کر دئے جانے کے بعد رام موہن رائے کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ اس آرڈیننس کے سامنے وہ سر تسلیم خم کر دیتے اور ان پابندیوں کو قبول کر لیتے جو اس آرڈیننس کی رو سے، عائد ہو رہی تھیں یا پھر وہ اس کے خلاف احتجاج کرتے۔ انھوں نے اپنے لئے آخری راستہ پسند کیا اور احتجاج کرتے ہوئے انھوں نے مرأۃ الاخبار بند کر دیا۔

نئے قانون کے مطابق اخبار جاری کرنے سے پہلے لائسنس حاصل کرنے کے لئے جو منزلیں طے کرنی لازمی تھیں، اُن کا ذکر کرتے ہوئے، رام موہن رائے نے لکھا کہ:-

"وہ یوروپین حضرات جو چیف سکریٹری سے شناسائی رکھتے ہیں اُن کے لئے تو لائسنس حاصل کر لینا بہت آسان ہے، لیکن مجھ جیسے حقیر انسان کے لئے ایک بڑے آدمی کے حشم و خدم کی رکاوٹوں کو پار کر کے وہاں تک رسائی حاصل کرنا یا پولیس اور عدالت کے دفتروں میں جہاں ہر طبقے کے لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، داخل ہو کر اجازت نامہ حاصل کرنا بے حد دشوار ہے۔

آبروئے کہ بصد خوں جگر دست دہد
بہ امید کرم خواجہ بہ درباں مفروش

"دوسرے یہ کہ عدالت کے کھلے اجلاس میں حاضر ہو کر حلفیہ بیان دینا ایک نازیبا اور ذلیل بات سمجھی جاتی ہے۔ اگرچہ ہر شخص کے لئے ضروری نہیں ہے کہ عدالت میں وہ خود حاضر ہو بلکہ کسی شخص کو اخبار کا فرضی مالک بنا کر اُس سے یہ کام لیا جا سکتا ہے، لیکن یہ بات قانون کے خلاف اور دیانت داری کے منافی ہے۔

"عرضی گذراننے کی ذلت دربیان حلفی داخل کرنے کی بے عزتی برداشت کرنے کے بعد بھی یہ کھٹکا اس بات کا لگا رہے گا کہ کہیں حکومت لائسنس واپس نہ لے لے جس سے جگ ہنسائی ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن سے انسان سکون قلب سے یک سر محروم ہو جاتا ہے۔

غلطی کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور حق بات کے کہنے میں ایسے الفاظ یا فقرے بھی انسان کی زبان سے نکل سکتے ہیں جو حکومت کو ناگوار ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں تقریر پر خاموشی کو ترجیح دیتا ہوں۔

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

"ایران و ہندستان کے اُن اصحاب سے جنھوں نے مراۃ الاخبار کو اپنی سرپرستی کا اعزاز بخشا تھا، میں یہ التجا کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا اسباب پر نظر کر کے وہ مجھے معاف کریں۔ کیوں کہ اخبار کے پہلے نمبر میں حالات و واقعات سے مطلع کرتے رہنے کا جو وعدہ میں نے کیا تھا۔ اب میں اُس کے ایفا سے معذور ہوں۔ مجھے ان کے کرم سے اس کی قوی امید ہے کہ میں جہاں بھی اور جس حال میں بھی ہوں گا، وہ مجھے اپنا خادم جانیں گے۔"[۱۲]

رام موہن رائے نے مراۃ الاخبار بند کرنے کا اعلان کیا تو کلکتہ جرنل نے، جس کے سابق اڈیٹر مسٹر بکنگھم تھے، لکھا کہ

"یورپ اور ایشیا دونوں براعظموں کے لئے یہ خوشی کا مقام تھا کہ ہندستان کے کچھ باشندوں نے اپنے ہم وطنوں کو روشن خیال بنانے کے لئے اخبار کو آلۂ کار بنایا تھا۔ چناں چہ جب فارسی، بنگالی اور دوسری ملکی زبانوں کے اخباروں کا اجرا ہوا تو ہمارے پیش رو (مسٹر بکنگھم) نے، جو حصولِ علم کی راہیں کھولنے کے لئے کوشاں رہا کرتے تھے، اخبار (کلکتہ جرنل) کے دفتر میں ایک مترجم کا اضافہ کیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ دیسی زبانوں کے اخباروں کے مفید مضامین اور خبروں کا انگریزی میں ترجمہ کرے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر آج بھی ایک آدمی کلکتہ جرنل سے وابستہ ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل مضمون سے عوام کو معلوم ہو گا کہ دیسی اخباروں سے ہم نے جو توقعات وابستہ کی تھیں ان کا اب خاتمہ ہو گیا۔"[۱۳]

پریس آرڈیننس کے خلاف کلکتہ جرنل کی اپیل

ولیم کیری کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ جرنل کے مالک مسٹر فرگوسن نے بھی سپریم کورٹ

میں مسٹر ایڈم کے آرڈیننس کے خلاف اپیل دائر کی تھی۔ اور یہ بھی مرآۃ الاخبار کی اپیل کی طرح خارج کردی گئی۔ اس اپیل کو خارج کرتے ہوئے سر موگھم صدر جج نے جو فیصلہ لکھا وہ صاف گوئی اور صاف بیانی کی اچھی مثال ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے برطانوی ذہن اور اس کے انداز فکر کا بھی اچھا نمونہ تھا۔ اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:۔

"میں جانتا ہوں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندستان اس قابل ہے کہ یہاں بھی وہی آزادی دی جائے جو انگلستان میں لوگوں کو حاصل ہے۔ لیکن مجھے اس کا بھی علم ہے کہ بہتوں کی رائے اس کے برعکس ہے۔ انھیں لوگوں میں ایک سر ولیم جونس (سپریم کورٹ کے چیف جسٹس۔م) بھی ہیں جو آزادی کے پرجوش اور پرزور شیدائی ہیں۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ ہندستان میں آزادی کا نفاذ بدترین قسم کا ظلم ہوگا۔ مجھے مسرت ہوگی اگر کوئی صاحب مجھے اس کا جواب دے سکیں کہ ہندستان میں ہم اگر ایک آزاد دستور کا نفاذ کردیں تو پھر اس ملک میں ہمارے حقوق کن اصولوں کی بنیاد پر قائم رہ سکیں گے... مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہا ہوں کہ برطانوی رعایا (انگریزوں) کو یا کسی اور کو ہندستان میں انگلستان کی آزادی کے حقوق کیوں کر دئے جاسکتے ہیں۔ حقیقتاً مجھے کلکتے کے علاوہ کسی اور جگہ کا علم نہیں ہے جہاں اس درجہ رشنل (عقلی) آزادی حاصل ہو۔ صنعت کی یہاں ہمت افزائی کی جاتی ہے اور مجھے تو یہاں آج تک ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو، مستحق ہونے کے باوجود، ہمت افزائی کے فقدان اور عدم توجہی کا شاکی ہو۔ مجھے کسی ایسی سوسائٹی کا بھی علم نہیں ہے جہاں لوگ اس درجہ آزاد اور نڈر ہوں...

"میں کہوں گا کہ آزاد اخبار نویسی اور اس طرز کی حکومت جیسی کہ یہاں قائم ہے متضاد چیزیں ہیں جو نہ تو یکجا ہوسکتی ہیں اور نہ مل کر ایک ساتھ چل سکتی ہیں۔ مسٹر بکنگھم کو ملک بدر کرنے کا نتیجہ کیا نکلا؟ ایک دوسرے صاحب نے اخبار کی ادارت کے فرائض سنبھال لئے اور فرماتے ہیں کہ ان کو ہندستان سے نکالا نہیں جاسکتا۔ کیا اس طرح کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے قانون نہ بنایا جائے؟... میں پھر کہوں گا کہ یہ حکومت اور آزاد اخبار نویسی ایک جگہ پر جمع نہیں ہوسکتیں اور ایک ساتھ نہیں چل سکتیں۔"[۱۴]

کلکتہ جرنل کا ایک اور اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا

سر موگھم جج سپریم کورٹ نے اپنے مندرجہ بالا فیصلے میں جو یہ لکھا تھا کہ وہ مسٹر بکنگھم کو ہندستان بدر کرنے کا نتیجہ کیا نکلا؟ ایک دوسرے صاحب نے اخبار کی ادارت کے فرائض سنبھال لئے اور فرماتے ہیں کہ ان کو ہندستان سے نکالا نہیں جا سکتا۔" اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسٹر بکنگھم کے ہندستان بدر کیئے جانے کے بعد کلکتہ جرنل کی اڈیٹری کے فرائض مسٹر سنڈ یز انجام دینے لگے جو ہندستان ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی بھی مسٹر ایڈم سے نبھ نہیں سکی اور ان دونوں میں نبھنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی جب کہ ایڈم کلکتہ جرنل کو بند کرنے پر تلا ہوا تھا۔ جان بل جو مسٹر بکنگھم کا پرانا حریف تھا اس نے ان کے انگلستان جانے کے بعد بھی بکنگھم کی ذات پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جس کا جواب مسٹر سنڈیز ترکی بہ ترکی دیا کرتے تھے۔ ایڈم کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور اس نے سنڈیز کو بھی انگلستان بھیجنے کا حکم صادر کر دیا مگر چوں کہ وہ ہندستانی نژاد تھا اس لئے اس حکم پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ لیکن ایڈم نے مارے غصے کے اگر سنڈیز کو نہیں تو اس کے دوسرے رفیق مسٹر آرنوٹ کو بلا قصور زبردستی انگلستان بھیج دیا۔[۱۵]

کلکتہ جرنل کا اجازت نامہ منسوخ

ایڈم تو ہاتھ دھو کر کلکتہ جرنل کے پیچھے پڑا تھا۔ اس اخبار کے دو اڈیٹروں کو زبردستی انگلستان بھیجنے کے بعد اس نے آخری قدم یہ اٹھایا کہ اخبار کا اجازت نامہ ہی منسوخ کر دیا۔

انھیں دنوں اسٹین ہوپ کی ایک کتاب لندن سے شائع ہوئی تھی[۱۶] جس میں اخباروں کی آزادی کی حمایت کی گئی تھی اور ہندستانی اخباروں کے ساتھ کمپنی کی حکومت جو جابرانہ کارروائی کر رہی تھی اس کتاب میں اس کی بھی مذمت کی گئی تھی۔ کلکتہ جرنل نے اس کتاب کے کچھ اقتباسات شائع کیئے تھے۔ یہی بات ایڈم کو ناگوار ہوئی اور ان اقتباسات کی اشاعت کو اخباروں کے قانون کی خلاف ورزی قرار دے کر اس نے کلکتہ جرنل کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا۔[۱۷]

کلکتہ جرنل کے دوبارہ اجرا کے لئے متعدد کوششیں کی گئیں اور اخبار کے مالکوں نے حکومت کو اس کا بھی یقین دلایا کہ اب اس کے مالکوں کا مسٹر بکنگھم سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رہا ہے، لیکن حکومت اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہ ہوئی[۱۸]۔

کلکتہ جرنل کے مالکوں نے مصلحتاً کلکتہ کونسل کے ایک ممبر کے داماد ڈاکٹر مسٹن کو، جو سرکاری ڈاکٹر بھی تھے، اخبار کا اڈیٹر نامزد کردیا کہ شاید ڈاکٹر مسٹن کا نام ہی اس بات کی ضمانت ہو سکے کہ کلکتہ جرنل میں حکومت کے خلاف کچھ نہ لکھا جائے گا۔ خود ڈاکٹر مسٹن نے بھی بہت دوڑ دھوپ کی اور کلکتہ جرنل کا نام ہی سرے سے تبدیل کر دینے کی تجویز بھی پیش کی[۱۹]، مگر حکومت کلکتہ جرنل کے سابقہ مالکوں کے نام اخبار جاری کرنے کا اجازت نامہ جاری کرنے پر راضی ہی نہ ہوئی[۲۰]۔

اِس کوٹس مین اِن دی ایسٹ

۱۸۲۴ء میں بالآخر ڈاکٹر مسٹن کو کامیابی ہوئی اور انھوں نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اِس کوٹس مین ان دی ایسٹ کے نام سے ایک نیا اخبار جاری کرنے کا اجازت نامہ کسی نہ کسی طرح حاصل کر لیا۔ مگر یہ اجازت نامہ کلکتہ جرنل کے سابق مالکوں کے نام نہیں بلکہ ڈاکٹر مسٹن ہی کے نام جاری کیا گیا تھا[۲۱]۔ لیکن یہ اخبار کلکتہ جرنل کے چھاپے خانے میں چھپتا تھا۔

جب اس اخبار کا اجرا ہوا تو بکنگھم نے لندن سے احتجاج کیا کہ یہ نیا اخبار ان کے سابق اخبار کلکتہ جرنل کے چھاپے خانے میں! ور امی کے ٹائپ سے چھاپا جا رہا ہے اور اس کے سابقہ دفتر ہی میں اُس کا دفتر بھی ہے۔ لیکن اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حکومت ڈاکٹر مسٹن سے بھی خوش نہ رہ سکی اور کئی بار اخباروں کی آزادی کے مسئلے پر اظہار خیال کرنے کے جرم میں ان کو سرزنش کی گئی[۲۲]۔ بالآخر ڈاکٹر مسٹن نے اپنا اخبار کلکتہ کی ایک تجارتی کمپنی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

نمبر ۲۲ تاریخ بیست و چهارم اکتوبر سنه ۱۸۲۳ عیسوی مطابق نوزدهم شهر صفر سنه ۱۲۳۹ هجری روز جمعه

Subscriptions to the Shums Ool Ukhbar, will be thankfully received by

شمس الاخبار

پارلیمنٹ میں اخباروں کی آزادی پر بحث

ہندستانی اخبار نویسی کا یہ عجیب وغریب دور تھا، جس میں قدم قدم پر اخباروں اور حکومت کے تصادم ہی کی مثالیں ہم کو نہیں ملتی ہیں بلکہ اخباروں کی آزادی کے سوال پر اخباروں کے اڈیٹروں میں قلمی اور زبانی مباحثے سے بڑھتے بڑھتے بات ہاتھا پائی اور پھر ڈوئیل تک پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ جان بل اور بنگال ہرکارو کے اڈیٹروں میں ایک بار سے زیادہ اس طرح کا مقابلہ ہوا۔ ایک طرف حکومت اپنے نقطۂ نگاہ پر سختی سے قائم تھی اور اپنے احکام کی پابندی ہر قیمت پر کرانا چاہتی تھی۔ حکومت کا نظریہ یہ تھا کہ اخباروں کی آزادی کے مسئلے پر قطعاً کسی قسم کا اظہار خیال نہ کیا جائے اور اس کا یہ خیال عقیدے کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ دوسری طرف اخباروں کی آزادی کے حامی اور علم بردار اخبارات طرح طرح کے چور دروازوں سے اس سوال کو پیش کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

اتفاقاً یہی وہ زمانہ تھا جب انگلستان کی پارلیمنٹ میں اخباروں کی آزادی کے سوال پر گرم بحثیں ہو رہی تھیں۔ اس صورت حال نے ہندستان کے اخباروں اور ہندستان کی حکومت دونوں کو عجیب الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ قدرتی طور پر اخباروں کی یہ خواہش تھی کہ پارلیمنٹ کی اور کارروائیوں سے زیادہ اس کارروائی کو وہ اپنے کالموں میں جگہ دیں، کیوں کہ اس مسئلہ کا خود اخباروں سے براہ راست تعلق تھا۔ دوسری طرف حکومت کے وقار ہی کا نہیں بلکہ اس کی بنیادی پالیسی کا سوال تھا۔ پچھلے بارہ مہینوں میں حکومت نے سارا زور اس پر صرف کر دیا تھا کہ اخباروں کی آزادی کے مسئلے کا کسی عنوان سے بھی ہندستانی اخباروں میں ذکر نہ چھڑنے پائے۔ اب اگر پارلیمنٹ کی کارروائی شائع کرنے کی اجازت دی جاتی تو اس کی سابقہ کوششوں اور کارروائیوں پر پانی پھر جاتا اور دوسری طرف اس کو یہ بھی ڈر تھا کہ اگر پارلیمنٹ کی اس کارروائی کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی تو لندن میں کمپنی کے مخالفین آفت مچا دیں گے۔ بالآخر اس سوال کا حکومت نے جو فیصلہ کیا اس کا علم ہم کو ایک سرکاری گشتی چٹھی مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۸۲۴ء سے ہوتا ہے، جو کلکتہ کے جملہ اڈیٹروں کو اطلاعاً بھیجی گئی تھی۔

جناب عالی !

ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ اخباروں پر جو پابندیاں عائد ہیں وہ پارلیمنٹ کی کارروائیوں کو انگریزی یا دوسرے اخباروں سے نقل کرنے پر کس حد تک اثر انداز ہوتی ہیں؟ اس سلسلے میں رائٹ آنرایبل گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں آپ کو مطلع کروں کہ پارلیمنٹ کے مباحثے اور کارروائیاں نقل کرنے کو ممنوع قرار دینے کا حکومت کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

۲۔ان مباحث پر ایسی رائے زنی یا اظہار خیال جو متذکرہ قاعدوں کے مطابق نہ ہو، ان کی اشاعت اب بھی ممنوع ہے۔

اطاعت کیش

ڈبلو، بی بیلی

محکمہ امور عامہ ۲۳

۲۳ ستمبر ۱۸۲۴ء

بمبئی گزٹ کا اڈیٹر ہندستان بدر کر دیا گیا

۱۸۲۴ء تک بمبئی کے اخباروں اور وہاں کی حکومت میں تصادم کا کوئی قابل ذکر واقعہ ہم کو نہیں ملتا جس کی کئی تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ بمبئی میں اتنے اخبارات ہی نہ تھے، جتنے کلکتے سے شائع ہوتے تھے۔دوسری وجہ یہ بتائی جا سکتی ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ایڈم نے بنگال میں اخباروں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، تو اس وقت بمبئی کا گورنر الفنسٹن تھا جو نسبتاً ترقی پسند کہا جاتا تھا۔ اگرچہ ہندستان میں وہ اخباروں کو آزادی دینے کا مخالف تھا مگر انگلستان کے اخباروں کی انتہائی آزادی کا بھی حامی تھا۔ تیسرا سبب یہ بھی تھا کہ وہاں کا چیف جسٹس سر ایڈورڈ ویسٹ بھی اخباروں کی آزادی کے حامی تھے۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بمبئی کی حکومت کا چیف سکریٹری مسٹر وارڈن خود ایک نہیں بلکہ دو اخباروں کا مالک تھا۔

۱۸۲۴ء میں بمبئی کے ایک سویلین افسر نے بمبئی کی عدالت عالیہ کے ایک ہندستانی چوب دار کو پیٹا تھا، جس کو عدالت نے اپنی توہین قرار دے کر اُس افسر پر توہین عدالت کا مقدمہ چلادیا۔ ۲۸ر جولائی ۱۸۲۴ء کے بمبئی گزٹ میں بمبئی کے سپریم کورٹ کی اس کارروائی پر رنگ آمیزی کے ساتھ تبصرہ کیا گیا[24]۔ اس اخبار کے اڈیٹر مسٹر فیئر اور مالک مسٹر فرانسس وارڈن تھے جو بمبئی کی حکومت کے چیف سکریٹری بھی تھے۔ بمبئی کے سپریم کورٹ کو یہ بات حد درجہ ناگوار ہوئی اور بات یہاں تک بڑھی کہ مسٹر فیئر کا ہندستان میں رہنے کا لائسنس ہی منسوخ کر دیا گیا اور ان کو زبردستی انگلستان روانہ کر دیا گیا۔

ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ کا یہ عجیب وغریب واقعہ تھا۔ بمبئی گزٹ کوئی نیا اخبار نہ تھا بلکہ بمبئی کا ایک پرانا اخبار تھا جس کا اجرا ۱۷۹۱ء میں ہوا تھا۔ ۱۸۲۴ء میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس اخبار کے مالک مسٹر فرانسس وارڈن متعدد سرکاری عہدوں پر فائض تھے۔ وہ حکومت بمبئی کے چیف سکریٹری، بمبئی کونسل کے ممبر اور بمبئی کے چیف سنسر افسر بھی تھے۔ اخبار کو مرتب کرنے اور لکھنے پڑھنے کا سارا کام خود مسٹر وارڈن کرتے تھے، لیکن مسٹر فیئر کا نام اخبار کے اڈیٹر کی حیثیت سے لکھا جاتا تھا۔ اور یہ ایک ایسا راز تھا جس سے ہر شخص واقف تھا۔ بمبئی کی حکومت اور سپریم کورٹ کے ججوں کو بھی اس کی خبر تھی کہ اخبار کی اڈیٹری سے مسٹر فیئر کا برائے نام تعلق ہے اور اس کے اصلی اڈیٹر مسٹر وارڈن ہیں۔ یہ بات اگرچہ عبرت ناک ہے، لیکن حقیقت ہے کہ مسٹر وارڈن اپنے اخبار میں سپریم کورٹ کے ان فیصلوں کو، جو حکومت کی پالیسی کے مطابق ہوا کرتے تھے، چھاپنے میں مضحکہ انگیزی سے کام لیتے تھے۔ ان کی یہ حرکت سپریم کورٹ کو قدرتاً ناپسند تھی۔ مسٹر وارڈن چوں کہ بمبئی حکومت کے چیف سکریٹری اور وہاں کی کونسل کے ممبر تھے اس لئے ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا تھا۔ چناں چہ بلاقصور مسٹر فیئر کے سر یہ مصیبت ڈالی گئی اور ان کو ہندستان بدر کرنے کا حکم صادر کر دیا گیا۔ بقول مسٹر کیری

"سپریم کورٹ کی خبروں کو مسخ کرنے کے ذمہ دار مسٹر وارڈن تھے اور مسٹر فیئر کو حکومت نے بلاوجہ قربانی کا بھیڑ ا بنایا۔"[25]

جب بہت دوڑ دھوپ کی گئی تو بمبئی کے سپریم کورٹ نے مسٹر فییر سے ۲۰ ہزار روپے کی نقد ضمانت اور دس دس ہزار کے دو نقد مچلکے طلب کئے۔ یہ رقم وہ فراہم نہیں کر سکے اور اُن کو انگلستان بھیج دیا گیا۔

اس قصے کے بعد مسٹر وارڈن اور سپریم کورٹ کے تعلقات خراب سے خراب تر ہوتے گئے اور یہ خرابی دور رس نتائج کی حامل ثابت ہوئی ۔ بات بڑھتے بڑھتے بورڈ آف ڈائرکٹرس تک پہنچی اور اخبار کے مروجہ قاعدوں میں ایک مزید اضافہ کیا گیا۔

اخباروں کے قاعدوں میں اہم اضافہ

مسٹر فرانسس وارڈن، جن کے اخبار کے اڈیٹر کو بمبئی سپریم کورٹ کے حکم سے ہندستان بدر کیا گیا تھا، بمبئی گزٹ کے علاوہ بمبئی کوریر کے بھی مالک تھے۔ اور دوسری طرف بمبئی کی حکومت کے چیف سکریٹری ہونے کے علاوہ بمبئی کے سنیر افسر اور وہاں کی کونسل کے ممبر بھی تھے۔ مسٹر فییر کے ہندستان بدر کئے جانے کے بعد ان کا رویہ زیادہ سخت اور اُن کا لہجہ زیادہ تلخ ہو گیا۔ انھوں نے اعلانیہ سپریم کورٹ کے ایک جج پر یہ تہمت لگائی کہ ان کا تعلق مسٹر بکنگھم کے اس اخبار سے بھی ہے جو وہ لندن سے اورینٹل ہیرلڈ کے نام سے نکالتے ہیں۔ اور یہ کہ جج موصوف مسٹر بکنگھم سے نامہ و پیام بھی رکھتے ہیں۔ مسٹر وارڈن کے اس رویہ نے بمبئی کی حکومت اور بمبئی کی سپریم کورٹ دونوں کو شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کے عہدے اور سرکاری حیثیت کی وجہ سے نہ تو ان پر مقدمہ چلایا جا سکتا تھا اور نہ ان کو گرفتار کر کے انگلستان ہی بھیجا جا سکتا تھا۔ بمبئی کی حکومت نے اس صورت حال کی اطلاع بورڈ آف ڈائرکٹرس کو دی جس نے فریقین کے نقطۂ نگاہ کو تفصیل کے ساتھ سنا۔ اسی عرصے میں سپریم کورٹ نے بورڈ آف ڈائرکٹرس کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اس صورت حال سے چھٹکارا حاصل کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اخباروں کے قاعدوں میں اتنا اضافہ کر دیا جائے کہ کونسل کا کوئی ممبر کسی اخبار سے مالکانہ تعلق نہیں پیدا کر سکتا ہے۔ بورڈ آف ڈائرکٹرس نے یہ تجویز پسند کی۔ چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۸۲۵ء کو لندن سے ایک باضابطہ حکم نامہ جاری کیا گیا

جس کی رو سے صرف کونسل کے ممبر ہی نہیں بلکہ کوئی سول، فوجی یا بحری افسر یا کوئی اور سرکاری ملازم (جن میں پادری بھی شامل تھے) نہ تو کسی اخبار یا رسالے میں کچھ لکھ سکتے تھے اور نہ کسی اخبار یا رسالے سے کسی قسم کا مالکانہ تعلق پیدا کر سکتے تھے[26] بورڈ آف ڈائرکٹرس نے سختی کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ سرکاری ملازمین جن کا اخباروں سے تعلق ہے اگر فوراً ہی وہ اپنا تعلق ان اخباروں سے منقطع نہ کریں گے تو ان کو برطرف کر دیا جائے گا۔ اس حکم نامے میں صرف ان رسالوں کو مستثنیٰ کیا گیا تھا، جن کی نوعیت خالص علمی یا ادبی تھی۔

اس حکم کا نفاذ صرف بمبئی تک محدود نہیں رہا، جہاں مسٹر وارڈن کا واقعہ پیش آیا تھا، بلکہ مدراس اور بنگال میں بھی اس کا بیک وقت اور یکساں نفاذ عمل میں آیا۔ بنگال میں ڈاکٹر برائس نے، جو جان بل کے مالک تھے، اس حکم کے خلاف اپیل کی[27] لیکن ان کی ایک بھی نہ سنی گئی اور بالآخر ان کو بھی اخبار فروخت کرنا پڑا۔[28]

یکم جنوری ۱۸۲۷ء کو بمبئی کی حکومت نے بھی اپنے علاقے میں اخباروں کے لئے وہی پابندیاں نافذ کر دیں، جو چار سال قبل ایڈم نے بنگال پریسیڈنسی کے حدود میں نافذ کی تھیں۔ بنگال کی طرح بمبئی میں بھی یہ پابندیاں اخباروں کے علاوہ جملہ مطبوعات اور چھاپے خانوں پر بھی عائد کی گئیں۔

کلکتہ کرانیکل کا اجازت نامہ منسوخ

لارڈ امہرسٹ کی گورنر جنرلی کے آخری دور میں بنگال کی حکومت اور اخباروں کے تصادم کا ایک انتہائی افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ مئی ۱۸۲۷ء میں حکومت نے یکایک یہ فیصلہ کر لیا کہ کلکتے کے ایک نئے اخبار کلکتہ کرانیکل کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا جائے[29]۔ اس اخبار کا اجراء ۲۵ جنوری ۱۸۲۷ء کو ہوا تھا۔ اس کے اڈیٹر ولیم ایڈم تھے۔

کلکتہ کرانیکل کے مالکوں نے جب اجازت نامہ منسوخ کرنے کی وجہ دریافت کی تو چیف سکریٹری نے وجہ بتلانے سے صاف انکار کر دیا۔ کلکتہ کرانیکل کے مالکوں کو ان کے اجازت نامہ کی منسوخی کا جو خط بھیجا گیا اس کی نقل یہ ہے۔

بخدمت مسٹر ولیم ایڈم و مسٹر ولرزہال مالکان کلکتہ کرانیکل

کونسل چیمبر۔ محکمہ امور عامہ۔

۳۱ مئی ۱۸۲۷ء

حضرات! کلکتہ کرانیکل کے مضامین کا عام طرز کچھ دنوں سے حکومت اور انرایبل کورٹ آف ڈائرکٹرس کے ساتھ نہایت تحقیر آمیز رہا ہے اور خصوصاً ۲۹ ماہ حال کے اخبار میں کئی فقرے اخبار نویسی کے قاعدوں کی عین خلاف ورزی میں لکھے گئے ہیں۔ لہذا مجھے آپ کو مطلع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ کونسل کے معزز نائب صدر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو اجازت نامہ گذشتہ ۲۵ جنوری کو کلکتہ کرانیکل شائع کرنے کے لئے آپ کو دیا گیا تھا وہ منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ آج سے منسوخ کیا جاتا ہے۔[۳۰]

اس خط پر حکومت کے چیف سکریٹری کے دستخط تھے۔ مالکان اخبار نے جب یہ درخواست کی کہ وہ مخصوص مضامین بتائے جائیں جو اس عتاب کا باعث ہوئے ہیں اور انھوں نے اس پر بھی زور دیا کہ اجازت نامہ منسوخ کرنے سے پہلے ان مضامین کی طرف ان کو کوئی توجہ نہیں دلائی گئی تھی تو اس کا جواب دیتے ہوئے چیف سکریٹری نے لکھا۔

محکمہ امور عامہ۔ کونسل چیمبر

یکم جون ۱۸۲۷ء

آپ کا خط دیروزہ حکومت کے ملاحظہ میں پیش کئے جانے پر مجھ کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو اس کی اطلاع دے دوں کہ کونسل کے معزز نائب صدر کے خیال میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ قابل اعتراض فقرے جو ۲۹ تاریخ کے کلکتہ کرانیکل میں درج تھے، ان کے متعلق میرے مراسلۂ دیروزہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے زیادہ مخصوص طور پر ان کا ذکر کیا جائے۔

مجھے یہ بھی ظاہر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کے خط کے باقی حصے کا کوئی جواب اس کے سوا نہیں ہے کہ جو تنبیہیں دوسرے اڈیٹروں کو دی گئی تھیں وہ آپ کی اطلاع کیلئے بھی کافی تھیں اور یہ کہ حکومت کلکتہ کرانیکل کی اشاعت جاری رکھنے کے متعلق آپ کو اجازت

دینا مناسب نہیں سمجھتی۔[31]

اس مختصر سی خط و کتابت کے بعد کلکتہ کرانیکل کی چند روزہ زندگی کا، جو صرف تین مہینے کی تھی، چراغ گل ہو گیا۔

کلکتہ کرانیکل کا اجازت نامہ منسوخ کرنے کے بعد حکومت اپنے فیصلے پر اس سختی سے قائم رہی کہ کئی مہینے تک کسی نئے اخبار کے اجراء کی اجازت ہی نہیں دی گئی۔ جس نئے اخبار کے جاری کرنے کی درخواست دی جاتی، اس کے متعلق گورنمنٹ کو یہی گمان ہوتا کہ کلکتہ کرانیکل کے مالکان اپنے اخبار کو نئے روپ میں نکالنا چاہتے ہیں۔ سرکاری کاغذات سے اندازہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اپنے اس شبہ کو چھپانا بھی ضروری نہیں سمجھتی تھی۔

مسٹر ایڈم جو کلکتہ کرانیکل کے اڈیٹر تھے، خود انھوں نے ایک درخواست دی جس میں حکومت سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ ساتھ ہی آئندہ مزید احتیاط برتنے کا بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن گورنمنٹ کسی قیمت پر بھی اپنے سابقہ فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔[32] سرکاری کاغذات سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس، بی، سینگر نامی ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو گئے کہ کلکتہ کرانیکل کا سارا کھٹ راگ خرید کر ایک نیا اخبار کلکتہ ہیرلڈ کے نام سے جاری کیا جائے مگر حکومت نے، ان کو اخبار نکالنے کا اجازت نامہ دینے سے صاف انکار کر دیا۔[33] مسٹر سنگر نے کچھ دنوں کے بعد دوسری درخواست دی، لیکن اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔[34]

کلکتہ کرانیکل کے بند ہونے سے جو لوگ بے روزگار ہو گئے تھے ان لوگوں نے مشترکہ طور پر ایک اخبار نکالنے کی درخواست دی اور درخواست میں لکھا کہ ان لوگوں کے پاس "اب کوئی ذریعہ معاش نہیں رہ گیا ہے" اس لئے ان کو اخبار نکالنے کا لائسنس عطا کیا جائے۔[35] لیکن اس درخواست کو بھی حکومت نے رد کر دیا۔[36]

مسٹر روزبے ریو نے ۲۰ جون ۱۸۲۷ء کو ایک اخبار اورینٹل ریکارڈر کے نام سے جاری کرنے کی درخواست دی۔ اس درخواست کا بھی وہی حشر ہوا۔[37] مسٹر روزبریو نے چیف سکریٹری کے نام ایک خط لکھا، جس میں انھوں نے یقین دلایا کہ کلکتہ کرانیکل کے

مالکوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اُن کا اخبار اُس چھاپے خانے میں چھپے گا بھی نہیں، کیوں کہ خود اُن کے بھائی کا ایک چھاپا خانہ ہے، بلکہ انھیں کی مدد کرنے کی غرض سے وہ اخبار نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ نے اپنے سابقہ فیصلے پر نظرِ ثانی غیر ضروری سمجھی۔[۳۸]

۷

بنٹنک اور مٹکاف کے عہد میں اخباروں کی ترقی

"اگر ہندستان کو سلطنت برطانیہ کا ایک حصہ بنائے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں کے باشندوں کو جاہل رکھا جائے تو ہماری حکومت اس ملک کے لئے لعنت ثابت ہوگی اور اس کو ختم ہو جانا چاہیئے۔ لیکن مجھ کو تو جہالت میں خطرے کے امکانات زیادہ نظر آتے ہیں۔"

چارلس مٹکاف

(۱۸۳۵ء)

بنٹنک کے عہد میں اخباروں کی ترقی

۱۸۲۸ء کے وسط میں لارڈ ولیم بنٹنک نے ہندستان کی گورنر جنرلی کا عہدہ سنبھالا۔ ان کے پیش رو حکمرانوں کا دور عموماً اور ایڈم کا مختصر عہد حکومت خصوصاً ہندستانی اخباروں کے لئے بڑا ہی صبر آزما اور ناسازگار ثابت ہوا تھا۔ ایڈم نے جو جابرانہ قوانین اخباروں کے لئے نافذ کئے تھے، وہ نافذ تو اب بھی تھے مگر کچھ تو کثرت استعمال سے اور کچھ امتداد زمانہ کے ہاتھوں بڑی حد تک نیم جان ہو چکے تھے۔ ایڈم کے جانشین لارڈ امہرسٹ نے، جو بنٹنک کے پیش رو تھے، اپنے ابتدائی دور میں تو ایڈم کی سخت گیر پالیسی جاری رکھی مگر وہ جلد ہی اخباروں اور حکومت کے آئے دن کے جھگڑوں سے اکتا گئے۔ چناں چہ ایک موقع پر حکومت کے چیف سکریٹری مسٹر بیلی نے، جو ایڈم کی سخت گیر پالیسی کے زبردست حامی اور اُن کے دست راست تھے، جب اسکاٹس مین کے صرف مارچ (۱۸۲۵ء) کے پرچوں سے تیرہ اور جان بل کے ۹ مارچ ۱۸۲۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۸۲۵ء تک کے نمبروں سے چودہ ایسے قابل اعتراض ٹکڑوں کی، جن میں اخباروں کے مروجہ قاعدوں کی خلاف ورزی کی گئی تھی، باضابطہ اور تاریخ وار فرد ایک طویل مراسلے کے ساتھ گورنر جنرل کی خدمت میں پیش کی، تو گورنر جنرل نے ترشی کے ساتھ لکھا کہ

”۲۔ یہ نہایت نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخبار و رسائل کے باب میں حکومت

اپنے اختیارات کا بار بار استعمال کرے یا یہ کہ جو قواعد و احکام اخباروں کے لئے نافذ ہیں، اُن کی اتفاقیہ اور ادنیٰ خلاف ورزی پر بھی سرکاری طور پر توجہ دی جائے۔

"۳۔ حقیقتاً حکومت کی یہ خواہش ہے کہ (اخباروں کے مروجہ) قاعدوں کی گرفت بتدریج ڈھیلی کی جائے اور عملاً اخباروں پر کم سے کم اور صرف اسی قدر پابندی عائد کی جائے، جس قدر مفادِ عامہ کے لئے ضروری ہو۔

"۴۔ اسی خواہش کے پیشِ نظر اخباروں کے مروجہ قاعدوں کی مختلف خلاف ورزیوں کی طرف بلا کسی قسم کی توجہ دئے ہوئے، حکومت ان کو نظر انداز کرتی رہی ہے؛ اگرچہ ان قاعدوں کی اہم خلاف ورزی کے لئے اڈیٹروں کو سرزنش بھی کی گئی ہے۔"[1]

امہرسٹ کے جانشین ولیم بنٹنک اخباروں کی انتہائی آزادی کے حامی تھے، چناں چہ ان کے عہد میں ہندستانی رائے عامہ نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔ بنٹنک نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی جو کام کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ ہندستان کے دیسی اور انگریزی اخباروں کے متعلق انھوں نے تحقیقات کرائی۔ انگریزی اخبارات کے متعلق مسٹر اِسٹاک ول نے جو رپورٹ مرتب کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کلکتے سے انگریزی کے صرف دو روزنامے نکلتے تھے۔

بنگال ہرکارو جس کی اشاعت ۵۵۰ تھی

جان بل " " " ۲۰۴ "

انگریزی زبان کے تین سہ روزہ اخبار تھے

انڈیا گزٹ جس کی اشاعت ۲۸۰ تھی

گورنمنٹ گزٹ " " ۲۹۷ "

کلکتہ کرانیکل[2] " " ۱۸۹ " [3]

فارسی کا صرف ایک اخبار تھا جامِ جہاں نما جس کی اشاعت صرف ۲۶ کاپیوں تک محدود تھی۔ دیسی اخباروں کے متعلق شعبہ فارسی کے سکریٹری مسٹر اسٹرلنگ نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس کے اقتباسات یہ ہیں۔

"۱۸۲۴ء سے ۱۸۲۶ء تک دیسی زبان میں کلکتے سے چھ اخبارات شائع

ہوئے ۔ تین بنگالی زبان میں دو فارسی میں اور ایک ہندی میں ۔ ان کے علاوہ سی رام پور کے مشنری بھی بنگلہ اور فارسی میں دو اخبار نکالتے تھے ۔ اول الذکر اخبارات میں سے ایک فارسی اور ایک ہندی ۱۸۲۶ء اور ۱۸۲۷ء میں فقدان حمایت کی وجہ سے بند ہوگئے ۔ حکومت نے چوں کہ تخفیف کے باعث اپنا چندہ بند کر دیا ہے اس لئے سی رام پور کے مشنری بھی اپنا اخبار گزشتہ جون سے بند کرنے پر مجبور ہوگئے ۔ رہا سہا فارسی اخبار جام جہاں نما ہے ۔ اس کا چندہ بھی حکومت نے بند کر دیا ہے ۔ جہاں تک ٹائپ اور کاغذ کا تعلق ہے اس کی حالت پہلے سے گر گئی ہے اور اب اس کی زندگی کا تمام تر انحصار ان چند انگریزوں کی سرپرستی پر ہے جن میں ایک میں بھی ہوں ، جو ان اخباروں کی اشاعت کو اہمیت دیتے ہیں اور جن کا یہ خیال ہے کہ اخباروں سے ہندستانیوں میں علم کی روشنی پھیلائی جاسکتی ہے ۔

" ہندستانی سماج کے موجودہ دور میں یہ خیال کرنا یقیناً حق بجانب ہے کہ دیسی اخبارات ایک نوع کی عیاشی ہیں ، جن کی کلکتے کے باہر کوئی کھپت نہیں ہے چناں چہ حکومت اور اس کے افسران ان اخباروں کی حمایت سے اگر دست کش ہو جائیں اور اخبارات کو خود اڈیٹروں کے وسائل پر چھوڑ دیا جائے تو اندرون ملک میں ان کو ایک بھی گاہک نہ ملے گا ۔ یا زیادہ سے زیادہ ایک دو پرچے نکل جائیں گے ۔

" بنگالی زبان کے اخبار ہمیشہ ترقی پذیر رہے ہیں ۔ کلکتے کی ہندو آبادی کا وہ بڑا طبقہ جو انگریزی مذاق اور انگریزی خیالات میں غرق ہو چکا ہے ، بنگالی اخباروں کی حمایت و سرپرستی کرتا ہے اور عام بنگالیوں میں بھی خبروں سے باخبر رہنے کا ذوق پیدا ہوگیا ہے ۔ ان اخبارات میں جہازرانی کی نوٹسیں بازار کے بھاؤ ، تقرر کی خبریں ، پولیس کی اطلاعیں ، عدالت عالیہ کے فیصلوں کے اقتباسات اور ستی کی خبریں ہوتی ہیں ۔ یہ اخبارات بعض یورپین اڈیٹروں کی تنقید کے جواب میں اکثر ستی کی رسم کی حمایت کرنے کے علاوہ شاذ و نادر ہی داخلی یا خارجی سیاسی معاملات کو ہاتھ لگاتے ہیں یا ان کے متعلق رائے زنی یا پیشین گوئی کرتے ہیں ۔

"... جام جہاں نما میرے خیال میں ان تمام دیسی اخباروں میں اوّل درجے کا اخبار ہے جو اب تک جاری ہوئے ہیں۔ اس میں کبھی کبھی کوئی طبع زاد چیز نہیں ہوتی۔ اس اخبار کے ہر نمبر میں کلکتے کے بہترین انگریزی اخباروں کے چیدہ چیدہ مضامین کا ترجمہ ہوتا ہے یا پھر ہندستانی درباروں کی خبریں ہوتی ہیں... جام جہاں نما کی نمایاں خصوصیت اس کے اڈیٹر کا حسن انتخاب ہے جو انگریزی مضامین کے انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسری خصوصیت اس کے ترجمے کی خوبی ہے... جام جہاں نما کے صفحات میں شاذ ہی کبھی کوئی ایسی بات لکھی گئی ہو جس سے حکومت کے کسی اقدام پر نکتہ چینی کا گمان یا اس سے بے زاری کا اظہار ہوا ہو۔

باوجود اس امداد کے جو اس اخبار کو حاصل ہے بہ ظاہر محسوس ہوتا ہے کہ یہ اخبار بیٹھ رہا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ زیادہ عرصے تک یہ چل نہ سکے گا۔ مفصلات میں اس نوع کے مضامین کی مانگ نہیں ہے۔ رہا کلکتہ سو وہاں نہ تو عام طور پر فارسی بولی جاتی ہے اور نہ سمجھی جاتی ہے اور نہ تو واقعات سے باخبر رہنے کا ذوق ہی لوگوں میں پیدا کیا جاتا ہے..."[۲۱]

بنگال ہیرلڈ

دو سابقہ گورنر جنرلوں کے عہد میں انگریزی اخباروں کے ساتھ عموماً اور دیسی اخباروں کے ساتھ خصوصاً حکومت نے جو معاندانہ روش اختیار کی تھی اس کے واضح نشانات ہم کو مسٹر اسٹرلنگ کی اس رپورٹ میں ملتے ہیں جس کے اقتباسات اوپر درج کئے گئے ہیں۔ لارڈ بنٹنک کے عہد میں ہندستانی اخبار نویسی کو دم لینے کا موقع ملا۔ رام موہن رائے جنھوں نے مراۃ الاخبار بند کرنے کے بعد اخباری زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، لارڈ بنٹنک کے عہد میں پھر صحافت کے میدان میں ہم کو نظر آتے ہیں۔

بنٹنک کے گورنر جنرل ہونے کے سال ہی پھر بعد ۹ ار مئی ۱۸۲۹ء کو بنگال ہیرلڈ کا اجرا ہوا۔ اس اخبار کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ یہ ہندستان کا پہلا اخبار تھا جو ایک

انگریز اور ایک، ہندستانی کی ادارت میں شائع ہوا۔ یہ تھے رابرٹ مانٹ گمری مارٹن اور نیل رتن ہلدر۔ لیکن ان دونوں کی پشت پر متعدد معزز ہندستانیوں کی عملی ہمدردیاں کام کر رہی تھیں۔ اخبار کے شائع ہونے سے پہلے اس کا اشتہار مقامی اخباروں میں کلکتے کے چھے معزز شہریوں کے دستخط سے شائع کیا گیا۔ دستخط کرنے والوں میں دوارکا ناتھ ٹیگور، پرسنا کمار ٹیگور، رام موہن رائے اور راج کرشن سنگھ کے نام بھی تھے۔[۵]

دوارکا ناتھ ٹیگور ـــــ اس دور کے ٹاٹا برلا

دوارکا ناتھ ٹیگور جن کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا ہے، وہ بنگال کے نوزائیدہ متوسط طبقے کے لیڈر اور ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے دادا تھے۔ بنگال ہیرلڈ سے ان کو خاص تعلق تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے اچھے قوم پرست تھے اور بنگالی نشاۃ ثانیہ کی تحریک میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ وہ پہلے ہندستانی تھے جس نے ہندستان میں صنعتوں کی طرف خاص توجہ دی۔ انھوں نے جھریا کے کوئلے کی ایک کمپنی انگریزوں سے خریدی جو ان لوگوں سے چل نہیں رہی تھی۔ دوارکا ناتھ ٹیگور نے کچھ اور کمپنیوں کو ملا کر بنگال کول کمپنی کے نام سے اس کو بڑی کامیابی اور قابلیت کے ساتھ چلایا۔ چناں چہ یہ کمپنی ۱۸۵۲ء میں ہندستان کی سب سے بڑی کوئلہ کی کمپنی بن گئی۔[۶] دوارکا ناتھ ٹیگور نیل کی کاشت اور اُس کی تجارت بھی اعلیٰ پیمانہ پر کرتے تھے۔

بنگال ہیرلڈ کے اغراض و مقاصد

بنگال ہیرلڈ کے اشتہار میں بتلایا گیا تھا کہ یہ سیاسی، ادبی اور تجارتی اخبار ہوگا اور اُس کا ایک حصہ "مغربی ملکوں سے آئی ہوئی خبروں کے لئے مخصوص ہوگا" نیز یہ کہ "اخبار کے مقررہ اوقات کے درمیان اگر کوئی اہم خبر آئی تو اخبار کا ضمیمہ بھی شائع کیا جائے گا"۔ یہ آخری ٹکڑا دیسی اخباروں کی ترقی کا ایک نیا قدم تھا۔ انگریزی اخباروں کے ضمیمے تو نکلتے تھے، لیکن اب تک کسی دیسی اخبار نے یہ بدعت شروع نہیں کی تھی۔

اس اشتہار میں یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ اخبار انگریزی اور دیسی زبانوں میں شائع ہوگا۔ اور

یہ کہ انگریزی حصہ سولہ صفحوں کا اور دیسی حصہ آٹھ صفحوں کا ہوگا۔ انگریزی حصے کا چندہ دو روپے اور دیسی حصہ کا ایک روپیہ ماہوار ہوگا۔

سرکاری کاغذات سے پتا چلتا ہے کہ بنگال ہیرلڈ اپنی زندگی کے ابتدائی دور ہی سے حکومت کی توجہ کا مرکز رہا، چناں چہ ۶ اگست ۱۸۲۹ء کو حکومت کے چیف سکریٹری نے رابرٹ مانٹ گمری کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا کہ اُن کے اخبار میں سرکاری احکام "کے متعلق جو اظہار خیال کیا گیا ہے، اُس کو گورنر جنرل نے ناپسندیدگی کے ساتھ پڑھا" اور ناپسندیدگی کی وجہ یہ ظاہر کی گئی تھی کہ اُس تبصرے میں "جو باتیں لکھی گئی ہیں، اُن سے یورپین سپاہیوں میں بزدلی اور بغاوت کی روح پیدا ہونے کا احتمال ہے" چیف سکریٹری نے اڈیٹر کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ آئندہ سے اس طرح کے مضامین اور تبصرے شائع کرنے سے احتراز کیا جائے۔ چیف سکریٹری نے اس خط کی نقلیں کلکتے کے دوسرے تمام اخباروں کو بھی بھیجیں۔[۸]

بنگال ہیرلڈ کے پہلے سال کی فائل نیشنل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہے۔ یہ سولہ صفحوں کا اخبار تھا اور اس کا سائز ۱۲ × ۸ انچ ہوتا تھا۔ اخبار کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ یورپین اور ایشیائی۔ یورپین حصہ پہلے صفحے سے شروع ہوتا تھا، یا یوں کہئے کہ اخبار کی ابتدا یورپ کی خبروں سے ہوتی تھی۔ لیکن اس حصے کی کوئی سُرخی نہیں ہوتی تھی مگر ایشیائی حصے کی باضابطہ سُرخی "ایشیاٹک ڈپارٹمنٹ" ہوتی تھی، جو پورے صفحے پر پھیلی رہتی تھی۔ بنگال ہیرلڈ کے ایشیائی حصے کی خبروں کے کچھ نمونے یہ ہیں۔

۳۰ مئی کے اخبار کے ایشیائی حصے کی پہلی خبر "ہز ہائی نس آصف جاہ بہادر نظام آف حیدرآباد" کی وفات کی خبر تھی، جو گہرے سیاہ حاشیوں میں شائع کی گئی تھی۔ اس کی اطلاع گورنر جنرل کو موصول ہوئی تھی اور اُسی ذریعے سے یہ خبر اخباروں میں شائع ہوئی تھی۔ اسی خبر سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سرکار نے متوفی نظام کو آخری خراج عقیدت ادا کرنے کے لئے فورٹ ولیم سے اُسی تعداد میں توپیں سر کرائیں، جتنی کہ مرتے وقت اُن کی عمر تھی۔ بنگال پریسیڈنسی کی اور چھاؤنیوں کو بھی گورنر جنرل نے اسی طرح توپیں سر کرنے کا حکم دیا۔[۹]

۱۳ جون کے اخبار سے ہم کو ایک بینک کے قیام کا پتا چلتا ہے، جو ہندستانی اور

انگریز سرمایہ داروں نے مل کر قائم کیا تھا۔ اُس وقت ہندستانی سرمایہ داری جنم لے چکی تھی، جو در اصل اُسی نوزائیدہ متوسط طبقے کی ارتقائی شکل تھی، جس کا گذشتہ باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اُس دور میں ہندستانی سرمایہ داری انگریزی سرمایہ داری کا سہارا لے کر اُٹھ رہی تھی چناں چہ اس کاروبار میں قدرتاً انگریز سرمایہ داروں کی حیثیت شریک غالب سے بھی کچھ زیادہ ہی تھی۔ اس بینک کے سکریٹری مسٹر ہری موہن ٹیگور تھے۔[۱۰]

۸ راگست کے بنگال ہیرلڈ سے اخبار کی ملکیت کے سلسلے میں ہم کو یہ اہم اطلاع ملتی ہے کہ

> "حسب ذیل دیسی حضرات کا اخبار (بنگال ہیرلڈ) کی ملکیت سے اب کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ رام موہن رائے، دوارکا ناتھ ٹیگور، پرسنا کمار ٹیگور، اور نیل رتن ہلدر۔"[۱۱]

اس کا اعلان ایک اشتہار میں کیا گیا تھا۔ لیکن اس اشتہار یا کسی نوٹ میں اس تبدیلی کے اسباب پر روشنی نہیں ڈالی گئی تھی۔

بنگال ہیرلڈ کے ابتدائی نمبروں سے ہم کو کلکتے کے متعدد سالناموں کے اشتہار بھی ملتے ہیں۔ پہلا اشتہار "بنگال اینول" کا ہے۔ اس کے ناشر مسٹر جان پرے رہا تھے اور یہ سالنامہ ہرکارو اینڈ کرانیکل پریس میں چھپتا تھا۔ اس کے اڈیٹر مسٹر ڈبلو، ال، رچرڈسن تھے۔ اس کی قیمت سولہ روپے تھی۔[۱۲] دوسرا اشتہار آرمی لسٹ کا ہے، جو ماہوار شائع ہوتی تھی اور اس کی ناشر ولیم اسمتھ اینڈ کمپنی تھی۔ اس میں فوجی افسروں کے نام اور عہدوں کے علاوہ فوجی احکام بھی چھاپے جاتے تھے۔[۱۳]

بنگادت بنگلہ فارسی اخبار

بنگادت کے اڈیٹر بھی نیل رتن ہلدر تھے اور یہ بنگال ہیرلڈ کے مکتب خیال کا اخبار تھا چناں چہ اس اخبار سے ان سب لوگوں کو براہ راست تعلق تھا جن کی ہمدردیاں بنگال ہیرلڈ کو حاصل تھیں۔ اس کے اجرا کی درخواست ۱۰ راپریل ۱۸۳۰ء کو دی گئی تھی۔[۱۴]

THE BENGAL HERALD.

WEEKLY MESSENGER.

"Liberty consists in the power of doing that which is permitted by Justice."—Cicero.

No. 1.] CALCUTTA, SATURDAY NIGHT, MAY 9, 1829. [Price Two Rupees.

SUMMARY OF NEWS.

Europe.

Great Britain.—Every Englishman will be glad to hear, that his King is in the enjoyment of as good health as can be expected, and in the full, and vigorous possession of his mental faculties; His Majesty was residing at Windsor during the Christmas recess, and dispensing to many, his wonted hospitality and liberality; after the holidays, it was said, Brighton would be honoured with the temporary residence of our Monarch, who is perhaps, at the present, the most beloved, as well as the most talented ruler, that ever swayed the Sceptre of Britain; that he may long continue so, is, we are confident, the wish, of every good subject under Britain's rule.

Parliament was prorogued by proclamation, from the 6th December to the 5th of February 1829.

The encrease in the Excise Department of the revenue alone, for the year ending the 6th of January 1829, as compared with the former year, amounts to 1,730,000£. This is an auspicious commencement of the Wellington administration.

The Venerable Bishop of Norwich, died at [illegible]

Requisitions were pouring in from every county and parish in England, for meetings and petitions, to resist the obnoxious boastings of O'Connell and the Catholic Association. The county of Devon address to the Sheriff, contained a list of 240 of the most respectable freeholders in the county. Addresses have been sent to His Majesty on the same subject from several public bodies.

The Earl of Belmore had been appointed Governor of Jamaica.

A report was in circulation of the abolition of the Viceroyship in Ireland; should such be the case, we think, it would be beneficial for the country, as its resident noblemen would most probably be chosen, as the Lords Commissioners, for the administration of the affairs of Ireland.

A Russian squadron sailed from Portsmouth on the 2d December, consisting of one first rate of 82 guns, and 750 men, one 50 gun, and several ships of smaller size.

Madame Catalani, assisted by Mr. Phillips, and Mr. and Miss Yaniewicz, was holding concerts in the north of England, which were numerous and fashionably attended. It is scarcely necessary to observe, that time has not as yet appeared to exercise, his ruthless [illegible]

was rumoured, that they were to intercept such of the Portuguese refugees, as wish to land on the Island of Terceira, the only spot where the Young Queen of Portugal is Sovereign *de facto* as well as *de jure*.

A grand Installation of the Knights Companions of the Order of the Bath, was said would take place in May, in Westminster Abbey.

MONEY MARKET.

London, Jan. 8.—Consols favourable in the morning [illegible] current 86[illegible], leaving brokers [illegible] ed as sellers and [illegible] per cent. took place, [illegible] ing price [illegible]. Exchequer bills on the contrary, advanced [illegible] of the 8th. No reason assigned for this [illegible].

The prices of the Portuguese bonds have risen two per cent. and large sales effected; some attributing the cause to the supposed death of Miguel, others to a counter-revolution at Lisbon against Miguel, and that in case of the recognition of the Young Queen's rights, the Emperor of the Brazils would be necessitated to pay the dividends in arrear.

Brazilian bonds were further improved to the amount of ½ per cent. and both Danish and Russian Stock are quoted at higher prices. Mexican has been enquired for.

Gold was [illegible] to 17[illegible] per cent. higher at Paris than in London, from 1 to 1½ per cent. higher at Amsterdam than in London. Two per cent. higher at Hamburgh than in London.

The Exchange on London was 60 at Constantinople and [illegible] at Smyrna.

Austria.—Considerable quantities of Gold had

بنگال ہیرلڈ اور بنگادت میں فرق صرف اتنا تھا کہ بنگال ہیرلڈ میں انگریزی کے ساتھ فارسی اور بنگلہ کے صفحات بھی ہوتے تھے، لیکن بنگادت صرف بنگلہ اور فارسی کا اخبار تھا۔ اس اخبار کا اجرا راجہ رام موہن رائے کے یورپ جانے سے چند ہی مہینہ پہلے ہوا تھا۔

بنگالی اور مشترک زبانوں کے اخبار

بنٹنک کے عہد میں بنگالی زبان کی اخبار نویسی نے خاصی ترقی کی اور اسی زمانے میں مشترک زبانوں کی اخبار نویسی نے بھی جنم لیا۔ یعنی انگریزی، بنگلہ، ہندی، فارسی اور اردو زبانوں کے مشترک اخبار نکلنے لگے۔

۱۸۳۰ء میں بنگالی زبان کے تیرہ اخبار اور رسالے جاری تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

روزنامہ تین تھے ... پربھاکر، چاندرودے، اور مہاجن درپن
سہ روزہ صرف ایک تھا... بھاسکر
چار روزہ دو تھے ... چندری کا اور رس راج
ہفتہ وار سات تھے ... گیان درپن، بنگادت، سدھارنجن، گیان من چارنی، رساگنیو، رنگ برتایا ہو، اور رتنامدگر۔
پندرہ روزہ دو تھے ... بنیتا دھرما، ترن جی کا اور درپن دمن مہابن۔
ماہوار رسالہ ایک تھا... تتوا بودھنی

ان کے علاوہ انگریزی کے ۳۳ رسالے اور اخبار کلکتے سے نکل رہے تھے۔ اور ان کی مجموعی خریداری ۲۲۰۵ تھی[15]۔

فارسی کا اخبار صرف جام جہاں نما تھا۔ بنگادت اور بنگال ہیرلڈ کے علاوہ اکثر دوسرے بنگلہ اخباروں میں بھی فارسی ضمیمے ہوا کرتے تھے۔

سوا راج اندرا

۱۸۳۰ء میں کلکتے سے ایک اور بنگلہ فارسی اخبار کا اجرا ہوا۔ یہ سماچار سوا راج

اندرو تھا۔ اور اس کے اجراء کی درخواست شیخ علیم اللہ نے ۱۷ اگست ۱۸۳۰ء کو دی تھی۔[16]

لانگ کے بیان کے مطابق اس اخبار کے اڈیٹر درلب چندر چیٹو پادھیا تھے۔

پروبھاکر

پروبھاکر جس کا ذکر مندرجہ بالا فہرست میں کیا جا چکا ہے، اس کے اڈیٹر ایشور چندر گپت تھے۔ اپنے ادبی مضامین اور مخصوص ادبی طرز کی وجہ سے یہ اخبار اپنے زمانے کے مقبول ترین اخباروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

پروبھاکر تعلیم نسواں کا مخالف تھا۔ اور اس سلسلے میں سی رام پور کے پرانے اخبار درپن سے اس کی نوک جھوک ہوا کرتی تھی۔

لانگ کی فہرست کے مطابق یہ اخبار ۱۸۵۵ء تک جاری رہا۔ ممکن ہے کہ اس نے اس کے آگے بھی زندگی پائی ہو۔

پورن چندر دایا

یہ بھی پربھاکر کے مدرسۂ خیال کا اخبار تھا۔ اس کے اڈیٹر ہری چندر بنرجی تھے۔ چوں کہ یہ قدامت پرست اخبار تھا، اس لئے انگریزی تعلیم کا سرے ہی سے مخالف اور ہندو قدامت پرستی کا مبلّغ اور علمبردار تھا۔

اس کا اجراء روزنامے کی حیثیت سے ہوا تھا مگر کچھ دنوں کے بعد ہفتے وار ہو گیا۔ آگے چل کر تعلیم کے باب میں اس نے اپنی رائے بدل دی۔ ۱۸۳۹ء میں اس کی اشاعت ۸۰۰ تھی جو اس دور کے کسی اخبار کے لئے بھی باعثِ فخر ہو سکتی تھی۔

لانگ نے اس اخبار کا سنہ اجراء ۱۸۳۵ء بتلایا ہے اور ان کی فہرست کے مطابق یہ اخبار صرف دو سال جاری رہا اور اس کا پورا نام دیوان پورن چندر دایا تھا۔

بھاسکر

پریس کمیشن رپورٹ (جلد ۲) میں اس اخبار کا ذکر بھی ۱۸۳۰ء کے اخباروں کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن لانگ نے اپنی فہرست میں ۱۸۴۷ء کے اخباروں کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ بھاسکر کے اڈیٹر سری ناتھ زوردار قلم کے مالک تھے اس لیے عموماً لوگ اس اخبار سے خائف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ راجا اندول نے دو برہمنوں کو دھرم سبھا سے نکال دیا اور ایک برہمن کی شادی زبردستی ایک ویش عورت سے کر دی۔ بھاسکر نے ان واقعات کی بناء پر راجا صاحب کی جی بھر کر خبر لی۔ اس کے جواب میں راجا نے ان کی خوب مرمت کرائی اور ان کو اپنی ریاست میں ایک تنگ و تاریک اور مرطوب کوٹھری میں قید کرا دیا۔ سری ناتھ کسی طرح راجا اندول کی قید سے بھاگ نکلے اور راجا پر دعویٰ کر دیا۔ چناں چہ سپریم کورٹ نے راجا سے ایک ہزار روپے سری ناتھ کو بطور ہرجانہ دلائے۔[18]

یہ ایک کثیر الاشاعت اخبار تھا۔ بنگال کے باہر شمالی ہند میں بھاسکر کے خریدار تھے اور کچھ کاپیاں انگلستان بھی جاتی تھیں۔[19] بھاسکر نے بھی کافی طویل عمر پائی اور ۱۸۵۷ء کے بعد بھی عرصہ تک جاری رہا۔ چناں چہ ۱۸۵۷ء کے بعد کے اردو اخباروں میں بھی اس کی خبروں کے حوالے ملتے ہیں۔

گیانے شن

۱۸۳۱ء میں دکھشنا رنجن مکرجی اور راسک ملک نے اس کا اجرا کیا۔ دونوں اڈیٹر ہندو کالج کے تعلیم یافتہ اور پروفیسر ڈروزیو کے تربیت یافتہ تھے۔ اور ان کا تعلق "نوجوان بنگال" کے اس گروپ سے تھا جو ترقی پسندی کے اعتبار سے رام موہن رائے اور ان کے ساتھیوں سے آگے تھا۔

گیانے شن روزنامہ تھا اور جو اعلیٰ فنی معیار اس نے حاصل کیا تھا، وہ اس دور کے کم اخباروں کے حصے میں آیا تھا۔

یہ اخبار ہندو مذہب اور ہندو سماج کی اصلاح کا علمبردار اور تعصب و توہم پرستی کا دشمن تھا۔ سرکاری افسروں پر بھی سختی سے نکتہ چینی کرتا تھا۔ دیسی زبان کی اور جدید طرز کی زراعتی تعلیم کا حامی تھا۔ بنگال کی عدالتوں میں بنگالی زبان کے استعمال پر شدت سے زور دیتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے ایک مرتبہ لکھا ہے کہ "عدالتیں ججوں کے لئے نہیں بلکہ عوام کی آسانی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ عدالتوں کو انصاف کا مندر ہونا چاہئے نہ کہ علم کا مدرسہ۔ بنگال کے عوام تک پہنچنے کا ذریعہ صرف ان کی مادری زبان ہی ہو سکتی ہے۔"[20]

ان کوائرر

یہ انگریزی ہفتہ وار اخبار تھا جس کو کرشن موہن بنرجی نے جاری کیا تھا۔ یہ بھی ہندو کالج کے تعلیم یافتہ تھے۔

گیانے شن اور انکوائرر کی پالیسی ایک ہی تھی صرف فرق یہ تھا کہ اوّل الذکر بنگلہ کا اخبار تھا اور موخر الذکر انگریزی کا۔ ان دونوں اخباروں نے بنگالی ادب اور بنگالی سماج کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کو اٹھایا اور پروان چڑھایا۔

رفارمر

یہ کلکتے کا انگریزی ہفتہ وار اخبار تھا جس کے اڈیٹر اور مالک مسٹر جی، پی نامے تھے جو کیری کے بیان کے مطابق ہندستانی تھے۔[21]

۱۸۳۰ء کی اقتصادی بدحالی کا اثر اخباروں پر

۱۸۳۰ء میں ایک خاص قسم کی اقتصادی بدحالی کی ہوا چلی جس نے کلکتے کی بہت سی تجارتی کوٹھیوں کا دیوالہ نکال دیا۔ قدرتی طور پر اس کا اثر کلکتے کے اخباروں پر بھی پڑا اور بہت سے اخباروں کی زندگی کے چراغ گل ہو گئے۔ جہاں تک دیسی زبانوں کے اخباروں کا تعلق ہے ان پر اقتصادی بدحالی بہت زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی۔

دیسی زبان کے صرف وہ اخبار جن کا براہ راست انگریزی کوٹھیوں سے تعلق تھا یا جو صرف سرکاری امداد کے بل پر چلتے تھے وہ ضرور متاثر ہوئے لیکن عام دیسی اخبارات جن کو صرف دیسی لوگ نکال رہے تھے بڑی حد تک ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

انگریزی کے اکثر اخبار جو بند ہونے سے بچے وہ بک گئے۔ اس سلسلے میں دو اخباروں کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک تو کلکتے کا مشہور و مقبول اخبار جان بل تھا جس کو ڈاکٹر برائس نے جاری کیا تھا اور پھر اس کو ایک انگریزی کمپنی نے خرید لیا تھا۔ اب وہ ایک دوسری انگریز کمپنی کی ملکیت میں چلا گیا۔ اور اس کا نام بھی جان بل سے بدل کر انگلش مین ہو گیا۔ جو اسی نام سے بیسویں صدی کی دوسری چوتھائی تک زندہ رہا اور پھر کلکتہ کے ایک مشہور روزنامے اسٹیٹس مین نے اس کو خرید کر اپنے میں ضم کر لیا۔

دوسرا اخبار انڈیا گزٹ تھا جو بالکل ابتدائی دور کا اخبار تھا وہ بھی جان بل کی طرح بک گیا۔ اس کو بنگال ہرکارو کے مالکوں نے خرید کر اپنے اخبار میں ضم کر لیا۔

یہ اقتصادی بدحالی غالباً دیرپا نہیں تھی کیوں کہ ۱۸۳۱ء اور اس کے بعد کے دو برسوں میں متعدد نئے انگریزی اخباروں کا کلکتے سے اجراء ہوئے، جن کے نام یہ ہیں۔

سنہ اجراء	اخبار کا نام	اڈیٹر یا مالک کا نام	
۱۸۳۱	انگلش رجسٹر	ڈبلیو کریک پیٹرک	
۱۸۳۱	سنگ بادسر سنگ چو	بنے تھا دیو ڈے	بنگالی انگریزی مشترک روزانہ شام کو شائع ہوتا تھا۔
۱۸۳۱	ہیس پیرس	اے ، امزد	
۱۸۳۱	انکوآئرر	کرشن موہن بنرجی	ہفتے وار
۱۸۳۱	جوے نائل اے مولے ٹر	چارلس ہنری ڈی سنتھے	
۱۸۳۱	رفارمر	جے ، پی ، ناسے	ہفتے وار

سنہ اجرا	اخبار کا نام	اڈیٹر/مالک کا نام	
۱۸۳۲	بنگال جرنل	انڈریو ڈی سوزا	
۱۸۳۲	کلکتہ گزٹ	جی۔اے پیرن سپ	ہفتے وار سرکاری گزٹ
۱۸۳۲	فلن تھرافسٹ	جی، ایچ، ہونگ	ہفتے وار
۱۸۳۳	گیانے شن	راسک کرشن ملک اور مادھو چندر ملک	انگریزی بنگلہ مشترک ہفتے وار

کلکتے کے انگریزی اخبارات

ولیم کیری کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۳۳ء کے کلکتہ کوارٹرلی میگزین میں کلکتہ کے اخباروں کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا۔[۲۲] جس کے مطابق حسب ذیل اخبار اور رسالے کلکتے سے شائع ہوتے تھے۔

روزنامے تین تھے ــــ انڈیا گزٹ، بنگال کرانی کل اور انڈین رجسٹر

دوروزہ دو تھے۔ کلکتہ کوریر اور کلکتہ گزٹ

ہفتے وار آٹھ تھے ــــ لٹریری گزٹ، اورینٹل گزٹ، بنگال ہیرلڈ، رفارمر، فیلن تھرافسٹ، ان کوآئرر، گیانے شن، سماچار درپن

ماہوار چار تھے ــــ کلکتہ منتھلی جرنل، بنگال اسپورٹنگ میگزین، کرس جین انٹلی جنسر اور کرس جین آبزرور

ثماہی دو تھے ــــ کلکتہ میگزین اینڈ ریویو اور بنگال آرمی لسٹ۔

اس مضمون میں کلکتے کے ان اخباروں کا ذکر شاید نہیں کیا گیا تھا جو دیسی زبانوں میں نکل رہے تھے اور جن کی فہرست خاصی طویل تھی لیکن اس فہرست میں سماچار درپن کا ذکر کیا

گیا ہے جو سی رام پور کے پادریوں کا بنگلہ اخبار تھا۔

بمبئی کے اخباروں کی ترقی

بنٹک کے عہد میں اخباروں کی ترقی کے میدان میں بمبئی بھی کلکتے سے پیچھے نہیں رہا بمبئی سے ۱۸۳۱ء میں صرف انگریزی کے دس اخبار نکل رہے تھے۔ دیسی زبان کی اخبار نویسی کا بھی یہی حال تھا۔

اسی زمانہ میں کلکتے کی طرح بمبئی کی حکومت نے بھی "بمبئی گزٹ" کے نام سے ایک گزٹ جاری کیا۔ اب تک بمبئی کی حکومت کے اعلانات اور اشتہارات بمبئی کوریر میں شائع ہوا کرتے تھے۔ قدرتاً بمبئی گزٹ کے اجراء کے بعد بمبئی کوریر میں ان کی اشاعت بند کر دی گئی جس کی وجہ سے بمبئی گزٹ کو چار ہزار پونڈ سالانہ کا خسارہ ہوا۔

ممبئی ورتمان

بمبئی کے پہلے گجراتی اخبار ممبئی سماچار کے اجراء کے پورے نو سال بعد بمبئی کے دوسرے گجراتی اخبار "ممبئی ورتمان" کا اجراء ستمبر ۱۸۳۱ء میں ہوا۔ اس کے مالک اور اڈیٹر نوروزجی داراب جی تھے۔ یہ بھی ہفتہ وار اخبار تھا۔

تیرہ مہینوں تک جاری رہنے کے بعد ممبئی ورتمان کا نام بدل گیا اور اب "ممبیا نا ہکارو آنے ورتمان" ہو گیا۔ اور دوسری خوشگوار تبدیلی یہ ہوئی کہ وہ ہفتہ وار سے سہ روزہ ہو گیا۔

ممبئی ورتمان کا جس زمانہ میں اجراء ہوا اسی زمانے میں پارسیوں کا ایک نزاعی مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جس نے گجراتی اخبارات کی تعداد میں اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ لوگوں میں اخبار پڑھنے کا شوق اور اخبار نویسی کا مذاق بھی پیدا کیا۔

ملا فیروز دستور جو پارسیوں کے ایک مقتدر عالم تھے وہ ایران گئے اور واپس آ کر بمبئی کے پارسیوں کو بتلایا کہ ہندستان کے پارسیوں میں جو جنتری رائج ہے وہ ایران کی جنتری کے مطابق غلط ہے۔ ملا فیروز دستور صرف پارسیوں ہی میں با اثر نہیں تھے بلکہ انگریزی سرکار

بھی ان کی بہت مان دان اور آؤ بھگت کرتی تھی۔ ان کو "بمبئی کی حکومت کا اعتماد بھی حاصل تھا۔ انھوں نے برطانوی راج کی تعریف میں ایک فارسی نظم بھی جارج نامہ (جارج سوم) کے نام سے لکھی تھی، جو ملکہ وکٹوریہ کے نام سے معنون کی گئی تھی۔ ان کا کتب خانہ آج بھی عوام کے لئے کھلا ہے"[۴۲]۔

جنتری کے اختلاف کے متعلق ملا فیروز کے بیان نے ہندستانی پارسیوں میں ہل چل ڈال دی ان کے کہنے کے مطابق ہندستانی اور ایرانی پارسی جنتری میں پورے ایک مہینے کا بل تھا۔ پارسیوں کے ایک خاصے بڑے گروہ کا خیال تھا کہ جو جنتری ہندستان کے پارسیوں میں رائج ہے وہی صحیح ہے اور ایرانی جنتری غلط ہے۔ اس اختلاف نے پارسیوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا۔ اور دونوں گروہوں نے اپنے اپنے نقطۂ خیال کی حمایت میں اخبار نکالنے شروع کئے۔

ان اخباروں کا تفصیلی حال نہیں معلوم ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اخبار چند روزہ تھے۔ اس سلسلے میں جو اخبار نکالے گئے وہ صرف گجراتی ہی کے نہیں تھے بلکہ ان میں کچھ فارسی کے اخبار بھی تھے۔

جامِ جمشید

۱۸۳۱ء میں بمبئی سے ایک اور ہفتہ وار گجراتی اخبار جام جمشید کا اجرا ہوا۔ اس کے مالک اور روح رواں پستون جی مانک جی موتی والا تھے اور "جام جمشید" ہی کے نام سے ان کا اپنا چھاپا خانہ بھی تھا۔ وہیں یہ اخبار چھپتا تھا۔

جام جمشید کو جنتری کے جھگڑے سے کوئی خاص تعلق نہ تھا اور اس کا اجرا صرف اخبار کی حیثیت سے ہوا تھا۔ آگے چل کر موتی والا نے جام جمشید کو مرزبان خاندان کے ہاتھ بیچ دیا اور یہ ہفتہ وار سے روزنامہ بن گیا۔

جام جمشید اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ وہ آج بھی پارسیوں کا مقبول عام گجراتی روزنامہ ہے۔

مرہٹی زبان کا پہلا اخبار

مہادیو گوبند رانا ڈے نے سر الیگزینڈر گرانٹ کی درخواست پر ۱۸۰۶ء میں مرہٹی

ادبیات کی ایک فہرست مرتب کی تھی۔ فہرست کے ساتھ انھوں نے ایک نوٹ بھی منسلک کیا تھا جس سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

"برطانوی حکومت کے پہلے دس برسوں (۲۷-۱۸۱۸ء) میں مرہٹی زبان کی صرف تین کتابیں چھاپی گئیں اور یہ تینوں علم الحساب کی کتابیں تھیں جو انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھیں۔ ان کا ترجمہ کرنل جرویس نے اس اسکول کے طلباء کے لئے کیا تھا جو ان کے سپرد تھا۔ انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ

"اس فہرست سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ دوسرے دس برسوں میں (۱۸۲۷ء ۱۸۳۷ء) میں صرف دس کتابیں چھاپی گئیں۔ ان میں دو تو ڈاکٹر میک لین کی طبی کتابیں تھیں۔ جن کا موضوع علم الادویات اور علم الامراض تھا۔ چھ کتابیں اسکولوں کے لئے قواعد، جیومیٹری اور جغرافیہ کی تھیں جو شاستری جم بیل کر نے لکھی تھیں... اس عہد کی قابل قدر کتاب وہ انگریزی مرہٹی لغت تھی جس کو جگن ناتھ شاستری اور دوسرے سرکاری ملازموں نے انگریزوں کی نگرانی میں مرتب کیا..." [۲۳]

پہلا مرہٹی اخبار ۱۸۳۲ء میں انھیں شاستری جم بیل کر نے جاری کیا تھا جن کا اوپر کے اقتباس میں ذکر آچکا ہے۔ یہ خالص مرہٹی نہیں بلکہ انگریزی مرہٹی کا مشترک اخبار تھا۔
اس اخبار کا نام بمبئی درپن تھا لیکن یہ بمبئی سے نہیں بلکہ پونا سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے سلسلے میں رگوناتھ ہری چند اور جنار دھن واسدیوجی بھی شاستری جم بیل کر کے شریک تھے۔ ان لوگوں کی درخواست پر غالباً حکومت نے بھی اس اخبار کی کچھ کاپیاں خریدی تھیں۔ بمبئی درپن کی ابتدا پندرہ روزہ کی حیثیت سے ہوئی تھی۔ لیکن جلد ہی وہ ہفتے وار بن گیا۔

شاستری جم بیل کر نے جوانی میں سرکاری محکمۂ تعلیم میں ملازمت کی تھی۔ پھر وہ بمبئی کے اَل فِنسٹن کالج میں پروفیسر بھی رہ چکے تھے۔ سرکاری حلقوں میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنے اخبار کو مذہبی مباحث سے الگ رکھا۔ کلکتے کے انکوائرر (۱۵ر جون ۱۸۳۲ء) نے اعتراض کرتے ہوئے ایک بار لکھا کہ درپن مذہبی مباحث میں کیوں حصہ نہیں لیتا ہے۔ یہ شکایت اس وقت کی گئی تھی جب کہ بنگال کے اخباروں میں

عقد بیوگان کے مسئلے پر طوفان برپا تھا۔

آٹھ سال تک جاری رہنے کے بعد بمبئی درپن نے یونائیٹڈ سروس گزٹ اینڈ لٹریری کرانیکل کی شکل اختیار کرلی۔ درپن کے آخری نمبر میں شاستری جم بیل کر نے اپنی طرف سے اور کارکنان اخبار کی طرف سے خریداروں اور ہمدردوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فخر کے ساتھ لکھا کہ "درپن کی زندگی میں اس کے کسی ہمدرد نے بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔"[۲۴]

ڈِگ درشن

درپن کی جگہ پر جو دوسرا اخبار جاری ہوا شاستری جم بیل کر کا اس کے ادارے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور انھوں نے ڈگ درشن کے نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا، جو مرہٹی زبان کا پہلا رسالہ تھا اس رسالے میں چھوٹے چھوٹے علمی سائنسی اور تاریخی باتصویر مضامین کے علاوہ مہینے بھر کی خبروں کا خلاصہ بھی دیا جاتا تھا۔ اخبار ٹائپ میں نہیں بلکہ لیتھو میں چھاپا جاتا تھا۔

۱۸۴۲ء میں جم بیل کر کا انتقال ہوا اور اپنے بانی کی موت کے کم از کم دو سال بعد تک یہ اخبار ضرور جاری رہا اگرچہ اس کی حالت بہت گر گئی تھی اس کا اندازہ احمد نگر کے ایک مرہٹی اخبار دِنیان وِدیان کے ایک تبصرہ سے ہوتا ہے جس میں اس پر افسوس ظاہر کیا گیا تھا کہ عوام کی بے توجہی سے ڈگ درشن جیسے مفید اخبار کی حالت سقیم ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں جم بیل کر کے خیالات اور ان کے انداز تحریر کی تعریف بھی کی گئی تھی۔

پُونا وارتک

سرکاری کاغذات میں ہم کو ایک شخص مسمّی آنند وارو وکھو بھائی کی ایک درخواست بھی ملتی ہے جو بمبئی سے حکومت ہند کے سکریٹری کے نام بھیجی گئی تھی۔ اس درخواست سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنند راؤ ایک اخبار پونا وارتک کے نام سے نکالنے والے تھے۔ درخواست میں اخبار کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد اس کی استدعا بھی کی گئی تھی کہ ہز ہائی نس راجہ سندھیا،

ہز ہائی نس راجہ ناگپور، ہز ہائی نس راجہ ہل کر اور ہز ہائی نس سابق پیشوا کے نام سے بلا محصول ڈاک اخبار روانہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ درخواست اس وجہ سے منظور نہیں کی گئی کہ یہ صاحبان محصول ڈاک ادا کرنے کی استطاعت رکھتے تھے۔ آنندراؤ کو اس کی باضابطہ اطلاع دے دی گئی تھی۔[۲۵]

بنٹنگ کے عہد کا پہلا اور آخری امتناعی حکم

برما کی لڑائی کے سلسلے میں حکومت ہند کو جو کثیر اخراجات برداشت کرنے پڑے تھے، اُس نے سرکاری آمد و خرچ کے توازن کو بری طرح درہم برہم کر دیا تھا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس نے بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے یہ طے کیا کہ فوجی افسروں کے بھتے میں نصف کی تخفیف کر دی جائے۔ چناں چہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کا یہ حکم "نصف بھتہ آرڈر" کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ فیصلہ برطانوی فوجی افسروں کو خصوصاً اور برطانوی باشندوں کو عموماً سخت ناگوار ہوا۔ کلکتے کے انگریزی اخباروں نے اس کی سختی سے مذمت کی۔ بنٹنگ نے چوں کہ اخباروں کو عملی طور پر آزادی دے رکھی تھی اس لئے اخباروں نے اپنے صفحات اُن چٹھیوں کی اشاعت کے لئے کھول دئے، جن میں فوجی اور غیر فوجی عوام اس حکم کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔

فوجی افسروں نے اس فیصلے پر نظر ثانی کئے جانے کے لئے ایک عرض داشت کورٹ آف ڈائرکٹرس کے حضور میں پیش کی، لیکن کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اپنے سابقہ فیصلے میں کسی قسم کی ترمیم غیر ضروری سمجھی۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس کا یہ آخری اور قطعی فیصلہ ستمبر ۱۸۳۰ء میں حکومت ہند کو موصول ہوا۔ لارڈ بنٹنگ اصولاً اس فیصلے کے حق میں نہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کا یہ فیصلہ "غیر دانش مندانہ اور عاقبت نا اندیشانہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے سود اور فتنہ انگیزی کے امکانات کا حامل تھا"۔ اب ان کو فکر یہ تھی کہ کورٹ آف ڈائرکٹرس کے آخری اور قطعی فیصلے کی اشاعت کے بعد کلکتے کے اخبارات میں ایک ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا، جس کو قابو میں رکھنا دشوار ہوگا۔ بنٹنگ کی پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مدراس میں ان کی گورنری کے زمانہ میں ایک فوجی بغاوت ہو چکی تھی۔ چناں چہ اس

موقع پر بنٹنک نے یہ تجویز کونسل کے سامنے پیش کی کہ "چیف سکریٹری اخباروں کے اڈیٹروں کے نام ایک امتناعی حکم جاری کریں کہ وہ اپنے اخباروں میں سرکاری دستاویز کی اشاعت کے سلسلے میں کسی قسم کے اظہار خیال کو اپنے صفحات میں جگہ نہ دیں۔"[۲۶]

بنٹنک چوں کہ اخباروں کی آزادی کا اعلانیہ علم بردار تھا، اس لئے وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ اس کا یہ فیصلہ اس کے قول و فعل میں عدم مطابقت پیدا کر رہا ہے اور اس پر بے اصولے پن کا الزام عائد کیا جائے گا۔ چناں چہ اپنی اسی تجویز کے سلسلے میں اُس نے یہ لکھنا بھی ضروری سمجھا کہ وہ "اپنے سابقہ خیال پر اب بھی قائم ہے کہ ملک کی خوش انتظامی کو بحال رکھنے کے لئے اخباروں کی آزادی سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا" لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس کے خیال میں یہ لازمی ہے کہ "گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اس کے اختیارات بھی حاصل ہوں کہ جب سلطنت کے لئے کوئی خطرناک صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر اخباروں کی آزادی کو معطل بھی کر سکے۔"[۲۷]

لارڈ بنٹنک کی کونسل کے اُس گروہ کو اس تجویز سے قدرتاً بے حد خوشی ہوئی جو اخبارات کی آزادی کا مخالف تھا۔ حکومت کے چیف سکریٹری مسٹر بیلی نے، جو اس گروہ کے لیڈر تھے، لارڈ بنٹنک کی اس تجویز کی پر زور حمایت کرتے ہوئے لکھا کہ "میرا تو ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے، اور اب بھی یہی خیال ہے، کہ ہمارے وطن (انگلستان) میں اخباروں کو جو بے روک ٹوک آزادی حاصل ہے، وہ ہماری مشرقی سلطنت کے لئے، موجودہ حالات میں، ناموزوں ہے۔" اس سلسلے میں اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ "گورنر جنرل (لارڈ بنٹنک) اور سر چارلس مٹکاف کی طرح" اخباروں کی آزادی کے "فوائد کا وہ نہ تو زیادہ قائل ہے" اور اخباروں کی آزادی سے پیدا ہونے والے خطرات کو بھی اُن حضرات کی طرح وہ "کم وزنی نہیں سمجھتا ہے۔"[۲۸]

سر چارلس مٹکاف جس کا بیلی نے خاص طور سے نام لیا ہے، وہ یقیناً اخباروں کی آزادی کے زبردست حامی تھے، چناں چہ اس موقع پر بھی انہوں نے لارڈ بنٹنک کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے انھوں نے واضح الفاظ میں لکھا کہ

"مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا کہ نصف کبتہ آرڈر کے سلسلے میں فوجی افسروں کی عرض داشت کا کورٹ آف ڈائرکٹرس نے جو جواب بھیجا ہے۔ اس کی اشاعت کے موقع پر گورنر جنرل اخباروں کی آزادی میں مداخلت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

"مجھ کو محسوس ہو رہا ہے کہ یہ مجوّزہ اقدام غم وغصہ کا ایک نیا طوفان کھڑا کر دے گا جس کو بروئے کار لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

"کئی برسوں سے تمام مسائل میں عموماً اور اس مسئلے میں خصوصاً بحث وتنقید کی پوری آزادی رہی ہے۔ میں کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سابقہ حکم اور اس نئے فیصلے میں کوئی فرق نہیں پاتا ہوں" اور اس کا کوئی جواز میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ایک حکم پر تو اخباروں کو اظہار ناراضگی کی اجازت دی گئی اور دوسرے حکم پر اظہار خیال کو روکنے کے لئے امتناعی حکم جاری کیا جا رہا ہے۔ سابقہ حکم بھی اسی قدر قطعی تھا جس قدر موجودہ حکم ہے۔

"میرا تو خیال ہے کہ نصف کبتہ آرڈر کے سلسلے میں اب تک اخباروں کو بحث وتبصرے کی جو آزادی رہی ہے اس سے خوش گوار نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ایک انتہائی غیر معقول حکم نے جو جذبات برانگیختہ کر دئے تھے (اخباروں نے) ان کی نکاسی کا ایک ذریعہ پیدا کر دیا۔ وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ اس حکم سے ان کے حقوق مجروح ہوئے ہیں، ان کو (اخباروں کی وجہ سے) کم از کم اس کا تو یقین ہو گیا کہ ان کی شکایتیں سنی گئیں اور ان پر غور کیا گیا۔

"میرے خیال میں اس موقعہ پر رائے عامہ کو دبا کر بے اطمینانی کی نئی لہر پیدا کرنے سے کہیں زیادہ یہ بہتر ہو گا کہ اس سلسلے میں اور بھی جو کچھ کہا جا سکتا ہے کہہ لینے دیا جائے۔

"میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اس سے زیادہ اور کچھ لکھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ وقت کی مسکّن کارگری کے مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ فوجیوں کے جذبات میں جو ہیجان پیدا ہو گیا تھا، ان میں اب آسودگی

کے آثار رونما ہو رہے ہیں ...

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں اخباروں کی آزادی کا علم بردار ہوں۔ اور مجھے اس کا یقین ہے کہ اس کے فوائد کے مقابلے میں اس سے پیدا ہونے والی برائیاں بے حقیقت ہیں۔ آج بھی میری یہی رائے ہے۔"

"میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جب حکومت کے تحفظ کا سوال ہو تو اس وقت اور آزادیوں کے ساتھ ساتھ اخباروں کی آزادی کی بھینٹ بھی چڑھا دینی چاہئے۔ لیکن میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ موجودہ حالات کو استثنیٰ قرار دے کر حکومت کو اپنی موجودہ پالیسی میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔"[۲۹]

گورنر جنرل کی کونسل نے اکثریت سے گورنر جنرل کی تجویز قبول کرلی اور ۶ ستمبر ۱۸۳۰ء کو کلکتے کے انگریزی اخباروں کے اڈیٹروں کے نام حسب ذیل مختصر حکم چیف سکریٹری کے دستخط سے جاری کر دیا گیا:[۳۰]

"گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں آپ کو اس کی اطلاع دے دوں کہ آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس کا خط نمبری ۲۷ مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۳۰ء جو آج کے گورنمنٹ گزٹ میں عام احکام کے تحت شائع کیا جا رہا ہے، آپ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ اس حکم سے متعلق کسی قسم کے تبصرے کو اپنے کالموں میں جگہ نہ دیں۔"

ہندستانی اور انگریز اخبار نویسوں کی متفقہ یادداشت

ہندستانی اخبار نویسی کی زندگی میں ۶ فروری ۱۸۳۵ء اس اعتبار سے ایک اہم تاریخ ہے کہ کلکتے کے اخبار نویسوں نے، جن میں ہندستانی اور انگریز دونوں شامل تھے، اس تاریخ کو ایک متفقہ درخواست پر دستخط کئے اور وہ درخواست گورنر جنرل لارڈ بنٹنک کی خدمت میں پیش کی گئی۔ دستخط کرنے والوں میں چھ انگریز اور تین ہندستانی اخبار نویس تھے۔ ہندستانیوں کے نام یہ ہیں ـــ دوارکا ناتھ ٹیگور، راسک ملک اور رسومی دت۔[۳۱]

اس تاریخی دستاویز کے ابتدائی حصے میں ایڈم کے نافذ کردہ قانون اور قاعدوں کو

تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ اُس کے بعد اُن دلائل کا موثر انداز میں جواب دیا گیا تھا جو اخباروں کی آزادی کے مخالفین، اخباروں اور چھاپے خانوں پر پابندیاں عائد کرنے کے جواز میں، پیش کیا کرتے تھے۔

انگریزی اخباروں اور انگریز اخبار نویسوں کے سلسلے میں کہا گیا تھا کہ کمپنی کے ملازمین کے علاوہ اور انگریز جو ہندستان آتے ہیں، وہ بھی اپنے قومی اقتدار کے تحفظ و بقاء کے سوال میں، کمپنی کے مالکوں اور کمپنی کے ملازموں سے کچھ کم دل چسپی نہیں رکھتے۔ اور اُن کے ہندستان آنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ ان حقوق سے محروم کر دیے جائیں جو ان کو انگلستان میں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی سلسلے میں اس پہلو پر بھی زور دیا گیا تھا کہ انگریزی اخبار و رسائل سے حکومت کو خطرہ لاحق نہ ہونا چاہئے کیوں کہ "ایسے ہندستانیوں کی تعداد افسوس ناک حد تک کم ہے، جو انگلستان کی زبان سے واقفیت رکھتے ہوں" اور حدود کلکتہ کے باہر مشکل ہی سے کوئی ہندستانی انگریزی داں مل سکے گا۔

دیسی زبانوں کے اخباروں کا ذکر کرتے ہوئے پر زور انداز میں کہا گیا تھا کہ "دیسی زبانوں کے اخباروں سے انگلستان کے اقتدار کو نقصان پہنچنے کے امکانات کو ثابت کرنے کے لئے خواہ کتنے ہی وزنی دلائل کیوں نہ پیش کئے جائیں، لیکن دیسی زبانوں کی جملہ طباعت یا اشاعت کو، بلا لائسنس لئے ہوئے، ممنوع قرار دینے کے لئے ان دلیلوں کو جواز نہیں بنایا جا سکتا۔"

اس درخواست میں گورنر جنرل سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ "کلکتے میں اخباروں کی اشاعت پر جو پابندیاں ہیں اور کلکتے کے باہر بنگال اور آگرے کی پریسیڈنسیوں میں دیسی زبانوں کی جملہ مطبوعات پر جو بندشیں ہیں وہ صرف بے سود ہی نہیں بلکہ شر انگیز بھی ہیں، اس لئے ان کو منسوخ ہو جانا چاہئے۔ ہم درخواست کنندگان مستدعی ہیں کہ اخباروں پر جو پابندیاں مختلف احکام کی شکل میں نافذ کی گئی ہیں، واپس لے لی جائیں . . ."

اخیر میں درخواست کنندگان نے گورنر جنرل سے درخواست کی تھی کہ اخباروں کے لئے ایک باضابطہ مسودۂ قانون مرتب کیا جائے، لیکن ساتھ ہی یہ اہم مطالبہ بھی پیش کیا تھا کہ

اس مسودے کو قانونی شکل دینے سے پہلے مشتہر کر دیا جائے تاکہ "اُن لوگوں کو اپنی رائے دینے یا اس کی قابلِ اعتراض دفعات پر اعتراضات پیش کرنے کا موقع مل سکے، جن لوگوں کو اُس قانون کی تعمیل کرنی ہوگی . . ."[۳۲]

اخباروں، کتابوں اور چھاپے خانوں کی مروّجہ پابندیوں کو منسوخ کرنے کی درخواست کے ساتھ دو اور بھی مطالبات اس درخواست میں پیش کئے گئے تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ ڈاک کے محصول میں کمی کی جائے۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ۹ / اپریل ۱۸۰۷ء کے اس امتناعی حکم کو بھی واپس لے لیا جائے، جس کی رو سے بلا گورنمنٹ کی اجازت کے کلکتے میں کوئی پبلک جلسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

حکومت کے سکریٹری مسٹر پرن سپ نے اس عرض داشت کے جواب میں درخواست کنندگان کو لکھا کہ

"ہندستان کے گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ آپ صاحبان کو میں اس امر سے مطلع کروں کہ آپ کی درخواست اپنے موضوع کے اعتبار سے نیز دستخط کنندگان کی شخصی قدر و منزلت کے لحاظ سے جس توجہ کی مستحق تھی، اُسی توجہ کے ساتھ گورنر جنرل نے اس درخواست پر غور کیا ہے۔

"اخباروں کے مروجہ قوانین کی غیر تشفی بخش حالت کی طرف گورنر جنرل باجلاس کونسل کی توجہ پہلے ہی مبذول ہو چکی ہے اور اُن کو یقین ہے کہ کچھ ہی دنوں میں ایک ایسا طریقہ رائج کیا جا سکے گا جو ایک طرف ان لوگوں کا تحفظ کر سکے گا جو پبلک معاملات پر بحث و تبصرہ کرتے ہیں اور دوسری طرف حکومت کو باغیانہ خیالات کے پرچار سے اور افراد کو ہتک آمیز حملوں سے محفوظ رکھ سکے گا۔

"گورنر جنرل باجلاس کونسل آپ کے اس خیال سے متفق ہیں کہ اس طرح کا قانون نافذ کرنے سے پہلے اُس کے مسودے کو عوام کے سامنے پیش کرنا چاہئے تاکہ تمام طبقوں کو اُس قانون کے متعلق اپنی اپنی تجویزیں اور اصلاحیں پیش کرنے کا موقع مل سکے۔

"گورنر جنرل باجلاس کونسل یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کسی بھی مروجہ قانون کے مطابق

اہالیان کلکتہ کو مجتمع ہو کر کسی مباحثے میں حصہ لینے کی ممانعت ہے۔ گورنر جنرل با جلاس کونسل کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں جس آزادی کے عطا کئے جانے کی درخواست کی گئی ہے، وہ آپ لوگوں کو حاصل ہے اور اس پر بندش عائد کرنے کا حکومت کوئی ارادہ بھی نہیں رکھتی ہے۔"۲۳

کلکتے کے اخبار نویسوں کی متفقہ درخواست کا تشفی بخش جواب دینے اور اخباروں کے لئے باضابطہ اور مناسب قانون مرتب کرنے کا وعدہ کرنے کے ایک ہی مہینے بعد بنٹنک کو یکایک خرابیٔ صحت کی بنا پر اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ ہندستانی اخبار نویسی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس وقت گورنر جنرل کی کونسل کا سب سے پرانا ممبر سر چارلس مٹکاف تھا، چناں چہ اسی کو ہندستان کا عارضی گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ اخباروں کی آزادی کے سوال پر مٹکاف کے خیالات کا ہم کو اندازہ ہو چکا ہے۔ اخباروں کی بے روک ٹوک آزادی کا وہ علم بردار ہی نہ تھا بلکہ وہ اپنے اس خیال میں عقیدے کی حد تک پختہ تھا کہ ہر شخص کو اخبار جاری کرنے کا حق اور اخباروں کو اظہار خیال اور تبصرے کی آزادی ہونی چاہئے۔ ہندستان میں اخباروں کو آزادی دینے کے سلسلے میں مٹکاف کے جو منصوبے تھے، ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے، بڑی حد تک، اُس کے پیش رو لارڈ بنٹنک نے زمین ہموار کر دی تھی۔

بنٹنک نے ہندستانی اخبار نویسوں کی متفقہ درخواست کے جواب میں جو وعدے کئے تھے ان کی بنیاد پر مٹکاف نے اپنی کونسل کے ممبر قانون مسٹر مے کالے کو اخباروں کے لئے ایک مسودۂ قانون مرتب کرنے کی ہدایت کی۔ مے کالے کا تعلق انگلستان کے لبرل مکتب خیال سے تھا۔ اس لئے قدرتاً وہ اخباروں کی آزادی کا بھی حامی تھا۔ اُس نے اپنے مسودۂ قانون کے ساتھ ایک طویل نوٹ بھی منسلک کیا تھا اور اس نوٹ میں اُس نے بڑی قابلیت کے ساتھ اپنے زاویۂ خیال کی وضاحت کی تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ

"... میں جن قوانین کے منسوخ کئے جانے کی تجویز پیش کر رہا ہوں، ان قوانین سے زیادہ ناقابل حمایت شاید ہی دنیا کا کوئی اور قانون ہو۔ سیاست داں حکمرانوں کا تو یہ دستور ہے کہ وہ اپنے مطلق العنانانہ احکام و قوانین کو مقبول عام ناموں اور

پسندیدہ انداز میں پیش کیا کرتے ہیں، لیکن اخباروں سے متعلق حکومت ہند کی پالیسی اس اصول کے برعکس ہے۔ ہندستان میں اخباروں کو برسوں سے عملی طور پر، بڑی حد تک، وہی آزادی حاصل رہی ہے جو انگلستان میں اخباروں کو حاصل ہے۔ چناں چہ سیاسی تبصروں سے جو دشواریاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں، ان کا ہم آج بھی سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن اس قدر معتدل اور مشفقانہ پالیسی برتنے کے باوجود، آئے دن، ہم کو اس کے طعنے سننے پڑتے ہیں اور ملامتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں کہ اخباروں پر ہم نے بندشیں عائد کر رکھی ہیں۔"[۳۴]

مے کالے کا یہ کہنا یقیناً صحیح تھا۔ ایڈم کے عارضی عہد حکومت کے بعد ہی سے اخبارات کو عملی طور پر آزادی حاصل رہی تھی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بینٹنک کے عہد میں حکومت اور اخباروں کے تصادم کا کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا اور ہندستانی اخبار نویسی نے عموماً اور دیسی اخبار نویسی نے خصوصاً ترقی کی ابتدائی منزلیں طے کیں۔ مٹکاف نے مے کالے کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ

"کونسل کی متفقہ تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے، ہماری درخواست پر، مسٹر مے کالے نے ازراہ کرم ایک مسودۂ قانون مرتب کیا ہے۔ اخباروں پر اس وقت جو پابندیاں قانوناً عائد ہیں ان کے متعلق اپنے منسلکہ نوٹ میں انھوں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں، میں اُن سے قطعاً متفق ہوں۔ انھوں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں وہ یہ ہیں: اوّل یہ کہ ریاست کے تحفظ کے اگر مطابق ہو تو اخباروں کو آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ میرے خیال میں اخباروں کی آزادی اور ریاست کے تحفظ میں مطابقت ہو سکتی ہے۔ آزاد اخبار نویسی سے ریاست کو کسی قسم کا خطرہ مجھے نظر نہیں آتا، اور اگر کوئی خطرناک صورت حال پیدا ہو جائے تو مجلس قانون ساز کو اس کا مداوا کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ دوم، یہ کہ اس وقت اخباروں کو عملی طور پر آزادی حاصل ہے۔ اور مروجہ بندشوں اور قیود پر عمل درآمد کا قطعاً کوئی ارادہ نہ رکھنے کے باوجود حکومت ان کی وجہ سے ہدف ملامت بن رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ سوم یہ کہ موجودہ قیود حکومت ہند کی

پالیسی میں عدم یکسانیت پیدا کرنے کے امکانات اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک کونسل یا گورنر جنرل اخباروں کو آزاد چھوڑنا پسند کرے تو ممکن ہے کہ دوسری کونسل یا دوسرا گورنر جنرل اخباروں پر پابندیاں عائد کرنے کے حق میں ہو، اس سلسلے میں کوئی مستقل قانون ہی نہیں ہے ...."[۳۵]

مٹکاف کی کونسل کے تمام ممبروں نے مے کالے کے اس مسودے کی تائید میں نوٹ لکھے۔ لیکن حکومت کے چیف سکریٹری اور دوسرے دو ایک ممبروں نے اپنے تائیدی نوٹ میں "اگر مگر" کا اضافہ کر کے اپنے خیالات بھی ظاہر کر دیے۔ چیف سکریٹری نے اس مسودہ قانون کی روح اور اس کے مقصد سے اتفاق کرنے کے باوجود یہ لکھنا ضروری سمجھا کہ گورنر جنرل کی طرح وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ "ہندستان میں اخباروں کی آزادی سے ریاست کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔"[۳۶] مسٹر مارلیبن کو اس کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی کہ دیسی اخباروں کی خاص طور سے نگرانی کی جائے اور اس کام کے لئے ایک الگ افسر مقرر کیا جائے۔[۳۷] مٹکاف نے اپنے آخری نوٹ میں معترضین کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ

"...... قوانین مرتب کرتے وقت، ہم کو اس بات کی پوری احتیاط برتنی چاہئے کہ ہندستانی اور یوروپین افراد میں کسی قسم کی تفریق نہ کی جائے۔ مجوزہ قانون، اپنی موجودہ شکل میں، سب کے لئے یکساں ـــــ اعتماد، انضباط اور لطف و کرم کا قانون ہوگا۔ اور اس سے انھیں نتائج کے برآمد ہونے کی امید کرنی چاہئے جو ایسے قوانین کے نفاذ سے بالعموم برآمد ہوا کرتے ہیں۔ مگر اس قانون میں ہم نے اگر کسی ایسی دفعہ کی آمیزش کر دی جس سے ہندستانیوں پر شکوک کا اظہار ہوتا ہو، تو ہندستانیوں کے ذہن پر اس کا اچھا اثر نہ پڑے گا........

"چناں چہ میری رائے ہے کہ یوروپین اخباروں پر جو پابندیاں عائد ہوں، ہندستانی اخباروں پر ان کے علاوہ کوئی اور پابندی عائد کرنا ناانصافی ہوگی..."[۳۸]

مے کالے کے مرتب کردہ مسودے نے ۳ راگست ۱۸۳۵ء کو باضابطہ قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس قانون کا بنیادی خیال یہ تھا کہ ملک کے تمام طبقوں کو اظہار خیال کی

آزادی ہونی چاہیئے۔ چارلس مٹکاف نے اپنے اس نئے اقدام کے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ

"اگر ان کا استدلال یہ ہے کہ ہندستان میں علم کی ترقی ہماری حکومت کے لئے پیام اجل ثابت ہوگی تو ان کے اس استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ اس کے نتائج جو بھی ہوں، لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندستان کو علم کی دولت سے بہرہ اندوز کریں۔ ہندستان کو سلطنت برطانیہ کا ایک حصّہ بنائے رکھنے کے لئے اگر یہ ضروری ہے کہ وہاں کے باشندوں کو جاہل رکھا جائے تو ہماری حکومت اس ملک کے لئے باعث لعنت ثابت ہوگی اور اُس کو ختم ہوجانا چاہیئے۔ مگر مجھ کو تو خود جہالت میں خطرے کے امکانات زیادہ نظر آتے ہیں۔ ہندستان کے مستقبل کی حکومت کے متعلق خداوند تعالیٰ کی جو بھی مرضی ہو، یہ ہمارا کھلا ہوا فرض ہے کہ جب تک یہاں کی عنانِ حکومت ہمارے ہاتھوں میں رہے ہم باشندگانِ ملک کی فلاح وبہبودی کے کام اپنی اہلیت کے مطابق بہتر سے بہتر انداز میں انجام دیں۔"[۳۹]

اخبار نویسوں کے علاوہ کلکتے کی ساری پڑھی لکھی آبادی نے بھی سر چارلس مٹکاف کے اس نئے اقدام کا مسرت اور تشکّر کے پُرجوش جذبات کے ساتھ استقبال کیا۔ اور اخباروں کو آزادی عطا کئے جانے کی یادگار کے طور پر کلکتے ہی میں دریائے ہگلی کے کنارے ایک لائبریری قائم کی گئی، جس کی عمارت آج بھی مٹکاف ہال کے نام سے مشہور ہے۔

چارلس مٹکاف کا یہ اقدام جس کو کلکتہ والوں نے اس قدر سراہا تھا، کورٹ آف ڈائرکٹرس کو سخت ناگوار گذرا۔ چناں چہ ۱۸۳۵ء کا اہم ترین واقعہ، جس کا اخباروں سے براہ راست تعلق تھا، وہ مٹکاف کا معتوب ہونا تھا۔ انگلستان میں اس سال وِگ پارٹی برسرِاقتدار آئی تھی اور اس کو ہندستانی اخباروں کو آزادی دینے کی پالیسی سے شدید اختلاف تھا۔ چناں چہ وِگ پارٹی نے ہندستانی انتظامات کے سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ سابق نامزد شدہ گورنر جنرل لارڈ ہیٹس بری کا تقرر منسوخ کر کے لارڈ آکلینڈ کو گورنر جنرل مقرر کیا[۴۰] اور مٹکاف کو معزول کر کے آگرے کا لفٹننٹ گورنر بنا دیا۔

چارلس مٹکاف

وہگ پارٹی کا خیال تھا کہ مٹکاف نے "عارضی تحسین حاصل کرنے کے غیر دانشمندانہ جذبے" کے ماتحت ہندستانی اخباروں کو آزادی دی تھی[۴۱]۔ جب اس نے اپنے معزولی کے اسباب دریافت کئے تو کورٹ آف ڈائرکٹرس کے ایک ممبر نے صاف صاف کہہ دیا کہ "اخباروں کو آزادی دینا تمہارا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔"[۴۲]

نئے قانون کا خلاصہ

اس نئے قانون کے باضابطہ نفاذ نے اخباروں کو بظاہر پوری آزادی دی تھی۔ لیکن سابق میں جو قاعدے نافذ تھے ان میں سے حقیقتاً صرف ایک دفعہ کی باضابطہ تنسیخ ہوئی تھی، اور وہ تھی اخبار کے جاری کرنے سے پہلے اس کے لئے لائسنس حاصل کرنے کی دفعہ، جس کے مطابق حکومت کو اس کا حق حاصل تھا کہ وہ جس کو چاہے اخبار جاری کرنے کی اجازت دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ یہ قاعدہ ختم ہوگیا۔

اب اس کی جگہ پر ڈِکلے ریشن داخل کرنے کا طریقہ روشناس کیا گیا۔ اس کے مطابق اخبار کے ناشر اور طابع کے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ اپنا اور اپنے دفتر کا پورا پتہ لکھ کر داخل کریں۔ اگر ان پتوں میں تبدیلی ہو تو اس کی اطلاع دینا بھی ضروری تھا۔ اگر طابع یا ناشر کمپنی کے حدودِ حکومت کے باہر جائے تو اس حالت میں یہ ضروری تھا کہ کوئی ایسا شخص جو کمپنی کے حدودِ حکومت میں مقیم ہو طابع و ناشر کی حیثیت سے ڈِکلے ریشن داخل کرے۔ ان قاعدوں کی خلاف ورزی کرنے والے کو پانچ ہزار روپے جرمانہ اور دو سال قید کی سزا دی جا سکتی تھی۔

اگر طابع یا ناشر اخبار سے کنارہ کشی اختیار کرے یا اخبار بند کرے تو اس کی اطلاع بھی دینا لازمی قرار دیا گیا تھا۔

نئے قاعدوں کے مطابق یہ ضروری تھا کہ کتابوں اور رسالوں پر بھی طابع اور ناشر کا نام اور مقامِ اشاعت درج کئے جائیں۔ اس قاعدے کی خلاف ورزی کی سزا بھی وہی تھی جو اوپر درج کی گئی ہے۔ اس قانون کو کمپنی کی قلمرو میں یکساں اور بہ یک وقت نافذ کیا گیا۔[۴۳]

یہ بھی خوش گوار حسن اتفاق تھا کہ اخباروں کی آزادی کے باب میں لارڈ آک لینڈ بھی اپنے پیش رو سر چارلس مٹکاف کے ہم خیال نکلے۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اپنی چٹھی مورخہ یکم فروری ۱۸۳۶ء میں چارلس مٹکاف کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ پارلیمنٹ کے تفویض کئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کورٹ آف ڈائرکٹرس تو اس قانون کو منسوخ کر دیتا، لیکن یہ قدم اس خیال سے نہ اٹھایا گیا کہ اس "غیر دانش مندانہ اور غیر ضروری قانون" کی تنسیخ کے نتائج کہیں شر انگیز نہ ثابت ہوں۔ اور اس سلسلے میں "قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے ہونے والے گورنر جنرل با جلاس کونسل کی رائے کا ہم انتظار کریں گے"[45] غالباً کورٹ آف ڈائرکٹرس کو توقع تھی کہ لارڈ آک لینڈ بھی اس قانون کو "غیر دانش مندانہ اور غیر ضروری" خیال کر کے، اس کو منسوخ کرنے کا مشورہ دیں گے۔ لیکن انھوں نے نہ تو اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم ہی ضروری سمجھی اور نہ اس کو سرے سے منسوخ کر کے ایڈم کے ۱۸۲۳ء والے قانون کو پھر سے نافذ کرنا ہی مناسب سمجھا۔

مٹکاف کے قانون اور اس کی پالیسی کو برقرار رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لارڈ آک لینڈ کے عہد میں اخباروں اور حکومت میں تصادم کا کوئی قابل ذکر واقعہ ہم کو نہیں ملتا۔ لارڈ آک لینڈ نے یہ بھی کوشش کی کہ کورٹ آف ڈائرکٹرس ۱۸۲۵ء کے وہ احکام واپس لے لے، جن کی رو سے سرکاری ملازمین نہ تو اخباروں اور چھاپے خانوں کے مالک یا حصے دار ہو سکتے تھے اور نہ اخباروں میں کوئی مضمون لکھ سکتے تھے۔

لارڈ آک لینڈ کی پالیسی کا ایک خوش گوار نتیجہ یہ بھی ہوا کہ روزناموں اور ہفتے دار اخباروں کی گنتی بڑھ گئی۔ چنانچہ ۱۸۳۹ء میں کلکتہ سے انگریزی کے چھ روزنامے اور بیس سہ روزہ اور ہفتے وار اخبار نکل رہے تھے۔ ہندستانی اخباروں کی تعداد نو تھی۔ اسی زمانہ میں بمبئی میں دس انگریز اور چار ہندستانی اخبار نویس تھے اور مدراس میں نو انگریز اخبار نویس کام کر رہے تھے۔

لارڈ آک لینڈ نے اخباروں کی بے راہ روی کی روک تھام اور سرکاری پالیسی کے متعلق اخباروں کی قیاس آرائیوں کے امکانات کو کم کرنے کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اخباروں کے اڈیٹروں کی رہنمائی کے لئے خبریں اور ساتھ ہی ان کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی کا خلاصہ

تیار کر کے روزانہ اخباروں کے دفتر بھیج دیا جاتا تھا۔[۴۶] افغانستان کے ساتھ لڑائیوں کے دوران میں یہ طریقہ اخباروں اور حکومت دونوں کے لئے مفید ثابت ہوا۔

اس طریقے نے اخباروں کے اڈیٹروں میں جو مقبولیت حاصل کرلی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لارڈ آک لینڈ کے جانشین لارڈ ایلن برا نے جب یہ طریقہ بند کیا تو بعض اخباروں نے اس کے خلاف احتجاج کیا[۴۷] اور کچھ دنوں کے لئے یہ سلسلہ پھر جاری کردیا گیا۔

۸

شمالی ہند کی انگریزی اخبار نویسی

"بالائی ہندستان (شمالی ہند) کی دیسی اور یورپین اخبار نویسی
نے جو اہمیت حاصل کر لی ہے، اُس کے پیشِ نظر، ان صوبوں کی انگریزی
اخبار نویسی کے ماضی وحال کا جائزہ لینا غیر دلچسپ نہ ہوگا"

ولیم کیری

(گڈ اولڈ ڈیز آف آنرایبل جان کمپنی)

شمالی ہند کا پہلا انگریزی چھاپا خانہ ۱۸۲۲ء میں کانپور میں قائم ہوا۔ اس چھاپے خانے کے بانی مسٹر سیم ویل گرین وے تھے [۱] اور اسی چھاپے خانے سے شمالی ہند کا پہلا انگریزی اخبار کان پور ایڈورٹائزر کے نام سے شائع ہوا[۲]۔ پھر ۱۸۲۸ء میں ایک اور اخبار اسی چھاپے خانے سے آم نی بس کے نام سے شائع ہوا۔ موخر الذکر اخبار کے صرف چند ہی نمبر شائع ہوئے[۳]۔

۱۸۳۰ء میں کان پور کے اس چھاپے خانے کی ایک شاخ میرٹھ میں قائم کی گئی۔ انگریزی چھاونی ہونے کی وجہ سے ان دنوں میرٹھ کا شہر شمالی ہند میں انگریزوں کا بڑا مرکز بن گیا تھا۔ میرٹھ کا چھاپا خانہ کھلنے کے دوسرے سال ۱۸۳۱ء میں میرٹھ آب زرور کا اجرا[۴] ہوا اور اس کے بعد ہی اس چھاپے خانے کا نام بھی آب زرور پریس ہو گیا۔

میرٹھ آب زرور اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ وہ غالباً ۱۸۲۷ء سے قلمی جاری تھا۔[۵] اس کو کیپٹن ٹیوکیبٹ مرتب کرتے تھے۔ کیپٹن کیمپ بل اس چھوٹے سے اخبار کے لئے فوجی حالات اور فوجی معاملات پر تبصرے لکھا کرتے تھے۔ چوں کہ یہ قلمی اخبار تھا اس لئے گورنمنٹ کو عرصہ تک اس کی کوئی خبر بھی نہ ہوئی، لیکن جب پتہ چلا تو اڈیٹر کا میرٹھ سے تبادلہ کر دیا گیا۔ اب اخبار کو مسٹر کوپ نے سنبھالا جو بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اور آگے چل کر دہلی گزٹ اور لاہور کرانی کل کے اڈیٹر ہوئے۔

۱۸۳۵ء میں آب زرور پریس سے ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا جس کا نام میرٹھ یونیورسل میگزین تھا۔ لیکن عام طور پر "مم" کی عرفیت سے مشہور ہوا۔ یہ شمالی ہند کا پہلا انگریزی رسالہ

تھا لیکن زیادہ دنوں تک چل نہ سکا۔

آگرہ اخبار

کان پور اور میرٹھ کے بعد تیسرا چھاپا خانہ آگرے میں کھولا گیا۔ اس کے مالک ڈاکٹر ہنڈرسن تھے۔[6] کچھ ہی دنوں کے بعد وہاں ایک اور چھاپا خانہ قائم ہوا، جہاں سے درسی کتابیں شائع ہوئیں، جو عرصہ تک اسکولوں میں رائج رہیں۔ ڈاکٹر ہنڈرسن کے چھاپے خانے کا نام آگرہ اخبار پریس تھا۔ انھوں نے اسی چھاپے خانے سے "آگرہ اخبار کے نام سے ۱۸۳۲ء میں دیسی زبان کا ایک اخبار فارسی رسم الخط میں" شائع کیا۔[8] شمالی ہند میں دیسی زبان کا یہی پہلا اخبار تھا۔

کم و بیش ایک سال تک فارسی رسم الخط میں اخبار نکالنے کے بعد ڈاکٹر ہنڈرسن اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ اخبار کامیاب نہ ہوگا۔ چناں چہ آگرہ اخبار کو انھوں نے نومبر ۱۸۳۲ء میں انگریزی اخبار بنا دیا، جو عرصے تک جاری رہا۔

ابتداً انگریزی اخبار کی ظاہری شکل اور اس کی اٹھان اچھی نہ تھی۔ مگر کچھ دنوں بعد جب مسٹر ہنری ٹانڈے اس کے اڈیٹر ہوئے تو اخبار کی صوری اور معنوی شکل بدل گئی۔ اور پھر تو اس کا شمار ہندستان کے بہترین اخباروں میں ہونے لگا۔[9]

۱۸۴۰ء میں مسٹر ہنری ٹانڈے کا انتقال ہوا اور آگرہ اخبار بھر گرنے لگا۔ یکے بادیگرے ان کے دو عزیز مسٹر اے، سانڈرس اور پی سانڈرس آگرہ اخبار کے اڈیٹر ہوئے، مگر وہ دونوں بھی جلد ہی اس دنیا سے سدھار گئے۔ بالآخر چھاپا خانہ بک گیا اور آگرہ اخبار بند ہو گیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد اسی چھاپے خانے سے آگرہ کرانیکل شائع ہوا جو تھوڑے دنوں تک نکلتا رہا۔ آگے چل کر دہلی گزٹ کے مالکوں نے اس چھاپے خانے کو خرید لیا۔[10]

دہلی گزٹ

۱۸۳۳ء میں دہلی کے پہلے اخبار کا دہلی گزٹ کے نام سے اجرا ہوا۔ یہ انگریزی زبان کا ہفتے وار اخبار تھا۔ اس اخبار کے پہلے اڈیٹر دہلی کی انگریزی برادری کے ایک فرد کرنل بیو تھے۔[11]

اس اخبار کا اپنا چھاپا خانہ بھی تھا جو دہلی کا پہلا چھاپا خانہ تھا۔ اس کو کرنل ہیو، ڈاکٹر رین کن، مسٹر جان بٹ لر اور کچھ دیسی لوگوں نے مل کر قائم کیا تھا۔[۱۲] افسوس ہے کہ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ دیسی لوگ کون تھے، ورنہ ہماری معلومات میں دلچسپ اضافہ ہوتا۔

ابتدا میں دہلی گزٹ کی حالت اچھی نہیں تھی لیکن کچھ دنوں کے بعد اخبار کی خوش قسمتی سے افغانستان سے جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اک بارگی دہلی گزٹ چمک اٹھا اور حصے داروں کو منافع بھی ملنے لگا۔[۱۳]

۱۸۴۶ء میں اس کے اڈیٹر مسٹر کوپ مقرر ہوئے۔ یہ وہی مسٹر کوپ ہیں جو پہلے میرٹھ آب زرور کے اڈیٹر تھے۔ اُن کی قابلیت اور اُن کے اخباری تجربے نے دہلی گزٹ کو چار چاند لگا دئے، اور وہ ہفتے وار سے سہ روزہ ہو گیا۔ اُس کی اشاعت بھی بڑھ کر دو ہزار کے لگ بھگ ہو گئی۔ ہندستان کے کسی اخبار کو بھی اب تک اتنی اشاعت نصیب نہیں ہوئی تھی۔[۱۴]

دہلی گزٹ کے ابتدائی دور میں اُس کے ایک اڈیٹر مسٹر بلیس بھی تھے۔ ان کے نام کی نشان دہی پادری سی، ایف اینڈ ریوز نے کی ہے۔[۱۵] جنوری ۱۸۴۹ء میں جب شاہزادے دارا بخت کا انتقال ہوا جو ولی عہد تھے تو اس اخبار نے گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ اب اُن کی جگہ پر کسی اور شاہزادے کو ولی عہد نہ نامزد کیا جائے، کیوں کہ شاہزادے کے انتقال کے بعد

"شاہی خاندان کے سارے حقوق کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ عہدہ صرف اس شاہزادے کو انفرادی طور پر عطا کیا گیا تھا۔ ہمارا ایمانداری کے ساتھ خیال ہے کہ اس قصے کی ساری حقیقت یہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ ہماری گورنمنٹ بادشاہ کی وفات کے بعد اُن کے خاندان کے لئے مناسب مالی انتظام کر کے یہ سلسلہ ختم کردے گی۔"[۱۶]

دہلی گزٹ کا آخری نمبر ۱۱ رمئی ۱۸۵۷ء کو شائع ہوا۔ دہلی گزٹ کی یہ غیر معمولی اشاعت تھی۔ مولوی ذکاءاللہ کے بیان کے مطابق، ۱۱ رمئی کو جب دہلی میں بغاوت شروع ہوئی تو

"دہلی گزٹ پریس کا حال بھی بنک کا سا ہوا۔ عیسائی کمپوزیٹر (کمپوزیٹر) جو وہاں جمع تھے، اپنے کام میں مصروف تھے۔ جب سے پریس قائم ہوا تھا ایسا غم ناک کام انھوں نے کبھی نہیں کیا تھا، جیسا کہ آج ان کو کرنا پڑا۔ ٹائپ میں ان کو لکھنا پڑا کہ موت کا ہاتھ اُن کے سر پر ہے۔ بہت ہی صبح کو تار برقی پر خبر آئی تھی کہ میرٹھ کے باغی دہلی کو جا رہے ہیں۔ اور بہت جلد شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ خبر دہلی گزٹ کے غیر معمولی پرچہ میں شائع ہوئی تھی۔ جس کو کمپوزیٹروں نے یہ جانا کہ ہم نے اپنی موت کا وارنٹ آپ کمپوز کیا ہے۔ دوپہر کے قریب ایک گروہ بدمعاش شہدوں کا چھاپہ خانہ میں گھس گیا اور تمام عیسائی کمپوزیٹروں کو انھوں نے مار ڈالا کوئی مفر نہ ملا۔ مکان کو غارت و تباہ کیا اور تانبے کے ٹائپ لوٹ کرلے گئے کہ ان کی گولیاں بنا کر لوگوں کو ماریں گے۔ ...."[17]

دہلی گزٹ کے مالکوں نے ۱۸۳۹ء میں آگرے کے ایک اخبار آگرہ کرانی کل کو خرید کر آگرہ مسن مجر کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اس کے اڈیٹر مسٹر ماسن تھے اور یہ آگرہ پریس میں چھپتا تھا۔ یہ پریس بھی دہلی گزٹ کے مالکوں کی ملکیت ہوگیا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں دہلی گزٹ کے چھاپے خانے سے سانڈرس میگزین کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا گیا جو دو سال تک جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا۔ دہلی گزٹ کے علاوہ اور بھی متعدد اخباروں کا دہلی سے اجرا ہوا۔ ایک ماہوار رسالہ بھی دہلی اِس بُک بک کے نام سے جاری ہوا جو ۱۸۵۳ء میں دہلی پنچ بن گیا۔

دہلی اڈورٹائزر

۱۸۳۸ء میں دہلی ایڈورٹائزر کا اجرا ہوا، لیکن یہ اخبار میرٹھ سے شائع ہوتا تھا۔ ابتداً ہفتے وار تھا۔ دہلی بنک کے مالک مسٹر کوبِنگ اس اخبار کے بھی مالک تھے۔ ۱۸۵۲ء میں انھوں نے اس کو روزنامہ بنا دیا۔[18]

۱۸۵۶ء میں یہ اخبار انڈین ٹائمز کے نام سے نکلنے لگا۔ ان دنوں یہ اخبار اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ لیکن اسی سنہ میں کچھ ایسے بکھیڑے پیدا ہوئے کہ چھاپہ خانہ قرق ہوکر

نیلام ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی یہ اخبار بھی ختم ہو گیا۔[19]

آگرے کے اور چھاپے خانے

اس دور میں آگرہ بھی اخباروں اور چھاپہ خانوں کا بڑا مرکز تھا۔ مسٹر گرین وے اور ڈاکٹر ہنڈرسن کے چھاپے خانوں کے علاوہ ایک عیسائی پادریوں کا چھاپا خانہ سکندرا پریس کے نام سے آگرے کے مضافات میں بڑی کامیابی کے ساتھ چلایا جا رہا تھا۔ اس چھاپے خانے کی سب سے بڑی سرپرست صوبجات شمالی و مغربی کی حکومت تھی۔ آگرہ گورنمنٹ گزٹ کے علاوہ سارے سرکاری کاغذات بھی اسی چھاپے خانے میں چھپتے تھے۔[20]

۱۸۴۶ میں عیسائی پادریوں نے سکندرا میسنجر کے نام سے ایک مذہبی رسالہ شائع کرنا شروع کیا، جو ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے وقت تک جاری رہا۔[21]

۱۸۴۶ء میں موفصلائٹ پریس کے نام سے ایک چھاپا خانہ میرٹھ میں قائم ہوا۔ آگے چل کر اسی نام کا ایک اخبار بھی نکلنے لگا۔ دراصل موفصلائٹ نام کے ایک ادبی رسالہ کا سب سے پہلے کلکتے سے اجرا ہوا تھا۔ اور یہ اخبار اسی کی شاخ تھا، جو بہت جلد ترقی کر کے سارے شمالی ہند پر چھا گیا اور اس علاقے کا سب سے اچھا اخبار بن گیا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے دنوں میں یہ اخبار آگرہ کے قلعے سے شائع ہوا کرتا تھا۔[22] آگے چل کر یہ اخبار سول اینڈ ملیٹری گزٹ میں ضم ہو گیا۔

الہ آباد کا پہلا انگریزی اخبار

گرین وے کمپنی جس نے کان پور، میرٹھ اور آگرے میں چھاپے خانے کھولے تھے، اسی کمپنی نے ۱۸۳۶ء میں ایک چھاپا خانہ الہ آباد میں کھولا۔[23] جو الہ آباد کا پہلا چھاپا خانہ تھا۔

اسی چھاپہ خانہ سے سنٹرل فری پریس جرنل کے نام سے ایک اخبار جاری کیا گیا جو الہ آباد کا پہلا اخبار تھا۔ غالباً یہ ہفتے وار ہی رہا ہوگا۔ اخبار کے مالک کون لوگ تھے یا اڈیٹر کا کیا نام تھا؟ یہ معلومات ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ ممکن ہے کہ اخبار گرین وے کمپنی ہی کی

ملکیت رہا ہو۔

اخبار کے اجراء کے پہلے ہی سال چھاپے خانے میں آگ لگ گئی اور پورا کارخانہ مع مکان کے جل کر خاک سیاہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اخبار کی زندگی کا چراغ بھی گل ہو گیا۔[۲۴]

امریکن مشن کے چھاپے خانے

امریکن مشنریوں نے ۱۸۳۶ء میں ایک چھاپا خانہ لدھیانے میں قائم کیا لدھیانہ اخبار (فارسی) جو انھیں پادریوں کا تھا، اسی چھاپے خانے میں چھپتا تھا۔ ۱۸۴۷ء میں لدھیانے کے مشن پریس میں آگ لگ گئی اور اس کا سارا کھٹ راگ جل کر برباد ہو گیا۔ لیکن مشن کے لوگوں نے جلد ہی اُس کو از سرِ نو قائم کر لیا۔ پھر ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے دنوں میں لدھیانے کے باغیوں نے اس چھاپے خانے کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا، لیکن "سرکاری افسروں نے باغیوں پر جرمانے کر کے چھاپے خانے کے نقصان کو پورا کیا۔" چناں چہ اسی جرمانے کی رقم سے ایک نیا چھاپا خانہ کھڑا کر لیا گیا۔[۲۵]

۱۸۳۶ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک عیسائی مبلغوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز شمالی ہند کو بنا لیا تھا۔ چناں چہ بنارس، مرزاپور، الہ آباد، آگرے اور لدھیانے میں انھوں نے اپنے چھاپے خانے قائم کیے اور ان میں سے بیشتر چھاپے خانوں سے انگریزی، فارسی اور اردو کے اخبار و رسائل نکالے۔

۱۸۳۶ء میں ان لوگوں نے مرزاپور سے ایک اردو رسالہ خیر خواہ ہند کے نام سے نکالنا شروع کیا۔[۲۶] جام جہاں نما (کلکتہ) کے بعد شمالی ہند میں یہ اردو زبان کا پہلا اخبار یا رسالہ تھا۔ اس کے بعد ہی دلی سے دہلی اردو اخبار اور سید الاخبار کا اجرا ہوا۔ خیر خواہ ہند ۱۸۵۷ء تک جاری رہا۔ بغاوت کے شعلوں کی لپک نے خیر خواہ ہند پر بھی وار کیا اور یہ بند ہو گیا۔ لیکن بغاوت کے بعد یہ پھر شائع ہونے لگا۔[۲۷]

الہ آباد کے پہلے چھاپے خانے کے جل جانے کے بعد تقریباً تین سال تک وہاں کوئی دوسرا چھاپا خانہ قائم نہ ہو سکا۔ ۱۸۳۹ء میں امریکا کے پرسبائی ٹے رین مشنریوں نے

ایک بہت بڑا چھاپا خانہ الہ آباد میں کھولا جہاں ٹائپ ڈھالنے کا بھی پورا انتظام انھوں نے قائم کیا۔[۲۸] شمالی ہند میں اب تک اس پیمانے پر کوئی اور چھاپا خانہ قائم نہیں ہوا تھا۔

اس چھاپے خانے اور اس کے لوازمات کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انگریزی ٹائپ کے علاوہ گورمکھی، دیوناگری اور اردو رسم الخط کے ٹائپ بھی وہاں تیار کیے جاتے تھے اور مشنریوں کے ان تمام چھاپے خانوں کو وہیں سے ٹائپ فراہم کیے جاتے تھے جو انھوں نے مرزاپور اور لدھیانے میں کھولے تھے۔[۲۹]

۱۸۵۷ء میں باغیوں نے اس چھاپے خانے کو بھی نہس نہس کر ڈالا تھا، لیکن بعد میں یہ چھاپا خانہ از سر نو قائم کیا گیا اور پھر دیسی پادریوں کے سپرد کر دیا گیا تاکہ اس کی آمدنی سے وہ اپنا تبلیغی کام کریں۔[۳۰]

بنارس میگزین

۱۸۴۸ء میں انھیں پادریوں نے "اپنے مرزاپور کے چھاپے خانے سے ایک رسالہ بنارس ریکارڈر کے نام سے شائع کرنا شروع کیا، جو عرصہ تک نکلتا رہا۔[۳۱]

بنارس میگزین بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا جو ہر دوسرے مہینے شائع ہوتا تھا۔ اس میگزین کی ابتدائی آٹھ جلدیں سی رام پور کالج کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کا نام تو تھا بنارس میگزین لیکن یہ شائع مرزاپور سے ہوتا تھا۔ اس کا پہلا نمبر نومبر ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا۔ کلکتے کی ایک تجارتی کمپنی تھیکرس اینڈ کو اس میگزین کی ناشر تھی۔ اور یہی کمپنی اس کو فروخت بھی کرتی تھی۔[۳۲]

فروری ۱۸۵۲ء کے بنارس میگزین پر، جس پر جلد نمبر ۷ اور نمبر شمار ۳۱ درج ہے، بجائے مرزاپور کے کلکتے کا نام ہم کو نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی ناشر کا نام بھی بدل جاتا ہے۔ اب تھیکرس اینڈ کو کی جگہ پر مسٹر جے، بیپ ٹسٹ کا نام درج ہے۔ اور چھاپے خانے کا نام بشپ کالج پریس لکھا گیا ہے۔ آگے کے نمبروں پر بھی یہی باتیں درج ہیں۔

۹

ہندستان کی فارسی اخبار نویسی

زبدۃ الاخبار

شمالی ہند کا پہلا فارسی اخبار زبدۃ الاخبار تھا جس کا آگرہ سے ۱۸۳۳ء میں اجرا ہوا۔ اس کے مالک اور اڈیٹر منشی واجد علی تھے[1]!

زبدۃ الاخبار کے اجرا سے ایک سال پہلے آگرے ہی سے مسٹر ہنڈرسن نے ایک فارسی اخبار جاری کیا تھا، جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور جو شمالی ہند میں "فارسی رسم الخط[2]" کا پہلا اور ہندستان میں فارسی کا پانچواں اخبار تھا اس کا نام آگرہ اخبار تھا اور چھاپے خانہ کا نام آگرہ پریس تھا۔ آگرہ اخبار صرف چند مہینوں تک فارسی اخبار رہا اور پھر اس نے انگریزی اخبار کا روپ دھار لیا۔ جب زبدۃ الاخبار جاری ہوا ہوگا تو اس وقت یہ فارسی کا اخبار یقیناً بند ہو چکا ہوگا — زبدۃ الاخبار کا غالباً اپنا چھاپا خانہ نہ تھا۔ اس لئے قیاس ہے کہ زبدۃ الاخبار آگرہ اخبار پریس میں چھپتا رہا ہوگا۔

مؤلف اختر شہنشاہی نے زبدۃ الاخبار آگرہ کا سنہ اجرا ۱۸ نومبر ۱۸۵۳ء بتلایا ہے[3]۔ جو یقیناً صحیح نہیں ہے۔ اس کے اجرا کا سنہ ۱۸۳۳ء ہے[4]۔ ممکن ہے درمیان میں اخبار بند ہو گیا ہو اور ۱۸۵۳ء میں دوبارہ جاری ہوا ہو۔

زبدۃ الاخبار کے سرپرستوں کی فہرست میں ہم کو راجہ صاحب بھرت پور، راجہ الور، نواب جاورا، نواب جھجر، نواب حیدر آباد دکن اور سیٹھ لچھمی چند کے نام ملتے ہیں اور یہ لوگ

تیس روپے، بیس روپے، پندرہ روپے، دس روپے اور پندرہ پندرہ روپے ماہانہ علی الترتیب زبدۃ الاخبار کو دیا کرتے تھے۔ "تاکہ اخبار میں کوئی ایسی بات نہ شائع ہو جس سے ان کی سبکی ہو۔ اخبار کی ماہوار بکری سے ان کی (واجد علی) آمدنی ۲۴۰ روپے تھی۔ اور خرچ صرف چالیس روپے ماہوار تھا۔ اس طرح سے ان کی خالص بچت کوئی دو سو روپے ماہوار تھی۔ (جس میں سرپرستوں کی رقمیں بھی شامل تھیں)۔ واجد علی خاں محتاط قسم کے اڈیٹر تھے۔ وہ شاذونادر ہی اظہار خیال میں بے راہ روی اختیار کرتے اور کوئی ایسا موقع ہی نہ آنے دیتے کہ ان پر حملہ کیا جا سکے۔ بے اطمینانی کا اظہار ان کے یہاں تقریباً عنقا تھا اور اگر کبھی اس کی نوبت آتی بھی تو اس کا اظہار بڑے پر تکلف انداز سے کیا جاتا۔ ان کا ماخذ بیشتر انگریزی اخبارات ہوا کرتے تھے۔ واجد علی خاں مغربی طرز زندگی کو برا سمجھتے تھے اور ان کی اس رجعت پسندی سے ان کے ناظرین خوش ہوتے تھے"۔[۵]

آئینہ سکندر

نیشنل آرکائوز آف انڈیا میں آئینہ سکندر کے چار برسوں کی ناقص فائلیں ہیں۔ ان میں پہلا نمبر جو ۱۲ جنوری ۱۸۳۳ء کا ہے، اس پر سلسلے کا نمبر ۹۹ درج ہے۔ اس حساب سے آئینہ سکندر کا پہلا نمبر غالباً فروری ۱۸۳۱ء کے پہلے ہفتے میں شائع ہوا ہوگا۔ اخبار کے نام کی مناسبت سے اخبار کی ابتدا خواجہ حافظ کے اس شعر سے ہوا کرتی تھی[۶]۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر   تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

اور اخبار کی انتہا بھی ایک شعر ہی پر ہوا کرتی تھی۔ خدا جانے اس کا مصنف کون تھا۔ شعر یہ ہے:

آئینہ سکندر قلب صفا دلانست   عکس وقائع از وے روشن جہاں جہانست

اخبار کے خاتمے پر "بمقام کلنبہ متعلقہ کلکتہ، حویلی نمبر ۱۸۵، بچھاپہ خانہ آئینہ سکندر مطبوع گشت" درج رہتا تھا۔ اڈیٹر یا مالک کے نام کا کوئی تذکرہ ہم کو نہیں ملتا۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے یقین کے ساتھ مجھ سے فرمایا ہے کہ آئینہ سکندر کے اڈیٹر

مولوی سراج الدین صاحب تھے۔ اُن کے اس بیان کی تائید مرزا غالب کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے، جو مولوی سراج الدین ہی کے نام آئینہ سکندری کے سلسلے میں لکھا گیا تھا۔ مرزا صاحب آئینہ سکندر کی صفائی عبارت اور اُس کی خوش بیانی نیز "خبرہائے مختصر ونکتہ ہائے دل پسند" کی نظر فریبیوں کی داد دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"امروز یکشنبہ چہارم ستمبر است۔ نامۂ نامی باوراق اخبار کمن رسیدہ است میارزالدولہ حسام الدین حیدر خاں بہادر و فخر الدولہ نواب امین الدین خاں بہادر دیدند و خریداری ایں را نہ پسندیدہ۔ زیں پس ہرکہ از اعیان دیار ہرچہ برمن خواہد فرمود شما عرض خواہم کرد۔ والسلام"[9]

اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی سراج الدین نے مرزا غالب کو اپنے اخبار آئینہ سکندر کے خریدار پیدا کرنے کے لئے لکھا ہوگا۔ مرزا غالب سے مولوی سراج الدین کے خاصے تعلقات تھے۔ چناں چہ اسی رشتے سے کبھی کبھی مرزا کی غزلیں بھی آئینہ سکندر میں شائع ہوا کرتی تھیں۔

اس سولہ صفحے کے اخبار میں خبروں کے علاوہ کوئی ادبی یا معلوماتی مضمون ہم کو نہیں ملتا۔ خبروں کے انتخاب و ترتیب کے لحاظ سے یا ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے آئینہ سکندر اپنے اور ہم عصروں سے کچھ مختلف نہ تھا۔ مطبع آئینہ سکندر میں اگر کوئی کتاب چھپتی تو اس کا اشتہار بھی اخبار میں شائع کیا جاتا۔ مثلاً ۱۴ر نومبر ۱۸۳۶ء کے اخبار میں ہم کو رباعیات عمر خیام کا اشتہار ملتا ہے، جس کی ابتدا اس شعر سے کی گئی ہے۔

ہر کہ اُو ذوق سخن دارد بجاں خدمتش ایں نسخہ باشد ارمغاں

اشتہار میں نہ تو قیمت ہی درج ہے اور نہ یہی پتہ چلتا ہے کہ اس نسخہ کو کس نے ترتیب دیا تھا۔ گمان غالب ہے کہ مولوی سراج الدین ہی نے یہ خدمت انجام دی ہوگی۔ بہر حال مرتب کا کہنا ہے کہ بہت سے تذکروں اور بیاضوں کو سامنے رکھ کر "بہ تصحیح آں جہد بلیغ بہ کار بردہ در مطبع آئینہ سکندر طبع ساختم۔ ہر کرا اشتراک منظور باشد از مطبع مصدر الذکر طلب فرمایند۔"[10]

آئینۂ سکندر کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ ہر خبر کی سُرخی کے نیچے ایک شعر بھی لکھا جاتا تھا۔ یہ اشعار غالباً اڈیٹر ہی کی کاوش طبع کا نتیجہ ہوتے تھے۔ ان کے کچھ نمونے یہ ہیں

خبر بارگاہ فلک پایۂ گاہ بادشاہ دہلی

مالک تاج و نگیں و بادشاہ دیں پناہ — حامی دین محمد سایۂ فضل اِلٰہ[11]

خبر دار الخلافہ روم

آسماں حشمت و خورشید جاہ — حامی شرع نبی ظلِ الٰہ[12]

خبر والی ٹونک

ایں امیرِ عاقل و تقوا شعار — است بازل ہم شجاع و ذی وقار[13]

خبر خاقان ایران

بر آسمانِ حشم مہر و مہ بر اوجِ کرم — خلیفہ احدی مالک رقاب امم[14]

خبر کونسل

قیمت یک بوسہ اش ایمان و جان است — نیک ایں سوداگری اندر جہان است[15]

ماہ عالم افروز

۲۲ مارچ ۱۸۳۳ء کو ماہ عالم افروز کے اجراء کی درخواست دی گئی[16] اور جون ۱۸۳۳ء کے دوسرے یا تیسرے ہفتے میں اس کا پہلا نمبر شائع ہوا ہوگا۔ اس اخبار کے تین برسوں کی فائلیں بھی نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں محفوظ ہیں۔ یہ ۱۸۳۶ء، ۱۸۴۰ء، ۱۸۴۱ء کی فائلیں ہیں۔ ان میں جو پہلا نمبر ہے اُس پر حسب ذیل نمبر اور تاریخ درج ہے۔

"۱۳۵۔ ۱۹ ماہ جنوری ۱۸۳۶ء عیسوی۔ سہ شنبہ مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ"

اپنے زمانے کے اور اخباروں کی طرح ماہ عالم افروز بھی صاحب مطبع تھا۔ اخبار کے مالک و اڈیٹر مولوی وہاج الدین تھے۔ ماہ عالم افروز کے اکثر نمبروں میں مولوی وہاج الدین کا نام بھی درج کیا گیا ہے جو اس طرح ہوتا تھا۔

"در چھاپاخانہ محلہ کلنبہ متصل مدرسہ مالک حاجی وہاج الدین صاحب"

کہیں کہیں "حاجی وہاج الدین" کے بعد محمد کا بھی اضافہ ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا نام "وہاج الدین محمد" ہی رہا ہو۔ لیکن بیشتر نمبروں میں وہاج الدین کا نام درج نہیں کیا گیا ہے اور صرف

"بہ محلہ کلنگہ متصل مدرسہ بہ قالب طبع در آمد"[۱۷]

لکھا جاتا تھا۔ بعض نمبروں میں چھاپے خانے کا نام بھی لکھا جاتا تھا

"در چھاپا خانہ ماہ عالم افروز محلہ کلنگہ، متصل مدرسہ بقالب طبع در آمد"

ماہ عالم افروز کی چند خبروں کے اقتباس ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ پہلی خبر چائے کی کاشت سے متعلق ہے، جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہندستان میں چائے کی کاشت کی داغ بیل لارڈ ولیم بنٹنک نے ڈالی تھی۔ اس خبر سے چائے کے سلسلے کی دوسری دل چسپ تفصیلیں بھی ہم کو معلوم ہوتی ہیں۔

خبر زراعت چائے

بر ہمگناں ظاہر و باہر باد کہ سابق ازیں لارڈ بنٹنگ متوفی سابق گورنر جنرل بہادر درایں دیار بجہت نمودن زراعت چائے بمقام آشام (آسام) سعی بلیغ فرمودہ بودند و نیز مسٹر جارج جمس گاردن را بنابر اہتمام ایں معنی مامور نمودہ بودند۔ ازاں تاریخ زراعت چائے در آں سرزمیں آغاز گردید۔ چناں چہ یک کمپنی تلنگہ تعین شدہ اند و قطع نظر از مزوری کشت کاران چینی (جینی) نژاد کہ بہ خوبی از تدبیر زراعت چائے واقف و مطلع اند در بتولہ بوضوح انجامید کہ دہ ہزار محنت کش دیگر برائے کشت کاری چائے بطرف ملک آشام مصروف شدہ اند۔ ازیں اوصاف واضح گشت کہ زراعت چائے مثل مملکت چین بسرزمیں آشام طیار خواہد گردید و بسیار کساں فوائد عظیم ازیں کشت کاری چائے خواہند برداشت و بہ نسبت تجارت اشیاء دیگر درایں تجارت بسیار نفع عائد خواہد گردید تاجران ازیں فائدہ مال امال (مالا مال) خواہند شد۔ متعاقب ترحوار حال زراعت چائے، حوالہ کلک حقائق سلک خواہد نمود و ناظرین اخبار را اطلاع خواہد داد۔"[۱۸]

دوسری خبر مدرسہ عالیہ کلکتہ سے متعلق ہے۔ اس خبر کا اقتباس اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اسی دور میں انگریز افسروں کا کس احترام کے ساتھ نام لیا جاتا تھا۔

خبر انعام طلبار علوم وغیرہ

دارالامارۃ کلکتہ علاقہ سرکار کمپنی بہادر

ماہ عالم افروز سوانح را از افق غریستان معانی بہ فراز بہدائے تحریر طلوع ساختہ صفحہ قرطاس را منور می سازد و بر صبح نقسان (؟) خرد پرور روشن و ہویدا باد (کہ) بتاریخ بستم ماہ فروری سنہ رواں روز پنجشنبہ جناب فلک انتساب گردوں وقار، خورشید اشتہار، معدن کرم وعطا، مخزن فیض وسخا، گوہر دریائے قابلیت، جوہر کان کمالیت، اعنی مجمع الحسنات جامع الکمالات، صاحب سراسر شوکت، سراپا رفعت جناب ملت صاحب حاکم کمیشن لائے وجناب مسٹر بلدی صاحب سکتر کونسل عالیہ وجناب اوزبی صاحب وجناب ڈاکٹر ویز صاحب دام اقبالہم بربنائے عطائے انعام طلبا ہائے مدرسہ عالیہ . . . رونق افروز شدند . . . . . "۱۹

خبر خونِ ناگہانی

مندرجہ بالا عنوان سے ہم کو چند انگریز فوجی افسروں کے ہاتھوں ایک عورت کے مارے جانے کی خبر معلوم ہوتی ہے۔ یہ انگریز افسر شکار کے لئے گئے تھے۔ اتفاقاً ایک افسر کا نشانہ خطا کر گیا۔ گولی ایک عورت کے جا لگی اور "مرغ روحش از قفس عنصری بہ پرواز درآمد۔" یہ خبر بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گئی، اور واردات کے جائے وقوع پر "شور محشر برپا شد و مردمان دہ بریں واقعہ وقوف یافتند وچوں مور وملخ بمشاہدہ زن مہلوکہ فراہم شدند بعملۂ پولیس آنجا خبر کردند بعد ازیں بصاحب مجسٹریٹ اطلاع ایں معنی گردید۔"

قاتل انگریز افسر نے مجسٹریٹ کے سامنے اس کا اعتراف کیا کہ

"فی الواقع ایں عورت از دست من بہلاکت رسیدہ است، امّا درحالت نادانستگی۔ چرا کہ ارادۂ من بہ ہلاکت زن نبود۔ نشانہ بر سگ نمودہ بودم ناگاہ غلولہ بندوق از نشانہ خطا کرد . . . "۲۰

مجسٹریٹ نے جو انگریزی تھا، اپنے ہم قوم فوجی افسر کے اس بیان کو تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ چوں کہ مقتول عورت عمداً قتل نہیں کی گئی تھی اس لئے ملزم بے قصور ہے اور

"قاتل را ازیں مقدمہ مخلصی بداد۔" ماہ عالم افروز کے بیان کے مطابق اس فیصلے نے لوگوں کو بے حد متوحش کر دیا۔ اور طرح طرح کی چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ کچھ لوگوں کو ڈر تھا کہ آئندہ بھی جب کبھی اس طرح کی واردات پیش آئے گی تو "صاحب مجسٹریٹ" کا یہی فیصلہ "دلیل قاطع و برہان ساطع تواند شد، چراکہ صاحب مجسٹریٹ مقدمہ ہذا راخون غیر عمد تصور یدہ قاتل را بلا تہدید و جرم رہائی دادند۔"

پھر آگے چل کر ماہ عالم افروز ایک دوسرے بزرگ کے اظہار خیال کو پیش کرتا ہے۔ جنھوں نے بڑے تلخ انداز میں فرمایا تھا کہ

"صاحب مجسٹریٹ پاس قومیت خود فرمودہ قاتل را کہ متمول بود بلا جرم و قصور از علت خونِ بے گناہے مخلصی دادند۔ اگر کسے مردِ غریب واز قومیت دیگر بودے البتہ سپرد دورہ می شدے وتنبیح و شتش ماہ در حاجت وحوالات بسر اوقات خود ساختے۔ بعدہ ہر آں چہ از پیشگاہ حکام ذوی الاحتشام بر حالش شرف نفاد گردیدے، مستوجب آں بودے۔ . ."[21]

سلطان الاخبار

سلطان الاخبار بھی کلکتے ہی کا ایک فارسی ہفتے وار اخبار تھا۔ اس کا پہلا نمبر

"بتاریخ ۷ شہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۱ھ مطابق ۲ ماہ اگست سنہ ۱۸۳۵ء"

کو شائع ہوا۔ مؤلف اختر شہنشاہی نے سلطان الاخبار کا سنہ اجرا ۱۸۳۷ء بتلایا ہے[22] جو صحیح نہیں ہے۔ اس اخبار کے مالک رجب علی لکھنوی تھے، جو لکھنؤ اور اس کے قرب وجوار کے پہلے اخبار نویس ہیں جن سے ہماری ملاقات ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ دیسی زبانوں کے بیشتر اخباروں کی طرح سلطان الاخبار کی ابتدائی فائلیں ضائع نہیں ہوئیں۔ چناں چہ سلطان الاخبار کی حسب ذیل چھ سال کی فائلیں نیشنل آرکائیوز میں محفوظ ہیں:۔

۱۔ اگست ۱۸۳۵ء ——— دسمبر ۱۸۳۵ء

"این کاغذ اخبار ہشت ورق است۔ قیمتش برائے اہل شہر کلکتہ دو روپیہ است وبرائے امیران وسفیران امصار دیگر محصول ڈاک زاید بر دو روپیہ است۔ مالک وراقم احقرالعباد رجب علی لکھنوی حسینی نسب است۔ ہر امیر وسفیر را اگر خریداریش منظور باشد آگاہی فرمایند۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہر ہفتہ خواہد رسید۔"[۲۵]

سلطان الاخبار کے ابتدائی نمبروں میں یہ اشتہار عرصے تک شائع ہوتا رہا۔ پھر آگے چل کر اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اُس کو حذف کر دیا گیا۔ اس اشتہار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "فسانۂ عجائب" کے مصنف رجب علی بیگ "سرور" کسی طرح بھی سلطان الاخبار کے "راقم ومالک رجب علی لکھنوی حسینی نسب" نہیں ہو سکتے۔ اور پھر اس کی بھی واضح شہادتیں موجود ہیں کہ اٹھارویں صدی کے نصف اوّل میں رجب علی بیگ سرور کلکتے نہیں گئے۔ لکھنؤ کی یہ دو جداگانہ شخصیتیں تھیں۔ ان میں سے ایک نے افسانہ نگاری کی دنیا میں اور دوسرے نے اخبار نویسی کے میدان میں اپنے اپنے جھنڈے گاڑے۔

یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ سلطان الاخبار کے رجب علی لکھنوی حسینی نسب کا اور فسانۂ عجائب کے مصنف رجب بیگ سرور لکھنوی کا زمانہ ایک ہی تھا۔ اور اُس سے زیادہ دل چسپ اتفاق یہ تھا کہ سلطان الاخبار کے اجرا کا وہی زمانہ ہے جب رجب علی بیگ سرور کو غالباً غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے حکم سے شہر بدر کیا جا چکا تھا۔ خود سرور کے الفاظ میں "ربیع الثانی کے مہینہ میں کہ سنہ ہجری نبوی کے بارہ سو چالیس تھے" ان کو لکھنؤ سے شہر بدر کیا گیا اور اُن کو جانے کا اتفاق "کوردہ کانپور میں ہوا" جو اُس وقت "بستی پوچ ولچر" تھا اور جہاں "انشراف عنقا صفت معدوم" تھے۔ یہ ماحول دیکھ کر سرور کا "دل وحشت منزل سخت گھبرایا، کلیجہ منہ کو آیا قریب تھا کہ جنوں ہو جائے۔"[۲۶]

۱۲۵۱ھ میں جب سلطان الاخبار کا اجرا ہوا تو سرور کی شہرت لکھنؤ سے نکل کر عام ہو چکی تھی۔ سلطان الاخبار کے مالک وراقم سید رجب علی اپنے نام کے ساتھ "حسینی نسب است" کا اضافہ غالباً اس غرض سے کرتے رہے ہوں گے کہ سلطان الاخبار کے پڑھنے والے ان کو رجب علی بیگ سرور لکھنوی سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ افسوس ہے کہ لکھنؤ کے اس پہلے اخبار نویس کے حالات کی نشان دہی کرنے والا لکھنؤ میں بھی اب

کوئی باقی نہیں ہے۔ لیکن یہ زمانے کا احسان ہے کہ اس نے سلطان الاخبار کی چند فائلیں محفوظ کر دیں، جن سے لکھنؤ کے اس پہلے اخبار نویس کے انداز تحریر اور اُس کے رُجحانات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

شکل و صورت کے اعتبار سے سلطان الاخبار اپنے ہم عصر فارسی اخباروں سے مختلف نہ تھا، لیکن اپنے مواد اور انداز بیان کے اعتبار سے وہ یقیناً اپنے ہم عصر اخباروں کے ہم رنگ نہ تھا۔ اس لئے سلطان الاخبار کا تفصیلی جائزہ لینا نامناسب نہ ہوگا۔ اخبار کے پہلے یا کسی اور نمبر میں اخبار کے اجرار کا مقصد یا اُس کی پالیسی کے متعلق کچھ نہیں تبلایا گیا ہے۔ اس وقت اخبار کا جو پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے، اس میں چھوٹی بڑی سب ملا کر ۱۸ خبریں ہیں۔ وہ اشتہار ان کے علاوہ ہے جو نقل کیا جا چکا ہے۔ ان خبروں کی سلسلے وار سُرخیاں یہ ہیں:-

۱) خبر شاہ کیوان بارگاہ ملک آودھ - ۲) خبر عدالت صدر کلکتہ - ۳) خبر ملک راجپوتانہ - ۴) خبر اکبرآباد - ۵) خبر بردوان - ۶) خبر سگ دیوانہ - ۷) خبر کلکتہ - ۸) خبر انگلستان - ۹) خبر ضلع راج شاہی - ۱۰) خبر بھرت پور - ۱۱) خبر تقرر عہدہ - ۱۲) خبر جلال آباد - ۱۳) خبر قوم گریس - ۱۴) خبر دہلی - ۱۵) خبر بمبئی - ۱۶) خبر کیپ ۱۷) خبر فیروز پور - ۱۸) خبر پرتگال - سب کے اخیر میں "قیمت اشتہار سلطان الاخبار" ہے۔ اور پھر آخری صفحے کی آخری سطر میں نسبتاً جلی ٹائپ میں "در محلہ کلبہ بطبع در آمد" درج ہے۔

سلطان الاخبار کا پہلا نمبر جو نیشنل ارکائوز میں محفوظ ہے۔ بے حد خستہ اور ناقص ہے اور چوں کہ اس کے حاشیے پر کاغذ چڑھایا گیا ہے اس لئے اس کی پہلی خبر جس کا تعلق "شاہ کیوان بارگاہ ملک اودھ" سے ہے، تقریباً بالکل پڑھی نہیں جاتی۔ سلطان الاخبار کے پہلے نمبر کی دوسری خبر "خبر عدالت صدر کلکتہ" اس اعتبار سے بے حد اہمیت رکھتی ہے کہ جہاں تک اخبار کی پالیسی کا تعلق ہے وہ اس خبر سے واضح ہو جاتی ہے ۔ یہ خبر اٹھارویں صدی کے انگریزوں کے وحشیانہ جنسی کرتوت کی ایک شرمناک داستان ہے۔

انگریزی عدالت نے، جس کی نصفت گستری پر انگریزی مورخوں کو ہمیشہ ناز رہا ہے، اس مقدمے کے سلسلے میں جو رویہ اختیار کیا وہ انصاف کشی کی ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ خبر ہے

"شنیده ام کہ دخترے ہندوے بحضور حاکم مرافعہ برد کہ فلاں انگریز تاجر نیل خواہرم را از کنارِ آب در ربود و آغوشِ خویشتن از تن ان نازک بدن گرم نمود۔ مادرم و برادرم از ایں واقعہ در آتشکدۂ غم افتادہ اند و از ایں پردہ دری وبے ناموسی چو شمع لگن بہ سوختند" ملزم انگریز کو جب اس مرافعہ کی خبر لگی تو اُس نے پولیس سے ساز باز کر کے لڑکی کے سارے خاندان کو چوری کا الزام لگا کر جیل میں بند کرا دیا۔ اس کی بوڑھی ماں نے "بہ زندان وداعِ حیات واپسیں نمود۔" اس کے بعد رجب علی لکھنوی لکھتے ہیں کہ "ایں است ظلم انگریز بر رعیت۔" اور پھر ٹیپ کا بند یہ ہے کہ اس کارروائی کے بعد خلائق "ظن بردہ اند کہ شاید رعایت ابنائے جنس از انصاف بہتر است۔"[۲۷]

عین اس زمانہ میں جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی مقبوضہ علاقے میں اپنا اقتدار پورے جبروت کے ساتھ قائم کر رہی تھی، یہ خبر چھاپنا یقیناً بڑی ہمت کا کام تھا۔ اس خبر کے آخری دونوں جملے، جن کا ایک ایک لفظ زہر میں بجھا ہوا ہے، اُس دور کے ہندستانیوں کے عام جذبات کی بھی ترجمانی کرتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک طویل خبر ہم کو سلطان الاخبار کے دوسرے نمبر میں بھی ملتی ہے۔ اس خبر میں "منشیان عدالت" کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ان کی رشوت ستانیوں کا رونا رویا گیا ہے اور ساتھ ہی محکمہ ڈاک کے ملازموں کی عموماً اور "کرانیاں" کی خصوصاً خبر لی گئی ہے۔

"از حال منشیان عدالت چہ برنویسیم کہ بر ہمہ چیرہ دست اند و سرہنگان شحنہ در عقوبت و آزار بہ ہلاکوے دقت برابر نمایند و عبس و شحنہ رئیس جفاکاران است و چپراسیان بر مٹ از نقدِ بازرگانان و مسافران کیسہ خالی ندارند۔ و نوکرانِ خانۂ ڈاک خصوصاً کرانیان آں جا در خیانت بے باک اند۔ اگر مظلومے بہ حضورِ حکام مرافعہ بردیا شکایت نماید

حکام اغماض فرمایند۔ بے چارہ را از بارگاہ می رانند . . ۔"[۲۸]

سلطان الاخبار کے ساتویں نمبر میں ہم کو "خبر سلطان دارا دربان دہلی"، کے عنوان سے ایک دل چسپ خبر ملتی ہے۔ خبر کا تعلق علمائے دین سے ہے، جنھوں نے اکبر شاہ ثانی کے حضور میں فریاد کی کہ "خلق کثیر از برنا و پیر بر مزار قطب شاہ گرد آمدند و باد ائے رسوم بدعت وایفائے نظر خلاف شریعت پرداختند" بادشاہ نے اس کا جو جواب دیا وہ شکایت سے زیادہ دل چسپ تھا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ بلاوجہ خلق اللہ کی شکایت کر رہے ہو" اگر علتِ ضعف و ناتوانی دامن گیر حالم نہ بودے، من نیز یکے از آناں بودمے و در محفل سرود نشستمے . . ."

رجب علی لکھنوی یقیناً بڑے باہمت آدمی تھے۔ اُن کے اخبار کی خبریں اور اُن خبروں پر ان کا جلا کٹا تبصرہ پڑھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ کمپنی انگریز بہادر کے دار السلطنت کلکتے میں بیٹھ کر وہ اخبار نہیں نکالتے تھے بلکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی چھاتی پر کودوں دلتے تھے۔ سلطان الاخبار کا کوئی نمبر مشکل ہی سے ملے گا، جس میں انگریزوں کی زیادتیاں اور انگریزی عدالتوں اور دفتروں کی ناانصافیاں اور بے عنوانیاں کھلے اور واضح لفظوں میں نہ بیان کی گئی ہوں۔ اور یہی نہیں بلکہ کمپنی کے اور سرکار آودہ کے علاقوں کے بسنے والوں کی اقتصادی حالت کا اور دونوں علاقوں کے امن عامہ کا موازنہ کر کے وہ اعلانیہ یہ لکھنے کی ہمت رکھتے تھے کہ

"اگر انصاف و تعصب را راہ نہ دہیم، زمینداران مملکت انگریزی پریشاں حال و رعیت مملکت آودہ فارغ البال، قتل نفوس بنی آدم در یک شہر کلکتہ بیشتر و در قلمرو آودہ کمتر . . . بازار رشوت در ہر عدالت انگریزی گرم است . . ."[۲۹]

رجب علی لکھنوی تھے تو حسینی نسب لیکن ان کا قلم چنگیزی تھا۔ ولیم فریزر ریذیڈنٹ دہلی کے قتل کے مقدمے کی کارروائیوں کی جو خبریں انھوں نے چھاپیں، اُن سے ہم کو اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ جرأت و بے باکی ان کے اندر کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔ فریزر کے قتل کے جرم میں لوہارو کے نواب شمس الدین اور نواب کا ایک مصاحب کریم گل ماخوذ تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ نواب ہی کے حکم سے کریم خاں نے فریزر کو قتل کیا تھا۔ اس قتل کی

پشت پر کوئی سیاسی جذبہ نہ تھا بلکہ یہ نتیجہ تھا خاندانی جائداد کے جھگڑے کا۔ بہرحال نواب شمس الدین شمالی ہند کے بڑے جاگیردار تھے۔ ان کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا، جس نے مغلوں کے آخری دور میں نام پیدا کیا تھا۔ خود نواب شمس الدین کی دہلی کے شاہی دربار تک رسائی رہی ہو گی۔ لیکن دہلی کے برائے نام بادشاہ اکبر شاہ ثانی کو، جو اب بھی سارے شاہی خطابات سے متصف تھا، اس مقدمے کے سلسلے میں شاید اپنی خواہش اور ضمیر کے خلاف، سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہم نوائی کرنی پڑی۔ مگر شمالی ہند کے عوام میں انگریزی حاکم اعلیٰ کے قتل نے اور اس سے بھی زیادہ نواب شمس الدین کی گرفتاری نے سنسنی اور ہلچل پھیلا دی تھی۔

عدالت نے پہلے کریم خاں کے مقدمے کو لیا اور ان کو پھانسی کی سزا دی۔ اس فیصلے پر بڑی سرعت کے ساتھ عمل کیا گیا۔ چناں چہ ۲ر ستمبر ۱۸۳۵ء کے سلطان الاخبار کی پہلی خبر یہ تھی۔

"بہ بست وہشتم اگست کریم خاں را بمقامے کہ اشتباہ خون ریختن ولیم فریزید داشتند بردند و حسب دستور انگریزی بکشتند۔"[30]

اسی تاریخ کے سلطان الاخبار کے دوسرے صفحات میں ہم کو اسی سلسلے کی تفصیلی خبر ملتی ہے، جس سے دلی کے عوام کے جذبات و احساسات کا ہم کو اندازہ ہوتا ہے۔

"مسلمانان شہر دہلی بر طبق وصیت او بہ بست وہشتم روز جمعہ در جملہ مساجد فراہم آمدند و دعائے خیر بہر او نمودند و مغفرتش از خدا خواستند۔ لیک در مسجد جامع مسلمانان را بہر دعا کردنش رفتن ندادند۔ شاید کہ ایں ممانعت خیر از طرف سلطان بہ ایمائے انگریزان است اہل اسلام از ایں معنیٰ جملے متنفض و مکدر آمدند۔ و ہمیں ورد زبان دارند کہ ممانعت انگریزان از دعائے خیر نقصانے بہر ما مسلمانان را در کریم خاں ندارد۔ چہ او را۔ بدرگاہ خدا مستحق جنت و ثواب است نہ مورد عتاب و عذاب کہ کافرے را کشتہ است۔ نامش گل شہید نہادہ اند و ہر شب عوام بر مزارش ہجوم می آوردند، چراغاں روشن سازند و خنیاگراں و لولیان ہم ہزاران ہزار بر گورش مجتمع شوند و بہ نغمہ

در رقص دل عالم بہ ربایند"[۳۰]

مسلمانانِ دہلی نے کریم خاں کے ساتھ جس محبّت وعقیدت کا مظاہرہ کیا تھا وہ کلکتے کے انگریزی اخباروں کو سخت ناگوار ہوا، چناں چہ ایک اخبار نے لکھا کہ کریم خاں کی لاش کو بجائے دفن کرنے کے اگر جلا دیا جاتا اور راکھ اڑا دی جاتی تو "ہجوم مردم بر قبرش نشدے"۔ سلطان الاخبار نے اپنے اسی نمبر میں اس خبر کا ترجمہ شائع کرتے ہوئے اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ " ایں امر زیادہ باعث توحش و تکدّر خلائق شدے بلکہ یقین بود کہ مردم بر سر بلوہ آمدند و عاقبت کار نیز رشیدہ قیامتے برپا می کردند۔ آں وقت چارہ کار مشکل بود" اس کے بعد انگریزی اخبار نویسوں کو ڈانٹ کر لکھا کہ " اہل اخبار را لازم است کہ سخن فہمیدہ گویند واز ہرزہ سرائی درگزرند"[۳۱]

کریم خاں کے بعد نواب شمس الدّین کے مقدمے کی باری آئی۔ ابتداً سلطان الاخبار کا اندازہ تھا کہ چوں کہ " نواب شمس الدّین خاں انکار قتل رزیڈنٹ دارد و گواہان عادل بہ صدق مقالش ادائے شہادت نمودہ اند، غالب کہ ثبوت خون برگردن نواب نشود۔۔۔" لیکن سلطان الاخبار کی یہ غلط فہمی جلد ہی دور ہو گئی، اور ساتھ ہی صاحبِ اخبار کے انداز تحریر میں بھی تلخی پیدا ہو گئی۔ ایک سلطانی گواہ کے بیان کو مشتبہ قرار دیتے ہوئے سلطان الاخبار نے لکھا کہ یہ گواہ "پروردۂ نعمتِ ولیم فریزر است۔ ایں ہمہ شان وشوکت اُو بسبب رزیڈنٹ بودہ است" اور اُس کا سارا بیان "سخن سرائی است۔ اصلاً ایں نطق بہ صدق بوئے ندارد۔ خردمندانِ روزگار می گویند کہ حکام انگریز چشم انصاف دریں مقدمہ نظر اندازند، یقیں است کہ در حق وباطل بہ خوبی امتیاز پیدا می شود"۔

بالآخر نواب شمس الدّین کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا اور ان کے لئے پھانسی کی سزا تجویز کی گئی۔ چناں چہ ۱۱ر اکتوبر کے سلطان الاخبار کی پہلی خبر یہی تھی اور ساتھ ہی لکھا گیا تھا کہ " افسوس در مقدمہ اش انصاف نہ رفت" اور پھر عدالت پر ناانصافی کا اور "ہم جنس" کی پاسداری کا الزام لگایا گیا تھا۔

۸ر اکتوبر کو نواب شمس الدّین کو پھانسی دی گئی۔ اس کی تفصیلی خبر ۲۵ر اکتوبر کے

سلطان الاخبار میں ہم کو ملتی ہے۔ اس خبر کی سرخی ہے "خبر قتل نواب شمس الدین" سلطان الاخبار نے، جس کو نواب موصوف کی بے گناہی پر اصرار تھا، اس جگہ پھانسی کا نہیں بلکہ قتل کا لفظ شاید عمداً استعمال کیا تھا۔ اور خبر میں نواب شمس الدین کو "نواب مظلوم" کے نام سے یاد کیا تھا۔ یہ یقیناً بڑی ہمت و جراءت کا کام تھا۔ اسی خبر سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں نے نواب شمس الدین کو پھانسی دینے کے موقعہ پر بڑے تزک و احتشام سے کام لیا تھا۔ اور اس سلسلے میں انگریزوں کو توقع تھی دلی کے باشندے یہ تماشا دیکھنے آئیں گے۔ خبر کے اقتباسات دیکھئے

"اہل اخبار حکایت کنند کہ بروز شنبہ ماضیہ، بوقت شام از طرف دہلی در کلکتہ خبر رسید کہ نواب شمس الدین بہ ہشتم اکتوبر ۱۸۳۵ء روز پنجشنبہ سپیدہ دم بعذاب پھانسی کشتہ گردید۔ شرح ایں اجمال در اخبار بنگال ہیرلڈ بدیں طریق است کہ سہ ہزار تفنگچی آتشبار از افواج راجل و پیادہ صفا دینا و توپچیان جلادت نشان با چند توپ دشمن کوب بر متصل چوب پھانسی صف بستہ و سواران رسالہ اول و رسالہ اسکیز و یکے سالہ غلامے بہ یمین و یسار پیادگاں چوں کوہ البرز قائم گشتند نواب مظلوم را در محافہ یعنی پالکی نشانیدہ بقتل گاہ در آوردند۔ ان وقت اصلاً آثار ملال و اندوہ بر چہرہ اش نمایاں نبود۔ بقدم مردانہ و ہمت جوانانہ خود را اسپر داخل نمود۔ بعد یک ساعت حسب دستور انگریزی فرود آوردند و ہر بند اعضائش جدا ساختند ... سوائے فوج انگریزی کسے از سکنائے دہلی و نواحی آں چہ از امیر و چہ از فقیر و چہ از زنان و چہ از طفلان بہر تماشا نیامدہ ......
ہر چند قتل گاہ بر متصل شہر قرار دادند لیکن متنفسے بہر دیدن قتل نواب نیامد ...."[۳۲]

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اس سارے قصے میں عوام کی تمام ہمدردیاں "نواب مظلوم" کے ساتھ تھیں۔ اور چوں کہ نواب شمس الدین کے اشارے پر ایک انگریز قتل کیا گیا تھا اس لئے نواب شمس الدین کی حیثیت کم از کم اُس وقت نیشنل ہیرو کی سی ہوگئی۔ مالک رام صاحب کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ استاد ذوق کے ایک شاگرد نواب مظفر خاں گرم رام پوری نے نواب شمس الدین کی شہادت کی تاریخ ایک معمے کی شکل میں لکھی تھی[۳۳]۔ فرماتے ہیں۔

یہ دست درازیٔ ستم کس سے بیاں ہو
بے جرم و گنہ مسندِ نواب کو اُلٹا
تاریخ معمہ میں نئی طرز سے لکھ گرم
کیا چرخ نے نوابی سہراب کو الٹا

تاریخ "نوابی سہراب" کے لفظوں کو الٹنے سے نکلتی ہے یعنی "بارہ سے باون" ہجری۔ اس میں ایک زائد ہے صحیح ۱۲۵۱ھ ہوگا۔ ایک عدد کی کمی بیشی شعرا نے بعض اوقات جائز رکھی ہے۔[۲۴]

رجب علی لکھنوی جن کی اخبار نویسی کے نمونے اوپر پیش کئے گئے ہیں، یقیناً بڑے کلے ٹھلے کے اخبار نویس تھے۔ افسوس ہے کہ ہم کو اُن کا کچھ اور چھوڑ نہیں ملتا اور اُس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ نہ تو تذکروں میں اور نہ ادبی تاریخوں میں اُن کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ سلطان الاخبار کی فائلوں سے، جو انگریز دشمنی سے لبریز ہیں، اندازہ ہوتا ہے کہ سیّد رجب علی کا یہ اخبار قدامت پرستی کا بھی علم بردار رہا ہوگا۔ اس خیال کی تائید میں ہم کو ایک خبر بھی اسی اخبار میں ملتی ہے۔

سماچار چندری کا کلکتے کا ایک پرانا رجعت پرست بنگالی اخبار تھا۔ گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ اخبار راجا رام موہن رائے کی ترقی پسند تحریک کے جواب میں ۱۸۲۲ء میں جاری کیا گیا تھا۔ اُس کی ایک رجعت پسندانہ خبر سلطان الاخبار نے نقل کی تھی۔ خبر یہ ہے

> "در سماچار چندریکا ست کہ در زمانیکہ لارڈ ہیسٹنز بہوری در ملک بنگالہ مسند آرائے حکومت خواہند شد فوراً حکم قاطع در خواہد داد کہ ہر کس از مسلمان و ہندو و گبر و جہود در ادائے رسومات وے پرداز و در عبادت خدا مشغول می نماید . . . و اسکول و مدارس کہ بنا کردہ اند یکسر موقوف خواہند شد . . . . . "

اس خبر کو بے بنیاد سمجھتے ہوئے بھی سلطان الاخبار یہ دعا کرتا ہے کہ

> "خدا کند کہ ایں خبر راست بر آید . . . . . "[۲۵]

اس خیال کی مزید تائید ماسٹر رام چندر کے اخبار فوائد الناظرین (۱۸۴۶ء) سے ہوتی ہے جس سے

ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان الاخبار نے مسلمان لڑکیوں کو روزے نماز کی تعلیم دینے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر زور دیا تھا کہ ان کو فلسفے وغیرہ کی تعلیم نہ دی جائے اور ماسٹر رام چندر نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ

"اب میں مہتمم سلطان الاخبار سے سوال کرتا ہوں کہ کیا عیب اور نقصان تعلیم حاصل کرنے میں لڑکیوں کے نکلتے ہیں اور اگر وہ یہ فرمائیں کہ شرع شریف میں پڑھانا علم فلسفہ وغیرہ کا، لڑکیوں کو جائز نہیں، تو یہ بات غلط ہے کہ فدوی بھی چند مسلمانوں سے ملاقات رکھتا ہے۔ استفسار سے معلوم ہوا کہ شرع شریف میں اس در باب میں کچھ نہیں لکھا ہے ..."[۳۶]

نیشنل ارکائیوز آف انڈیا میں ایک قلمی "رجسٹر آف دی نیوز پیپرس" محفوظ ہے۔ اس رجسٹر میں جیون رام کھن تیواری اُن اخباروں کی آمد کا تاریخ وار اندراج کیا کرتا تھا جو "دفتر فارسی خانہ گورنری میں سرکاری طور پر آتے تھے۔ اس رجسٹر میں ہم کو ۲ ستمبر ۱۸۴۷ء تک سلطان الاخبار کا اندراج ملتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ۱۸۴۷ء کے بعد وہ بند ہو گیا، بلکہ ۱۸۵۷ء کی قومی بغاوت اور اُس کا انجام بھی اُس نے دیکھا۔ سرکاری کاغذات سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ بغاوت رونما ہونے کے بعد جب پریس ایکٹ نافذ ہوا تو اُس کی زد میں جو اخبارات اور اخبار نویس آئے اُن میں سلطان الاخبار بھی تھا اور اُس کے طابع و ناشر بھی تھے۔ اور باغیانہ مضامین شائع کرنے کا جرم عائد کر کے سپریم کورٹ میں اُن لوگوں پر مقدمے چلائے گئے۔[۳۷]

قاسم علی سجن لال نے ایک مضمون میں ۵۳-۱۸۵۲ء کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے بر سبیل تذکرہ سلطان الاخبار کا نام بھی لیا ہے اور حاشیے میں لکھا ہے کہ سلطان الاخبار کو سید علی اور محمد طاہر کلکتے سے ہفتے میں دو بار شائع کرتے تھے۔[۳۸] افسوس ہے کہ سجن لال صاحب نے کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس اجمال کی تفصیل ہی قلم بند کی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ سلطان الاخبار کی ملکیت میں کب اور کیوں کر یہ تبدیلی عمل میں آئی۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے سلسلے میں جب سلطان الاخبار پر مقدمہ چلایا گیا تو اس وقت بھی سید محمد علی اور محمد طاہر کا اخبار سے شاید تعلق رہا ہو۔

لدھیانہ اخبار

امریکن مشنریوں کا یہ فارسی اخبار تھا، جو اُن کے لُدھیانے کے مرکز سے شائع ہوتا تھا۔ نیشنل ارکائیوز آف انڈیا میں ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۰ء تک کے جستہ جستہ شمارے ایک ہی جلد میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے پہلے شمارے پر

"بتاریخ بست ونہم ماہ ستمبر سنہ ۱۸۳۶ عیسوی روز شنبہ نمبر ۹۱"

درج ہے۔ اس حساب سے لدھیانہ اخبار کا پہلا نمبر یکم جنوری ۱۸۳۵ء کو شائع ہوا ہوگا۔ ۱۸۴۰ء تک کے جو شمارے اس وقت ہمارے سامنے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً اخبار ٹائپ میں چھپتا تھا پھر لیتھو میں چھپنے لگا۔ چوں کہ درمیان کے شمارے غائب ہیں اس لئے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا کہ لیتھو میں کس تاریخ سے چھپنا شروع ہوا تھا۔ ۳۱ مئی ۱۸۴۰ء کا شمارہ لیتھو کا چھپا ہوا ہے۔ کتابت اور طباعت بے حد خراب ہے۔ ٹائپ کے چھپے ہوئے شماروں پر مطبع کا نام انگریزی میں لکھا ہے۔ لیکن لیتھو کے شماروں پر چھاپے خانے کا نام مختلف فارسی عبارتوں میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً

"اخبار ہذا در مطبع خانہ مشتہرین محفل مشن پریس بجہت ملاحظہ شائقین اخبار ہر دیار بقالب طبع در آمد"[۳۹]

"در مطبع امریکن مشن پریس واقعہ لودیانہ برائے مہتمم اخبار مطبوع شد"[۴۰]

"در مطبع امریکن مشن پریس واقعہ لودیانہ برائے مالک وافسر اخبار مطبوع شد"[۴۱]

اسی سلسلے میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ٹائپ میں اخبار کا نام "لودھیانہ اخبار" لکھا جاتا تھا لیکن لیتھو میں "لودیانہ اخبار" لکھا جانے لگا۔

لدھیانے کا مشن پریس، ولیم کیری کے بیان کے مطابق، ۱۸۳۶ء میں قائم ہوا۔[۴۲] یہ قصہ غالباً ستمبر ۱۸۳۶ء کا ہے، کیوں کہ ۲۹ ستمبر کے اخبار میں حسب ذیل خبر ملتی ہے، جو غالباً اسی سلسلے کی کڑی ہے:

"خبر توقف ترسیل اخبار

واضح باد کہ در ہفتہ ہذا بہ باعث نظم ونسق چھاپہ کہ از جدید است توقف بہ میان آمدہ۔ بہ ہفتۂ آئندہ حسب دستور سابق اخبارات ترسیل خواہد شد"[۴۳]

۲۹ ستمبر ۱۸۳۶ء سے پہلے اخبار کہاں اور کس چھاپے خانے میں چھپتا تھا؟ اس کا ہم کو پتا نہیں

چلتا۔ ممکن ہے کہ کلکتے سے چھپ کر آتا رہا ہو، یا کانپور اور میرٹھ کے اُن چھاپے خانوں میں چھپتا رہا ہو جو گرین دے کمپنی نے ان شہروں میں قائم کیے تھے۔ ۳۱ رمئی ۱۸۴۰ء تک اخبار کی ضخامت صرف چار صفحات ہوتی تھی، لیکن ۶ رجون ۱۸۴۰ء کا اخبار بجائے چار کے آٹھ صفحوں پر پھیلا ہے۔ مگر اخبار کے اس نمبر میں یا سابقہ نمبر میں اخبار کی ضخامت بڑھانے کے متعلق کوئی اطلاع ہم کو نہیں ملتی۔

لدھیانہ اخبار میں خبریں بھی ہوتی تھیں اور مضامین بھی۔ جب تک اخبار چار ورقی رہا اُس وقت تک مضامین بہت کم ہوتے تھے لیکن جب آٹھ صفحے کر دیئے گئے تو مضامین زیادہ چھپنے لگے۔

"خبر آئینہ سکندر"

آئینہ سکندر ۱۸۳۳ء میں کلکتے سے جاری ہوا تھا، لیکن ۱۸۴۰ء تک لدھیانہ اخبار سے اُس کا تبادلہ نہیں ہوتا تھا۔ مارچ ۱۸۴۰ء کے لدھیانہ اخبار میں ہم کو مندرجہ بالا عنوان سے ایک خبر ملتی ہے جو یہ ہے:

"بر طالبان اخبار واضح باد کہ قبل ازیں اخبار آئینہ سکندری در چھاپہ لدھیانہ نرسیدہ۔ اکثر اوقات از تحریر منشی واجد علی صاحب (یہ زبدۃ الاخبار کے اڈیٹر تھے) مہتمم اخبار آگرہ شیریں کلامی اخبار آئینہ سکندری دریافت می شد۔ دریں وقت کہ راقم اخبار سکندری یک قطعہ خود بہ چھاپہ خانہ لودیانہ ارسال فرمودند حقاکہ از شمومنش جان و دل حلاوت تازہ گرفت۔ لیکن چند ابیات بوستاں کہ در اخبار خود درج فرمودند آں ابیات در بوستاں و شرح آں یافتہ نمی شود۔ شاید کہ سعدی دیگر در شیراز پیدا شدہ باشد۔ اکثر اہل شیراز مقیم لودیانہ بریں ابیات گواہی نمی دہند۔"[۴۴]

اکثر خبریں جن کو مضامین کہنا زیادہ صحیح ہوگا خیر خواہ ہند (مرزا پور) سے نقل کی جاتی تھیں۔ مثلاً

خبر ترکیب کاشتن کتاں یعنی تیسی[۴۵]

یا

خبر جہاز دخانی کہ اول مرتبہ در کلکتہ آمدہ[۴۶]

یہ خبریں خیر خواہ ہند (اردو۔ مرزا پور) سے اخذ کی گئی تھیں۔ موخر الذکر خبر کے بعد ہی "خبر زلزلہ" کے عنوان سے ہم کو ایک خبر ملتی ہے اور یہ بھی خیر خواہ ہند ہی سے نقل کی گئی تھی۔ معلوماتی مضامین کے ساتھ ساتھ ایسے مضامین اور ایسی خبروں کو، جن کا عیسائیت کی تبلیغ سے براہ راست یا بالواسطہ تعلق ہوتا تھا، لدھیانہ اخبار میں قدرتاً نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔

مہر منیر

یہ کلکتے کا پہلا فارسی اخبار تھا جو ہفتے میں تین بار شائع ہوتا تھا۔ اس کا اجرا یکم جنوری ۱۸۴۱ء کو ہوا۔ نیشنل ارکائوز آف انڈیا میں مہر منیر کے ابتدائی چھ مہینوں کے پرچے محفوظ ہیں۔

مہر منیر کے پہلے ہی نمبر میں اُس کا اشتہار ہم کو ملتا ہے، جس کی عبارت یہ ہے

"از عاصی محمد علی بخدمت حضرت ناظرین اخبار عرضہ است کہ چوں بندہ بالفعل این مطبع را اجرا ساختہ و بہ تحریر اخبار ہر دیار کمر ہمت بر بستہ فلہذا از حضرات عرض اینست کہ زر قیمتش در صور تیکہ ماہ بہ ماہ عنایت گردد۔ دو روپیہ و بر تقدیر عطائے سہ ماہی پیشگی ایک روپیہ مقرر نمودہ۔"[47]

اس اشتہار سے پتا چلتا ہے کہ اخبار کے مالک و اڈیٹر محمد علی صاحب تھے۔ اور اخبار کی قیمت دو روپے ماہوار تھی، لیکن سہ ماہی پیشگی ادا کرنے کی حالت میں قیمت نصف ہو جاتی تھی یعنی ایک روپیہ ماہوار۔ جو اس وقت کے اخباروں کی قیمت کے اعتبار سے زیادہ نہیں بلکہ کم تھی۔

مہر منیر کا اپنا مطبع تھا چناں چہ اخبار کے آخری صفحے پر درج رہتا تھا کہ

"در مطبع مہر منیر بہ محلہ کلنگہ مہدی باغ بہ مکان نمبر ۸ ا مطبوع شد"

مہر منیر کے ایک نمبر میں "شاعر نامدار دہلی" مرزا اسد اللہ خاں غالب کے سلسلے کی ایک افسوس ناک خبر ملتی ہے، جو یہ ہے

"از اخبار دہلی واضح شد کہ از مکان میرزا نوشہ، شاعر نامدار دہلی، یکے از عزیزان نواب شمس الدین خاں مرحوم، تنے چند مقامران نامدار کہ در لیل و نہار بجز قمار دیگر کار نداشتند، در حالت مقامرت بسعی تھانیدار اسیر و گرفتار شدند و بر محکمہ حاکم حاضر گردیدند۔ حاکم نصفت شعار از شاعر یک صد روپیہ و از دیگران سی سی روپیہ جرمانہ گرفتہ آزاد فرمود"[48]

احسن الاخبار

یہ بمبئی کا ہفتے وار فارسی اخبار تھا۔ اس کی کچھ فائلیں عبد الرزاق صاحب کی نظر سے گذری ہیں[۴۹] اور ان کے بیان کے مطابق اس کا اجرا ۹ نومبر ۱۸۴۶ء کو ہوا، اور یہ اخبار "رسل ورسائل کے ذرائع محدود ہونے کے باوجود، دہلی اور قلعہ معلّیٰ کی خبریں صحت کے ساتھ شائع کیا کرتا تھا۔" انھوں نے اس اخبار کے دو اقتباسات کا ترجمہ بھی ہمارے لئے فراہم کیا ہے۔ دونوں اقتباسات کا تعلق مرزا غالب کی ذات سے ہے، اس لئے اُن کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ پہلی خبر یہ ہے

"مرزا اسد اللہ خاں بہادر کو دشمنوں کی غلط اطلاعات کے باعث قمار بازی کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ معظم الدولہ بہادر کے نام سفارشی چٹھی بھی لکھی گئی کہ اُن کو رہا کر دیا جائے کہ یہ معززین شہر میں سے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے محض حاسدوں کی فتنہ پردازی کا نتیجہ ہے۔ عدالت فوجداری سے نواب صاحب کلاں بہادر نے جواب دیا کہ مقدمہ عدالت کے سپرد ہے ایسی حالت میں قانون سفارش قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔" (احسن الاخبار۔ ۲۵ ؍جون ۱۸۴۷ء) [۵۰]

اسی سلسلے کی دوسری خبر یہ ہے

"مرزا اسد اللہ خاں غالب پر عدالت فوجداری میں جو مقدمہ دائر تھا، اُس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ مرزا صاحب کو چھ مہینہ کی قید با مشقت کی اور دو سو روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اگر دو سو روپے جرمانہ ادا نہ کریں تو چھ مہینہ قید میں اور اضافہ ہو جائے گا اور مقررہ جرمانہ کے علاوہ اگر پچاس روپے زیادہ ادا کئے جائیں تو مشقت معاف ہو سکتی ہے۔ جب اس بات پر خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب عرصہ سے علیل رہتے ہیں سوائے پرہیزی غذا، قلیہ چپاتی کے اور کوئی چیز نہیں کھاتے تو کہنا پڑتا ہے کہ اس قدر مصیبت و مشقت برداشت کرنا مرزا صاحب کی طاقت سے باہر ہے بلکہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر سشن جج بہادر کی عدالت میں اپیل کی جائے اور اس مقدمہ پر نظر ثانی ہو تو نہ صرف یہ سزا موقوف ہو جائے بلکہ عدالت فوجداری سے مقدمہ اٹھا لیا جائے۔

یہ بات عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے کہ ایسے باکمال رئیس کو جس کی عزت و حشمت کا دب دبہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے، ایسے معمولی جرم میں اتنی سخت سزا دی جائے جس سے جان جانے کا قوی احتمال ہو۔"

(احسن الاخبار جلد ۴- نمبر ۱۷- مطابق ۲ ماہ جولائی ۱۸۴۷ء)[51]

احسن الاخبار میں اپنے جن ہم عصر اخباروں کے حوالے ملتے ہیں اُن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں —— دہلی گزٹ، صدر الاخبار، صادق الاخبار، کریم الاخبار۔[52]

سراج الاخبار

سراج الاخبار دہلی کا ہفتے وار فارسی اخبار تھا، جس کا اجراء ۱۸۴۱ء میں ہوا تھا۔ لیکن اس کی نوعیت، اس اعتبار سے، اور اخباروں سے کچھ مختلف تھی کہ یہ تھا "اخبارِ بارگاہِ فلک اشتباہ فروغ خاندان عالی نشان گورگانی چراغ دودمان نجدت نشان صاحبقرانی حضرت ظل سبحان خلیفۃ الرحمٰن خلد اللہ تعالیٰ ملکہ...."[53] —— بالفاظ دیگر، یہ تھا بہادر شاہ آخری تاج دار مغلیہ کے دربار کا روزنامچہ یا سرکاری گزٹ۔ ضخامت آٹھ صفحات ہوتی تھی۔ اخبار کے ابتدائی حصے میں بادشاہ کے روزانہ کے معمولات کا اجمالی ذکر تاریخ وار کیا جاتا تھا۔ یہ روزنامچہ پانچ ساڑھے پانچ صفحے کا ہوتا تھا۔ باقی ڈھائی تین صفحوں میں ملکی، غیر ملکی اور مقامی خبریں درج کی جاتی تھیں۔

دہلی کے مجسٹریٹ مسٹر جان لارنس کے ایک نوٹ سے سراج الاخبار پر دلچسپ روشنی پڑتی ہے:۔

"بادشاہ کا اخبار سراج الاخبار محل سے شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار سے تعلق رکھنے والے سب لوگ شاہی ملازم ہیں۔ ہر ہفتے اس کی صرف ۲۶ کاپیاں چھپتی ہیں۔ بیشتر پرچے بادشاہ کے ہم نواؤں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ گورنر جنرل، لفٹننٹ گورنر اور محل کے گارڈ کمانڈر کو بھی ایک ایک کاپی بھیجی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو یہ اخبار دیا جاتا ہے، ان کی تنخواہ سے ایک روپیہ ماہانہ اخبار کے اخراجات پورے کرنے

کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔ اخبار کی زبان ٹھیٹھ مگر رنگین فارسی ہوتی ہے ...."[۵۴]

سراج الاخبار اس اعتبار سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ ہندستان کی قدیم اور اٹھارویں اور انیسویں صدی کی نسبتاً جدید وقایع نگاری کا یہ ارتقائی اور آخری نمونہ تھا، جو مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

بہادر شاہ کی صاحبقرانی کا عملاً اگرچہ خاتمہ ہو چکا تھا مگر سابق کے صاحبقرانوں کے جملہ لوازمات اب بھی باقی تھے۔ انھیں میں وقایع نویس کا ایک عہدہ بھی تھا۔ اور مصلح الدین سید ابوالقاسم مغلیہ سلطنت کے آخری وقائع نویس تھے، جن کے اہتمام سے اخبار شائع ہوتا تھا۔[۵۵] اس کے اڈیٹر سید اولاد علی تھے[۵۶]۔ طباعت کا جامہ پہننے سے پہلے یقیناً یہ قلمی نکلتا رہا ہوگا۔ غالباً اسی مناسبت سے گارساں دی تاسی نے سراج الاخبار کو دہلی کا "سب سے پرانا اخبار"[۵۷] قرار دیا تھا۔

سراج الاخبار کی دو ناقص فائلیں انجمن ترقی اردو (ہند) کے کتب خانے میں محفوظ ہیں جو ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء کی ہیں۔ اور پھر سراج الاخبار کی زندگی کے آخری دور (۱۸۵۷ء) کے کچھ نمبر نیشنل ارکائوز آف انڈیا (دہلی) میں ۱۸۵۷ کی بغاوت کی فائلوں میں بھی جا بجا پائے جاتے ہیں۔[۵۸]

اخبار کی ابتدا، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، روزنامچے سے ہوتی تھی، جس کا نمونہ یہ ہے

> "آفتاب طلوع نہ نمودہ بود کہ گیہان خدیو در برآمدہ بیٹھک کلاں رونق افزا بودہ پایہ اش افزودند۔ عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں بہادر شرفیاب مجرہ گردیدہ اسندراک حال خیریت اشتمال نمود۔ برزبان معجز بیان شکایت فراوانی بلغم لزج گزشت وبموسس الدولہ بہادر حکم شد کہ ہنگام مرور یک پاس روز معہ کاغذ تقسیم تنخواہ عملہ اختتام بجبیں سائی عتبہ سپہر رتبہ معتصم حبل المتین سعادت شود ...."[۵۹]

سراج الاخبار کے جس نمبر سے مندرجہ بالا اقتباس نقل کیا گیا ہے، اسی نمبر میں ہم کو ایک سُرخی "خبر گلشن آباد" نظر آتی ہے۔ خبر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراشٹر کے مشہور شہر ناسک کا اصلی نام گلشن آباد تھا۔ خبر یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کی گاؤ کشی کے

خلاف شہر کے بنیوں نے اپنی دوکانیں احتجاجاً بند رکھیں۔ ہندستان کی تاریخ میں ہڑتال کی غالباً یہ پہلی مثال ہے۔

"از مجمع الاخبار بوضوح پیوست کہ در شہر گلشن آباد عرف ناسک کہ معبد بزرگ ہنودان بر کنار جوے گنگ (؟) واقع است، دریں ولا پادریان انگریزی گاواں می کشند گوشت اعلانیہ ببازار می فروشند۔ ساکنان آن جاکہ از قوم ہنود اند ہرگاہے چنیں نہ دیدہ اند برآشفتند۔ برہمنان بگوشہ نشینی خوش کردند و بقالاں دوکان داری بگذاشتند و فریاد ایں امر کہ خلاف رواج آں گروہ است بہ محکمہ گورنر بہادر بمبئی نمودہ اند و طالب انصاف از حاکم نصفت شعار گشتہ اند"[۶۰]

سراج الاخبار کے ایک نمبر سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ انگریزی اخباروں کی خبریں بھی ترجمہ کروا کر سنا کرتے تھے، اگر کسی اخبار میں اُن کے متعلق کوئی غلط شائع کی جاتی تو اُس کی تردید سراج الاخبار میں شائع کی جاتی۔ چناں چہ کلکتہ اسٹار میں ایک خبر یہ شائع ہوئی کہ

"... حضرت بادشاہ جم بایگاہ از استماع ... (خبر) در خصوص آوردن دروازہ سومنات مسرت افروز شدہ ...."[۶۱]

اس غلط خبر کی اشاعت کا مقصد غالباً، نہیں بلکہ یقیناً، یہی رہا ہوگا کہ بادشاہ کے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں نفرت پیدا کی جائے۔ چناں چہ سراج الاخبار میں "اشتہار" دیا گیا کہ یہ خبر غلط ہے۔ اور مہتمم سراج الاخبار نے کلکتہ اسٹار کے اڈیٹر کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھا کہ بادشاہ کو "از استماع ہم چو لغویات تنفرطی است" اور ایسی خبروں کو شائع کرنے سے کیا فائدہ جن کو پڑھ کر لوگ اس کو جھوٹ سمجھیں اور اُس کا مضحکہ اڑائیں۔[۶۲]

۱۰

اُردو اخبار نویسی

”چھپائی کے ذکر سے خود بہ خود میرا ذہن ایک دوسرے مضمون کی طرف پہنچا، جس کا تعلق بھی ایک طرح ادب سے ہے۔ . . میرا مطلب پریس (اخبار و رسائل) سے ہے، جس کی حکومت روز بروز پھیلتی جاتی ہے اور جس نے فارغ البال ہندستانیوں کو بھی اپنا غلام بنا لیا ہے۔“

گارساں دی تاسی

(۱۸۵۴ء)

اردو ابتدائی انیسویں صدی میں

۱۸۲۲ء میں جب کلکتے سے اردو کے پہلے اخبار جام جہاں نما کا اجراء ہوا تو اردو کے آسمان پر میرؔ، سوداؔ، انشاؔ، جراتؔ اور مصحفیؔ آفتاب و مہتاب بن کر چمکنے کے بعد غروب ہو چکے تھے۔ دریائے لطافت، جس کا پہلا حصّہ انشاؔ نے اور دوسرا حصّہ قتیلؔ نے مرتب کیا تھا، تیّار ہو چکی تھی۔

جہاں تک بولی کا تعلق ہے اٹھارہویں صدی کے وسط میں ایک طرف گجرات سے لے کر بنگال تک اور دوسری طرف مدراس و حیدر آباد سے لے کر لکھنؤ اور لاہور کے علاقوں تک مختلف شکلوں میں اردو بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ لیکن جہاں تک نثر کا تعلق ہے تصنیف و تالیف ہی کا کام نہیں بلکہ خط و کتابت بھی فارسی ہی میں کی جاتی تھی۔ چناں چہ اردو شعرا کے تذکرے بھی فارسی ہی میں لکھے جاتے تھے۔ اس کی روشن مثالیں میرؔ کا نکات الشعراء (۱۷۵۲ء) اور میر حسن کا تذکرۃ الشعراء (تقریباً ۱۷۸۰ء) ہیں۔ انیسویں صدی کے وسطی دور میں بھی جب کہ فورٹ ولیم کالج کی وساطت سے اردو نثر نے ترقی کی ابتدائی منزلیں طے کر لی تھیں اور فارسی کے ساتھ ساتھ اردو اخبارات کا اجراء بھی شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی ثقہ ادیب و شاعر اپنی ادبی تخلیقوں کے لئے فارسی زبان ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلے میں غالبؔ کی فارسی کتابوں کے علاوہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ کے گلشن بے خار کا نام لیا

جا سکتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ اردو اخباروں میں بھی اکثر خطوط فارسی زبان میں شائع ہوتے تھے[1]۔

فورٹ ولیم کالج جس کا ابھی ابھی نام لیا گیا ہے وہ، "فتح سرنگاپٹم کی یادگار کے طور پر"[2]، ۱۸۰۰ء میں قائم ہو چکا تھا۔ یہ کالج اگرچہ نووارد صاحبان والاشان کو ان دیسیوں کی زبان سے روشناس کرنے کے لئے کھولا گیا تھا، جن پر حکومت کرنے کے لئے وہ کھیپ کی کھیپ انگلستان سے لائے جاتے تھے۔ لیکن اس کالج نے اردو نثر کی ابتدائی ارتقا کی منزلیں طے کرنے کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دیں۔ اس کالج کے شعبۂ تصنیف و تالیف نے اٹھارہویں صدی کے اوائل میں اردو نثر کی جو کتابیں اور لغتیں چھاپیں ان کی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ان تمام حالات کے باوجود انیسویں صدی کی تیسری دہائی تک فارسی ہی ہندستان کی سرکاری زبان رہی۔ کمپنی بہادر کے سارے دفتری کام فارسی ہی میں چلائے جاتے تھے۔ لیکن فارسی زبان کی جڑوں میں تیزی سے گھن لگ رہا تھا اور یہ بوڑھا تناور درخت اب روز بہ روز خشک ہوتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف فارسی کی جگہ لینے کے لئے اردو پر پرزے جھاڑ رہی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس وقت تک اردو میں وہ وسعت و گیرائی نہیں پیدا ہوئی تھی کہ اردو میں اخبار نکلنے کے بعد مقبول بھی ہوتے۔ اڈیٹر جام جہاں نما (اردو) کا یہ کہنا بالکل صحیح تھا کہ "قدر شناس جن کی لطف گستری سے اس کاغذ نے رونق پائی اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے اور اہل ہند (اردو) جنھوں کی زبان ہے وے فارسی تحریر چاہتے ہیں۔۔۔"[3]

فارسی کی جگہ اردو کی سرکاری حیثیت

انیسویں صدی کے اوائل ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندستان میں عملاً وہ مرکزی حیثیت حاصل کر لی تھی جو اب تک اس ملک میں مغل حکمرانوں کی تھی۔ اپنی اس امتیازی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے کمپنی نے یہ ضروری سمجھا کہ فارسی زبان کی سرکاری

حیثیت ختم کردی جائے جو مغل دور کی یادگار تھی۔ چناں چہ ۱۸۳۰ء میں فارسی کی جگہ اردو سرکاری زبان قرار دی گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس اقدام کا قدرتاً اردو کی نشوونما پر خوش گوار اثر ہوا۔ عدالتوں میں فارسی کی جگہ اب اردو میں کام ہونے لگا اور اس کے ساتھ ہی اردو زبان کے اخباروں کی تعداد بھی تیزی سے بڑھنے لگی۔

اردو کے سرکاری زبان بننے کے بعد یقیناً کچھ اردو اخبار و رسائل کا اجرا ہوا ہوگا، لیکن ہم کو ان کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس دور میں جن اخباروں کا اجرا ہوا بھی ہوگا، وہ جام جہاں نما کی طرح عدم مقبولیت کا شکار ہو گئے ہوں گے۔

آگرہ اخبار

۱۸۲۰ء سے ۱۸۳۰ء تک کان پور، میرٹھ اور آگرے میں تقریباً نصف درجن انگریزی چھاپے خانے ضرور قائم ہوئے اور ان چھاپے خانوں سے انگریزی کے کم و بیش ایک درجن اخبار و رسائل مختلف اوقات میں شائع ہوئے۔ اس دور میں اردو کا بھی کم از کم ایک مطبع آگرے میں یقیناً قائم ہوا۔

اس چھاپے خانے کے مالک ڈاکٹر جان ہنڈرسن تھے۔ جنھوں نے "آگرہ اخبار کے نام سے ۱۸۳۲ء میں "دیسی زبان کا اخبار فارسی رسم الخط میں شائع کیا۔" واوین میں جو جملہ درج کیا گیا ہے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ اردو اخبار رہا ہوگا، لیکن ڈاکٹر ہنڈرسن نے اپنی درخواستوں میں جو نیشنل آرکائیوز میں محفوظ ہیں اس کو فارسی اخبار (پرشین نیوز پیپر) کہا ہے۔[۵]

خبروں سے زیادہ عدالتی کارروائیاں اس اخبار میں شائع ہوتی تھیں۔ اس کے جاری کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ دیوانی و فوجداری عدالتوں کی صحیح کارروائیاں دیسی زبان میں شائع کی جائیں۔ چند مہینوں تک اخبار نکالنے کے بعد مسٹر ہڈسن اس نتیجے پر پہنچے کہ فارسی اخبار کامیاب نہ ہوگا۔ چناں چہ آگرہ اخبار کو انھوں نے نومبر ۱۸۳۲ء میں فارسی سے انگریزی کا اخبار بنا دیا۔ لیکن اخبار کا نام تبدیل کرنا انھوں نے مناسب نہ سمجھا اور انگریزی اخبار کا نام بھی آگرہ اخبار ہی رہا۔ اس کے کچھ نمبر انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔

دہلی اور لکھنؤ کے چھاپے خانے

شمالی ہند میں اردو اخباروں اور چھاپے خانوں کی کثرت کا دور ۱۸۴۰ء کے بعد شروع ہوتا ہے، اور اس دور میں شمالی ہند کے شہروں اور قصبوں سے ان گنت اردو اخباروں کا اجرا ہوا۔

اردو کا پہلا مطبع، مؤلف اختر شہنشاہی کی فہرست کے مطابق، دہلی کا مطبع عبدالرحمن تھا۔ جو ۱۸۱۳ء میں قائم ہوا[۱]۔ لیکن کسی دہلی والے نے سی، اف، اینڈریوز کو یہ بتلایا تھا کہ "کلکتے سے ایک چھاپا خانہ دہلی لایا گیا اور اردو کا پہلا اخبار مولوی محمد باقر نے" اسی چھاپے خانے سے جاری کیا[۲]۔ اس جملے میں مولوی محمد باقر کے اخبار کی اوّلیت کی طرح اس چھاپے خانے کی اوّلیت کا دعویٰ صراحتاً تو نہیں کیا گیا ہے لیکن بین السطور سے اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے یہی دہلی کا پہلا مطبع رہا ہوگا۔

مؤلف اختر شہنشاہی کا بیان اگر صحیح ہے اور اس کے غلط ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو سی، اف، اینڈریوز کو دونوں باتیں غلط بتلائی گئیں۔ نہ تو مولوی محمد باقر کا چھاپا خانہ ہی دہلی کا پہلا چھاپا خانہ تھا اور نہ دہلی اخبار ہی اردو کا پہلا اخبار تھا۔

دہلی کے مطبع عبدالرحمن کے بعد لکھنؤ میں غازی الدّین حیدر کے عہد میں "بہت صرف اور تکلّف کے ساتھ ایک مطبع ٹائپ کا کھولا گیا تھا، جس میں سب سے پہلے ہفت اقلیم چھپی۔ دوسری کتابیں جو اس مطبع سے نکلی تھیں حسب ذیل ہیں۔

> "مناقب حیدری۔ یہ زبان عربی سنہ ۱۸۱۹ء میں۔ محامد حیدری فارسی میں ۱۸۲۲ء میں (یہ دونوں کتابیں غازی الدّین حیدر کی تعریف میں تھیں) گلدستہ محبّت، جس میں نواب گورنر جنرل لارڈ ہیسٹنگز اور غازی الدّین حیدر کی ملاقات کا حال فارسی میں ہے"[۳]۔

۱۸۳۰ء میں ایک انگریز مسٹر آرچر، جنھوں نے ایک لیتھوگراف کا چھاپا خانہ کان پور میں کھولا تھا، نصیر الدّین کے حکم سے لکھنؤ آئے اور یہاں ایک مطبع جاری کیا اور ایک مشہور کتاب جو اس زمانہ میں لکھنؤ میں چھپی تھی وہ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ تھی، جس کو لارڈ بروہم

نے سائنس کے فوائد اور اعمال پر تصنیف کیا تھا۔ اس کا ترجمہ سید کمال الدین حیدر معروف بہ میر محمد حسینی لکھنوی نے اسکول بک سوسائٹی کی فرمائش سے کیا اور مطبع سلطانی میں ۱۸۴۳ء میں چھپا۔ یہ ترجمہ نہایت صاف اور سلیس اردو میں ہے۔[۹] اس کے معنی یہ ہیں کہ ۱۸۳۰ء میں سرکار اودھ کے ٹائپ کے چھاپے خانے کے علاوہ لکھنؤ اور کانپور دونوں شہروں میں لیتھو کا ایک ایک چھاپا خانہ تھا۔

دہلی اخبار

یہ دہلی کا پہلا اخبار تھا جس کا ۱۸۳۷ء میں اجراء ہوا۔ اردو اخباروں کے متعلق جو منتشر اور محدود مواد اب تک سامنے آیا ہے اس کی روشنی میں دہلی اخبار شمالی ہند کا پہلا اور ہندستان کا دوسرا اردو اخبار تھا جو بقول مولوی محمد حسین آزاد اُن کے "والد (مولوی محمد باقر) کے قلم سے نکلا۔" لیکن آزاد اور دوسرے لوگوں کا یہ خیال کہ یہی "اردو زبان کا پہلا اخبار تھا" صحیح نہیں ہے۔ محمد حسین آزاد کو غالباً کلکتے کے جام جہاں نما کا سرے سے علم ہی نہ تھا، جو اردو کا پہلا اخبار تھا اور جس کا پہلی بار ۱۸۲۲ء میں اور دوسری بار ۱۸۲۳ء میں اجراء ہوا تھا۔

"ہندستانی" (الہ آباد) کے ایک فاضل مضمون نگار نے بھی مولوی محمد حسین آزاد کے اس بیان کو مشتبہ سمجھا ہے۔ مگر ان کو بھی جام جہاں نما کا علم نہ تھا۔ ہندستانی کے فاضل اڈیٹر نے اپنے نوٹ میں لکھا کہ "شبہ کی کوئی وجہ تو نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس سے (دہلی اخبار سے) سال چھ مہینے پہلے کوئی اخبار نکلا ہو جس کا علم آزاد کو نہ ہوا ہو۔"[۱۱] اصل بات یہی تھی کہ مولوی محمد حسین آزاد کو اردو جام جہاں نما کا علم نہ تھا لیکن دہلی اخبار اور جام جہاں نما (اردو) میں سال چھ مہینے کا نہیں بلکہ پورے بارہ تیرہ سال کا فرق تھا۔

مارگریٹا بارنس نے دہلی اخبار کا سنہ اجراء ۱۸۳۸ء بتلایا ہے[۱۲] جو یقیناً غلط ہے۔ نیشنل آرکائیوز میں جنوری ۱۸۴۰ء سے دسمبر ۱۸۴۱ء تک کے پرچے محفوظ ہیں۔ ان میں سے پہلے نمبر پر

"نمبر ۱۵۳ – ۲۶ جنوری سنہ ۱۸۴۰ء یوم یکشنبہ جلد ۳"

درج ہے اس حساب سے دہلی اخبار کا اجراء جنوری ۱۸۳۷ء میں ہوا ہوگا۔ لیکن قاسم علی سجن لال صاحب اور بعض دوسرے محققین کا خیال ہے کہ ۱۸۳۶ء میں اس کا اجراء ہوا۔[۱۳]

مولوی محمد باقر کے بزرگ، عہد نادری میں ہمدان سے ہندستان آئے اور شاہجہان آباد میں آباد ہوئے۔[۱۴] چناں چہ اسی نسبت سے مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات کا آغاز اس جملے سے کیا ہے کہ "آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جوہر جانتے تھے مگر تخمیناً سو سال سے کل خاندان کی زبان اردو ہے۔"[۱۵] مولوی محمد باقر کے والد "مولانا محمد اکبر دہلی کے نامی گرامی مجتہد تھے اور اُن کے گھر میں علوم دین کا مدرسہ جاری تھا۔ تشنگان علوم دور دور سے آکر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ مولانا محمد اکبر کے فرزند مولانا محمد باقر پہلے اسی مدرسے میں پڑھے۔ پھر میاں عبدالرزاق کے درس میں شامل ہوئے ... وہیں مولانا محمد باقر سے شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کی ملاقات ہوئی۔ کئی برس تک یہ دونوں ایک ہی استاد کے دامنِ شفقت میں تربیت پاتے رہے ... اس لئے یہ رابطہ آخر دم تک قائم رہا۔ ایک ساتھ پلے، ایک ساتھ پڑھے، ہر معرکہ میں شریک حال رہے اور تھوڑے فاصلے سے اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔ ذوق اپنا کلام انہی کے پاس جمع کیا کرتے تھے۔

"مولانا محمد باقر اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ صرف کی گئی۔ علوم مروجہ اور علوم دینی کی تکمیل کے بعد وہ دہلی میں تحصیلدار مقرر ہوئے۔ ایک عرصہ تک ملازمت کی۔ آخر اپنے والد کے مشورے سے ملازمت ترک کردی اور علوم مذہبی کی ترویج و تعلیم میں مصروف ہوئے۔ جدت پسند طبیعتیں ہر حال میں اپنے لئے نئے نئے راستے ڈھونڈھ نکالتی ہیں۔ ۱۸۳۶ء میں، جب پریس کو آزادی ملی تو انھوں نے دہلی سے پہلا اردو اخبار جاری کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک مطبع بھی قائم کیا، جس میں مولانا کی تالیفات اور دوسری کتابیں شائع ہوا کرتی تھیں۔ اس پریس کا نام پہلے جعفریہ اور پھر اردو اخبار پریس رکھا۔ اس کے لئے مولانا مرحوم نے کشمیری دروازہ (دہلی) کے اندر ایک بہت بڑا امکان بربنت وقف تعمیر کرایا۔ استاد ذوقؔ نے اُس کی تاریخ تعمیر کہی۔ ع

سعادت گاہ امامِ داریں

"اسی مکان میں مولانا مرحوم کا مدرسہ اور کتب خانہ تھا۔ انھوں نے نادر اور بیش بہا کتب کا ذخیرہ افادۂ عام کے لئے جمع کیا تھا۔ مولانا کی تنوع پسند طبیعت نے ایک اور مشغلہ بھی اختیار کیا۔ اپنے مکان کے قریب ایک بہت بڑا احاطہ بنوایا جس کے چاروں طرف کوٹھریاں تھیں اور بیچ میں بہت بڑا صحن۔ اس میں غیر ممالک کے تاجر آکر ٹھہرتے تھے اور ہفتہ میں ایک دن اپنے مال کی نمائش کرتے تھے۔ اس کا نام نیلام گھر تھا۔ یہ نہ صرف آمدنی کا ذریعہ تھا، بلکہ اس کے ذریعہ مختلف ممالک کے حالات سے بھی واقفیت حاصل ہوتی تھی۔

"اس دور کے مسلمان انگریزوں سے تعلقات رکھنا معیوب سمجھتے تھے، لیکن دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر ٹیلر سے مولانا کی گاڑھی چھنتی تھی۔ یہ اُن کے اور وہ اِن کے ہر کام میں شریک رہتے تھے۔"[۱۶] یہ چھاپا خانہ بھی ٹیلر ہی کی وساطت سے مولوی محمد باقر کے ہاتھ آیا تھا۔

"جب مولوی محمد باقر نے اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا تو انھیں ایک پریس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ خوش قسمتی سے اُنھیں ایک نہایت عمدہ پریس ہاتھ آگیا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ پرنسپل دہلی کالج نے نصابی کتابیں چھپوانے کے لئے ایک پریس خریدا تھا۔ لیکن ڈکشنری آف نیشنل بایو گرافی کی اوراق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پریس درحقیقت ڈاکٹر اشپرنگر کے زمانے میں خریدا گیا تھا۔ اس میں وہ کتابیں چھاپی جاتی تھیں جو کالج کے نصاب میں داخل تھیں، اس لئے اُن پر لاگت بہت آتی تھی۔ چناں چہ بہت عرصہ یہ پریس بے مصرف پڑا رہا اور مسٹر ٹیلر کی، جو اُن دنوں پرنسپل تھے، یہ خواہش تھی کہ اونے پونے بیچ کر اُس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ مولوی محمد باقر کے لئے اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا۔ مسٹر ٹیلر سے اُن کے گہرے اور دیرینہ مراسم تھے۔ چناں چہ انھوں نے یہ پریس خرید لیا اور اپنے اخبار دہلی اردو اخبار کی بنا ڈالی۔"[۱۷]

دہلی اردو اخبار کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی تھی کہ مولوی محمد باقر جو اس اخبار کے مالک اور اڈیٹر تھے ان کا مالکانہ یا اڈیٹرانہ حیثیت سے کسی نمبر میں بھی ذکر ہم کو

نہیں ملتا ہے۔ کبھی کبھی اُن کا نام ہم کو نظر آتا ہے، لیکن وہ بھی اس انداز سے کہ جیسے ان کو اخبار سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مثلاً ایک سرکلر کے سلسلے میں، جس کا مولوی محمد باقر نے ترجمہ کیا تھا اور جو دہلی اخبار کے چھاپے خانے میں چھپتا تھا، مولوی صاحب کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے

"یہ ترجمہ کیا ہوا ہے مولوی محمد باقر نامی ایک صاحب کا جو سابق میں مدرس تھے مدرسہ خاص دہلی میں۔ سررشتہ داری کلکٹری اور تحصیل داری مدت تک کی ہے مال کے کام میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔"[۱۸]

اخبار کا سائز ۸×۱۲ انچ ہوتا تھا۔ لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی ہوا کرتی تھی۔ اخبار کے بالکل اوپری حصے پر نسبتاً جلی قلم سے اخبار کا نام لکھا جاتا جس کے نیچے نمبر اور تاریخ کی سطر کے اوپر

"قیمت ماہواری دو روپے اور جو پیشگی دے تو لہ عہ رششماہی اور عہ سالیانہ" درج رہتا تھا۔

دہلی اخبار سے دہلی اردو اخبار

۳ مئی ۱۸۴۰ء تک اخبار کا نام دہلی اخبار رہا۔ پھر یکایک ۱۰ مئی ۱۸۴۰ء کے اخبار میں "دہلی اخبار" کی جگہ پر "دہلی اردو اخبار" نظر آتا ہے۔ نام کی تبدیلی کے اسباب کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۸۴۰ء کے ابتدائی پرچوں پر

"باہتمام سید معین الدین مالک چھاپا ہوا"

چھاپا جاتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک چھاپے خانے کے مالک سید معین الدین رہے ہوں گے۔ پھر یکایک ایک اور نام کا اضافہ ہوا اور ساتھ ہی معین الدین کا ذکر مالکانہ حیثیت سے حذف کر دیا گیا۔ چناں چہ اب عبارت یہ ہوتی تھی۔

"باہتمام سید معین الدین اور امداد بیگ کے چھپا ہوا"[19]

۱۲ اگست ۱۸۴۰ء کو دونوں نام غائب ہو گئے اور ان کی جگہ پر

"باہتمام موتی لعل پرنٹر و پبلشر کے چھاپا ہوا"[20]

چھاپہ جانے لگا۔

اخبار دو کالموں میں بٹا ہوتا تھا۔ پہلے کالم کی پہلی سرخی حضور والا ہوا کرتی تھی۔ اس سرخی کے تحت قلعہ معلیٰ کی خبریں چھاپی جاتی تھیں۔ کبھی اگر کوئی سرکاری نوٹس یا اشتہار ہوتا تو اس کو "حضور والا" سے پہلے جگہ دی جاتی تھی۔ اخبار کے اکثر نمبروں میں حضور والا کی خبریں آخری صفحے پر بھی درج کی گئی ہیں۔

حضور والا

اس وقت ہمارے سامنے دہلی اردو اخبار کا جو نمبر ہے اس میں "حضور والا" کی پہلی خبر یہ ہے۔

"جیون لعل منشی صاحب کلاں بہادر نے بارباب مجرا ہو کر کچھ کاغذات ملاحظہ کروا کے اور ایک عورت کو سامنے کر کے عرض کی کہ یہ عورت کہتی ہے کہ میری بیٹی محل حضور والا میں ہے۔ استماع فرما کے ایک خواجہ سرا ہمراہ کر دیا کہ محل میں ہو تو فوراً دلوا دو۔ خواجہ سرا نے مع عورت کے محل میں بہت تلاش کی مگر اسے نہ پایا۔"[21]

یہ ایک چھوٹی سی خبر ہے جس سے اگر ایک طرف حضور والا کی رعایا پروری اور انصاف پسندی کا ہم کو ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف یہی خبر اس عبرت ناک حقیقت کی بھی غمازی کرتی ہے کہ آل تیمور کی آخری یادگار بہادر شاہ، جو اب بھی ان تمام شاہی خطابوں سے متّصف تھا جو بابر اور ہمایوں کے ناموں کی زینت ہوا کرتے تھے، اس درجہ لاچار و بے بس ہو گیا تھا کہ رزیڈنسی کے ادنیٰ کلرک "منشی صاحب کلاں بہادر" کے ایک اشارے پر شاہی محل کے دروازے ایک مجہول الحال عورت کی تلاش کے لیے کھول دیے جاتے تھے۔

حضور والا ہی کی سرخی کے تحت، بہادر شاہ کی بے بسی اور لاچاری کا اس سے زیادہ حیرت ناک اور عبرت انگیز واقعہ اسی اخبار کے ایک دوسرے نمبر میں ہم کو نظر آتا ہے۔

"ایک لونڈی کی ناک حضور والا نے بسبب مرتکب ہونے فعل شنیعہ کے کاٹ لی سو اس باب میں اظہارات محکمہ اجنٹی میں ہوئے اور معرکہ عظیم درپیش ہے۔"[22]

یہ کوئی سنی سنائی خبر نہ تھی بلکہ "اخبار قلعہ معلّٰی سے واضح" ہوئی تھی اور دہلی اردو اخبار میں شائع ہوئی تھی، جس کے مالک کو بہادر شاہ سے خاص تعلق تھا۔ یوں تو شاہ عالم کے بعد ہی سلطنت شاہ عالم از دہلی تا پالم، سمٹ کر قلعہ معلّٰی کی چار دیواری تک محدود ہو گئی تھی۔ مگر مندرجہ بالا دونوں خبریں اس بات کا تاریخی ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ لال قلعہ کی چار دیواری میں بھی بہادر شاہ کی حیثیت ایک آزاد فرماں روا کی نہ تھی بلکہ وہاں بھی صاحب کلاں بہادر ہی کا حکم چلتا تھا۔ حد یہ تھی کہ بادشاہ نے اگر اپنی کسی لونڈی کی ناک اس کی بدکاری کی وجہ سے کٹوائی تو اس کی اپیل صاحب اجنٹ بہادر کے دربار میں کی گئی اور اس پر "معرکہ عظیم در پیش" ہو گیا۔

حضور والا کی مالی کم مائیگی

اخبار کے جس نمبر سے حضور والا کی پہلی خبر نقل کی گئی ہے۔ اسی نمبر کی دوسری خبر حضور والا کی ساکھ اور ان کی مالی کم مائیگی پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

> "بیس ہزار روپیہ نفقہ تنخواہ میں کم تھے اور پچیس ہزار روپیہ واسطے سیر گلفروشان کے مطلوب تھے۔" یہ ۴۵ ہزار روپیہ کی رقم کوئی بڑی رقم نہ تھی لیکن "بمشکل تمام" نواب حامد علی نے ذمہ داری دونوں خرچوں کی لی" مگر اس عہد و پیماں کے ساتھ کہ "آمدنی دیہات سے وصول کیا جائے گا"

اور اس مالی بدحالی کا نتیجہ یہ تھا کہ ادنیٰ ملازمتیں بھی اعلانیہ بھاری بھاری نذرانے لے کر فروخت کی جاتی تھیں۔ اخبار کے اسی نمبر اور اسی کالم میں ہم کو اس کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

> "مرزا ولیعہد بہادر نے عرض کی کہ نواب مرزا بیٹا مغل بیگ کا مختاری سرکار بندہ چاہتا ہے اور بیٹا رکن الدولہ کا بھی بابت مختاری کے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیتا ہے۔ ارشاد ہوا تمھیں اختیار ہے۔"[۲۳]

صاحب کلاں بہادر

پہلے صفحہ پر "حضور والا" کے بعد دوسرا عنوان "صاحب کلاں بہادر" ہوا کرتا تھا۔ اور اس عنوان کے تحت صاحب رزیڈنٹ بہادر اور دوسرے "صاحبان ذی شان"

کی خبریں چھاپی جاتی تھیں۔ زیر نظر نمبر میں اس عنوان کے تحت پہلی خبر عبرت انگیز ہے کہ صاحب کلاں بہادر (رزیڈنٹ) نے ایک

"عرضی اس مضمون کی حضور والا میں بھیجی کہ راجہ کینتھل نے ایک جریب لکار طلا ونقرہ واسطے محمود شاہ کے بھیجی ہے۔ کیفیت اس کی عنایت فرماویں کہ مرزائے موصوف اور راجہ کینتھل سے کیا واسطہ ہے اور ایک خط بنام وکیل راجہ مذکور کے بھی جاری کیا کہ تمہارا موکل مرزائے موصوف سے کیا واسطہ رکھتا ہے کیفیت اس کی عرض کرو۔"[۲۴]

اخبار کے اسی نمبر سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ "مرزائے موصوف" بہادر شاہ کے منوسلین سلطنت میں سے تھے اور اسی تعلق سے دفتر اجنٹی نے حضور والا سے اس کی بازپرس کی تھی۔ لیکن حضور والا تک دفتر اجنٹی کا مراسلہ پہنچنے سے پہلے ہی مرزا محمود کو اس کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے جریب لکار طلا و نقرہ راجہ کینتھل کو واپس کر دی اور سارا واقعہ حضور والا کے گوش گذار کر دیا۔ اس کے جواب میں

"ارشاد ہوا کہ جس میں مرضی صاحب کلاں بہادر کی ہووے وہ کرو خلاف رضا ان کی کرنا مناسب نہیں۔"[۲۵]

اس جواب میں بے بسی و بے کسی کی کتنی دنیائیں پوشیدہ ہیں۔

بادشاہ کے اہل کاروں کو اگر وقت پر تنخواہیں نہ ملتی تھیں تو اس کی اپیل بھی صاحب کلاں بہادر کے دفتر میں کی جاتی تھی اور رزیڈنٹ کا دفتر بادشاہ سے اس کی بازپرس کرتا تھا۔ اسی سلسلے کی خبر سنئے۔

"عرضی اہلکاران خالصہ شریفہ کی آئی کہ زر تنخواہ ہماری کا سرکار حضور والا سے وصول نہیں ہوا چناں چہ نقل عرضی بطلب کیفیت حضور میں بھیجی۔"

صاحب کلاں بہادر کے سلسلے کی آخری خبر ہے۔

"یکشنبہ گذشتہ کو باتفاق صاحبان ذیشان (نے) گرجا گھر جا کر نماز ادا کی۔"

چار صفحے کے اس چھوٹے سے اخبار میں حضور والا اور صاحبان کلاں بہادر کی خبروں کے علاوہ ملکی اور کچھ غیر ملکی خبریں بھی درج کی جاتی تھیں۔ کبھی کبھی ادبی مباحثے بھی

چھڑ جاتے ۔ کلام الملوک کے علاوہ اساتذہ کا کلام اور کبھی کبھی ان کی ہم طرح غزلیں بھی اخبار کی زینت ہوا کرتی تھیں ۔

غالبؔ اور دہلی اردو اخبار

دہلی کی شعری زندگی دو گروہوں میں بٹی تھی ۔ ایک پارٹی استاد ذوقؔ کی تھی اور دوسری مرزا غالبؔ کی ۔ مولوی محمد باقر استاد ذوقؔ کے فدائیوں میں تھے ۔ اس لئے قدرتاً ان کا اخبار بھی غالبؔ کی مخالفت اور ذوقؔ کی ہم نوائی کے لئے وقف رہتا تھا ۔

قمار بازی بلکہ نال نکالنے کے شبہ میں پولیس نے مرزا غالبؔ کے گھر پر چھاپا مارا اور غالبؔ نیز جواریوں کو عین موقع پر گرفتار کر کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا ۔ مرزا کے دوستوں اور ہوا خواہوں نے بڑی دوڑ دھوپ کی مگر کسی کی نہ چل سکی ۔ اوروں کے ساتھ مرزا کو بھی سزا ہو گئی ۔ دلی اردو اخبار نے اس قصے کو مزے لے لے کر بیان کیا اور اسی کے حوالے سے ہندستان کے دوسرے اخباروں نے اس کو نقل کیا ۔ سُرخی تھی " قمار بازان " خبر یہ ہے :۔

> " سنا گیا کہ ان دنوں گزر قاسم خاں میں مرزا نوشہ کے مکان سے اکثر نامی قمار باز پکڑے گئے ، مثل ہاشم خاں وغیرہ کے جو سابق بڑی ذلتوں میں دورہ تک سپرد ہوئے تھے ۔ بڑا قمار ہوتا تھا ۔ لیکن بسبب رعب و کثرت مردان کے یا کسی طرح سے کوئی تھانے دار دست انداز نہیں ہو سکتا تھا ۔ اب تھوڑے دن ہوئے یہ تھانے دار قوم سے سید اور بہت جری سنا جاتا ہے مقرر ہوا ہے ۔۔۔ یہ مرزا نوشہ ایک شاعر نامی رئیس زادہ نواب شمس الدین قاتل ولیم فریزر کے قرابت قریبہ میں سے ہے ۔ یقین ہے کہ تھانے دار کے پاس بہت رئیسوں کی سعی و سفارش بھی آئی لیکن اس نے دیانت کو کام فرمایا ۔ سب کو گرفتار کیا عدالت سے جرمانہ علی قدر مراتب ہوا ۔ مرزا نوشہ پر سو روپے نہ ادا کریں تو چار مہینہ قید ۔ لیکن ان تھانے دار کی خدا خیر کرے ۔ دیانت کو تو کام فرمایا انھوں نے لیکن اس علاقہ میں بہت رفتہ دار متمول اس رئیس کے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ وقت بے وقت چوٹ کھوٹ کریں اور یہ دیانت ان کی

وبالِ جان ہو۔ حکام ایسے تھانے دار کو چاہئے کہ بہت عزیز رکھیں۔ ایسا آدمی کمیاب ہوتا ہے" [۲۶]

مرزا کا جرم ممکن ہے کہ اپنی جگہ پر مسلّم رہا ہو اور انصاف پسند طبقے کو ان سے ہمدردی بھی نہ رہی ہو، لیکن اس خبر کا تجزیہ کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرزا غالبؔ کی مخالف پارٹی نے، جس کے ایک مُنہ مولوی محمد باقر بھی تھے اس سلسلے میں تھانے دار کو دست اندازی پر آمادہ اور اس کی پشت پناہی کا، وعدہ کیا ہوگا۔ اس کا امکان بھی ہے کہ تھانے دار بھی انھیں کی پارٹی کا رہا ہو۔ بہرحال کوئی تھانے دار خواہ وہ کیسا ہی ہو "قوم کا سید اور جری"، کیوں نہ رہا ہو مرزا جیسے "شاعر نامی و رئیس زادے"، پر ہاتھ مشکل ہی سے ڈال سکتا تھا، جب تک کم از کم مرزا ہی کے ہم مرتبہ اور انھیں جیسے ذی اثر لوگ اس کی پشت پر نہ رہے ہوں اور پھر اس خبر کا آخری ٹکڑا تو انتہائی پست و رکیک ذہنیت کی غمازی کرتا ہے جس میں حکومت کو اکسایا گیا تھا کہ تھانے دار کی جان کی خیر کے واسطے مرزا کے متمول اور رئیس رشتے داروں سے ضمانت اور مچلکے لئے جائیں۔

اس خبر کا ایک دل چسپ اور عبرت ناک پہلو اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فریزر کے قتل کے جرم میں جب نواب شمس الدین ماخوذ ہوئے تو مرزا غالبؔ کو، جو ان سے ناخوش تھے، بے حد خوشی ہوئی تھی اور غالباً انہوں نے نواب شمس الدین سے اپنی قرابت داری پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جب خود مرزا غالبؔ پر یہ وقت پڑا تو ان کے جرم کی نوعیت کو سنگین تر بنانے کے لئے ان کے حریفوں نے ان کے اور "نواب شمس الدین قاتل ولیم فریزر" کے قرابت قریبہ ہونے سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

مرزا غالبؔ کو بھی ان ہی اسباب سے دہلی اردو اخبار سے کسی قسم کی دل چسپی نہیں تھی، اگرچہ مرزا صاحب کو اخبار بینی کا خاص ذوق تھا۔ دلی یا اور شہروں سے جو اخبار نکلے یا مرزا کے دوستوں نے جو اخبار جاری کئے مرزا نے دل کھول کر ان سے دل چسپی لی اور اپنے وسیع حلقہ احباب میں، جو سارے ملک میں پھیلا تھا، ان اخباروں کی خریداری کے لئے سفارشی چٹھیاں لکھنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ یہی وجہ تھی کہ دلی اور دلی کے باہر کے اکثر اخبار مرزا صاحب

کے پاس اعزازی طور سے آتے تھے۔ وہ ان سب کو پڑھتے تھے اور ان کی خبروں کا اپنے خطوط میں ذکر کیا کرتے تھے۔ لیکن دہلی اردو اخبار جو دہلی سے نکلتا تھا نہ تو ان کے پاس آتا تھا اور نہ وہ خود اس کو پڑھنے کی فکر کرتے تھے۔ اگر کبھی کوئی ایسی خبر اس اخبار میں چھپتی جو اور اخباروں میں نہ ہوتی تو مرزا غالب کسی دوست کے یہاں سے دہلی اردو اخبار منگوا کر پڑھ لیتے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"پرسوں کسی شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ اردو اخبار دہلی میں تھا کہ ہاتھرس میں بلوہ ہوا اور مجسٹریٹ زخمی ہوا۔ آج میں نے ایک دوست کے یہاں سے اخبار کا دو ورقہ منگا کر دیکھا"[۲۷]

محمد حسین آزاد اور دہلی اردو اخبار

دہلی اردو اخبار، اپنی اور خصوصیتوں کے علاوہ، اس اعتبار سے بھی اردو ادب کی تاریخ میں امتیازی حیثیت اور اہمیت کا مالک ہے کہ مولوی محمد حسین آزاد کی ابتدائی زندگی اس سے وابستہ رہی تھی۔ اور پہلے پہل اسی اخبار کی وساطت سے وہ علمی دنیا میں روشناس ہوئے۔ دہلی اردو اخبار کی زندگی کے آخری چار برسوں میں وہ اس کے پرنٹر اور پبلشر اور اس چھاپے خانے کے مالک بھی ہو گئے تھے، جہاں دہلی اردو اخبار چھپتا تھا۔

۱۸۵۷ء کے معرکۂ آزادی کے سلسلے میں مولوی محمد باقر کام آئے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اور اپنے مالک کے ساتھ ہی اس اخبار کی زندگی کا چراغ بھی گل ہو گیا۔

مظہر حق

یہ مذہبی (اثنا عشری) اخبار تھا اور دہلی اردو اخبار کے مالک و مہتمم مولوی محمد باقر کا اس اخبار سے براہ راست مالکانہ اور مہتممانہ تعلق تھا۔ یہ اخبار شیعہ فرقے کے مذہبی نقطۂ نگاہ کی ترویج و اشاعت کے لئے ۱ اکتوبر ۱۸۴۳ء کو جاری کیا گیا تھا۔

مظہر حق کے ہم عصر سراج الاخبار میں اس کا تفصیلی ذکر ہم کو ملتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

۱۸۴۳ء کے اوائل میں ایک بہت بڑا شیعہ سنی فساد بغداد میں ہوا تھا اور اس فساد میں شیعوں کا بہت زیادہ جانی و مالی نقصان بھی ہوا تھا۔ ہندستان کے سنی اخبار شاید اس "قتل و غارت" سے منکر تھے۔ چناں چہ مظہر حق کے اجرا کا مقصد صرف یہی تھا کہ اگر کوئی شخص "اس کا دعوی کرے کہ خبر قتل بغداد غلط ہے، تو اس اخبار میں طول عبارت کے ساتھ اس کا شافی جواب دیا جائے۔"

سراج الاخبار کی عبارت یہ ہے، جس کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

خبر اخبار جدید

بزبانی معتبرے بہ دریافت رسید کہ مولوی محمد باقر کہ انتظام چھاپہ خانہ دہلی اردو اخبار متعلق بذات او شاں است اخبار جدید مسمی بمظہر حق بسبب اصرار وقایع نگاراں ہندستان بہ تکذیب عدم قتل و غارت بغداد از چار ہفتہ جاری نمودہ اند۔ تا ہر کسے کہ بار دیگر گوید کہ خبر قتل بغداد غلط است در آں اخبار جواب شافی بطول عبارت بدہند زیرا کہ اجرائش محض برائے ہمیں معنی است و نیز اشتہار ہمیں مضمون دادہ اند کہ اہل سنت و جماعت در دروغ نمودن ایں خبر ساعی بلیغ نمودہ اند و می نمایند۔ پس مومنین را باید کہ ایں اخبار را کاغذ نجات دانند و بخرند۔ ہر چند تمہید رائے اجرائے اخبار بسیار معقول است مگر از زبانی ہمہ بزرگ بہ دریافت رسید کہ بامرائے شیعہ ہر دیار و امصار ہم چو لکھنؤ وغیرہ فرستادہ بودند۔ ہمہ ہا ان اخبار بسبب ایں کہ اخبار برائے اشتہار خبرہائے اطراف و اکناف عالم می باشند نہ برائے مباحثہ مذہب مسترد نمودند و منفعت محصول دادن افتادہ و سید برکت علی نامی را کہ در خارج شاید وجود داشتہ باشند مہتمم کردہ اند۔ باو شاں گفتم کہ اگر اں اخبار و اں اشتہار بہ نظر من ہم رسانند مہربانی خواہد شد۔ چناں چہ آوردند و نمودند۔ الان اخوی وقائع نگار آں وقت مبتلائے بلائے بخار بود سرسری نگریست کہ در زبان اردو ست و ہم چناں کہ در سید الاخبار بجنسہٖ و لفظ عبارت اخبار می باشند نوشتہ بودند و تحت آں عبارتش بود و در اشتہار کلمات غایت بحال اہل سنت و جماعت بسیار و در خاتمہ نام سید برکت علی نوشتہ بود و قیمتش یک روپیہ مقرر کردہ اند۔ الحال مظہر حق مع اشتہار بہ نظرم گزشت مگر ہنوز بسبب بیماری

تحقیق کما ینبغی نگشت کہ فی الواقع مولوی محمد باقر باہتمام خود طبع می کند یا شخصے دیگر بانی آنست۔"[۲۸]

سید الاخبار

۱۸۳۷ء میں دہلی کے دوسرے اخبار کا "سید الاخبار" کے نام سے اجرا ہوا۔ اس اخبار کے مالک سید احمد خاں کے بھائی سید محمد خاں تھے۔ دہلی اردو اخبار کی طرح یہ بھی ہفتے وار ہی تھا اور دو روپے ماہوار چندہ تھا۔ اس کے اڈیٹر "مولوی عبدالغفور قانون سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے ان کا اخبار وکیلوں میں بہت مقبول تھا۔ یہ اخبار ۱۸۴۸ء تک جاری رہا"[۲۹]

مارگریٹا بارنس کو نہ جانے کس نے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا کہ سید الاخبار اردو کا پہلا اخبار تھا۔[۳۰] اس اخبار کے باب میں مولانا حالی سے زیادہ مستند راوی اور کون ہو سکتا ہے۔ مولانا نے حیات جاوید میں سید الاخبار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"سید محمد کے انتقال کے بعد سید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کسی تدبیر سے تنگی رفع ہو۔ سید الاخبار جو ان کے بھائی کا جاری کیا ہوا تھا کچھ تو اس کو ترقی دینی چاہی اور کچھ عمارات دہلی کے حالات جمع کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ سید الاخبار کا اہتمام برائے نام ایک اور شخص کے سپرد تھا۔ مگر زیادہ تر سر سید خود اس کے مضامین لکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ اخبار مدت تک جاری رہ کر بند ہو گیا۔"[۳۱]

اس عبارت میں مولانا حالی نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہے جس سے گمان بھی ہو سکے کہ سید الاخبار اردو کا پہلا اخبار تھا۔

"یہ ایک اور شخص" جن کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ہے یقیناً مولوی عبدالغفور رہی ہوں گے۔ جن کا ذکر اوپر کے اقتباس میں کیا جا چکا ہے۔

سید الاخبار کے مالک اور بانی سید محمد سرکاری ملازم تھے اور غالباً اسی وجہ سے مولوی عبدالغفور کو اڈیٹر بنا دیا گیا ہوگا۔ "مولانا سید محمد ہنگام ضلع فتحپور میں منصف تھے۔ ۱۸۴۵ء میں جب آپ ہنگام سے دسہرے کی تعطیل میں (دہلی) آئے تو یہاں اس وقت بخار کی فصل تھی۔ سید محمد کو بخار آنے لگا" اور یہی بخار مرض الموت ثابت ہوا۔[۳۲] اور عین عالم جوانی میں ان کا ۱۸۴۶ء

میں انتقال ہو گیا۔

"دم الاخوان"

اب اخبار کی ساری ذمہ داریاں سید احمد نے سنبھالیں۔ بھائی کی زندگی میں بھی سید احمد کو اس اخبار سے جو قریبی تعلق تھا اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ دلی والے سید محمد کی زندگی میں سید الاخبار کو "دم الاخوان" کہا کرتے تھے۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ دونوں بھائی سید الاخبار میں گہری دل چسپی لیتے تھے۔

سید الاخبار کی اس حیثیت سے قطع نظر کہ وہ دہلی کا دوسرا اردو اخبار تھا، اس کی اہمیت اس اعتبار سے بھی مسلم ہے کہ سید احمد خاں، جو آگے چل کر اردو اخبار نویسی کے نئے دور کا آغاز کرنے والے اور صاحب طرز اخبار نویس بننے والے تھے، ان کے لئے یہی اخبار اخبار نویسی کا پہلا مکتب تھا۔ سر عبد القادر مرحوم کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ سید احمد خاں نے سید الاخبار میں "مضامین لکھ کر اپنی اخبار نویسی کی مستقل بنیاد رکھی"۔[۳۳] سید الاخبار کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اس کی یہ خصوصیت کافی ہے۔

سید الاخبار اور مرزا غالب

غالب کے رقعات کے علاوہ مولانا حالی کی حیات جاوید اور یادگار غالب سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب اور سید احمد خاں میں گہرا دوستانہ تھا۔ سید محمد خاں سے بھی مرزا کو قلبی تعلق تھا اور اسی رشتے سے وہ سید الاخبار کو بھی بے حد عزیز رکھتے تھے۔ اپنے ایک انگریز دوست کو لکھتے ہیں کہ "... آں کہ درباره سید الاخبار داد نگارش داده اند، منتے دیگر بر من نہاده اند"۔ پھر اسی خط میں وہ فخریہ انداز سے کہتے ہیں کہ "نہاں نماند کہ نقش مطبع سید الاخبار انگیختہ طبع یکے از دوستانِ روحانی من است"۔[۳۴]

اسی سلسلہ میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سید الاخبار کے مطبع کو اس کا بھی فخر حاصل ہے کہ غالب کے اردو دیوان کا پہلا اڈیشن اسی مطبع سے شایع ہوا تھا۔ اس دیوان کے

سرورق کی عبارت یہ ہے۔

"دیوان اسد اللہ خاں بہادر غالب تخلص
مرزا نوشہ صاحب مشہور کا دہلی میں سید محمد خاں بہادر کے
لیتھوگرافک پریس میں شہر شعبان
سنہ ۱۲۵۷ ہجری مطابق ۱۸۴۱ء کو سید عبد الغفور کے
اہتمام میں چھاپا ہوا" ۳۵

اس عبارت سے گمان ہوتا ہے کہ ۱۸۴۱ء تک سید الاخبار کے چھاپے خانے کا نام مطبع سید الاخبار یا سید المطابع نہیں تھا بلکہ اُس کا نام **لیتھوگرافک پریس** تھا۔ آثار الصنادید کا پہلا اڈیشن بھی سید احمد خاں نے ۱۸۴۷ء میں اسی چھاپے خانے سے شائع کیا تھا، لیکن آثار الصنادید پر مطبع کا نام سید المطابع درج ہے۔ یہ یقینی ہے کہ ابتدائی دور میں اس چھاپے خانے کا نام لیتھوگرافک پریس ہی تھا۔ ممکن ہے کہ خود سید محمد نے اُس کا نام بدل دیا ہو، یا سید محمد کے انتقال کے بعد سید احمد خاں نے مطبع کا نام سید المطابع کر دیا ہو۔

خیر خواہ ہند اردو کا پہلا رسالہ

۱۸۳۷ء میں ہم کو ایک اردو رسالے کے اجراء کا پتہ چلتا ہے جس کا نام خیر خواہ ہند تھا اور جو مرزا پور سے شائع ہوتا تھا۔ یہ اخبار ٹائپ میں چھاپا جاتا تھا اور اس کے اڈیٹر ایک عیسائی پادری، آر، سی ماتھر تھے۔ خیر خواہ ہند شائع تو بنارس سے ہوتا تھا مگر طبع ہوتا تھا کلکتے کے بپٹسٹ مشن پریس میں۔[۳۶] قاضی عبد الغفار مرحوم کا خیال تھا کہ خیر خواہ ہند" اردو کا پہلا اخبار تھا"۔[۳۷] یہ اخبار نہیں بلکہ رسالہ تھا۔ اب تک اردو میں جو اخبار شائع ہوئے تھے خیر خواہ ہند ان سے بالکل مختلف تھا۔ اس میں خبریں نہیں بلکہ مضامین ہوتے تھے۔

کلکتے کا بپٹسٹ مشن پریس جہاں رسالہ چھپتا تھا، ہندستان کا قدیم اور مشہور چھاپا خانہ تھا جو پہلے سی رام پور میں تھا اور جہاں "مختلف ہندستانی زبانوں کی کتابیں چھپتی تھیں۔ ۱۸۱۲ء میں اس چھاپے خانے میں آگ لگ گئی اور اکثر کتابیں جل کر خاک ہو گئیں"۔[۳۸] غالباً آگ کے

اس حادثے کے بعد ہی ان لوگوں نے دوسرا چھاپا خانہ کلکتے میں قائم کیا۔

ولیم کیری نے بھی خیر خواہ ہند کا ذکر کیا ہے، لیکن سنہ اجراء نہیں لکھا ہے۔ اور اس کے بیان کے مطابق یہ امریکن "چرچ مشن سوسائٹی کا رسالہ تھا۔"[۹] اسی سلسلے میں کیری نے یہ بھی بتلایا ہے کہ دوآبے کے علاقے میں، جسے وہ "بالائی ہند" کہتا ہے، "امریکن پریس بائی ٹیرین مشنریوں نے طباعت کے کام کو بہت ترقی دی۔ مرزا پور، الہ آباد اور لدھیانے میں انھوں نے چھاپے خانے قائم کیے۔"[۴۰] لدھیانے کے چھاپے خانے کے متعلق تو اس نے لکھا ہے کہ یہ ۱۸۳۱ء میں قائم ہوا، لیکن الہ آباد اور مرزا پور کے چھاپے خانوں کے جاری ہونے کی تاریخیں اس نے نہیں لکھی ہیں۔

خیر خواہ ہند کے متعلق کیری نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ "انگریزی اور رومن ہندی" میں[۴۱] شائع ہوتا تھا۔ لیکن فارسی رسم الخط کے رسالے کا اس نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے، اگرچہ اردو خیر خواہ ہند کی ۵۰-۱۸۴۹ء کی فائلیں انڈیا آفس کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرست اخبار و رسائل سے ہم کو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خیر خواہ ہند فارسی اور لاطینی رسم الخط کے رسالے الگ الگ شایع کیے جاتے تھے۔[۴۲]

خیر خواہ ہند کے مضامین کا انتخاب

خیر خواہ ہند ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے دنوں میں بند ہو گیا اور اس کا سارا کارخانہ باغیوں نے تہس نہس کر ڈالا۔ لیکن بغاوت کے ختم ہونے کے بعد جب از سر نو انگریزی راج قائم ہوا تو خیر خواہ ہند بھی نئے سرے سے نکلنے لگا۔[۴۳]

۱۸۶۱ء میں ایک مشنری سوسائٹی نے خیر خواہ ہند کے مفید علمی مضامین کا انتخاب کتابچوں کی شکل میں شائع کیا۔ ان کے دیباچے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مضامین "خیر خواہ ہند" سے اخذ کیے گئے تھے "جو مدت تک پادری ماتھر کے اہتمام سے شائع ہوتا تھا۔"[۴۴]

لکھنؤ کے اخبارات

اردو کے ابتدائی اخبار و رسائل اور چھاپے خانوں کے لئے ہمارے پاس صرف ایک ماخذ ہے۔ اور وہ ہے اختر شہنشاہی جو ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ”اخبارات و مطابع و گلدستوں کا ذکر“ ہے اور بجا طور پر اس کو اخبار و رسائل اور چھاپے خانوں کی ڈائرکٹری کہنا چاہئے۔ اس کتاب کا مواد جمع کرنے کے سلسلے میں اُس وقت مؤلف کو جتنی زحمت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنھوں نے اخبار و رسائل کے موضوع پر کام کیا ہے۔

مؤلف اختر شہنشاہی نے اخباروں اور چھاپے خانوں کا ذکر ایک ساتھ حروف تہجی کے اعتبار سے کیا ہے۔ اس لئے بعض جگہ اس کا اندازہ لگانا دشوار ہوجاتا ہے کہ جو نام لکھا گیا ہے وہ اخبار کا نام ہے یا چھاپے خانے کا۔

اس تمہید کے بعد آپ لکھنؤ کے اخبار و رسائل اور چھاپے خانوں کی فہرست ملاحظہ کیجئے جو اختر شہنشاہی سے مرتب کی گئی ہے۔

سنہ	نام	نام مالک یا اڈیٹر	کیفیت
۱۸۴۰	جلالی	جلال الدین	یحییٰ گنج متصل مسجد مولانا حسن علی محدثؒ
۱۸۴۱	علوی	۔	مہتمم مولوی معشوق علی کسمنڈوی
۱۸۴۳	افضل المطابع	شیخ الٰہی بخش	
۱۸۴۴	میر حسن پریس	میر حسن	
۱۸۴۵	محمدی	محمد بخش خاں	
۱۸۴۵	مولائی	نظام الدین	

سنہ	نام	نام مالک	کیفیت
۱۸۴۶	حسینی	فیاض حسین خاں	
۱۸۴۶	خیالی	منشی خیالی رام	
۱۸۴۶	سنگین	منشی حفیظ اللہ	
۱۸۴۶	سید میر حسن	-	مہتمم محمد ہادی
۱۸۴۶	محمدیہ	عبداللہ حاجی ولی محمد	
۱۸۴۷	محمدی واحدی	حکیم فاخر الدین	
۱۸۴۹	مرتضوی	شیخ نصیر الدین	
"	مہدیہ	سید محمد مہدی	
۱۸۵۰	افضل المطابع	عبدالرزاق	مہتمم محمد اسماعیل

یہ چودہ ناموں کی فہرست ہے۔ ان ناموں کے سلسلے میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ یہ اخبار تھے یا چھاپے خانے۔ بعض نام اس فہرست میں ایسے ہیں جن کے متعلق رسالے یا اخبار ہونے کا گمان کیا جا سکتا ہے مثلاً جلالی، علوی یا خیالی۔

قاضی عبدالغفار صاحب مرحوم نے جلالی اور خیالی کے متعلق اخبار ہونے کا یقین ظاہر کیا ہے اور جلالی کے اڈیٹر کا نام حسن علی محشر بتلایا ہے۔[۴۵] امداد صابری صاحب نے فرمایا ہے کہ "۱۸۴۶ء میں لکھنؤ سے ایک مذہبی پرچہ جس کا نام جلالی تھا مولانا علی حسن محدث نے جاری کیا۔"[۴۶] "یہ حسن علی محشر" اور "مولانا حسن علی محدث" غالباً نہیں بلکہ یقیناً خرابی ہے مسجد مولانا حسن علی محدث"[۴۷] کی جس کے متصل "جلالی" کا دفتر یا چھاپا خانہ رہا ہوگا۔ مندرجہ بالا فہرست کے تقریباً تمام ناموں کو امداد صابری صاحب نے اخبار قرار دیا ہے۔[۴۸] جو یقیناً زیادتی ہے۔

لکھنؤ کا پہلا اخبار

گمان غالب ہے کہ جلالی بھی اخبار یا رسالہ نہیں بلکہ مطبع ہی رہا ہوگا جس کے مالک جلال الدین تھے اور اپنے نام کی مناسبت سے انھوں نے مطبع کا نام جلالی رکھا ہوگا۔ قرین قیاس یہ ہے کہ خیالی بھی اخبار نہیں بلکہ چھاپا خانہ ہی رہا ہوگا اور خیالی رام نے بھی اپنے نام کی مناسبت چھاپے خانے کا نام خیالی رکھا ہو۔ لیکن یہ بات بھی قطعیت سے نہیں کہی جا سکتی۔ ممکن ہے کہ یہ اخبار و رسالے نہیں تو گلدستے ہی رہے ہوں، جن میں اُس دور کے لکھنؤ کے شعراء کی ہم طرح غزلیں وغیرہ چھاپی جاتی رہی ہوں۔ بہر حال مندرجہ بالا فہرست کے اکثر ناموں کے متعلق ہم کوئی قطعی فیصلہ کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے۔

لکھنؤ کا پہلا اخبار جس کے وجود کا ہم کو لکھا پڑھا، اور باضابطہ ثبوت ملتا ہے وہ "لکھنؤ اخبار" ہے، جس کے اجراء کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ ۱۸۴۷ء کے اوائل میں ایک بزرگ، جن کا نام لال جی تھا، لکھنؤ اخبار شائع کرتے تھے۔ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں ایک قلمی "رجسٹر آف دی نیوز پیپرس" یعنی "بہی رسیدہ اخبارات سنہ ۱۸۴۷ء" محفوظ ہے۔ اس بہی میں پنڈت جیون رام تیواری اُن اخبار و رسائل اور دیگر متعلقہ کاغذات کا اندراج کیا کرتے تھے جو "دفتر فارسی خانہ گورنری" میں "دہلی و آگرہ و بریلی و شملہ و کلکتہ و بنارس"[۴۹] سے آتے تھے۔

اس رجسٹر میں ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۴۷ء کی تاریخ میں اور اخباروں کے ساتھ ہم کو "لکھنؤ اخبار۔ لال جی" بھی نظر آتا ہے۔ اور یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ ۲۴ اپریل ۱۸۴۷ء کو لکھنؤ اخبار موجود تھا۔

دہلی کے صادق الاخبار

دہلی سے صادق الاخبار کے نام سے شاید متعدد اخباروں کا مختلف اوقات ہی میں اجراء نہیں ہوا، بلکہ ایک ہی وقت میں دو صادق الاخبار دہلی سے شائع ہوئے ہیں۔

ایک اردو اور ایک فارسی کا نہیں، بلکہ دونوں اردو ہی کے اخبار تھے۔

مختلف محققین نے مختلف صادق الاخباروں کی نشان دہی کی ہے، جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

صادق الاخبار	۴۵-۱۸۴۴ء	مولوی عبدالرزاق[50]
"	۱۸۵۳ء	گارساں دی تاسی[51]
"	۱۸۵۴ء	اس کے گیارہ نمبر نیشنل ارکائیوز میں محفوظ ہیں[52]
"	۱۸۵۵ء	کیفی مرحوم[53] اور اختر شہنشاہی[54]
"	۱۸۵۶ء	اس کا ایک نمبر نیشنل ارکائیوز میں محفوظ ہے[55]

مولوی عبدالرزاق صاحب نے پہلے صادق الاخبار کا ذکر احسن الاخبار (فارسی، بمبئی) میں پڑھا تھا۔ احسن الاخبار نے تنکا بتا یہ لکھا تھا کہ

"صادق الاخبار کے اڈیٹر نے رفتہ رفتہ اپنے اخبار کو اردو زبان کا اخبار بنا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے فارسی زبان سے کیوں رابطہ الفت منقطع کر لیا۔ شاید اخبار کے خریداروں نے تقاضا کیا ہوگا۔"[56]

امداد صابری صاحب کے پاس صادق الاخبار کا "۷ ارلغایت ۱۴ر جنوری ۱۸۴۴ء" کا شمارہ موجود ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اخبار کم از کم ۱۸۴۴ء میں ضرور جاری ہوا ہوگا۔ نیشنل ارکائیوز کے سرکاری کاغذات میں بھی ۲۴ر اپریل ۱۸۴۷ء کی تاریخ میں ایک صادق الاخبار کا اندراج ہم کو ملتا ہے[57] جو غالباً یہی صادق الاخبار رہا ہوگا اور اسی ماخذ سے ہماری معلومات میں اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ صادق الاخبار کے اڈیٹر کا نام شیخ امداد حسین تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم ۲۴ر اپریل ۱۸۴۷ء تک یہ صادق الاخبار بقید حیات تھا۔

امداد صابری نے اس صادق الاخبار کے اڈیٹر کا نام جمال الدین بتلایا ہے[58] اور اس صادق الاخبار کا رشتہ اس صادق الاخبار سے جوڑا ہے جو بہادر شاہ کے مقدمے میں بطور ثبوت پیش کیا گیا تھا۔ ان کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ بہادر شاہ کے مقدمے میں پیش ہونے والے صادق الاخبار کا ۱۸۵۴ء میں اجرا ہوا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

دوسرے صادق الاخبار کا گارساں دی تاسی نے حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"صادق الاخبار جسے مصطفٰے خاں مصطفائی پریس کے منیجر نکالتے ہیں۔ یہ پریس پہلے لکھنؤ میں تھا، لیکن چند خاص وجوہ کی بنا پر کارخانہ وہاں بند کر دیا گیا۔ اُس کے بعد مصطفٰے خاں نے اُس کی دو نئی شاخیں ایک کانپور اور دوسری دہلی میں قائم کیں۔ یہ پرچہ دہلی سے شائع ہوتا ہے . . . "[59]

اور گارساں دی تاسی ہی کے بیان کے مطابق مصطفٰے خاں کے صادق الاخبار کا ۱۸۵۳ء میں دہلی سے اجرا ہوا۔

بظاہر یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت ہے کہ دہلی سے ایک ہی وقت میں صادق الاخبار کے نام کے دو اخبار شائع ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک صادق الاخبار کا ایک نمبر اور دوسرے کے تیرہ نمبر نیشنل ارکائیوز میں محفوظ ہیں۔ ان دونوں اخباروں پر جو تقریباً ایک ہی تاریخ کے ہیں، حسب ذیل نمبر شمار اور تاریخیں درج ہیں۔

۱۔ صادق الاخبار جلد ۳۔ نمبر ۱۲ مورخہ ۲۳ / مارچ ۱۸۵۷ء

۲۔ صادق الاخبار جلد ۲ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۹ / مارچ ۱۸۵۷ء

اب اگر حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ جنوری ۱۸۵۴ء کے پہلے ہفتے میں سب سے پہلے صادق الاخبار کا اجرا ہوا ہوگا۔ اس کے مالک و مہتمم "سید جمیل الدین خاں" تھے، اور یہ اخبار "محلہ جمیل پورہ عرف چوڑی والان" سے جاری ہوتا تھا۔

نیشنل ارکائیوز میں ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے سلسلے کی جو دستاویزیں محفوظ ہیں، اُن میں بہادر شاہ کا ایک حکم نامہ بھی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمیل الدین خاں ایک اور اخبار جاری کرنا چاہتے تھے اور بہادر شاہ نے اس کی اجازت بھی دے دی تھی۔[60] خدا جانے وہ اخبار جاری ہوا یا نہیں اور اگر جاری ہوا تو کس نام سے۔

دوسرا صادق الاخبار جس کا صرف ایک نمبر نیشنل ارکائیوز میں محفوظ ہے، اس کا اجرا جنوری ۱۸۵۶ء میں ہوا ہوگا۔ اس کے اڈیٹر، شیخ خدا بخش تھے۔ جو غالباً مالک بھی رہے ہوں گے، اخبار کے اوپری حصے میں خفی قلم سے حسب ذیل عبارت درج ہے۔

"شیخ خدا بخش صاحب ہفتاد سال منصرم اخبار صادق الاخبار دہلی"

اس صادق الاخبار کا ذکر کیفی صاحب مرحوم نے بھی کیا ہے۔ اور یہی نمبران کی نظر سے بھی گزرا تھا جو نیشنل ارکائیوز میں ہے۔ لیکن انھوں نے اس کا سنہ اجرا ۱۸۵۵ء تبلایا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو۔ مؤلف اختر شہنشاہی نے بھی ایک صادق الاخبار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سنہ اجرا ۱۸۵۵ء تبلایا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

ان دونوں صادق الاخباروں کے اقتباسات ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے باب میں پیش کئے جائیں گے۔

گل رعنا یا کریم الاخبار

مولوی کریم الدین، صاحب طبقات الشعرا نے ایک چھاپا خانہ "مطبع رفاہ عام" کے نام سے دلی میں قائم کیا تھا۔ طبقات الشعرا میں اپنا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ

"... قوانین دیوانی اور فوج داری اور اصول قوانین اور پولیٹکل اکونومی یعنی ریاست مدنی اور علم ریاضی انگریزی بہ سب تحصیل کیا۔ بعد فراغت اس تحصیل کے اسی شہر میں میں نے اپنا نکاح کیا اور اسی جائے رہنا اختیار کیا اور ایک چھاپہ خانہ واسطے چھپوانے ترجموں کے تیار کیا۔ ارادہ تھا کہ اکثر فنون کی کتابیں جو مشکل ہیں ان کو ترجمہ کر کے بہت حل ان کا حتی الوسع کر کے اسی مطبع میں چھپوایا کروں۔ ..."[۶۱]

طبقات الشعرا جس سے یہ اقتباس اخذ کیا گیا ہے، اس کا سنہ اشاعت ۱۸۴۷ء ہے۔ اس سلسلے میں مولوی کریم الدین نے کسی رسالے یا اخبار جاری کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن مولوی عبدالرزاق صاحب نے احسن الاخبار (بمبئی) کے حوالے سے لکھا ہے کہ مولوی کریم الدین نے

"... مطبع رفاہ عام قائم کیا اور ایک اخبار کریم الاخبار کے نام سے جاری کیا۔ رسالہ گل رعنا بھی اسی مطبع سے سنہ ۱۸۴۵ء میں نکلا۔"[۶۲]

مولوی عبدالرزاق صاحب نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ

"گل رعنا ہی ہندوستان کا پہلا رسالہ تھا۔۔۔ (مولوی کریم الدین نے) اپنے مکان پر ایک مشاعرے کا اعلان کیا تھا۔ ہر مہینے یا ہر دو ہفتے کے بعد مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ اور انھیں مشاعروں کا کلام گل رعنا میں چھپتا تھا۔ ۲۵ جولائی سنہ ۴۵ء کے احسن الاخبار میں یہ درج ہے کہ مطبع رفاہ عام سے مشاعرہ کا اعلان کیا گیا۔ چناں چہ ۲۸ رجادی الثانی کو محفل ارباب کمال اور مجلس اصحاب ذوق وحال نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئی۔ شعرا نے اپنی اپنی نکتہ سنجیوں سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔"[۶۳]

مولوی عبدالرزاق کے بیان کی تائید گارساں دتاسی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ اس نے ۱۸۵۴ء کے خطبے میں کہا تھا کہ

"مولوی کریم الدین نے کچھ عرصہ ہوا ایک خاص رسالہ گل رعنا"[۶۴] جاری کیا ہے۔

مولوی عبدالرزاق صاحب کا یہ خیال تو صحیح نہیں ہے کہ گل رعنا اردو کا پہلا رسالہ تھا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ گل رعنا اردو کا غالباً پہلا گلدستہ تھا، جس کو مولوی کریم الدین نے ۱۸۴۵ء میں نہیں، تو کچھ آگے چل کر جاری ضرور کیا۔

اسعد الاخبار

مئی ۱۸۴۷ء میں آگرے سے اسعد الاخبار کا اجرا ہوا۔ یہ ہفتے وار تھا اور اس کو قمرالدین صاحب کھلپی بازار سے شائع کرتے تھے۔ اس کی قیمت آٹھ آنے ماہوار علاوہ محصول ڈاک تھی۔ اس دور کے اور اخباروں کی طرح یہ اخبار بھی صاحب مطبع تھا۔ ۱۸۴۹ء میں اسی مطبع سے تفتہ کے دیوان کی پہلی جلد شائع ہوئی۔

کیفی صاحب مرحوم کی نظر سے اس اخبار کی ایک فائل گزری تھی۔[۶۵] ان کے بیان کے مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۴۸ء کی اشاعت میں مرزا حاتم علی مہر کا یہ قطعہ تاریخ درج ہے، جو انھوں نے لارڈ ڈلہوزی کے خیر مقدم میں کہا تھا۔

لارڈ ڈلہوزاست رونق بخش ہند — اے صبا در تہنیت جہت ایں مژدہ گو
مصرعہ تاریخ مقدم گفت مہر — افتخار ہند بادا انجم تو
۱۸۴۸

۲ / مارچ ۱۸۴۹ء کی اشاعت میں، مرزا غالب کی پنج آہنگ کا اشتہار ایک لمبی نظم میں درج ہے۔ یہ کتاب شاہی طبیب حکیم احسن اللہ کے توسل سے قلعہ دہلی کے مطبع سلطانی میں چھپی تھی۔

مرزا غالب کے سلسلے کی ایک خبر سنئے۔ ۱۵ / جولائی ۱۸۵۰ء کے اسعد الاخبار سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ

"ان دنوں شاہ دین پناہ نے جناب معلی القاب مرزا اسد اللہ خاں غالب کو بہ فرط عنایت اپنے حضور طلب کر کے ایک کتاب تواریخ کے لکھنے پر جو تیمور کے زمانہ سے سلطنت حال تک ہو مامور کیا اور اس کے کاتبوں کے خرچ کو بالفعل پچاس روپے مشاہرہ مقرر کر کے آئندہ انواع پرورش کا متوقع کیا اور نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ خطاب دے کر چھ پارچہ کا بیش بہا خلعت اور تین رقم جواہر عطا فرمائے۔ یقین ہے کہ تواریخ مذکور ایسی دل چسپ ہوگی کہ ہر ایک اس کے لطف عبارت سے فیضیاب ہوگا۔"[66]

معیار الشعرا

یہ ایک گلدستہ تھا، جس کا آگرے سے ۱۸۴۸ء میں اجرا ہوا۔ ماسٹر رام چندر کے فوائد الناظرین (نومبر ۱۸۴۸ء) میں اس کا حسب ذیل اشتہار شائع ہوا تھا۔

"واضح ہو کہ تفریح طبع کے واسطے پندرھویں روز مجلس مشاعرہ راقم کے مکان میں منعقد ہوتی ہے۔ چوں کہ سب اضلاع کے رئیس اس سے حظ حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا راقم کو یہ منظور ہے کہ ہر مشاعرہ کی غزلیں ایک دو ورقہ (میں) مثل اخبارات کے طبع ہوا کریں۔ اور چوں کہ بعض شعرا علم عروض و قافیہ سے کم ماہر ہوتے ہیں، اس لحاظ سے نصف آخر صفحہ میں اس کے اس کا بیان ہے (ہو) کہ خریداران اس کے علم عروض سے واقف ہو جاویں اور رفتہ رفتہ ایک تذکرہ شعرائے حال کا بسبب اس کے کہ زیر ہر غزل میں حال مختصر شاعر کا مندرج ہوگا، تیار ہو جاوے۔ اور بہ نظر رفاہ عام چاہا گیا

ماہواری، جو کہ صرف کاغذ اور چھپائی کے واسطے تھا، قیمت اس کی مقرر کی۔ ہاں اگر غزلیں زیادہ ہوں گی اور پرچہ اس قدر بڑھ جاوے کہ اس کے صرف کے واسطے وہ قیمت کافی نہ ہو تو فی ورق کچھ مناسب رقم زیادہ کرنی پڑے گی۔ اور مصرع طرح مشاعرہ آئندہ کا اُس کے اخیر میں طبع ہوگا۔ لہٰذا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جس صاحب کو اس پرچہ موسوم بہ معیار الشعرا کا خریدنا منظور ہو تو درخواست اپنی راقم کے پاس مدرسہ آگرہ میں ارسال فرما دیں اور محصول ذمہ خریدار ہوگا۔ یہ پرچہ بتاریخ ۱۲؍ نومبر روز سہ شنبہ کے طبع ہوگا۔ مورخہ ۱۱؍ نومبر ۱۸۴۸ء فقط ابوالحسن مدرس فارسی مدرسہ آگرہ۔"

ماسٹر رام چندر نے "رائے مہتمم" کے عنوان سے اس اشتہار کے نیچے لکھا تھا کہ

"حقیقت میں یہ پرچہ مسمی معیار الشعرا جو مولوی صاحب کی کوشش سے جاری ہوگا نہایت خوب ہوگا۔ اور اس علم کے درباب میں اب تک کوئی پرچہ نہیں نکلا تھا اور قیمت بھی انھوں نے نہایت کم رکھی ہے۔ . . . حقیقت یہ ہے کہ مولوی ابوالحسن صاحب مہتمم اس پرچہ کے بہت عاقل اور سنجیدہ آدمی ہیں۔ جس کسی صاحب کو اس پرچہ کی خریداری منظور ہو یا تو ایک درخواست بنام مولوی صاحب ممدوح کے مدرسہ آگرہ میں یا اس نیاز مند کے پاس بھیج دیں۔ فقط الراقم مہتمم فوائد الناظرین۔"[67]

معیار الشعرا کے سلسلے میں ہم کو مرزا غالب کا ایک خط بھی ملتا ہے، جو شیو نرائن آرام کے نام لکھا گیا تھا۔ اس خط کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ امیر مینائی نے اپنی کچھ غزلیں معیار الشعرا میں چھپنے کے لئے بھیجی تھیں لیکن اپنا پورا حال اور نام وغیرہ نہیں لکھا تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے چھاپنے سے انکار کر دیا اور معیار الشعرا میں بھی یہ بات چھاپ دی۔ مرزا غالب شیو نرائن رام کو لکھتے ہیں کہ

"اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رام پور کے یہاں تمہارا اخبار معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں۔ اب کے تمہارے معیار الشعرا میں یہ عبارت دیکھی کہ امیر شاعر غزلیں بھیجتے ہیں ہم کو جب تک اُن کا نام و نشان نہ معلوم ہوگا، اُن کے اشعار نہیں چھاپیں گے۔ سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں، امیر احمد ان کا نام ہے، امیر تخلص کرتے ہیں۔

لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں۔ ان کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔
میرا نام لے کر ان غزلوں کو چھاپ دو، یعنی غالبؔ نے یہ غزلیں ہمارے پاس بھیجی ہیں
... ایک دو ورقہ یا چہار ورقہ رام پور ان کے پاس بھیج دو اور سرنامہ پر لکھو "در
رام پور بہ دولت سرائے حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص
برسد"، اور مجھ کو اس امر کی اطلاع دو کہ رام پور تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں"[67]

اس خط سے ایک الجھن پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ منشی شیو نرائن آرام کو معیار الشعرا سے کیا تعلق تھا۔ مرزا غالبؔ نے اس کو انھیں کا اخبار بتلایا ہے۔ ممکن ہے کہ مولوی ابوالحسن صاحب اس کے صرف مہتمم رہے ہوں اور مالک شیو نرائن ہی رہے ہوں۔

گارساں دی تاسی نے ۴؍ دسمبر ۱۸۵۲ء کے خطبے میں معیار الشعرا کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"معیار الشعرا قدیم و جدید شعرا کا کلام ہے جو آگرہ سے منشی قمرالدین قمرؔ اور
گلاب خاں ہفتے میں دو بار نکالتے ہیں۔"[68]

قیاس ہے کہ یہ بھی وہی معیار الشعرا ہے، جس کو مولوی ابوالحسن صاحب نے جاری کیا تھا۔ غالباً اس گلدستہ کے ۱۸۵۲ء سے قبل کے شمارے گارساں دی تاسی تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ ورنہ وہ ان کا ذکر ضرور کرتا۔ رہا قمرالدین صاحب قمرؔ اور گلاب خاں کا معاملہ، تو ممکن ہے کہ ۱۸۵۲ء میں یا اس سے کچھ پہلے ہی معیار الشعرا کی ادارت مولوی ابوالحسن کے ہاتھوں سے منتقل ہو کر ان دونوں بزرگوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہو۔

معیار الشعرا ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد بھی جاری رہا یا بغاوت کے بعد دوبارہ شائع کیا جانے لگا۔ ۱۸۵۹ء کے "رسالہ بغاوت ہند" میں ہم کو اس کا اشتہار ملتا ہے۔ اس اشتہار میں یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ معیار الشعرا،

"خریداران مفید الخلائق کو نصف قیمت پر ملتا ہے، جو صاحب شوق
خریداری رکھتے ہوں، اپنی درخواست مطبع مفید الخلائق میں روانہ فرمائیں۔"[69]

یہ مطبع مفید الخلائق منشی شیو نرائن آرام ہی کی ملکیت تھا۔

آگرے کے کچھ اور اخبارات

اسعد الاخبار اور معیار الشعراء کے علاوہ بھی آگرے سے بہت سے سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اخبار و رسائل کا اجراء ہوا۔ ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں

سنہ اجراء	نام اخبار	نام اڈیٹر یا مالک
۱۸۴۶	صدر الاخبار	سی، فنک
۱۸۴۷	مدرسہ	" اور البشوری پرشاد
"	مطلع الاخبار	شیخ خادم علی
۱۸۴۹	اخبار الحقائق	موتی لال
"	نزہت الارواح	جواہر لال
۱۸۵۲	بدھی پرکاش	سدا سکھ
"	گورنمنٹ گزٹ	پنڈت کیسری پرشاد
۱۸۵۶	مفید الخلائق	شیو نرائن

شمالی ہند کے کچھ اور اخبارات

۵۰-۱۸۴۹ کی ایک سرکاری رپورٹ میں شمالی ہند کے چند اخبارات کے متعلق کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

سنہ	نام اخبار	نام اڈیٹر×	مقام	خریدار	نوعیت
۱۸۴۹	قطب الاخبار	—	آگرہ	۴۲	خبریں
"	مفتاح الاخبار	محبوب علی	میرٹھ	۶۸	"

سنہ	نام اخبار	نام اڈیٹر×	مقام	خریدار	نوعیت
۱۸۴۹	اخبار النواح	حکیم جواہر لال	آگرہ	۴۳	ہندوؤں کے لئے
"	باغ وبہار	سید اشرف علی	بنارس	۴۰	خبریں
"	بنارس چندودے	–	"	۴۵	"
"	مالوہ اخبار	دھرم نرائن	اندور	۱۰۸	"
۱۸۵۰	کوہ نور	منشی ہرسکھ رائے	لاہور	۲۲۷	سرکاری سرپرستی
"	دریائے نور	–	"	۱۰۰ سے زیادہ	اتوار کے دن کا اخبار
"	زائرین ہند	–	بنارس	۷۵	ہندوؤں کا اخبار
"	شملہ اخبار	مولوی عبداللہ	شملہ	۶۶	پندرہ روزہ

الہ آباد کے دو اخبار بدھی پرکاش (ہندی) اور نورالابصار (اردو) کا ذکر الگ کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ دونوں اخباروں کی "دو دو سو کاپیاں گورنمنٹ تجربتاً خریدتی ہے۔" نورالابصار کے ۷۳ خریدار تھے اور بدھی پرکاش کے ۱۵ خریدار تھے۔ اردو اخبار کے تبادلے میں سات اور ہندی اخبار کے تبادلے میں دو کاپیاں جاتی تھیں۔

دونوں اخباروں کے اڈیٹر سکھ لال تھے، جن کی انگریزی دانی، سلیس اردو اور شدہ ہندی نویسی کی رپورٹ میں تعریف کی گئی ہے۔

اسی رپورٹ سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آگرے سے آٹھ اخبارات نکل رہے تھے۔ ان کے ناموں کی تفصیل نہیں کی گئی ہے۔

بنارس کے اخبار

۱۸۴۸ء کی ایک سرکاری رپورٹ میں بنارس کے تین اخباروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

× اڈیٹروں کے نام سرکاری رپورٹ میں نہیں دئے گئے تھے جن کا اضافہ کیا گیا ہے

جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ

"بنارس سے تین ہفتہ وار اخبار شائع ہوتے ہیں ۔ ایک اردو میں اور دو دیوناگری میں"[۱]

ان کی تفصیل یہ ہے ۔

سدھاکر اخبار

"یہ اخبار دیوناگری میں شائع ہوتا ہے، لیکن زبان ہندی سے زیادہ اردو ہوتی ہے ۔ پنڈت رتن ایشور تیواری کے اہتمام سے سدھاکر پریس میں چھپتا ہے ۔ بتلایا جاتا ہے کہ ۵۰ ہندو، ۲ یورپین اور دو مسلمان اس اخبار کے خریدار ہیں ۔ قیمت ایک روپیہ ماہوار ہے، اس حساب سے اخبار کی ۲۷ روپے ماہوار آمدنی ہوتی ہے ۔ خرچ صرف پچاس روپے مہینہ ہوتا ہے ۔"[۲]

گارساں دی تاسی نے ۱۸۵۳ء میں اس اخبار کا ذکر کرتے ہوئے متذکرہ بالا رپورٹ کے برعکس اخبار کی زبان "دقیق اور سنسکرت آمیز" بتلائی ہے ۔ ممکن ہے کہ شروع میں اس کی زبان آسان رہی ہو اور آگے چل کر یہ روش بدل دی گئی ہو ۔ گارساں دی تاسی نے یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ اخبار

"انگریزی حکومت کو اچھا سمجھتا ہے ۔ پہلے اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا مگر اب صرف ہندی میں شائع ہوتا ہے ..."[۳]

گارساں دی تاسی ہی کا بیان کے مطابق شیکسپیر کے ایک ڈرامے کا ترجمہ بھی اس اخبار میں بالاقساط شائع ہوتا تھا ۔ سرکاری رپورٹ سے ہماری معلومات میں اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ ابتدائی دور میں جو مضامین اس اخبار میں شائع ہوئے تھے، ان میں سے کچھ کے عنوانات یہ ہیں ۔۔۔ امداد باہمی ۔ عام غلطیاں ۔ زراعت اور حیات انسانی پر چاند کا اثر وغیرہ

پنڈت جیون رالکھن تیواری کی "بھی اخبارات" میں سدھاکر اخبار کا اندراج

اپریل ۱۸۴۷ء کی تاریخوں میں کیا گیا ہے۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ سدھاکر اخبار ۱۸۴۷ء کے اوائل میں جاری ہوا ہوگا۔

بنارس اخبار

سرکاری رپورٹ اور "بہی اخبارات" دونوں جگہ بنارس اخبار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اجرا ۱۸۴۷ء میں ہوا اور اس کے اڈیٹر بابو رگوناتھ ٹھاٹھے تھے۔ اس اخبار کا بھی اپنا چھاپاخانہ تھا اور سدھاکر اخبار کی طرح اس کا رسم الخط بھی دیوناگری ہی تھا، لیکن زبان اس کی بھی اردو ہی ہوتی تھی۔ گارساں دی تاسی کے بیان کے مطابق بنارس اخبار کے متعلق

> "سنا جاتا ہے کہ راجہ نیپال سے (اس کو) امداد ملتی ہے، جس کی رانی بنارس میں رہتی ہے۔ بہرحال اڈیٹر جو ایک پرجوش ہندو ہے... عیسائی مشنریوں کے خلاف ہندو مذہب کی پرزور حمایت کرتا ہے۔"[۴۴]

اخبار کی قیمت ایک روپیہ ماہوار تھی۔ خریداروں کی تعداد ۵۴ تھی ــــ ۲۳ یوروپین اور ۱۲ ہندو۔

بنارس گزٹ

یہ اردو اخبار تھا، لیکن اس کے مالک بھی بنارس اخبار کے مالک بابو رگوناتھ ٹھاٹھے ہی تھے۔ اس کے خریداروں کی تعداد صرف ۲۶ تھی ــــ ۱۳ یوروپین، ۸ ہندو اور ۵ مسلمان[۴۵] اور یہ بھی بنارس اخبار پریس میں چھپتا تھا۔

مؤلف اختر شہنشاہی نے اس کا سنہ اجرا ۱۸۴۵ء بتلایا ہے[۴۶] جو ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ ۱۸۴۸ء کی سرکاری رپورٹ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

باغ و بہار

اس نام کا ایک چھاپا خانہ، بقول مؤلف اختر شہنشاہی، ۱۸۴۵ء میں بنارس میں قائم ہوا اور اس کے مالک سید اشرف علی تھے۔[۷] سرکاری رپورٹ کے مطابق باغ و بہار کے نام سے ایک اخبار بھی شائع ہوا۔[۸] گارساں دی تاسی نے بھی باغ و بہار کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ باغ و بہار اخبار کا نام

"اس نام کی مشہور کتاب کے نام پر رکھا گیا ہے۔ یہ مہاراجہ بنارس کی سرپرستی میں نکلتا ہے۔ مہاراجہ صاحب جدید ادب کے بڑے مربی ہیں اور بہت سی کتابیں انھوں نے اپنے خرچ سے چھپوائی ہیں . . ."[۹]

مراۃ العلوم

۱۸۴۹ء میں اس کا اجرا بھی بنارس سے ہوا۔ اس کے مالک بالو بھیروں پرشاد اور مہتمم شیر سنگھ تھے۔

یہ اخبار نہیں بلکہ ماہوار رسالہ تھا۔ بالو بھیروں پرشاد کے مطبع گلزار ہمیشہ بہار میں چھپتا تھا۔ مطبع بھی ۱۸۴۵ء میں قائم ہوا۔ مؤلف اختر شہنشاہی نے اخبار اور مطبع دونوں کا الگ ذکر کیا ہے۔[۱۰] لیکن گلزار ہمیشہ بہار کو اخبار یا رسالہ یا گلدستہ نہیں کہا ہے۔ امداد صابری صاحب نے گلزار ہمیشہ بہار کو گلدستہ قرار دیا ہے۔[۱۱] لیکن کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

بنارس چندرودے

یہ بنگالی زبان کا شاید پہلا اخبار تھا جس کا حدودِ بنگال کے باہر اجرا ہوا۔ اس اخبار کا نام بھی ہم کو ۱۸۴۹ء کی سرکاری رپورٹ ہی میں نظر آتا ہے۔

۱۸۵۰ء یا اس کے بعد کی رپورٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے جس سے

خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ اخبار جلد ہی بند ہو گیا ہو گا۔

۱۸۵۳ء کی رپورٹ سے ہم کو بنگلہ زبان کے ایک رسالے کے اجرا کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نام کاشی بارتا پر اکاشی کا تھا۔ اس کے اڈیٹر بابو کاشی ناتھ تھے۔ غالباً یہ پندرہ روزہ تھا۔ اس کا بھی بنارس ہی سے اجرا ہوا تھا۔

آفتاب ہند

بابو کاشی داس متر نے بنارس سے ایک ہفتے وار اردو اخبار "آفتاب ہند" کے نام سے جاری کیا۔ مولف اختر شہنشاہی نے اس اخبار کا سنہ اجرا ۱۸۵۴ء بتلایا ہے،[۸۲] لیکن دہلی یونیورسٹی لائبریری میں آفتاب ہند کی ایک فائل محفوظ ہے، اور اس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اجرا جنوری ۱۸۵۲ء میں ہوا تھا۔ اخبار کا اشتہار یہ ہے

"ضمیر منیر دقیقہ شناسان صورت و معنی پر روشن ہو کہ دریں ولا واسطے فوائد عوام اور بہبودی سکان اس دیار کے ایک اخبار مسمّی بہ آفتاب ہند بہ زبان اردو تاریخ غرہ جنوری ۱۸۵۲ء سے شہر بنارس کے مطبع کاشی پریس میں خلعت طبع سے مرتب اور حلیۂ حکمت وصنعت سے مزیّن ہوتا ہے بہ ملاحظہ اخبار کہ شامل اشتہار ہذا کے ہے حال مفصّل ظاہر ہوگا مگر حیات اور قیام اس کا رغبت خاطر ناظرین اور شفقت دلی شائقین پر منحصر۔ امید کہ صاحبان ہنر اور دولت مندانِ کرم گستر بنظر توجہ زلال اجابت سے اس نونہال گلشن خوبی کو حیات جاوید بخشیں اور رحال منظوری سے مطلع فرمادیں کہ ہر ہفتہ میں بلاناغہ ارسال خدمت ہوا کرے۔

باہتمام بابو کاشی داس متر
کے مطبع کاشی پریس شہر بنارس میں طبع ہوا
غرہ ماہ جنوری ۱۸۵۲ء

گارساں دی تاسی نے اپنے ۱۸۵۵ء کے خطبے میں آفتابِ ہند کا ذکر کرتے ہوئے غلطی سے اڈیٹر کا نام "بابو رگو ناتھ" بتلایا ہے "جو سکھوں کی تاریخ اور کئی قابل قدر تصانیف کے مصنف ہیں"۔[۸۳] بابو رگو ناتھ کا

آفتاب ہند سے نہیں بلکہ بنارس گزٹ سے تعلق تھا، جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

بابو کاشی داس متر کا یہ ہفتے وار اخبار ہر جمعرات کو عام اخباری سائز کے آٹھ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔ آفتاب ہند کا اپنا پریس نہ تھا بلکہ

"باہتمام بابو کاشی داس متر شہر بنارس محلہ گدار گھاٹ بہ مکان بابو کالی ناتھ بابو جی عرف راجا بابو کے مطبع کاشی پریس میں انتظام سے منشی درگا پرشاد کے ہر ہفتے طبع ہوتا" تھا۔

آفتاب ہند کی زبان کسی قدر عربی و فارسی آمیز ہوتی تھی۔ اس کا اندازہ اخبار کے اس اشتہار سے ہوتا ہے جو نقل کیا جا چکا ہے۔ ایک اور نمونہ دیکھیے۔ اخبار نے جب اپنی زندگی کا ایک سال پورا کیا اور دوسرے برس میں قدم رکھے تو مہتمم اخبار نے لکھا کہ

"شکر کارساز بے نیاز کہ اب عمر آفتاب ہند ایک سال کی ہوئی اور قدردانی و نظر توجہ شائقین سے پرورش ہوتی رہی گو کہ یہ باعث قلت رازقہ جسم لاغر مگر خیر خواہی میں ماہر، ظاہر ہر چند خورد سال ہے الاً علم دہر میں بے مثال اگرچہ خاموش خصال ہے، لیکن بحضور خداماں شیریں مقال۔ غرض ایک سال منقضی ہوا کہ بلا ناغہ حلیہ طبع سے مزین ہو کر حظ افزائے سائرین ہے۔"

پالیسی کے لحاظ سے آفتاب ہند اپنے زمانے کے اور اخباروں سے مختلف نہ تھا۔ انگریز اور انگریزی حکومت کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا اگر کوئی موقع ملتا تو اس کو کام میں ضرور لایا جاتا۔ کچھ انگریز شکار کے لئے نکلے ان کی گولی سے ایک ہندوستانی مرگیا۔ عدالت نے انگریز کو صرف ایک سال کی قید محض کی سزا دی۔ یہ خبر آفتاب ہند کی زبانی سنئے۔

"ایک شخص انگریز نے ایک دربان کو ضرب گولی سے ہلاک کیا و گرفتار عدالت ہوئے چناں چہ ۱۱ر جنوری سنہ حال (۱۸۵۳ء) کو مقدمہ مذکور عدالت سپریم کورٹ میں دائر ہو کر اظہارات سے گواہان کے ظاہر ہوا کہ بروز راجہ انام کے وقت مسٹر مسلی و نیوجنٹ اور سویل و والٹر یہ چار شخص انگریز بہ سواری بگی محاذی دروازہ لاکہ بابو کے پہنچ کر شکار کتہ (کتا؟) میں مشغول ہوئے اور دربان بابو موصوف مانع ہوا انھوں نے نہ مانا اور ارادہ اندر جانے کا کیا اور مع حربہ لاٹھی و بندوق مستعد زد و ضرب ہوئے لیکن وہ دربان مانع

رہی رہا۔ اس میں مسلی صاحب نے بہ غضب ہو کر بندوق چلایا اور ظالم سنگھ نامی پیادہ ضرب گولی سے مجروح ہوا اور بعد کچھ دیر کے جاں بحق ہو گیا وجملہ انگریزان گرفتار ہوئے اور مسٹر مسلی صاحب بہ حضور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر چوبیس پرگنہ کے اس طرح پر مظہر ہوئے کہ میں نے بہ ارادہ ہلاکت کے بندوق سر نہیں کیا اور ظالم سنگھ سے عداوت کچھ نہیں تھی کہ اس کو مارتا صرف واسطے حفاظت جان اپنی کے بندوق سر کیا تھا اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ گولی اس کی رانوں کے درمیان سے نکل جاوے گی مگر قضا نے خطا کیا کہ گولی اس کی ران میں اتر گئی کہ وہ مر گیا۔ صاحبان کونسلی نے سوال جواب میں کوتاہی نہیں کیا اور جوریوں کی تجویز سے مسٹر مسلی مجرم ٹھہرے جناب صاحب جج بہادر نے ان کے حق میں یہ حکم صادر فرمایا کہ تین مدعا علیہ رہائی پاویں و مسٹر مسلی صاحب ایک برس تک بلا محنت مقید رہیں اور مجرم کو یہ تسلی دی گئی کہ تم کو قید میں کچھ تکلیف نہ ہوگی سیر کتب بخوبی کیا کرو۔

"اس کو عدالت قضا ہی کہتے ہیں کہ جس میں جان رعایا جاوے اور داد خواہ داد نہ پاوے۔ ... اگر کسی ہندستانی سے ایسا جرم سرزد ہوتا تو بے شک سزا کو پہنچتا ... "[۸۴]

پنجاب کے اخبار و رسائل

پنجاب میں پہلا چھاپا خانہ ۱۸۳۶ء میں امریکن مشن کے پادریوں نے لدھیانے میں کھولا، جہاں لدھیانہ اخبار چھپتا تھا۔ اخبار اور چھاپے خانے کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ اور چھاپے خانے بھی کھلے ہوں، مگر ان کا کوئی واضح نشان ہم کو نہیں ملتا۔ لدھیانے کے چھاپے خانے کے بعد ہم کو شملے کے ایک چھاپے خانے کا پتہ چلتا ہے جہاں شملہ اخبار چھپتا تھا جو پنجاب کا پہلا اخبار تھا۔ یہ چھاپا خانہ ۱۸۴۸ء سے قبل قائم ہوا ہوگا۔ گارساں دی تاسی کے بیان کے مطابق پنجاب کے علاقے میں ۱۸۵۲ء کے آغاز میں سردھنہ، لدھیانہ، بھرت پور، امرتسر اور ملتان کے شہروں میں ایک ایک اور لاہور میں دو چھاپے خانے قائم تھے[۸۵] لیکن اسی سال یا اس کے دوسرے سال چھاپے خانوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اس سلسلے میں اخبار

کوہ نور کا ایک جملہ قابل ذکر ہے۔

"مقام لدھیانہ میں ایک مطبع نورٌ علیٰ نور قائم ہوا (ہے) پنجاب میں نور برس رہا ہے یعنی کوہ نور سے لے کر دریائے نور، ریاض نور، باغ نور، نورٌ علیٰ نور۔۔۔"[۸۶]

ان تمام مطبعوں سے انھیں ناموں کے اخبار بھی نکل رہے تھے۔

شملہ اخبار

یہ پنجاب کا پہلا اخبار تھا، جس کی زبان اردو تھی مگر رسم الخط دیوناگری تھا اور ہفتے وار شائع ہوتا تھا۔ اس کے اڈیٹر شیخ عبداللہ تھے۔ گارساں دی تاسی نے اس کا ذکر اردو اخباروں کی فہرست میں کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"اس اخبار کی زبان اردو ہے لیکن چندہ دینے والوں میں کثرت ہندوؤں کی ہے اس لئے انھیں خوش کرنے کے لئے اس کی چھپائی دیوناگری رسم الخط میں ہوتی ہے۔"[۸۷]

شملہ اخبار کا اجرا ۱۸۴۸ء سے قبل ہوا۔ کیوں کہ ۱۸۴۸ء کی ایک سرکاری رپورٹ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار کی تعریف کی گئی تھی، رسم الخط کو اگرچہ "بھونڈا" بتلایا گیا تھا۔ اسی رپورٹ سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شملہ اخبار کی صرف پچاس کاپیاں چھپتی تھیں، جن میں سے تیس کاپیاں ۲۲ ہندو اور آٹھ یورپین خریداروں کو بھیجی جاتی تھیں اور باقی بیس کاپیاں مفت بانٹی جاتی تھیں۔ خریداروں سے اخبار کی آمدنی تیس روپے ماہوار تھی (چندہ ایک روپیہ ماہوار تھا) اور اخبار کا خرچ چالیس روپے ماہانہ تھا۔[۸۸]

شملہ اور اس کے گرد و نواح کے رئیس اور راجگان اس اخبار کی سرپرستی کرتے تھے۔ لیکن اخبار زیادہ دنوں تک چل نہیں سکا۔

کوہ نور

پنجاب کے ابتدائی اخباروں میں کوہ نور کئی اعتبار سے قابل ذکر ہے۔ ایک تو یہ کہ

کوہ نور پنجاب کا پہلا اردو اخبار تھا، دوسرے یہ کہ اردو اخبار نویسی کے ابتدائی دور میں کوہ نور شمالی ہند کے اکثر اخبار نویسوں کے لئے اخبار نویسی کا مکتب بن گیا، اور تیسرے یہ کہ کوہ نور نے طویل عمر پائی۔

۱۸۵۰ء میں منشی ہرسکھ رائے نے لاہور سے کوہ نور جاری کیا جو پنجاب کے نہیں بلکہ مضافات سکندر آباد کے رہنے والے تھے۔ یوں تو اس دور کے اکثر اخبارات ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی کی آئینہ داری کیا کرتے تھے مگر اس میدان میں کوہ نور سب کے آگے آگے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پنجاب کے رجواڑے عموماً اور ''مہاراجگان کشمیر و پٹیالہ'' خصوصاً کوہ نور ''نیز اُس کے مالک کی بڑی قدر کرتے تھے'' [۹] اور یہ اسی قدردانی کا نتیجہ تھا کہ کوہ نور نے غیر معمولی ترقی کی۔ ابتداً وہ ہفتے وار تھا، لیکن جلد ہی وہ ہفتے میں دو بار اور پھر ہفتے میں تین بار شائع ہونے لگا۔

اکثر محققین نے کوہ نور کا سنہ اجراء ۱۸۴۹ء بتلایا ہے، لیکن اس کا اجراء ۱۸۵۰ء میں ہوا۔ انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں کوہ نور کے ابتدائی دور کے کچھ پرچے محفوظ ہیں۔ نمبر ۲۳ کے شمارے پر ۵ رجولائی ۱۸۵۱ء کی تاریخ درج ہے۔ نمبر اور تاریخ کی سطر کے نیچے یہ عبارت بھی ہم کو نظر آتی ہے:

''یہ اخبار ہفتے میں دو بار ہر شنبہ اور سہ شنبہ کو چھاپا جاتا ہے۔۔۔''

جس سے اگر ہم کو ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوہ نور اپنی زندگی کے پہلے ہی سال ہفتے میں دو بار شائع ہونے لگا تھا تو دوسری طرف اس کے اجراء کی صحیح تاریخ کا حساب لگانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کوہ نور کی قیمت

''بصیغہ ماہواری عہ (ڈیڑھ روپے) اور پیشگی سال تمام عہ (سولہ روپے)

اور بصیغہ مابعد سال تمام للعہ (چوبیس روپے) تھی۔''

کوہ نور کی خبروں کے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، جن سے اخبار کی زبان اور طرز تحریر کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلا اقتباس ''خبر لکھنو'' سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس خبر کا تعلق بادشاہ اودھ کی ذات سے ہے اور اس کا انداز بیان بھی شاید کمپنی بہادر کی اس پالیسی کی آئینہ داری کرتا ہے جو وہ اودھ کے باب میں اختیار کرنا چاہتی تھی۔

خبر لکھنؤ

حضرت جہاں پناہ کی شادی دختر وزیر سے ہوئی اور جلسہ دعوت کا چند روز بڑا اعظم ہوا اگرچہ ابتدا میں نواب اپنی لڑکی کی شادی کرنے سے ناراض تھا، مگر اب خوش ہے کیوں کہ اس کے اختیارات اور زیادہ ہوگئے اور چوں کہ اور بھی لڑکیاں اس کے ہیں (اس لئے) یقین ہے کہ ولی عہد کو بھی (وہ) اپنا داماد بنائے۔ یہ عروس جدید پہلے کسی اور سے منکوح تھی مگر حضرت نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور وزیر سے فرمایا کہ اگر تمہاری لڑکی بھی کام نہ آئے تو تمہاری وزارت سے کیا حاصل ...[۹۰]

اس خبر کو واقعات کی کسوٹی پر کسنا لاحاصل ہے۔

دوسرا اقتباس والی بھرت پور سے متعلق ہے، جن کے تعلقات کمپنی بہادر سے خوشگوار تھے، اور جو کوہ نور کی سرپرستی بھی کرتے تھے، اُن کا بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ نام لیا گیا ہے۔

خبر بھرت پور

ذکر فرحت افزا شادی تولد فرزند ارجمند مشکوئے دولت و اقبال جناب معلی القاب، ثریا بارگاہ، رفیع پایگاہ، حاتم دوراں، نوشیرواں زماں جناب مہاراج صاحب بہادر مہاراج برج اندر سوائے بلونت سنگھ بہادر والی بھرت پور تقریب مبارکباد زیب صفحہ اخبار ہوا تھا[۹۱]

جب نور علی نور کا اجرا ہوا اور مہتمم کوہ نور کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے بڑے دلچسپ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا

نور علی نور

ایک تنقیق مخرم کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مقام لدھیانہ میں محمد حسین نامی ایک صاحب نے ایک مطبع مسمی نور علی نور قائم کیا ہے۔ مہتمم کوہ نور اس نام کو سن کر بہت خوش ہوا۔ خدا ایش اسم بامسمی کناد۔ صاحبان مطابع ہندستان اپنے دل میں خیال کرتے ہوں گے کہ پنجاب میں خوب نور برس رہا ہے۔ یعنی کوہ نور سے لے کر دریائے نور، ریاض نور، باغ نور، نور علی نور۔ پانچ نور تو نازل ہو چکے۔ اس سے آگے اب خدا کا نور ہے۔ مگر سنا ہے کہ مقام بھیرہ میں جو مطبع (قائم) ہوا ہے اس کا نام بھی نور علی نور ہے۔ چوں کہ نام مطبع لدھیانہ ابھی مشتہر نہیں ہوا

پس واجب ہے (کہ) نورٌ علیٰ نور سے آگے بڑھ کر مہتمم لدھیانہ اپنے مطبع کا نام خدا کا نور رکھیں کہ فضل الٰہی سے وہ لازوال بھی ہے اور سب میں برتر بھی ہے۔ اور چھاونی انارکلی میں جو ایک مطبع باہتمام علی حسین نام ایک صاحب کے کھڑا ہونے والا ہے، سنا ہے کہ اس کا نام وے آئینہ سکندر رکھا چاہتے ہیں۔ ہر چند نور سے خالی وہ بھی نہیں مگر وہ سمجھ لیں کہ نورٌ علیٰ نور سے آگے خدا کا نور ہوا اور خدا کے نور سے آگے بڑھ کر کچھ ان کو تجویز کرنا چاہیے۔[۹۲]

کوہ نور کے جس نمبر میں یہ تبصرہ کیا گیا تھا، اس کے بعد کے نمبر میں بھی ہم کو نورٌ علیٰ نور کا پھر ذکر ملتا ہے، جو یہ ہے

مژدہ بنا، مطبع جدید

ہفتہ گذشتہ میں ہم نے لکھا تھا کہ مقام لدھیانہ میں ایک مطبع مسمی بہ نورٌ علیٰ نور قائم ہونے والا ہے۔ ہنوز وہ اخبار نہور مفصل کی طرف روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ قطع اشتہار بنا، مطبع موصوف بہ سبیل ڈاک مطالعہ مہتمم کوہ نور میں گذرا بمعائنہ متانت فکر اور ذہانت طبع مہتمم مطبع لفظ نورٌ علیٰ نور ورد زبان ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمت باعظمت مہتمم صاحب کو یوماً فیوماً ترقی بخشے اور ان کے اخبار اور مطبع کو نورٌ علیٰ نور فرماوے۔ لکھتے ہیں کہ اس مطبع عالی میں ہر ہفتہ ایک اخبار چھپے گا و نیز حسب اس مہتمم صاحب کتب و کاغذات بھی ہر ایک علم مروجہ ملک کے قالب طبع میں آویں گے۔[۹۳]

کوہ نور کا پست انداز تحریر

کوہ نور انتہا پسند اخبار تھا۔ اس کی دوستی اور دشمنی دونوں حدود اعتدال سے نکل جایا کرتی تھی۔ کوہ نور کے دوستانہ انداز تحریر کے کچھ نمونے درج کئے جا چکے ہیں۔ اب اس کے دوسرے رُخ کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ ہو، جو مبتذل اخبار نویسی کی حیرت ناک مثال ہے۔

"خوئے بد در طبیعتے کہ نشست ‏ ‏ نہ رود جز مرگ۔ از دست

"دیکھیے مہتمم کوہ نور نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو چند اخبار نویس اوس کے حق میں

نیش غضب ہو رہے ہیں۔ مہتمم صاحب ریاض نور نے تو بنا نقیص مطبع دریائے نور سے جو تھوڑے ہی عرصے میں خشک ہو گیا . . . شامت اعمال اپنے سیالکوٹ سے بہہ کر ملتان میں جا نکلے اور بغض و کینہ اُن کا وہاں بھی بدستور آب و تاب پر رہا۔ آخر کار گالم گلوچ تک نوبت پہنچی کر پیر مہتمم کوہ نور نے یہ سمجھ کر (کہ) گندگی میں پتھر پھینکنا اور شرافت کو دھبہ لگانا محض واہیات ہے . . . مگر جب نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جیسی بچہ چشمۂ فیض نام پیدا ہوا تو اُس نے بقول پدر رڑا باشد پسر توں بود، اُن کے ہی قدم پر قدم رکھا . . ."۹۴

کوہ نور کی زبانی ایک اور نئے اخبار کے اجراء کی خبر سنئے۔ اس کا نام نیر اعظم تھا۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوہ نور اپنے نومولود ہم عصروں کو بڑی خندہ پیشانی اور فراخ دلی سے خوش آمدید کہا کرتا تھا۔

اخبار مطبع جدید

برسید اشتہار اخبار نمبر اول مطبوعہ ۲۲ دسمبر سنہ حال (۱۸۵۴ء) روشن ہوا کہ افق وٹالہ (بٹالہ؟) میں نیر اعظم نام ایک اخبار باہتمام منشی محمد بخش صاحب پر نتر طلوع ہوا۔ روشنائی چھاپہ سے نور دیدہ اور نام نامی سے سرور سینہ بہم پہنچا۔ خداوند کریم عمر بخشے اور قدر بڑھائے۔ شکر ہے کہ اب پنجاب میں ترقی علم کے سامان تازہ بہ تازہ مہیا ہوتے جاتے ہیں

ٹیلی گراف کے تاروں کا اجراء

گذشتہ صفحوں میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ ۱۷۷۴ء ہی میں ڈاک کے نئے نظام کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی۔ یہ انتظام اگرچہ صرف سرکاری ڈاک کے لانے اور لے جانے کے لئے کیا گیا تھا، لیکن نجی خطوط بھی سرکاری ڈاک کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ ۱۸۳۷ء میں اس محکمے نے قطعی اور باضابطہ شکل اختیار کر لی۔[۹۵] اس زمانے میں ڈاک کے نرخ کے نقشے بھی درج کئے جا چکے ہیں۔ لیکن تار کا کاروبار ہندستان میں انیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں قائم ہوا۔ کلکتے آگرے اور بمبئی کے درمیان جب تار کا سلسلہ قائم ہو گیا تو آگرے سے پشاور کو بھی تار سے ملا دیا گیا۔ یہ قصہ ۱۸۵۴ء کا ہے۔ اس کی خبر کوہ نور کی زبانی سنئے۔

خبر بجلی ڈاک

بجلی کی ڈاک کا تار لاہور تک بخوبی لگ گیا اور پرانے توپ خانہ کے ایک مکان میں اس کے کارخانہ کا دفتر قائم ہوا ہے۔ غالب ہے کہ صبح و شام میں اجرا پاوے۔ اور پشاور تک بعد برسات کے جاری ہوگا۔ سب سامان مہیا ہے۔ تار کے اخبار ڈاک خانہ میں لگ رہے ہیں اور پنجاب میں بڑی دھوم ہو رہی ہے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس تار کے اوپر تھالی چلے گی۔ کوئی خیال کرتا ہے کہ تھیلی دوڑے گی۔ مگر جب دیکھتے ہیں کہ دریا کے اوپر پہونچ کر تار کناروں پر زمین میں داب دیا (گیا) ہے اور دریا کے اندر پانی میں چلا گیا ہے اور دوسرے کنارے پر پھر نکل کر کھڑے پر چڑھا (چڑھا) دیا گیا ہے (تو) ان کی عقل خبط ہو جاتی ہے کہ یہاں تھیلی تار پر کیوں کر چلے گی۔ راقم اخبار کو اس امر کی تحقیقات کا بہت خیال ہے۔ اکثر صاحب لوگوں سے دریافت کیا پر کچھ مطابقت نہیں ملی۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ فرمایا۔ ابھی کچھ معلوم نہیں ہے کہ بجلی کی ڈاک کیوں کر چلے گی۔ اور کلکتہ بمبئی کی خبر لاہور یا پشاور تک ایک ہی دن میں کیوں کر پہنچے گی۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اہالی اس کارخانے کے تماشائیوں کو داخل بالکل نہیں ہونے دیتے۔ مگر غالب ہے کہ جب لاہور میں یہ کارخانہ اجرا پاوے گا تو حال مفصل اس کا معلوم ہو جاوے گا۔ اس وقت مفصل حوالۂ قلم کیا جاوے گا۔[96]

ایک سرکاری رپورٹ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ "مہاراجگان کشمیر و پٹیالہ" کے علاوہ سرکار کمپنی بہادر کی سرپرستی بھی کوہ نور کو حاصل تھی بنا بریں کہ اس کے اجرا کے پہلے ہی سال ۱۸۵۰ء میں اس کی اشاعت ۲۷۰ تک پہنچ چکی تھی[97] اور یہ ایسی تعداد ہے جو اس زمانے کے کسی اخبار کے لئے بھی باعث فخر ہو سکتی تھی۔

کوہ نور کی انگریز پرستی کا صحیح اندازہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے سلسلے کی خبروں سے ہوتا ہے، جس کا بغاوت کے باب میں ذکر کیا جائے گا۔

۱۸۵۰ء میں کم از کم دو اور اخباروں کا پنجاب کے مختلف شہروں سے اجرا ہوا گلزار پنجاب گجرانوالے سے شائع ہوا۔ اس کے اڈیٹر منشی کنداملل تھے۔ اسی سنہ میں سیالکوٹ سے خورشید عالم

بھی شائع ہونے لگا۔ اس کے اڈیٹر منشی دیوان چند تھے۔

وکٹوریہ پیپر

یہ سیالکوٹ کا ہفتے وار اخبار تھا، اس کے مالک اور اڈیٹر رائے دیوان چند تھے۔ یہ اخبار صرف اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ اس نے طویل عمر پائی۔ اس کا اجرا ۱۸۵۳ء میں ہوا تھا۔ کیفی صاحب کے بیان کے مطابق رائے دیوان چند کے بعد ان کے بیٹے منشی گیان چند نے اخبار کی ادارت کا کام سنبھالا اور یہ اخبار ۱۹۲۵ء تک جاری رہا۔[۹۸]

مؤلف اختر شہنشاہی نے بھی سیالکوٹ کے ایک وکٹوریہ پیپر کا ذکر کیا ہے جس کا اجرا ان کے بیان کے مطابق ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ یہ روزنامہ تھا اور اس کے اڈیٹر برج لال تھے۔[۹۹] ایک ہی شہر سے دو اخبار ایک نام کے جاری ہونے کا امکان کم ہے۔ اس لئے گمان ہے کہ مؤلف اختر شہنشاہی نے اول الذکر وکٹوریہ پیپر ہی کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ ۱۸۸۰ء میں یہ ہفتے وار سے روزنامہ ہو گیا ہو۔ اور اسی مناسبت سے وہ یہ سمجھے ہوں گے کہ اس کا اجرا ۱۸۸۰ء میں ہوا ہے۔

ہمائے بے بہا

۱۸۵۳ء میں لاہور سے ہمائے بے بہا کا بھی اجرا ہوا۔ اس کے بھی اڈیٹر منشی دیوان چند ہی تھے۔ غالباً یہ وہی دیوان چند ہیں جنھوں نے سیالکوٹ میں مطبع چشمۂ فیض قائم کیا تھا اور ۱۸۵۰ء میں خورشید عالم کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا تھا۔ ہمائے بے بہا اخبار نہیں بلکہ پندرہ روزہ رسالہ تھا، جس میں علمی، ادبی اور سائنسی مضامین شائع ہوتے تھے۔

چشمۂ فیض

منشی دیوان چند نے ۱۸۵۲ء میں چشمۂ فیض کے نام سے ایک پریس لاہور میں کھولا اور ۱۸۵۳ء میں اسی نام سے ایک ہفتے وار اخبار بھی جاری کیا۔[۱۰۰]

۱۸۵۳ء میں سرکاری رپورٹ کے مطابق اخبار کی حالت بے حد گرگئی تھی لیکن "مقامی اسسٹنٹ کمشنر کی مالی امداد نے اس کو تباہی سے بچالیا۔"[۱۰۱]

مدراس کے اردو اخبار ورسائل

انیسویں صدی تک اردو کے دو مرکز تھے۔ دلی اور لکھنؤ۔ بیسویں صدی میں جدید اردو کا ایک نیا مرکز حیدر آباد بنا اور یہ مرکز ہمارے ذہن پر اس قدر چھا گیا کہ اب اردو کے سلسلے میں جب دکن کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ہمارا ذہن سابق ریاست حیدر آباد کے آگے نہیں بڑھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن کے اور علاقے جو آندھرا، تامل ناڈ اور میسور وغیرہ میں بکھرے پڑے ہیں اور جہاں کے لوگوں نے اردو کی نشوونما میں نمایاں حصہ لیا ہے، بڑی حد تک نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

مدراس شہر میں آج بھی وہاں کی آبادی کا خاصا حصہ، جو ایک ہی لکھنے میں آباد ہے، اردو بولتا ہے اور وہاں ان کو دکھنی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ان دکھنی مدراسیوں کے مخصوص محاورات جو اردو الفاظ اور اردو ترکیبوں سے بنے ہیں ہماری سمجھ میں مشکل ہی سے آتے ہیں۔ یہی بات ان کی اردو بولی کے متعلق کہی جا سکتی ہے جس کی وجہ ان کی مخصوص صوتی نشوونما ہے جو ان کے جغرافیائی ماحول سے متاثر ہوئی ہے۔ چوں کہ اردو کے علاوہ یہ لوگ تامل اور تلگو بھی بولتے ہیں اس لئے ان زبانوں کے الفاظ بھی اپنی شکل بدل کر مدراسی اردو میں شامل ہو گئے ہیں۔

دکن کے جس پہلے اردو چھاپے خانے کا ہم کو پتہ چلتا ہے وہ مدراس ہی میں انیسویں صدی کی تیسری یا چوتھی دہائی میں قائم ہوا اور اس زمانے میں مدراس کے سرکاری کالج میں اردو پڑھائی بھی جاتی تھی۔ اسی چھاپے خانے سے

"منشی شمس الدین نے ۱۸۳۶ء میں مدراس سے الف لیلیٰ کا اردو ترجمہ نکالا جس کا نام حکایات الجلیلہ ہے۔ اس میں صرف دو سو راتوں کی حکایات ہیں۔ اور مدراس کالج کے طلبا کے واسطے یہ کتاب لکھی گئی تھی ....."[۱۰۲]

یہی وہ زمانہ ہے، جب شمالی ہند میں بھی اردو کے چھاپے خانے کھولے جا رہے تھے اور اردو کے اخباروں کے اجرا کا دور شروع ہو رہا تھا۔ یہ یقیناً تعجب کی بات ہوتی اگر اردو اخباروں کے باب میں مدراس ہندستان کے اور علاقوں سے پیچھے رہتا۔

اعظم الاخبار

مدراس کا پہلا اخبار اعظم الاخبار تھا، جس کا محرم ۱۲۶۵ھ (مطابق ۱۸۴۸ء) میں اجرا ہوا۔[۱۰۳] کرناٹک کے نواب محمد غوث خاں اعظم کے تخلص کی مناسبت سے اس کا نام اعظم الاخبار رکھا گیا تھا۔ چناں چہ اسی نسبت سے نواب موصوف کا سرکاری نشان بھی اعظم الاخبار کے سرورق پر چھاپا جاتا تھا۔[۱۰۴] اور اسی سلسلے کے دو شعر بھی درج کیے جاتے تھے۔ شعر یہ تھے۔

مہرباں امیدواروں پر نہ کیوں سرکار ہو کیوں نہ رحمت کی نظر اس کی ہیں درکار ہو
اسم اعظم کا وظیفہ مطبع اعظم میں ہو نام سے جس کے یہ کاغذ اعظم الاخبار ہو

اعظم الاخبار کی کچھ فائلیں قاسم علی سجن لال (حیدر آباد) اور ڈاکٹر عبدالحق (مدراس) کی نظروں سے گذری ہیں۔ موخر الذکر بزرگ کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے دستور کے مطابق پہلے صفحے پر مقفع عبارت میں حسب ذیل اشتہار ہوتا تھا۔

"اعظم الاخبار، پنج شنبہ روز اشتہار، قیمت ایک روپیہ ماہوار، پیشگی دس روپے سال میں ایک بار، محصول ڈاک ذمے خریدار۔"

اسی ماخذ سے ہم کو اعظم الاخبار کی ایک اہم جدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

"اس اخبار میں رسم الخط کی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہر جگہ 'یا' اور 'واو مجہول' کو معروف و متمائز کیا گیا ہے اور 'مجہول یا' اور 'واو' پر اس قسم کے نشان پائے جاتے ہیں ہ، ہ، ہ، ۵، و، ۔ فارسی ترکیبیں زیادہ ہیں۔ ۔ ۔"[۱۰۵]

اعظم الاخبار کا مطبع اور دفتر تر مل کھیڑی میں تھا، جس کو اب ٹرپ لی کین کہتے ہیں۔ قاسم علی سجن لال کی وساطت سے ہم کو اعظم الاخبار کی عبارت کے چند نمونے ملتے ہیں پہلا نمونہ علماء و فقراء سے نوک جھونک ہے۔

> عجب تماشا ہے کہ اس شہر کے علماء اسمی و فقرائے اسمی کا حال تو یہ ہے کہ جن کی داجبی اور مشہور خبریں لکھنے تو بچہ سے بدتر۔ دوسرے لوگوں کا کیا حال۔ پھر اپنے کام نہیں چھوڑتے۔ مفت مخبروں سے ناخوش ہوتے ہیں۔۔۔

ایک اور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، جس سے اعظم الاخبار کے انداز فکر کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

> اس زمانہ میں اہل اسلام کے درمیان افلاس و تنگی روز افزوں رہنے کا کیا سبب ہے۔ یہی کہ لوگ کسب معاش کی عقل سے بالکل بے بہرہ ہیں۔۔۔ لکھنے پڑھنے میں جو کچھ حوصلہ پیدا ہو جائے تو کیا پوری تربیت ہو چکی۔ یا اچھی شاعری اور پوری انشاپردازی کرنے لگے تو مرد معقول بن گئے۔۔۔
>
> "نہیں بلکہ کامل تربیت سے یہ مقصد ہے کہ انسان دین و دنیا کا کام بخوبی چلانے کا حوصلہ پیدا کرے۔ دنیا خورد عقبیٰ برد کا مقصد تب ہی پورا بر آئے گا۔ اب حاصل مطلب یہی (ہے) کہ ہمارے بھائی مسلمانوں میں دینی علم کی تربیت کے ساتھ ساتھ روزی حاصل کرنے کے علوم کی تعلیم کا رواج بھی بالضرور ہونا چاہیئے۔ خصوص اس وقت پر کہ روز بہ روز تنگی معیشت کا بازار بالکل گرم رہا کرتا ہے۔"

قاسم علی سجن لال کے بیان کے مطابق اعظم الاخبار میں حسب ذیل اخباروں کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

> عمدۃ الاخبار، مدراس نیٹو ہیرلڈ، آفتاب عالم تاب، انگلش میں اینتھم جام جہاں نما وغیرہ۔[۱۰۶]

اعظم الاخبار کا سائز $7\frac{1}{2} \times 12$ انچ تھا اور ضخامت آٹھ صفحات ہوا کرتی تھی۔ اور کبھی کبھی دس صفحوں پر بھی نکلتا تھا۔

تیسیر الاخبار

مدراس سے ۱۸۴۹ء میں تیسیر الاخبار کے نام سے اردو کے ایک اور ہفتے وار کا اجرا ہوا۔ یہ ۱۳×۱۵ انچ کے بڑے سائز کے ایک ورق پر ہر سنیچر کو شائع ہوتا تھا۔ اس کے اڈیٹر حکیم عبدالباسط عشق تھے۔ قیمت پانچ آنے ماہوار یا پانچ پیسے فی اخبار تھی۔ اخبار کے پہلے صفحے پر قیمت حسب ذیل دو شعروں میں درج کی جاتی تھی۔

بے ششن و پنج ہووے گر تیسیر پانچ آنوں کی کچھ بساط نہیں
لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار سیکڑوں انبساط سے ہوں دوچار[۱۰۷]

مٹکاف کے عہد میں اخباروں کو جو بظاہر آزادی دی گئی تھی اور جس کو مٹکاف کے جانشینوں نے بھی برقرار رکھا تھا، اس کی صدائے بازگشت تیسیر الاخبار کے سرورق پر بھی ثبت رہا کرتی تھی۔

"سوانح نگاروں کی حق بیانی اور راست قلمی کو کسی قسم کا اندیشہ سنگ راہ نہ ہونے کے واسطے حکام وقت کے یہاں سے رتبہ آزادی کا ملا ہے تا اس دولت غیر مترقب کی قدر کر کے بندۂ خوشامد گو اور عبدالدرہم والدنیا نہ رہیں۔

مخبر آزاد ہیں سخن کے بیچ سوسن و سروے چمن کے بیچ"

تیسیر الاخبار میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کے علاوہ دیسی رجواڑوں کی خبریں بالخصوص نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھیں۔[۱۰۸] اخبار کا پہلا کالم قلعہ سینٹ جارج کی خبروں کے لئے مخصوص تھا۔

ہندستان کے اور اخباروں کی طرح تیسیر الاخبار کو بھی اپنے خریداروں سے عدم ادائیگی قیمت اخبار کی شکایت رہا کرتی تھی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے۔

"التماس دل حزیں وملول ہووے مقبول پیش اہل قبول"

"ہمارے کاغذ کے مشتریوں کی جناب میں التماس یہی ہے کہ بعضے صاحبان تو ماہ بہ ماہ بلاتامل قیمت تیسیر الاخبار کی پہنچا کر ممنوں فرماتے ہیں اور بعضوں پر مہینوں بلکہ

برسوں کے پیسے چڑھتے ہیں۔ پھر ہم اہتمام سے اس کے کیوں کر بار اتر سکیں گے۔
پس توجہ قدر یمانہ سے امید ہے کہ جو صاحبان اس باب میں تکاہل اور اعراض
فرماتے ہیں، سو پانچ آنوں کی کچھ بساط نہ سمجھ کے ماہواری دینے میں سستی نہ کرنا
اور تمام وکمال باقی عنایت فرما دینا تا سربراہی اس کاغذ کی بوجہ احسن ہوا کرے
اور اخبار نادرہ سے ضیافت خاص وعام کی ہوتی رہے۔

اہل تبیسر کی توجہ خاص ہو میسر ہمیں تو دور نہیں"

اُہل تبیسر کی توجہ خاص، شاید مہتمم اخبار کو میسر نہ آسکی اور ۱۸۵۲ء میں تبیسر الاخبار
بالآخر بند ہو گیا۔ اس اخبار میں جن ہم عصروں کی خبریں نقل کی جاتی تھیں، ان میں سے کچھ
کے نام یہ ہیں۔

جام جمشید، راست گفتار، سلطان الاخبار اور مظہر الاخبار۔[۱۰۹]

ڈاکٹر عبدالحق کی وساطت سے ہماری معلومات میں اتنا اور اضافہ ہوتا ہے کہ
تبیسر الاخبار کے مہتمم حکیم عبدالباسط عشق "عربی وفارسی کے علاوہ اردو اور انگریزی
میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ شعروشاعری سے بھی طبیعت کو لگاؤ تھا۔.."[۱۱۰]

آفتابِ عالم تاب

یہ بھی مدراس ہی کا اخبار تھا۔ غالباً ہفتے واری رہا ہوگا۔ اس کے سنہ اجراء
کا صحیح پتا تو نہیں چلتا لیکن ۱۸۴۹ء میں یہ یقیناً موجود تھا۔ کیوں کہ اس سال کے فوائد الناظرین
میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔[۱۱۱] گمان غالب ہے کہ ۱۸۴۹ء ہی میں اس کا اجراء
ہوا ہوگا۔

جامع الاخبار

جامع الاخبار کے مہتمم سید رحمت اللہ تھے اس کا سنہ اجراء ۱۸۵۲ء تھا اور ضخامت
آٹھ صفحات ہوا کرتی تھی۔ بہرام جنگ کے باغ (مدراس) سے ہفتے وار شائع ہوتا تھا۔

جامع الاخبار کے کچھ ابتدائی شمارے ادارۂ ادبیات اردو (حیدر آباد) کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ اس اخبار میں مدراس کونسل کی کارروائیاں، فورٹ جارج کی نوٹسیں اور احکامات بھی شائع کئے جاتے تھے۔ ممکن ہے کہ مدراس کی حکومت اس اخبار کی سرپرستی بھی کرتی رہی ہو۔

لکھنؤ کے دو اخبار

انتزاع سلطنت اودھ کے چند ہی مہینوں کے بعد لکھنؤ سے اردو کے دو اخباروں کا ۱۸۵۶ء کے وسط میں اجرا ہوا۔ ایک کا نام طلسم لکھنؤ (جولائی ۱۸۵۶ء) تھا اور دوسرے کا سحر سامری (نومبر ۱۸۵۶ء)۔ اول الذکر کے اڈیٹر مولوی محمد یعقوب انصاری فرنگی محلی تھے اور موخر الذکر کے اڈیٹر گھیر نرائن عیاش اور پنڈت بیج ناتھ تھے۔

طلسم لکھنؤ کی ایک مکمل فائل لکھنؤ میں فرنگی محل کے کتب خانے میں اور سحر سامری کی ایک ناقص فائل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لٹن لائبریری میں محفوظ ہے۔ طلسم لکھنؤ کا ایک نمبر (۱۶ دسمبر ۱۸۵۶ء) نیشنل آرکائیوز (دہلی) میں بغاوت کے کاغذات میں موجود ہے[112]۔ یہی نمبر راقم الحروف نے دیکھا ہے۔ لکھنؤ میں طلسم لکھنؤ کی جو فائل ہے وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے مل نہ سکی۔

طلسم لکھنؤ

اخبار کے پہلے صفحے کا بالائی حصہ جو اخبار کا نام لکھنے کے لئے مخصوص ہوتا تھا، گل بوٹوں سے مزین کیا جاتا تھا اور طلسم لکھنؤ کے چاروں طرف یہ چار مصرعے لکھے جاتے تھے

شکر حق کز نامۂ اخبار نو — یافت جانِ تازہ جسم لکھنؤ
گنج گوہر ہائے معنی اندروست — چشم بکشا بر طلسم لکھنؤ

اخبار کے نام کے نیچے اور تاریخ کی سطر کے اوپر حمد و نعت کے یہ دو شعر لکھے جاتے تھے

عنوانِ صحیفہ حمد حق ہے — زیبائشِ اول ورق ہے
پھر نعت ہے سید البشر کی — جس نے سچی ہمیں خبر دی

اس کے نیچے تاریخ کی سطر ہوتی اور اس طرح پورا آدھا صفحہ کھپ جاتا۔ سرورق کا باقی آدھا صفحہ دو کالموں میں بانٹ دیا جاتا۔ پہلے کالم میں اشتہار کے عنوان سے حسب ذیل عبارت درج کی جاتی۔

اس اخبار کی طبع کا ہر جمعے کو دستور ہے ؛ اور خبر کی تصحیح کا التزام تا مقدور ہے ؛ مدح و ذم کا انداز نہیں رکھا ؛ ہاں سچ کہنے سے قلم کو باز نہیں رکھا ؛ عیر قیمت ماہواری ہے ؛ سے شش ماہی۔ للعہ سالیانہ پیشگی ہے ؛ جو لوگ بعد سال تمام عنایت فرمائیں لہٰعہ مرحمت فرمائیں ؛ اگر مطبع محمدی میں خاکسار محمد یعقوب کے پاس زرِ مرقوم آئے گا ؛ انشاء اللہ تعالیٰ بروز معہود صحیفہ اخبار خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اگر درمیان میں موقوف کرنا مد نظر ہو ؛ دوسرے پرچے کی روانگی سے پہلے خبر ہو ؛ و الّا حسب دستور اخباری جاری رہے گا ؛ اور زر قیمت دینا پڑے گا ؛

اس کے نیچے "قطعہ تاریخ آغاز" اخبار ہے۔

جلوہ فرما یوسفِ معنی چو از یعقوب شد — بہر دیدارش زلیخائے جہاں در آرزوست

مصرعِ تاریخ آغازش عنایت زد رقم — گوہرِ معنی نمایاں از طلسم لکھنؤ است

اس قطعہ تاریخ کے ساتھ ہی پہلا کالم ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے کالم کی سرخی ہے "لکھنؤ" اس سرخی کے تحت مقامی حالت درج ہیں۔ لکھنؤ کی مقفی عبارت آرائی کا یہاں بھی التزام برقرار رکھا جاتا تھا۔ لیکن عبارت کی رنگینی کو نظر انداز کر کے اگر ہم کاتب کے فراہم کئے ہوئے مواد پر غور کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ طلسم لکھنؤ بھی اس دور کے اور اخباروں کی طرح گرد و پیش کے حالات سے صرف غیر مطمئن ہی نہیں تھا بلکہ نئے دور کی محکومی کو بھی تلخ حد تک محسوس کر رہا تھا۔

"لکھنؤ میں سنیچر آیا ہے، چوروں نے ہنگامہ مچایا ہے، جو سانحہ ہے عجائب ہے، آنکھ جھپکی پگڑی غائب ہے۔ شعر

میر صاحب زمانہ نازک ہے — دونوں ہاتھوں سے تھام لو دستار

"جس دن سے سلطنت نہ رہی، شہر بگڑا چوروں کی بن آئی۔ کسی میں حالت نہ رہی۔ . . . اسی اندھیر پر ایک مثل یاد آئی ہے کہ اندھے کی جورو کا خدا رکھوالا ہے۔ . . . اس نابینائی پر یہ حکومت اندھیر ہے۔ صاف اندھے کے ہاتھ میں بٹیر ہے۔ روز باتیں عجائب ہوتی ہیں . . ."[۱۱۲]

سلطنت کے باب میں بہادر شاہ اور واجد علی شاہ کے اختیارات کا ایک ہی حال تھا۔ بہادر شاہ کی سلطنت اگر قلعۂ معلی کی چار دیواری تک محدود تھی تو واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کا فرمان بھی قیصر باغ کے باہر نہ چلتا تھا۔ اگرچہ ان ہی لوگوں کے نام سے بادشاہی کی جاتی تھی، مگر دونوں جگہ با اختیار صرف صاحب رزیڈنٹ بہادر تھے، جن کے اشارے بغیر پتّا بھی نہ ہل سکتا تھا۔ اور یہ ایک ایسا راز تھا جس سے ہر شخص صرف واقف ہی نہ تھا بلکہ تلخ حد تک اس کو محسوس بھی کر رہا تھا۔

اُن تمام عیوب کے باوجود، جو انگریزوں نے واجد علی شاہ کی ذات سے منسوب کرکے مشہور کر دئے تھے۔ عوام کو ان کی ذات سے بڑی ڈھارس تھی۔ جاگیردارانہ نظام میں بادشاہ اور رعیت میں باپ بیٹے کا سا رشتہ ہوتا تھا۔ جس طرح روزانہ کی زندگی میں باپ کی کھلی بے راہ روی کے باوجود اولاد کو نہ تو باپ پر حرف گیری کی ہمت ہوتی ہے اور نہ وہ یہ پسند کرتی ہے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جائے۔ جاگیردارانہ نظام میں بادشاہ اور رعیت کا بالکل یہی معاملہ ہوتا تھا۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ واجد علی شاہ کی معزولی کے وقت سارا لکھنؤ بلکہ اودھ کا سارا علاقہ ایک اعزاخانہ بن گیا تھا۔

اودھ کے خاص و عام پر عموماً اور لکھنؤ کی آبادی پر خصوصاً واجد علی شاہ کی معزولی کے جو اثرات مترتب ہوئے ان کے نشانات ہم کو طلسم لکھنؤ میں بھی ملتے ہیں۔ لکھنؤ میں چینیا بازار کی شاہی عمارتیں جو اب ختم ہو چکی ہیں، قیصر باغ سے متصل تھیں۔ یہ عمارتیں شاہی محلات سے آباد رہا کرتی تھیں۔ واجد علی شاہ کے رخصت ہوتے ہی، کمپنی کی حکومت نے ان عمارتوں کے خالی کئے جانے کا حکم صادر کیا۔ تھوڑے دن تو آج کل میں ٹل گئے پھر "صاحب کمشنر بہادر" نے کچھ سختی سے احکام جاری کئے، حکام متعلقہ اور "منتظم شہر کے نام چٹھی لکھی"۔ حکام بالا کے احکام کی بجا آوری کرنے والے زیادہ تر سابق حکومت کے پروردہ اور نمک خوار تھے۔ چناں چہ "منتظم نے اس پر بھی محلات کو حکومت نہ جتائی۔ سوا افہام و تفہیم کے کچھ زبردستی نہ دکھائی" اور اس معاملے میں اُن کی طرف سے ڈھیل ہی رہی۔ ایک طرف "محلات نے جو حضرت (واجد علی شاہ) کی طرف سے جواب کے منتظر تھے، مکانات خالی کر دینے میں جلدی نہ فرمائی"۔ دوسری طرف منتظم شہر جو اب تک "افہام و تفہیم" سے معاملے کو ٹال رہے تھے "تاکید شدید سے مامور ہوئے"۔ بالآخر

حکام شہر نے اپنی نوکری بچانے کے لئے چینا بازار کی عمارتوں سے شاہی محلات کو "شباشب مع اسباب کے اٹھایا۔ رات کے سبب سے جو کھاٹ کباڑ باقی رہا دن کو چینی بازار کے تھانیدار کی تاکید سے اٹھا۔"

اس وقت لکھنؤ والوں کے دل پر جو گزری ہوگی، اُس کا طلسم لکھنؤ کے ان جملوں سے کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

"... زمانہ کی گردش نے عجب ویرانی دکھائی۔ تمام خلق کو رقت تھی۔ بےچیرانی دیکھ کر حسرت تھی۔ دیکھنے والوں کا دل کڑھتا تھا مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ایک دوسرے کا منھ تکتا، روتا، بلکتا تھا..."[114]

اس جگہ غالباً اس کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ واجد علی شاہ کی معزولی کے وقت کمپنی بہادر کی حکومت نے شاہی خاندان کے افراد سے اور سلطنت اودھ کے متوسلین سے وعدہ کیا تھا کہ انقلاب سلطنت کا ان پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ یہ وعدہ جس طرح پورا کیا گیا، اس کی مثال ہم دیکھ چکے ہیں۔ طلسم لکھنؤ کے اس بیان کی لارڈ اِسٹین لی کے ایک مراسلے سے بھی تائید ہوتی ہے، جس میں اودھ کے شاہی خاندان اور سابق متوسلین حکومت کا حال لکھتے ہوئے، انھوں نے اس کا اعتراف کیا تھا کہ

"شاہی خاندان کے لوگوں اور وظیفہ داروں کے ساتھ بےتمیزی کا برتاؤ کیا گیا۔ وظائف روک دیئے جانے سے ان کا حال پتلا ہو گیا۔.."[115]

واجد علی شاہ نے معزولی کی دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس صریح ناانصافی اور ظلم کے خلاف لندن جا کر اپیل کرنے کے ارادے سے انھوں نے کلکتے کا سفر اختیار کیا لیکن اُن کے 'ہمدردوں' نے ان کو کلکتے سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ بالآخر ان کی بوڑھی ماں اور ولی عہد اس سفر پر روانہ ہوئے۔ اس کا کچھ حال طلسم لکھنؤ کی زبانی سنئے۔ ایک ایک لفظ سے دردمندی کی دبی ہوئی چیخیں سنائی دے رہی ہیں۔

"عجب ناسازی بخت کی ہے کہ حضرت ظل سبحانی (واجد علی شاہ) نے بیکسوں کی تباہی پر، بگڑی بادشاہی پر رحم کھا کے جرأتھا کے لندن کا عزم بالجزم فرمایا۔ بعضے بزرگوں نے کلکتے سے

بڑھنے نہ دیا، سمجھایا، مجبور جناب عالیہ متعالیہ (والدہ واجد علی شاہ) ابتدائے سفر گوارا کر کے مع مرزا اسکندر حشمت بہادر اور مرزا ولی عہد بہادر لندن کو تشریف فرما ہوئیں۔ یہاں بدخواہوں کی بن آئی۔ اُنھی کے حق میں (لندن جانے والوں کے حق میں) بدگمانیاں کیا کیا ہوئیں۔ مطلب یہ کہ باہم رنج و ملال ہو۔ پھر سلطنت کا نہ انتقال ہو. . . ."[116]

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انتزاع سلطنت اودھ کے بعد واجد علی شاہ لکھنؤ چھوڑ کے کلکتے چلے گئے تاکہ اپنے معاملے میں باضابطہ پیروی کریں۔

"چناں چہ کلکتے میں کام نہ نکلا تو انگلستان کا قصد کیا مگر اطبا نے بحری سفر کو بادشاہ کے لئے مضر تصور کیا اور مشیروں نے روکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود بادشاہ تو کلکتے ہی میں ٹھہر گئے مگر اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ ولی عہد کو انگلستان روانہ کیا۔ - - - -

"بادشاہ کلکتے میں تھے۔ ان کا خاندان لندن میں تھا اور معاملہ زیر غور تھا کہ یکایک کارتوسوں کے جھگڑوں اور گورنمنٹ کی ضد نے . . . غدر پیدا کر دیا. . . . .

. . . لندن میں ان کا (واجد علی شاہ کا) جو مقدمہ پیش تھا وہ اس بنا پر ملتوی کر دیا گیا کہ جس ملک کے لئے یہ دعویٰ ہے وہ اب ہمارے قبضے ہی میں نہیں. . . .

. . . لکھنؤ کا غدر (جب) فرو ہو گیا اور مسیح الدین خاں نے جو لندن میں بادشاہ کے مختار عام تھے پھر اپنا دعویٰ پیش کیا۔ انھیں بادی النظر میں کامیابی اور استردادِ سلطنت کی پوری امید تھی مگر بدقسمتی سے ان لوگوں میں، جو قلعے میں بادشاہ کے مشیر اور مصاحب تھے، . . . . .، خواہ کسی بیرونی تحریک سے یا خود اپنے نفع کے خیال سے ایک سازش ہوئی۔ اُن لوگوں نے خیال کیا کہ اگر مسیح الدین خاں مقدمہ جیت گئے تو ہمارا بازار سرد پڑ جائے گا اور وہی وہ رہ جائیں گے۔ لہٰذا سب نے بادشاہ کو سمجھایا کہ جہاں پناہ بھلا کبھی کسی نے ملک لے کے دیا ہے؟ مسیح الدین خاں نے حضور کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ ہونا ہوانا کچھ نہیں ہے اور جہاں پناہ مفت میں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ . . . .

". . . مصاحبوں نے جب بار بار یہ تجویز پیش کی تو (واجد علی شاہ نے) بلا تکلف حضور وائسرائے کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ مجھے سرکار انگریزی کی مجوزہ ماہوار لینا منظور ہے، لہٰذا میری اس

وقت تک کی تنخواہ دی جائے اور مقدمہ جو لندن میں دائر ہے خارج کیا جائے۔"

اس کے جواب میں گورنر جنرل نے لکھا کہ

"اب آپ کو اول تو گذشتہ ایام کی ماہوار نہ دی جائے گی۔ صرف اسی وقت سے ماہوار جاری ہوگی۔ دوسرے فقط بارہ لاکھ روپے سالانہ دیئے جائیں گے اور جو تین لاکھ روپے سالانہ آپ کے ملازمین کے لئے تجویز کئے گئے تھے، اب ان کے دینے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔"[۱۷]

سحرِ سامری

طلسم لکھنؤ کا پہلا نمبر شائع ہونے کے تقریباً پانچ مہینے بعد ۷ ارنومبر ۱۸۵۶ء کو لکھنؤ سے ایک اور ہفتے وار اردو اخبار سحر سامری کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے اڈیٹر گھیر نرائن عیاش اور پنڈت بیج ناتھ تھے۔

مواد اور انداز بیان کے اعتبار سے سحر سامری اپنے ہم عصر طلسم لکھنؤ سے مختلف نہ تھا۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کے لکھنؤ کے تمام حالات بیان کرتے ہوئے سحر سامری لکھتا ہے کہ

"ان دنوں غلّہ کی گرانی ہے، گرانیٔ خاطر کی ارزانی ہے۔ اس قدر مہنگا اناج ہے (کہ) اسپائے فلک بھی دانے کو محتاج ہے۔ فاقہ کشوں کی برق آہ شرربار سے خرمنِ ماہ جل گیا۔ گردہ نان خورشید لشکر غم کے پاؤں کے نیچے کچل گیا۔ جو رفاقہ سے افاقت نہیں۔ بے معاشی نے ہر قماش کے آدمی کا اطمینان کھو دیا۔ جس نادان و دانا نے حال بربادی سنا رو دیا۔ ایک تو معاش نہیں جائے تلاش نہیں۔ دوسرے وفورِ غم سے گندمی رنگ ہر بشر نیلا ہوا۔ گویا مفلسی میں آٹا گیلا ہوا۔۔۔۔ خونِ دل بجائے شراب ہے۔ لختِ جگر کباب ہے۔ بدحواسی سے زوالِ اعتدالِ مزاج ہوا۔ ہر غریب و مسکین روٹی کے ٹکڑے کو محتاج ہوا۔۔۔۔ چکنی چپڑی باتوں سے تدبیر نہیں چلتی۔ بہت سر پٹکتے ہیں دال نہیں گلتی۔ حاکم اس طرف عنان توجہ پھیرتا نہیں۔ بس کیا کریں کہ اکیلا چنا بھاڑ پھوڑتا نہیں۔"[۱۸]

ایک دوسری خبر سنئے جس کا لارڈ ڈلہوزی کی ذات سے تعلق ہے۔ یہ خبر اپنے انداز بیان کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے اور اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

"لارڈ ڈلہوزی

"اخبار موردہ لندن سے مبرہن ہوا کہ لارڈ ڈلہوزی خیر خواہ ہند، ترقی طلب سرکار کمپنی انگریز بہادر مبتلائے رنج و محن ہوا۔ یعنی پشت راہوار سے گر کر مانند تیمور لنگ ہوا۔ بے راہ چلنے سے دل تنگ ہوا۔ مہتمم گلشن نو بہار فرماتے ہیں کہ شاید دود آہ دل درویشان ہند کا یہ اثر ہے۔ بمنزلہ زہر ہلاہل قند مکرر ہے۔ لیکن زہے نصیب کہ زیادہ عروج پایا، یعنی ان دنوں وزیر مہمات کا عہدہ ہاتھ آیا۔ خدا معلوم کہ آئندہ کیا مرتبہ حاصل ہو۔۔۔ پیغام دل آزاری ہے کہ لارڈ ڈل ہوزی کو (ہندستان کا گورنر جنرل بننے کی) ہوس دوبارہ ہوئی۔ یہ تجویز آشکارا ہوئی کہ خرمہرہ ہائے باقی ماندہ بنگالہ و ہند آ کے بکھر چنے۔ ہر ایک مالدار و تونگر محتاج ہو کر اپنا سر دھنے۔ اس حسنِ نیت سے ارباب پارلیمنٹ کے حضور میں سوال دیا۔۔۔ اور انھوں نے نیک کرداری سمجھ کر منظور کیا۔ کس واسطے کہ ہندستان میں ابھی دو چار ریاستیں باقی ہیں اور وہ اس شکار بازی میں نامور مشاقی ہیں۔ جس وقت اُن ریاستوں کا (لارڈ ڈلہوزی کو) خیال آتا ہے ان کے دل میں ضبط نہ ہونے سے سخت ملال آتا ہے۔۔۔۔۔"[119]

مخزن الاخبار

سحر سامری کے اوراق لکھنؤ کے ایک اور اخبار کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس کا نام مخزن الاخبار تھا۔ مولوی غلام رسول ضیاؔ نے اس اخبار کا قطعہ تاریخ کہا تھا، جو سحر سامری میں بھی نقل کیا گیا تھا۔

جلوہ آرائے لکھنؤ گردید مطبع تازہ و جواہر کار
عیسوی سال گفت فکر ضیاؔ طبع گردید مخزن الاخبار

اس اخبار کے مزید حالات معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مؤلف اختر شہنشاہی نے بھی مخزن الاخبار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ گمان غالب ہے کہ نومبر یا دسمبر ۱۸۵۶ء میں اس اخبار کا اجرا ہوا ہوگا۔

تاج الاخبار

سحر سامری ہی کے ایک پرچے میں ہم کو تاج الاخبار کا اشتہار ملتا ہے، جس کا نام "قدر قدرت شاہ جم جاہ ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنۃ نے اپنی زبان قدسی ترجمان سے تاج الاخبار فرمایا" تھا۔ اور جس کو "بندہ سراپا عصیاں محمد عبداللہ خاں (نے) بایماو ارشاد کپتان والائیاں سرفراز الدولہ دلدار علی خاں بہادر دام اقبالہ کے جاری" کیا تھا۔[120]

سحر سامری کی عبارت سے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ تاج الاخبار لکھنؤ کا اخبار تھا یا دلی کا یا کسی اور شہر کا۔ بہرحال ۱۸۵۷ء کے فروری یا مارچ میں اس کا اجرا ہوا ہوگا۔

۱۱

دہلی کالج اور اس کے اخبار و رسائل

"اگر میں کالج میں نہ پڑھا ہوتا تو مولوی ہوتا، تنگ خیال، متعصب، اکھل کھرا، اپنے نفس کے احتساب سے فارغ، دوسروں کے عیوب کا متجسس، بر خود غلط،... تقاضائے وقت سے اندھا بہرا، صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ فَھُمْ لَا یَرجِعُون ہوتا۔"

ڈپٹی نذیر احمد

"دلی کالج کے تصور کے ساتھ" بقول آل احمد سرور "کتنے تصورات وابستہ ہیں۔ جب ہماری مشرقی تہذیب کے سورج کی ڈوبتی کرنیں افق پر جھلملا رہی تھیں تو یہاں انگریزی تعلیم کی ایک شمع روشن کی گئی۔" یہی کالج آگے چل کر مغربی علوم اور مغربی خیالات کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز اور ہماری نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے ان نوخیز پودوں کی آب یاری کا بڑا منبع بن گیا، جن کی فورٹ ولیم کالج نے تخم ریزی کی تھی۔ دلی کالج نے وقت کے شدید تقاضوں کو جس حد تک پورا کیا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کالج کے فارغ التحصیل طالب علموں میں مورخ، سائنسداں، ادیب نقاد، ریاضی داں اور ایسے اخبار نویس بھی نکلے جو اردو اخبار نویسی کے سابقون الاولون میں گنے جاتے ہیں۔

یہ کالج ۱۸۲۵ء میں مشرقی علوم کی ایک قدیم درسگاہ مدرسہ غازی الدین کی پرانی بنیادوں پر قائم کیا گیا۔ کمپنی انگریز بہادر کی سرکار دولت مدار نے بھی پانچ سو روپے ماہوار کا خسروانہ عطیہ اس کالج کے لئے منظور کیا۔

نصیرالدین حیدر بادشاہ اودھ کے وزیر نواب اعتماد الدولہ سید فضل علی نے، جو دلی کے قدیم باشندے تھے، دلی کالج قائم ہونے کے چار سال بعد ۱۸۲۹ء میں، ہندستانی علم دوستی کی روایات کے عین مطابق، ایک لاکھ ستر ہزار روپے کا گراں قدر عطیہ اس

کالج کو عطا کیا۔ یہ رقم ایسٹ انڈیا کمپنی کی امانت میں دیتے ہوئے انھوں نے وصیت نامے میں لکھا کہ

"میں ایک لاکھ ستّر ہزار کی رقم نیک نیتی سے اس کالج کی امداد کے واسطے برٹش گورنمنٹ کی تحویل میں چھوڑتا ہوں جو نواب غازی الدین خاں مرحوم نے میرے وطن دہلی میں عربی اور فارسی علوم کی ترقی کے واسطے قائم کیا تھا، جو میرے مذہبی علوم ہیں اور اخلاق کے سرچشمہ ہیں۔ اور میں وصیت کرتا ہوں کہ رقم موقوفہ کا نفع ان علوم کے طلبا اور اساتذہ پر صرف کیا جائے" [۲]

اس وصیت نامے کی ایک بات قابلِ لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ واقف نے اپنے مذہبی علوم کی فہرست میں اردو کا ذکر نہیں کیا تھا، اگرچہ اردو ہی اس کالج میں ذریعۂ تعلیم تھی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک غریب اردو پر مسلمانوں کی زبان ہونے کی تہمت نہیں لگائی گئی تھی۔ بہرحال سید فضل علی کے اس گراں قدر عطیے سے دلی کالج کی قسمت چمک اٹھی۔ اس کے مقابلے میں حکومت کے پانچ سو روپے ماہوار کی رقم کتنی بے حقیقت اور مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔

مغربی علوم اور مغربی خیالات کی اشاعت سے قطعِ نظر اس کالج کے اخبار و رسائل نے ہندستانی زبان میں ادبی صحافت (لٹریری جرنلزم) کا کچّی سنگ بنیاد رکھا، جو ہماری موضوع کی ایک اہم شاخ ہے۔ اس سلسلے میں دلی کالج سے براہِ راست یا بالواسطہ قران السعدین (۱۸۴۵ء) فوائد الناظرین (۱۸۴۵ء) اور محبِ ہند (۱۸۴۷ء) کا اجرا ہوا۔ دلی کالج کی صحافتی خدمات کا ذکر کرنے سے پہلے اُس پس منظر کا جائزہ لے لینا ضروری ہے جو اس کالج کے قیام کا محرک تھا، جہاں سے ان اخبار و رسائل کا اجرا ہوا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی تعلیمی پالیسی

ہندستانیوں کی تعلیم کے متعلق لارڈ منٹو نے ۶ مارچ ۱۸۱۱ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا، جس میں کمپنی کے دورِ حکومت

میں ہندستان کے علمی اور ادبی زوال کا رونا روتے ہوئے انھوں نے لکھا تھا کہ "عام طور پر کہا جاتا ہے باشندگان ہند کی علمی اور ادبی زندگی میں تیزی سے زوال آرہا ہے" اور اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے انھوں نے اپنے تجربے کی بنا پر اتنا اضافہ بھی کیا تھا کہ "پڑھے لکھے لوگوں کی صرف گنتی ہی نہیں کم ہو رہی ہے بلکہ وہ لوگ جو آج بھی تحصیل علم میں مشغول ہیں ان کے علم کا دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔ مخصوص مذہبی عقائد کی تعلیم کے علاوہ علم کی کسی اور شاخ کی تعلیم سرے سے مفقود ہے..."[۳۷] اور اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اہل ملک کی ذہنیتیں روز بروز مجرمانہ ہوتی جارہی ہیں۔

اس عرض داشت سے متاثر ہوکر کمپنی کے ڈائرکٹروں نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جس نے ایک بل مرتب کرکے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے بعد پورے "انڈین امپائر" کے طول وعرض میں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ایک لاکھ سالانہ کی رقم برطانوی پارلیمنٹ نے منظور کی۔ ع

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

۱۷۵۷ء سے ۱۸۱۴ء تک کوئی سرسٹھ برس ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں یہ پہلی رقم تھی جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں مقبوضہ علاقے کے باشندوں کی تعلیم کے مد میں منظور کی گئی تھی۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد مرشدآباد، ڈھاکہ اور دوسرے شہروں میں جو لوٹ ہوئی اور جس کے بعد ہی لوٹ کا خالص ہندستانی لفظ انگریزی لغت میں داخل ہوگیا، اس بے حساب لوٹ سے قطع نظر، کمپنی کی سالانہ آمدنی ۱۷۷۲ء میں کلائیو کے الفاظ میں یہ تھی:۔

"کمپنی نے ایک سلطنت حاصل کرلی ہے، جو فرانس اور روس کے علاوہ یورپ کے ہر ملک سے بڑی ہے اس کو چالیس لاکھ پونڈ محاصل سے اور اسی قدر تجارت سے ملتے ہیں۔"[۴]

کلائیو نے یہ رقم جو بتلائی تھی وہ سارے اخراجات کے بعد خالص منافع کی رقم تھی۔ اس وقت ڈھائی شلنگ ایک روپے کے برابر ہوتے تھے اور اس طرح پونڈ کی قیمت آٹھ روپے کے برابر ہوتی تھی۔ اس حساب سے محاصل اور تجارت سے ایسٹ انڈیا کمپنی

کو چھ کروڑ چالیس لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ پھر اس رقم میں سال بہ سال اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۸۱۴ء میں جب ہندستانیوں کے تعلیم کی مد میں ایک لاکھ کی رقم منظور کی گئی تھی اس وقت یقیناً کمپنی کی آمدنی اس سے بہت زیادہ رہی ہوگی۔

ہندستانیوں کی کم نصیبی کی داد دیجئے کہ یہ رقم بھی دس سال تک نقش ونگار طاق نسیان بنی رہی۔ ۱۸۲۳ء میں دو نیک دل انگریزوں نے ایک متفقہ یادداشت پھر کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے منٹو کی ۱۸۱۱ء کی یادداشت کا اعادہ کیا اور اس پر یہ بھی اضافہ کیا کہ

"انصاف یہ ہے کہ ہم نے دیسیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیے ہیں۔ ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کی تعلیمی ترقی کی ہمت افزائی کے تمام ذرائع ہٹا لئے ہیں، بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم کے گم ہو جانے اور پہلے لوگوں کی ذہانت کی پیداوار کے فراموش ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس الزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیئے۔"[۵]

اس عرض داشت کو دیکھ کر بورڈ آف ڈائرکٹرس کو ایک لاکھ کی بھولی ہوئی رقم پھر یاد آئی اور اسی رقم سے پانچ سو روپے ماہوار دلی کالج کو بھی عطا ہوئے جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

۱۸۲۸ء میں انگریزی جماعت کا دلی کالج میں اضافہ کیا گیا، اگرچہ اس وقت تک ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دینے کے اصول کو کمپنی کی حکومت نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس اقدام کا ذمے دار چارلس میٹکاف تھا جو اس وقت دلی کا رزیڈنٹ کمشنر تھا۔[۶] انگریزی جماعتوں کے طالب علموں کی تعداد ۱۸۳۴ء میں ۳۰۰ تھی۔ سرکاری رپورٹ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر جب وظائف بند کر دیے گئے تو طالب علموں کی تعداد گھٹ گئی۔[۷]

میکالے کا تعلیمی نظریہ

انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی شروع ہونے سے پہلے ہی ہندستانیوں کے متوسط طبقے نے رام موہن رائے کی سرکردگی میں اس کا مطالبہ شروع کر دیا تھا کہ ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دی جائے اور انگریزی زبان ہی ذریعہ تعلیم ہو۔ حکومت ہند کی کونسل کا ممبر قانون میکالے

رام موہن رائے کا ہم خیال تھا، اگرچہ دونوں کے پیش نظر انگریزی تعلیم کے فوائد بالکل مختلف بلکہ متضاد تھے۔ حکمران طبقے میں ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دینے کے مخالفوں کی اکثریت تھی۔ ان کی دلیل بالکل سیدھی سادھی تھی کہ "امریکہ میں کالج اور درس گاہیں قائم کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی طرح . . . ہندستان میں بھی ہمارے مفاد پر پانی پھر جائے گا۔ جو ہندستانی بھی تعلیم حاصل کرنے کا خواہش مند ہو، انگلستان چلا جائے۔"[۸]

۱۸۳۳ء میں حکومت ہند نے ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دینے کی پالیسی بنائی۔ اس سلسلے میں پہلے ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا گیا، جس کا صدر مے کالے تھا۔ جب اس فیصلے کا وقت آیا کہ ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دی جائے یا نہیں؟ تو کمیشن برابر کے دو گرہوں میں بٹ گیا۔ اس موقعے پر مے کالے نے انگریزی تعلیم کے موافقین کی حمایت میں ووٹ دے کر یہ طے کر دیا کہ ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دی جائے۔

مے کالے کے اس تعلیمی اقدام کو ہندستان میں جس قدر سراہا گیا ہے، شاید نہیں بلکہ یقیناً، کسی اور انگریز کے کسی اقدام کو اس قدر نہ سراہا گیا ہوگا۔ یہ اقدام یقیناً ترقی پسندانہ تھا۔ مغربی علوم اور مغربی خیالات جو اب تک چھپ چھپ کر چور دروازوں سے ہندستان میں داخل ہو رہے تھے ان کے لئے اب باقاعدہ ایک دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ لیکن انگریزی حکومت کے اس فیصلے کو ہم اسی حد تک ترقی پسندانہ کہہ سکتے ہیں، جس حد تک برطانوی تسلط کے اور فیوض و برکات، مثلاً ریل، ڈاک اور تار وغیرہ کے ہندستان میں روشناس کئے جانے کو ہم ترقی پسندانہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ کھلا ہوا راز ہے کہ برطانوی حکومت نے ریل ڈاک اور تار وغیرہ کو ہندستانیوں کی فلاح و بہبود اور ہندستان کو ترقی یافتہ بنانے کے خیال سے نہیں بلکہ اپنی فوجی، انتظامی اور تجارتی ضرورتوں سے مجبور ہو کر روشناس کیا تھا۔ بالکل یہی معاملہ انگریزی تعلیم کا بھی تھا۔ مے کالے کے اس تاریخی فیصلے کی پشت پر ایک نہیں بلکہ متعدد محرکات کام کر رہے تھے۔ ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ ہندستان میں انگریزی اقتدار جس تیزی سے وسعت و گیرائی حاصل کر رہا تھا اس سے بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا تھا کہ آنے والے بیس پچیس برسوں میں پورے ہندستان کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں آنے والی تھی

اس وقت اتنے بڑے ملک کا انتظام کرنے کے لئے جتنے منشیوں اور کلرکوں کی ضرورت ہوگی ان کو انگلستان سے لانا نامناسب ہی نہیں بلکہ غیر دانش مندانہ بھی ہوگا۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ ہندستانی کلرک سستے داموں پر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور اس کا دوسرا بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہندستانیوں کو کلرکی کی نوکری دینے کے بعد ملک کے پڑھے لکھے طبقے کے اندر سیاسی بے اطمینانی پیدا ہونے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔

اس تعلیمی اقدام کا دوسرا اور سب سے بڑا مقصد خود میکالے کے الفاظ میں ہندستانیوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا تھا جو "رنگ و نسل کے اعتبار سے تو ہندستانی ہو مگر فکر و مذاق و دل و دماغ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"[۹] کسی قوم کے ساتھ شاید اس سے زیادہ اور کوئی بے رحمی نہیں برتی جا سکتی کہ اس کے فکر و خیال اور دل و دماغ پر چھاپہ مار کر اس حد تک اس کو مسخ کر دیا جائے جس حد تک ہندستانیوں کے دل و دماغ اور فکر و مذاق کو میکالے مسخ کر دینا چاہتا تھا۔

میکالے ایک اچھا انگریز ہونے کے ساتھ ساتھ نیک دل عیسائی بھی تھا، جسے انگریزی عیسوی اصطلاح میں "گڈ کرسچین" کہتے ہیں۔ اس کی تعلیمی اسکیم کے ایک اہم پہلو کا تعلق اس کی سیرت کے اس رخ سے بھی تھا، جس کو اس نے صرف اپنے باپ پر ظاہر کیا تھا۔ اس نے ایک خط میں اپنے باپ کو لکھا کہ

> "انگریزی تعلیم کا ہندوؤں پر بہت زیادہ اثر ہے۔ کوئی ہندو جو انگریزی داں ہے کبھی سچائی کے ساتھ اپنے مذہب پر قائم نہیں رہتا۔ کچھ لوگ مصلحتاً ہندو رہتے ہیں مگر اکثر یا تو موحد ہو جاتے ہیں یا عیسائی مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ میرا تو پختہ عقیدہ ہے کہ ہماری اسکیم پر اگر پورا عمل درآمد کیا گیا تو بنگال میں ایک بھی ہندو نظر نہ آئے گا۔"[۱۰]

عیسائیت کی تبلیغ اور ہندستانی کھوپڑی کے سانچے میں انگریزی ذہن ڈھالنے کی جو اسکیم میکالے نے مرتب کی تھی، ہندستانیوں کے ذہن رساں نے شاید اس کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔ شیخ قلندر بخش جرأت (متوفی ۱۲۲۵ھ) جو میکالے کی اس تخلیق کے منظر عام پر آنے سے بیس پچیس برس پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر چکے تھے، انھوں نے ان چار مصرعوں میں بنگال کی حالت کا دردمندی کے ساتھ رونا روتے ہوئے کیا اسی حقیقت کی طرف اشارہ

نہیں کیا تھا؟ ؎

کہیے نہ انھیں اب امیر اور نہ وزیر
انگریزوں کے ہاتھ ہیں قفس میں اسیر
جو کچھ وہ پڑھائیں سو یہ منہ سے بولیں
بنگالے کی مینا ہیں پورب کے اسیر

اس تعلیمی اسکیم کا ایک اور نتیجہ نکلا جس کی طرف نور اللہ اور ناتک نے اشارہ کیا ہے اور وہ یہ تھا کہ "ہر وہ شخص جو انگریزی اسکولوں میں تعلیم پاتا، ذہنی اعتبار سے اس کا رشتہ اپنے ہم وطنوں سے ٹوٹ جاتا۔ چناں چہ انگریزی دانوں کا ایک الگ طبقہ بن گیا جن کو عوام الناس سے جو انگریزی سے نابلد تھے قطعاً ہمدردی نہ ہوتی اور یہی نہیں بلکہ وہ ان کے ساتھ کسی قسم کے تعلق کو بھی تسلیم کرنے سے منکر ہو جاتے۔"[11]

دلّی کالج کے دو طالب علم عیسائی ہو گئے

اس پس منظر کو ساتھ لے کر ہم اگر دلّی کالج کی طرف لوٹیں جہاں اردو کی جدید لٹریری اخبار نویسی نے جنم لیا تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جو کالے نے اپنی تعلیمی اسکیم کے ساتھ عیسائیت کے پرچار کی جو توقعات وابستہ کی تھیں اس کالج نے بھی وہ کچھ حد تک پوری کیں۔ ماسٹر رام چندر جو ذہین اور عالم و فاضل تھے اور جن کے علم کی دھوم ہندستان سے لے کر انگلستان تک مچی تھی، انھوں نے اور ان کے دوست ڈاکٹر چمن لال نے اور مولوی کریم الدین صاحب گل رعنا کے بھائی عماد الدین نے جو آگے چل کر پادری عماد الدین کے نام سے مشہور ہوئے، اور جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد اخبار بھی نکالا عیسائی ہو گئے۔ لیکن اس کا پہلا اثر ہندستانی ذہن پر یہ ہوا کہ لوگ اپنے اوسان کھو بیٹھے اور مارنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ چناں چہ ان نئے مریدوں اور ان کے پیروں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس سلسلے میں اخبار الحقائق (آگرہ) کے دو اقتباسات کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔ پہلے کی سرخی ہے "دہلی میں نئے مرید" اور دوسرے کی سرخی ہے "رام چندر اور چمن لال نئے مریدوں کا حال۔"

"آگرہ مسینجر[12] نامی، آثار بخ کے اخبار سے واضح ہوا کہ شہر دہلی میں ایک نیا ماجرا وقوع میں آیا ہے۔ وہاں کے کالج کے علاقہ میں ایک ہندو رام چین (ماسٹر رام چندر) نامی مدرس کے عہدے پر سرفراز ہوا۔ صاحب نے اس کالج کے متعلق لڑکپن میں تربیت پائی تھی۔ یہ شروع سے علمِ ریاضی کا بہت شوق رکھتا تھا اور اس فن میں ایسی ترقی کی کہ خاص کر الجبرا میں بہت سی باتیں نئی طرح سے حساب کرتے۔ بلکہ اس میں ایک تصنیف کی جس میں تدبیر مذکور کا مفصل بیان ہوا ہے۔ کتاب مذکور ولایت بھیجی گئی اور وہاں کے عالموں نے ٹھہرایا کہ باوجودیکہ حساب کے انجام نئے نہیں تو بھی ان تک پہنچنے کی تدبیر نئی۔ واجب تھی کہ ایسا معروف عالم شخص سب علوم کی تجویز میں اپنے تئیں صاحب امتیاز ظاہر کرے۔ دین عیسوی کو تحقیق کرنا اس کے نزدیک ایک بڑا کام تھا اور بہت غور کے بعد اس نے اس کو حق اور واجبی ٹھہرایا۔"[13]

اخبار الحقائق نے چند روز کے بعد یہی خبر مزید اضافے کے ساتھ دہلی اردو اخبار کے حوالے سے شائع کی۔ جس سے عوام کے جذبات اور احساسات کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب ماسٹر رام چندر اور ڈاکٹر چمن لال اصطباغ لینے کے لئے گرجا گھر گئے تو:۔

"اس اتوار کو جب گرجا گھنٹہ بجانے لگے تو ایک بڑی بھیڑ فوراً چاروں طرف سے دوڑی۔ پادری صاحب اتوار کی نماز پڑھنے، پر غل کے سبب تمام نہ کر سکے۔ اسی حالت میں باقی نماز کو چھوڑ دیا اور حوض کے پاس جا کے مریدی خواہوں کو بلایا۔ جب کہ اصطباغ ہو چکا (تو) ایک بڑی بھیڑ نے دونوں مریدوں کا پیچھا کیا اور ظاہر ضرب پہنچانے پر مستعد ہوئے۔ پر دونوں نے اسپتال میں پناہ لی اور پھاٹکوں کو بند کر دیا۔"[14]

گارساں دی تاسی نے ۱۸۵۲ء کے خطبے میں دلی کالج کے تین پروفیسروں کی علمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ماسٹر رام چندر کے عیسائی ہو جانے کے واقعے کی طرف حسب ذیل الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

"مذکورہ بالا اشخاص میں سے پہلے شخص رام چندر ہیں جن کے عیسائی مذہب قبول کر لینے پر (اور کہا جاتا ہے کہ دہلی کے یہ پہلے ہندو ہیں جنھوں نے یہ مذہب اختیار

کیا) اس سال کے ماہ جولائی میں خاص ہل چل مچ گئی تھی اس پنڈت کی عمر ۳۵ سال ہے
... یہ پروفیسر دو رسالوں کے اڈیٹر بھی ہیں ان میں سے ایک خاص طور سے قابل ذکر ہے
جس کا نام محبوب ہند ہے۔ یہ ایک ماہانہ پرچہ ہے ... "[15]

گارساں دی تاسی کے اقتباس سے بھی ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ دہلی میں جو ہل چل مچی تھی وہ اتنی شدید تھی کہ اس کی گونج فرانس تک پہنچی۔ گارساں دی تاسی نے مسٹر رام چندر کے متعلق جو باتیں بتلائی ہیں ان میں سے دو باتیں غلط ہیں ایک تو یہ کہ پروفیسر موصوف نے مسٹر رام چندر کو غلطی سے پنڈت کہا ہے حالاں کہ وہ پنڈت نہیں بلکہ کائستھ تھے۔ دوسرے یہ کہ ماسٹر رام چندر کے رسالے کا نام "محبوب ہند" نہیں بلکہ محب ہند تھا۔

قران السعدین

دلی کالج کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ اس درس گاہ میں سے کالج کی اسکیم کا وہ پہلو پھل پھول نہ سکا جس کا تعلق ہندستانی جسم میں انگریزی دل اور ہندستانی سر میں انگریزی سودا پیدا کرنا تھا۔ اس کا ثبوت خود ماسٹر رام چندر کی ذات ہے اور دلی کالج کے اخبار ور سائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

۱۸۴۵ء میں اشپرنگر دلی کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ اسی سال قران السعدین کے نام سے ایک ہفتے وار اخبار اس نے جاری کیا۔ اب تک دہلی کالج سے کسی اخبار یا رسالے کا اجراء نہیں ہوا تھا۔ قران السعدین کا ذکر اشپرنگر نے اپنی ایک کتاب کے دیباچے میں کیا ہے، جو اسلامی تعلیمات اور سیرۃ النبی کے موضوع پر وہ لکھ رہا تھا۔ اس کی پہلی جلد اس کے وطن جرمنی سے ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی۔ وہ لکھتا ہے کہ

"۱۸۴۵ء میں میں نے دلی میں پینی میگزین کی طرز پر ایک باتصویر موقت رسالے کی بنا ڈالی اس کا نام قران السعدین تھا، گویا مشرق اور مغرب مشتری اور زہرہ تھے جن کا قران اس رسالے میں ہوا تھا۔ یہ اپنی قسم کی پہلی کوشش تھی۔ گیارہ برس بعد جب میں ہندستان سے رخصت ہوا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ اس کی تقلید میں بارہ سے زیادہ

رسالے نکل رہے تھے۔ ۔ ۔ میرے نزدیک میری سعی کا یہ بہترین ثمرہ ہے کہ جن لوگوں کے نفع کے لئے میں نے جدوجہد کی تھی ان کو اس سے ایسی تشویق ہوئی کہ وہ نمونے سے بہتر چیزیں بنانے لگے جو ان کے لئے اور ان کے ملک کے لئے مفید ہوں گی۔"[۱۶]

قران السعدین کے سنہ اجراء کے متعلق محققین میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا اجرا ۱۸۴۶ء میں ہوا۔ اشپرنگر کے بیان کے بعد اس کی تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ اس رسالے کے اڈیٹر پنڈت دھرم نرائن بھاسکر تھے۔ مولوی کریم الدین اپنے تذکرے میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"پنڈت دھرم نرائن ابن بشن نرائن بہت خلیق اور با ادب اور عقل مند اور ہوشیار اور چالاک اور تیز اور ذہین آدمی ہے۔ اس نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ ایک پولیٹکل اکانومی کا اردو میں اور کچھ تاریخ ہندستان کا کیا ہے وہ دونوں چھپ گئی ہیں سو دیان سنہ ۱۸۴۷ء کے عمر اس کی ۲۲،۲۳ برس کی ہے"[۱۷]

گارساں دی تاسی کے الفاظ میں قران السعدین

"ایک با تصویر اخبار ہے جس میں سائنس ادب اور سیاست سے بحث ہوتی ہے۔ ۔ ۔ اس کا مقصد اپنے ہم وطنوں میں مغربی خیالات کی اشاعت ہے۔ ہفتے میں ایک بار شائع ہوتا ہے۔"[۱۸]

قران السعدین میں خبروں کے علاوہ مضامین، نظمیں، غزلیں اور قصیدے بھی چھپتے تھے۔ کالج کے سلسلے کی خبروں کو قدرتاً زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ طالب علموں کی علمی مشغولیتوں، امتحانات کے نتائج، تقسیم اسناد کے جلسے، فارغ التحصیل طالب علموں کے تقرر اور کالج کے تقریری مقابلوں اور اسی طرح کی دوسری خبروں کو سلیقے سے چھاپا جاتا تھا۔

دسمبر ۱۸۴۵ء میں امتحان ختم ہونے کے بعد ایک تقریری مقابلہ ہوا۔ موضوع تھا کہ حکومت شخصی اور قومی میں سے کس کو فضیلت ہے اور سبب فضیلت کیا ہے۔ اس مقابلے میں جس طالب علم نے اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ

"جب ہم ان دونوں حکومتوں کا مقابلہ کر کے دیکھتے ہیں تو ہر طرح سے حکومت

قومی حکومت شخصی پر ترجیح رکھتی ہے اور عقل و نقل اس حکومت کی برائی پر شہادت نہیں دیتی ہے جس میں فقط ایک شخص کو اختیار عمل ہو۔"

تو اسی طالب علم کے ہاتھ اس کا پالا رہا۔ اس سلسلے میں قرآن السعدین لکھتا ہے کہ

"باعث حسن سعی اور خوبی انتظام ہمارے پرنسپل صاحب بہادر کے ۲۴ تاریخ ماہ حال کو مدارس دہلی کے امتحان سے بالکل فراغت ہوگئی اور اسی تاریخ کو اہالیان کمیٹی اور اکثر روسار دہلی مدرسہ تشریف لائے اور جلسۂ عام میں بعض طلبا نے اپنے اپنے لکھے ہوئے مضمون پڑھ کر سنائے۔ خواجہ ضیاء الدین صاحب طالب علم جماعت اول عربی نے جواب مضمون اردو کا اجلاس میں پڑھا ان کو اس مضمون کے لکھنے پر جناب مفتی صدر الدین خاں بہادر صدر الصدور دہلی نے تمغۂ نقرئی عنایت کیا۔"[19]

اس مختصر سے اقتباس سے ہم کو اس کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ دلی کالج نے اپنے طالب علموں کے سوچنے کے ڈھنگ پر کیا اثر ڈالا تھا اور کس حد تک ان میں آزادی خیال پیدا کر دی تھی۔ نیز ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مغربی خیالات صرف اس دور کے نوجوانوں ہی کے دماغوں میں رچنے اور بسنے نہیں لگے تھے بلکہ ان "اندوہ ربا" خیالات نے اس دور کے "پرانے لوگوں" کے دلوں میں بھی گھر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی روشن مثال مفتی صدر الدین آزردہ کی ذات ہے جن کا اس اقتباس میں ذکر آیا ہے۔ مفتی صاحب انگریزی سے ناواقف تھے مگر عربی کے جید عالم اور عالم دین تھے۔ ان کا شمار شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ مولوی محمد باقر کا دہلی اردو اخبار ان کو "تاج العلما" لکھتا تھا۔ بغاوت سے پہلے کی دہلی کی دینی، علمی اور مجلسی زندگی میں مفتی صاحب پرانی روایات اور پرانی وضع کے بہترین اور ثقہ ترین نمائندے سمجھے جاتے تھے۔ مغلیہ حکومت کے وہ آخری صدر الصدور تھے اور اس رشتے سے بہادر شاہ کی، گو برائے نام ہی سہی مگر، شخصی حکومت کی سرکار سے بھی وابستہ تھے۔ ان کا ایک ایسے طالب علم کی ہمت افزائی کرنا جس کا یہ خیال ہو کہ شخصی حکومت پر قومی حکومت کو ترجیح حاصل ہے اور اس کو تمغہ نقرئی عنایت کرنا کیا ہوا کے بدلتے ہوئے رخ کی نشان دہی نہیں کر رہا تھا؟

مطبع العلوم

قران السعدین ’’مطبع العلوم متعلق مدارس دہلی‘‘ میں چھپتا تھا اس چھاپے خانے کی حیثیت دلی کالج پریس کی سی تھی، اگرچہ وہ لمیٹڈ کمپنی تھا جس کے باضابطہ حصّے دار تھے، جن کے جلسے ہوتے تھے اور جن میں منافع تقسیم ہوتا تھا۔ مہتمم مطبع العلوم کی رپورٹ بابت ۱۸۵۴ء سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت دہلی میں بہت سے چھاپے خانے قائم ہو گئے تھے اور ان میں ایک طرح کا مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔

> ’’اب اس شہر میں کثرت چھاپے خانوں کی ایسی ہوئی ہے کہ جو کتاب ایک روپے میں تیار ہوتی تھی اس کو دوسرے چھاپے خانے والے ۸ آنے میں بدون مال اندیشی کے کرنے کو تیار ہیں اگرچہ انجام ان کا بخیر نہیں ہوتا اور آخرکار پشیمانی اٹھاتے ہیں لیکن اس صورت میں بہت نقصان مطبع قدیم کو ہوتا ہے۔۔۔‘‘[۲۰]

یہ مطبع کشمیری گیٹ کے قریب واقع تھا۔[۲۱] اس زمانے میں دلی کالج بھی کشمیری گیٹ ہی کے علاقے کی اس تاریخی عمارت میں تھا جس کو کسی زمانہ میں داراشکوہ کا کتب خانہ ہونے کا فخر حاصل رہا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے وقت کالج اور اس کے متعلقہ دفاتر اسی عمارت میں تھے۔

ماسٹر رام چندر کا رسالہ فوائد الناظرین

یہ پندرہ روزہ اخبار تھا جس کا ۱۸۴۵ء میں اجراء ہوا۔ اس اخبار کا براہ راست تو دلی کالج سے تعلق نہ تھا مگر اس کے مالک اور اڈیٹر دلی کالج کے استاد اور وہیں کے تربیت یافتہ ماسٹر رام چندر تھے۔ انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں جن لوگوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے زمین اردو کو آسمان کا ہم پلہ بنایا ان کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو ماسٹر رام چندر کا نام سر فہرست ہوگا۔ ان کی تعلیمی زندگی، جو اس زمانے کے دستور کے مطابق مکتب سے شروع ہوتی تھی، اس کی تکمیل دلی کالج میں ہوئی جہاں ان کو ۳۰ روپے ماہوار کا گراں قدر وظیفہ بھی

ملتا تھا، جو بہترین طالب علموں کے لئے مخصوص تھا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد ۱۸۴۴ء میں دلی کالج ہی کے شعبۂ مشرقی میں استاد کا عہدہ قبول کر کے انھوں نے زندگی کے اس میدان میں قدم رکھے جس کے لئے "وہ بنائے گئے" تھے۔ ملازمت شروع کرنے کے ڈیڑھ سال کے اندر ہی انھوں نے فوائد الناظرین جاری کیا جو پندرہ روزہ باتصویر، علمی اور تاریخی اخبار تھا۔ اس کے سرورق پر تاریخ کی سطر کے نیچے یہ عبارت درج رہتی تھی۔

"قیمت اس پرچہ کی چار آنے ماہواری جاری ہوتا ہے مہینے میں دو بار محصول ڈاک

ذمہ خریدار"

اور اسی طرح

"رام چندر مدرس علوم انگریزی مدرسہ دہلی کے اہتمام سے مطبع العلوم

دہلی میں چھپا"

فوائد الناظرین کا تمت بالخیر ہوا کرتا تھا۔ ابتدائی دور میں اخبار کی ضخامت صرف چار صفحات ہوا کرتی تھی اس لئے خبروں کی گنجائش کم رہ جاتی تھی لیکن جب اڈیٹر کو اس کمی کی طرف متوجہ کیا گیا تو انھوں نے وعدہ کیا کہ جب اخبار کی ضخامت چار سے آٹھ صفحے کی جائے گی تو اس وقت خبریں بھی چھاپی جائیں گی۔ ۱۸۴۷ء میں ماسٹر رام چندر نے یہ وعدہ پورا کرتے ہوئے لکھا کہ

"ہم نے اقرار کیا تھا کہ جب پرچہ دوگنا ہو جائے گا اس وقت سے آخیر کے صفحہ میں اخبار تازہ درج کیا کریں گے۔ سو ہم اس اقرار کو پورا کرتے ہیں۔ یقین ہے کہ جو صاحب اس پرچے کو لیتے ہیں انھیں بذریعہ اس کم قیمت پرچے اخبار سے بھی اطلاع رہے گی بالفعل ایسا پرچہ کوئی ہندستان میں نہیں چھپتا ہے کہ باوجود اتنے مضامین علمی اور اخبار پسندیدہ کے ایسی کم قیمت کو آتا ہے۔ اب یہ پرچہ کامل ہو گیا ہے کیوں کہ اس میں خبریں بھی درج ہونے لگیں۔ جو صاحب فقط اخبار کے شائق ہیں ان کے لئے بھی مفید ہوگا۔"[22]

فوائد الناظرین کے ایک نمبر کا تجزیہ

اس وقت ہمارے سامنے فوائد الناظرین کی تیسری جلد کا ۲۳ واں نمبر ہے جو "محررہ

سیزدہم ماہ نومبر سنہ ۱۸۴۸ء روز دو شنبہ[۲۳] کا ہے اس شمارے میں تین مضامین ایک اشتہار اور چار خبریں ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے

۱۔ کرۂ زمین کا حال	جغرافیائی مضمون	تقریباً ۴۹۳ الفاظ پر مشتمل ہے
۲۔ حال آغا محمد شاہ ایران کا	تاریخی "	" ۱۸۰۰ " " "
۳۔ اشتہار اور رائے مہتمم	ایک رسالے کا اشتہار	" ۲۷۰ " " "
۴۔ حال مروارید یعنی موتی کا	معلوماتی مضمون	" ۶۲۵ " " "
۵۔ حال صورت پنجاب	خبر	" ۲۴۰ " " "
۶۔ خبر دہلی	"	" ۱۶۲ " " "
۷۔ خبر ملتان	"	" ۸۶۴ " " "
۸۔ خبر پشاور	"	" ۱۶۶ " " "
اس طرح سے یہ آٹھ صفحوں کا فوائد الناظرین		" ۴۶۲۳ " " "

ان مضامین اور خبروں کے جستہ جستہ اقتباسات یہ ہیں۔

"کرۂ زمین کا حال"

"یہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ اہل فرنگ کی تحقیقات سے یہ بات بالکل تحقیق ہو چکی ہے کہ شکل زمین کی گول مثل نارنگی کے ہے۔ . . . اہل فرنگ کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ زمین انیس کروڑ اڑسٹھ لاکھ سولیس ہزار چھ سو اٹھاون میل ہے اور زمین کے تین حصے کئے ہیں جن میں دو حصہ پانی اور ایک حصہ خشک زمین . . . ایک بڑے سطح پر جہاں پانی ہوتا ہے اس کو بحر کہتے ہیں اور ایک بڑے سطح زمین کو بر کہتے ہیں۔ عمق سمندروں کا چند گز سے لگا کر دو اور تین اور پانچ میل تک ہوتا ہے . . . بعضے صاحب ملک ایشیا کو نہیں سمجھتے ان کو جاننا چاہئے کہ ملک ایشیا سے مراد ملک ہندستان، ایران، کابل، چین، تاتار، برما، تبت، تنام، عرب وغیرہ ہے اور اس لفظ کو ملاحظین کو ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اکثر کام آتا ہے . . . ."

معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک برّاعظم کا لفظ اردو میں نہیں آیا تھا چناں چہ ماسٹر رام چندر نے برّاعظم کی جگہ پر ملک کا لفظ استعمال کیا ہے۔

"حال آغا محمد شاہ ایران کا"

یہ ایک تاریخی مضمون ہے جس میں آغا محمد شاہ ایران کی سیرت سے نہیں بلکہ ایران کی سیاست سے بحث کی گئی ہے۔ فوائد الناظرین کے اس نمبر کا یہ طویل ترین مضمون ہے جو اخبار کے ایک تہائی حصّے پر پھیلا ہے۔ اس مضمون کے دو پس منظر تھے جن کی طرف مضمون میں اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔ ایک تو زار روس کی ریشہ دوانیاں تھیں جن کا جال ہندستان کی شمال و مغرب کی سرحد پر پھیلا تھا اور دوسرا پس منظر خود ایران میں انگریزوں اور روسیوں کی چڑھا کھڑی تھی جو انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں کافی عریاں ہو چکی تھی۔ ایران میں زار روس کے بڑھتے ہوئے اثر ہی کا نتیجہ وہ لڑائی تھی جو ۱۸۰۳ء میں انگریزوں اور ایرانیوں نے لڑی تھی اور جس کا بالا انگریزوں کے ہاتھ رہا تھا۔ لیتھ برج کے الفاظ میں "ایرانیوں نے جو انگریزوں کی توہین کی تھی اس کی پوری تلافی کرنی منظور کی اور کہا کہ ہرات اور افغانستان سے ہم کوئی سروکار نہ رکھیں گے۔"[۲۴] اس کے بعد ہی ایران کی بساط سیاست پر انگریز ایک اہم مہرہ بن گئے۔ اور ایران کی سیاست پر وہ اس طرح مسلط ہوئے کہ خود مختار ہونے کے باوجود ایران ان کا غلام بن گیا۔

اس مضمون کے سلسلے میں کسی مآخذ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے صرف ایک جگہ "مرجان مالکم لکھتے ہیں" ہم کو نظر آتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مضمون سرجان مالکم ہی کی تحقیقات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہو۔ جو اس دور کے ایرانی اسٹیج پر ایک اہم انگریزی کردار تھے۔

اس مضمون کو سیرت نگاری کے اصولوں کی کسوٹی پر کسنے میں ہم حق بجانب نہ ہوں گے کیوں کہ اس وقت تک سیرت نگاری نے اردو میں جنم نہیں لیا تھا۔

"اشتہار" کے عنوان سے مولوی ابوالحسن صاحب کے معیار الشعراء کا اشتہار درج کیا گیا ہے، جو معیار الشعرا کے باب میں نقل کیا جائے گا۔

"حال مروارید یعنی موتی کا"

یہ ایک معلوماتی مضمون ہے۔ جس میں اس زمانے کی جدید تحقیقات کی روشنی میں

"کیا گذرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک" کی منزلیں بیان کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ

"مروارید اور صدف یعنی سیپی ایک ہی مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مگر مروارید کی پیدائش میں رائیں مختلف ہیں۔ بعضوں کے نزدیک مروارید ایک مادہ منجمد ہے اور مادہ یا تو گوشت کے اندر یا گوشت کے باہر ملا ہوا باطنی صدف سے اس طرح سے جمع ہو کر منجمد ہوتا ہے کہ ظاہر صدف میں کوئی رخنہ پایا نہیں جاتا اور بعضوں کے نزدیک صدف میں اتفاقیہ یا بسبب خراش کیڑوں کے سوراخ ہو جاتا ہے۔ اس سبب سے جو مادہ کہ جسم جانور سے صدف کی پیدائش کے واسطے نکلتا ہے قریب گوشت کے جمع ہو کے موتی بن جاتا ہے . . .

"موتی ترکیب صناعی سے بھی صدف میں پیدا کروا سکتے ہیں۔ اس ترکیب سے کہ صدف کو ہوشیاری سے تمام کھول کر تھوڑا سا اندر کھرچ کر اس جگہ مدور ٹکڑا صدف کا ڈالتے ہیں اس سبب مادہ مذکور جانور میں سے خارج ہو کر اس جگہ جمع ہوتا ہے اور چند سال میں موتی بن جاتا ہے۔ اس طرح کے تجربات فنلینڈ اور اور ملکوں میں ہوتے ہیں۔ مشہور ہے کہ لنیس صاحب نے ایک ترکیب موتی پیدا کرنے کے ایجاد کئے تھے جو اب تک تحقیق کو نہیں پہونچی قیمت موتی کے قد و قامت اور آب و تاب اور صورت و رنگ پر منحصر ہے۔ مگر بیشتر قدر اس کے قد و قامت پر ہوتی ہے . . ."

خبریں

آٹھ صفحے کے فوائد الناظرین میں خبریں کوئی ایک چوتھائی اخبار پر پھیلی ہیں۔ یہ چار خبریں ہیں اور چاروں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان میں کوئی غیر ملکی خبر نہیں ہے۔

فوائد الناظرین کا یہ نمبر نومبر ۱۸۴۸ء کا ہے اور یہ وہ وقت تھا کہ جب برطانوی تاریخ ہندستان میں اپنے ایک نہایت اہم اور فیصلہ کن موڑ سے گذر رہی تھی۔ پنجاب میں اس وقت سکھ برسرِ حکومت تھے۔ برطانوی اقتدار جو مرہٹوں کی طاقت کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا، اب سکھوں کی کمر توڑ کر شمالی و مغربی ہند میں اپنا تسلط مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا چاہتا تھا۔ فوائد الناظرین کی چاروں خبریں اسی سلسلے کی ہیں اس لئے یقیناً اس وقت بڑی اہمیت رکھتی رہی ہوں گی۔

" اخبار حال صورت پنجاب

"واضح ہو کہ دیوان مولراج جو ملتان میں بیٹھا ہوا سرکش ہو رہا ہے ان دنوں دق اور حیران ہے اور ناظرین اخبار نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ چھٹی ساتویں تاریخ ماہ حال کو اس نے فوج انگریزی سے شکست فاش کھائی . . . غرض یہ ہے کہ اب ملتان کا حال تنگ ہے اور آثار ظاہری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چند روز میں تسخیر ہو جائے گا لیکن لاہور سے کنارے دریائے چناب کے اس طرف قریب گیارہ ہزار فوج انگریزی پڑی ہے اور عنقریب سپہ سالار یعنی کمانڈر انچیف صاحب جن کو جنگی لاٹ صاحب کہتے ہیں وہاں پہنچیں گے اور دوسری طرف دریائے مذکور کے فوج چتر سنگھ اور شیر سنگھ وغیرہ کے تعداد میں قریب بیس ہزار کے مقیم ہے اس (سے) خیال ہوتا ہے کہ اس دریا کے قریب سخت لڑائی ہو گی۔ لیکن اب تک سکھوں نے اس قدر دلیری نہیں کی ہے کہ دریائے چناب کو عبور کریں۔ اور ایک افواہ شہر دہلی میں ہے کہ شیر سنگھ انگریزوں کی فوج سے بھاگ گیا لیکن اس کا یقین نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اخبار محقق ہیں نہ لکھی جائے گی۔ ان دنوں میں جو اخبار قابل ملاحظہ ہونے کے معلوم ہو گا وہ فوراً لکھا جائے گا۔"

اس خبر کو اور اس کے بعد آنے والی خبروں کو سمجھنے کے لئے ہم کو پیچھے کی طرف مڑنا پڑے گا۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں جب انگریز ہندستان کے بڑے بڑے رجواڑوں کو ختم کر چکے تو ایک دوسرے فتنے نے سر اٹھایا اور وہ فتنہ تھا زار روس کا" جس نے عرصہ تک انگریزوں کی عافیت تنگ کر رکھی تھی۔ بقول لیتھ برج "جب تک لارڈ ولیم بینٹنک ہند میں گورنر جنرل رہا روس ہند کے شمال و مغرب میں انگریزوں کی بیخ کنی کرنے سے باز نہ آیا۔"[۲۵]

زار کی فوجیں اگر ہندستان میں داخل ہوتیں تو سب سے پہلے پنجاب ان کی زد میں آتا، جہاں اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکمرانی تھی۔ چناںچہ انگریزوں سے زیادہ خود رنجیت سنگھ کو اس خطرے کا احساس تھا۔ اس چیز نے رنجیت سنگھ اور

انگریزوں کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا تھا۔ دوسری طرف انگریزوں نے اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے رنجیت سنگھ کے علاوہ بھاول پور اور سندھ کے امیروں سے بھی معاہدے کیئے۔ ۱۸۳۱ء میں دریائے سندھ کے کنارے روپڑ کے مقام پر لارڈ ولیم بنٹنگ اور رنجیت سنگھ کی بڑے کروفر سے ملاقات ہوئی۔ اور اس کے بعد ہی کمپنی کے سرکاری کاغذات میں رنجیت سنگھ کو ''شیر نیستان پنجاب'' لکھا جانے لگا۔

اٹھارھویں صدی کی ہندستانی قوم پرستی

ہندستان میں قوم پرستی کا مبہم تخیل اٹھارھویں صدی کی آخری چوتھائی میں جنم لے چکا تھا اس کی پہلی جھلک حیدر علی کی ذات میں نظر آتی ہے، جس نے بقول جواہر لال نہرو ''انگریزوں کو ہندستان سے نکال بھگانے کی پہلی منظم کوشش کرنی چاہی تھی۔ اس نے مرہٹوں کے پاس نظام کے پاس اور اودھ کے شجاع الدولہ کے پاس اس کام کے لئے پیغام بھیجے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔''[۲۶] حیدر علی کے بعد ٹیپو سلطان کے معرکوں اور مرہٹہ وفاق کے محرکات میں تو قوم پرستی کا یہ جذبہ ہم کو زیادہ واضح شکل میں نظر آتا ہے۔

ہندستان میں قوم پرستی کا یہ تخیل چوں کہ جاگیردارانہ نظام کے بوسیدہ کھنڈروں میں پیدا ہوا تھا، اس لئے قبیلے نسل اور مذہب کے ان دائروں سے باہر نہ نکل سکا جو جاگیردارانہ نظام کے گڑھ ہوتے ہیں۔ سکھ نوجوان سرداروں کے دلوں میں بھی قوم پرستی کا یہ جذبہ نسلی، قبائلی اور مذہبی خصوصیات کے ساتھ ابھر رہا تھا اور دوسری طرف پنجابی عوام کے اندر بھی اس کی کونپلیں علاقائی خصوصیات کے ساتھ پھوٹنے لگی تھیں۔ رنجیت سنگھ نے، جس نے زمانے کے سرد و گرم دیکھے تھے، اس نو زائیدہ جذبے کی تربیت کی طرف مصلحتاً کوئی توجہ نہیں کی۔ جون ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہو گیا اور ان کی آنکھیں مندتے ہی کچھ تو جانشینی کے سلسلے میں آپس کے اختلافات نے اور کچھ انگریزوں کی ریشہ دوانیوں نے پنجاب میں طوائف الملوکی سی پیدا کر دی۔

۱۸۳۷ء میں ایرانیوں کی شکست کے بعد افغانستان مع ہرات کے انگریزوں کے

زیر اثر آگیا، جس سے زار روس کا خطرہ ہندستان کی سرحدوں سے ٹل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں نے سندھ اور بلوچستان میں اپنے جھنڈے گاڑ دئے تھے۔ سکھ سرداروں نے بھی یہ دیکھا کہ انگریزوں نے ان معاہدوں اور عہد و پیمان کی کوئی پرواہ نہیں کی جو سندھ اور بلوچستان کے امیروں سے انھوں نے کئے تھے۔ وہ یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ اب سندھ کے بعد پنجاب کی باری ہے۔

۱۸۴۵ء میں بالآخر سکھوں اور انگریزوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ سکھوں نے دلیری سے مقابلہ کیا۔ مدکی، فیروز پور، اور علی وال میں گھمسان کی لڑائیاں ہوئیں۔ آخری رن سوبراؤں کے میدان میں پڑا، جہاں انگریزوں کے پاس باہر سے کمک آگئی۔ دو تین گھنٹے کامل دونوں طرف سے دہشت ناک گولا چلتا رہا پھر کمانڈر انچیف نے دشمن کے مورچہ پر ہلا بول دیا۔ اس پر تیج سنگھ تو میدان سے کافور ہو گیا مگر بوڑھے سردار شام سنگھ نے سفید لباس پہنے ہوئے اپنے گرو کے واسطے جان دینے کے لئے اپنے تئیں اس آگ میں جھونک دیا اور جہاں سکھوں کے اور کشتوں کے پشتے لگے تھے وہاں آپ بھی ڈھیر ہو گیا۔ اس معرکہ میں ہزاروں سکھ لڑ لڑ اور کٹ کٹ کر مرے پر منہ نہ پھیرا اور جب تک دو گھنٹہ کامل سینہ بہ سینہ لڑائی نہ ہوئی سکھوں کی پس ماندہ خستہ حال فوج میدان سے نہ ٹلی مگر آخر ان کے پیر اکھڑ گئے . . . ."[۲۷]

یہ اقتباس کسی سکھ کا نہیں بلکہ اسی دور کے ایک انگریز مورخ کا ہے۔ بوڑھے سکھ سردار کا اس جواں مردی کے ساتھ جان دینا خواہ وہ "اپنے گرو کے واسطے" ہی کیوں نہ ہو اور سکھ جوانوں کا اس بہادری اور بے جگری سے لڑنا خواہ وہ خالصہ حکومت کی بقا ہی کے لئے کیوں نہ رہا ہو کیا قوم پرستی کی دھندلی سی تصویر ہمارے سامنے پیش نہیں کرتا؟

قوم پرستی کی اس سے ذرا آگے کی شکل ہم کو مولراج کی ذات میں نظر آتی ہے جس کی سرکشی کا فوائد الناظرین کی خبر میں ذکر کیا گیا ہے۔ مولراج سکھوں کی طرف سے ملتان کا صوبے دار تھا اور انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے خلاف تھا۔ سکھ سرداروں

نے جب مہاراجہ دلیپ سنگھ کو، جو کمسن تھا، سمجھا بجھا کر انگریزوں کے قدموں پر گرا دیا تو مولراج نے احتجاجاً ملتان کی صوبے داری سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن جب دوسرا صوبے دار ملتان کا چارج لینے کے لئے وہاں پہنچا تو اس کے ساتھ دو انگریز بھی تھے۔ ان انگریزوں کو دیکھ کر ملتان کے باشندے اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ مشتعل ہجوم نے دونوں انگریزوں کو سربازار قتل کر دیا۔ مولراج کو اس قتل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگرچہ بعد میں ان انگریزوں کے قاتلوں کو اس نے انعام واکرام سے سرفراز کیا۔

دونوں انگریزوں کے قتل کے بعد ہی ملتان میں عام بغاوت ہو گئی اور مولراج اس بغاوت کا سرغنہ بن گیا۔ اس پس منظر کے ساتھ اب پھر فوائد الناظرین کی خبروں کی طرف واپس آیئے۔

"خبر دہلی"

یہ لارڈ ڈلہوزی کے دہلی آنے کی خبر ہے۔ سلسلہ اس کا بھی وہی ہے۔

"... گورنر جنرل لارڈ ڈال ہوسی صاحب دام اقبالہ گیارہ بجے کے قریب دہلی میں داخل ہوئے اور سلامی ہوئی ... یہ لاٹ صاحب بہادر نہایت مدبر اور عقل مند ہیں اور علم سے بہرہ کافی رکھتے ہیں کئی دفعہ سخت لڑائیوں میں لڑے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ ... سکھ لوگ خواہ مخواہ جنگ طلب کرتے ہیں۔ خیر اگر وہ لڑائی چاہتے ہیں تو انگریزی گورنمنٹ بھی مستعد ہے ... لاٹ صاحب ... یقین ہے کہ بعد سزا دینے اور زیر کرنے سرکشاں پنجاب کے واسطے امن اور بہترائی خلقت ہندستان بہت سی تجویزیں کریں گے۔"

"خبر ملتان"

"واضح ہو کہ مولراج نے ایک ایسی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا کہ دونان سرکار انگریز کو بہت دق کرتا تھا سو جنرل وس صاحب نے بھی ایسے مقام پر قبضہ کرنا چاہا کہ اس کے سبب دشمن آگے نہ بڑھ سکیں ... انگریزوں سے آٹھ نو سو گز کے فاصلے پر دشمنوں کے مورچے تھے جن پر بارہ تیرہ توپیں لگی جاتی تھیں اور بسبب بلندی کے انھیں توپوں سے وہ دوستانِ

سرکار انگریزی کے کیمپوں پر گولہ مارتے تھے . . . . درمیان سپاہ گارد انگریزی محافظ مورچہ اور ملتانیوں کے خوب لڑائی ہوئی۔ تین دفعہ اعدا حملہ آور ہوئے اور شکست کھا کھا کر ہٹ ہٹ گئے۔"

اسی خبر میں آگے چل کر جو بات کہی ہے وہ تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

"... چھ کمپنیاں کورٹ لیز صاحب کی جن میں سب پوربیا تھے دشمنوں کے پاس چلی گئیں مگر اتنی خبر گذری کہ اپنے افسروں کو نہ تو کچھ آزار پہونچایا اور نہ قید کر کے مولراج کے پاس لے گئیں۔ الغرض ان کے جانے سے دشمنوں کو بہت دلیری حاصل ہوئی اور وہ اور لوگوں کو بھی ترغیب شامل ہوجانے کی کرنے لگے اور بطور نشاط غل مچانے لگے ..."

پوربیا سپاہیوں کی چھ کمپنیوں کے باغی مولراج کی فوج سے جا ملنے کی خبر اس اعتبار سے بے حد اہمیت رکھتی ہے کہ ہم کو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتان کی عوامی بغاوت نے پنجاب کے آخری معرکوں کی نوعیت بالکل بدل دی تھی۔ اس کے بعد آنے والی خبر سے صورت حال اور بھی واضح ہوجاتی ہے اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی فوج کی صرف چھ پوربیا کمپنیاں ہی نہیں اپنے باغی ہم وطنوں سے جا ملی تھیں بلکہ انگریزی فوج کی ایک مسلمان رجمنٹ بھی مولراج کی باغی فوج سے جا ملی تھی۔

"خبر پشاور

"حال مفصل پشاور کا اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ۲۳ تاریخ اکتوبر کو سب سکھ سپاہ پشاور نے بلوہ کیا اور دوسرے دن کرنل میر جنگی شاہ کی مسلمان کی رجمنٹ نے بھی جس پر میجر لارنس کو اعتماد تھا بزدلی پر گولے مارے۔ سو میجر صاحب نے اپنے ٹھہرنے میں کچھ فائدہ نہ جانا اور ایک گھنٹہ پہلے ان کے حملہ آور آنے کے مع لوئی صاحب اور مسٹر ٹائنس اور ان کی بیوی اور پچاس افغان سواروں کے جنوب کی طرف ایک دروازے سے نکل اور ۲۵ تاریخ با من و امان کوہاٹ پہنچے کہتے ہیں کہ اگر پانچ منٹ پہلے افسران مذکور نہ بھاگ جاتے تو بے شک ان ناعاقبت اندیشوں کے پنجے میں پھنس جاتے۔ فقط از دہلی اردو اخبار"

اوپر جو اقتباسات نقل کیئے گئے ہیں ماسٹر رام چندر ان کے انتخاب کے تو ضرور ذمے دار تھے لیکن جہاں تک انداز بیان کا تعلق ہے وہ ان کا نہ تھا ممکن ہے کہ چاروں خبریں دہلی اردو اخبار ہی سے نقل کی گئی ہوں۔

پنجاب کی سازش

پنجاب کے آخری معرکوں کے سلسلے میں لاہور کی سازش بھی قابل ذکر ہے۔ لینتھ برج نے اپنی تاریخ ہندستان میں اس کا ذکر چار سطروں میں کیا ہے

"اوّل اوّل انگریز یہ سمجھتے تھے کہ بغاوت صرف ملتان ہی کے اندر اندر رہے۔ مگر چند روز ہی میں یہ آگ دور دور پھیل گئی۔ لاہور کے سارے انگریزوں کو قتل کرنے کے لیئے ایک سازش ہو رہی تھی انھیں دنوں میں پکڑی گئی۔ مہارانی جندر کور بھی اس میں شریک تھی اس لیئے اس کو قید کر کے بنارس بھیج دیا گیا۔"[۲۸]

اس سازش کا تفصیلی حال پنڈت دیبی پرشاد کی کتاب گلشن پنجاب میں درج ہے جو پنجاب کی انھیں لڑائیوں کی تاریخ ہے۔ اس سازش میں دلیپ سنگھ کی ماں مہارانی جندکور کا منشی گنگا رام پیش پیش تھا جس نے انگریزی فوج کے سپاہیوں کو بغاوت کرنے اور انگریز افسروں کو قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ دن تاریخ کا بھی تعین ہو گیا تھا۔ لیکن عین وقت پر یہ راز کھل گیا اور سازش کے بڑے بڑے ٹھگ گرفتار ہو گئے۔

پنجاب کی آزادی کا خاتمہ

سکھوں کا بھی وہی حال ہوا جو ان کے پیش رو ٹیپو اور مرہٹوں کا ہو چکا تھا۔ بالآخر پنجاب بھی انگریزی قلم رو میں شامل ہو گیا اور مہاراجا دلیپ سنگھ اور دوسرے سکھ سرداروں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جب دلیپ سنگھ نے لاہور کو خیرباد کہا تو مفتی غلام سرور نے ذیل کا قطع تاریخ کہا تھا جو ماسٹر رام چندر نے نقل کیا ہے۔[۲۹]

چوں شد پنجاب از پنجاب رفت

چشمہ ساں از چشم مردم آب رفت

عالمے در چشم مردم شد سیاہ

چوں ز چشم آں غیرت مہتاب رفت

جملہ گل در ہجر اُو خوردند گل

بلکہ از نرگس خمارِ خواب رفت

گفت سرور از سرور دیں سخن

نو گلے از گلشنِ پنجاب رفت

کون کہہ سکتا ہے کہ پنجاب میں سکھوں کی ناکامی صرف دلیپ سنگھ کی یا خالصہ حکومت کی ناکامی تھی اور اس کو پنجاب کے ہندو مسلمانوں نے اپنی ناکامی اور پنجاب کی غلامی نہیں سمجھا تھا۔

۱۸۴۹ء میں پنجاب پر انگریزوں کا تسلط قائم ہوا اور پھر پشاور سے لے کر ملتان تک انگریزوں نے باغیوں کی کمر اس طرح توڑی کہ آٹھ سال بعد ۱۸۵۷ء میں عام بغاوت ہوئی تو اس علاقے میں وسیع پیمانے پر کسی قسم کی شورش نہ ہو سکی۔

ماسٹر رام چندر کے قوم پرستانہ جذبات

ماسٹر رام چندر مغربی علوم کی اشاعت اور مغربی خیالات کے پرچار کو اپنے ہم وطنوں کی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا اور انگریزوں سے ان کا گہرا میل جول تھا مگر ان باتوں کے باوجود انھوں نے مشرقیت کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ وہ بڑے اچھے ہندستانی اور وطن پرست بھی تھے۔ جب ان کی یہ رگ پھڑک اٹھتی تو اپنے جذبات و احساسات کے اظہار سے وہ کبھی نہ چوکتے۔ دلی کالج کی ملازمت کے تعلق اور عیسائی ہونے کے رشتے سے ان کو انگریزوں کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ وہ دیکھتے

تھے کہ انگریز اپنی قوم اور اپنے ملک کی بھلائی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ دوسری طرف خود ان کے ہم وطن انگریزوں کے بالکل برعکس تھے۔ اپنے اس مشاہدہ کی بنا پر وہ لکھتے ہیں کہ

"... ایسے آدمی بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں کہ وہ دل و جان سے اپنے ملک کی بہبودی چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ (یہ) نیکی ہندستانیوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں کوئی بھی اپنے ملک کی رفاہ کے لیے ہاتھ پیر نہیں ہلاتا اور جس کو دیکھو وہ یہی کہتا ہے کہ ہمارے کیے کیا ہوتا ہے۔"

ماسٹر رام چندر نے اس پر بھی غور کیا تھا کہ یہ نیکی ہندستانیوں میں کیوں پیدا نہیں ہوتی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ

"منجملہ بواعث عدم وجود اس نیکی کے اہل ہند (میں) یہ ہے کہ یہاں کے باشندے اقوام مختلفہ میں منقسم ہیں۔ کم ہمتی جو اہل ہند کا خاصہ ہے۔ اور اس کے باعث وہ ہمیشہ غلامی میں رہتے ہیں اور دیکھیے کہ وہ کب تک رہیں گے۔ ان کو آزاد گورنمنٹ کا تصور ہی نہیں۔ اہل ہند میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ حب الوطنی کو کار فرما کر کے دخیل کار گورنمنٹ ہوں۔ اس حال میں یہاں کے باشندوں کو بہت ضرورت تحصیل علوم مختلفہ کی ہے، بدون اس کے ان کی آنکھیں کبھی نہ کھلیں گی۔ مطالعہ تاریخ آزاد قوموں کا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ کیوں کہ ان کی عالی ہمتی اور حب الوطنی کو دیکھ کر انھیں بھی عزم (ہو)... اور داغ غلامی سے بری ہوں... دیکھیے ہندستان کے دن کب پھرتے ہیں۔"[۳۰]

محب ہند

محب ہند ماسٹر رام چندر کا ماہوار علمی و ادبی رسالہ تھا جو یکم ستمبر ۱۸۴۷ء کو جاری ہوا اس کی ضخامت ابتدا میں پچاس صفحات تھی اور بعد میں چھپن کر دی گئی۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک بارہ روپے سالانہ تھی محب ہند کا پہلا نمبر خیر خواہ ہند کے نام سے نکلا اور دوسرے نمبر سے

خیر خواہ ہند کو بدل کر محب ہند کو دیا گیا، کیوں کہ مرزا پور کے بپٹسٹ مشنریوں کا رسالہ اسی نام سے پادری ماتھر کی ادارت میں ۱۸۳۷ء سے نکل رہا تھا۔ ماسٹر رام چندر کو اس کی خبر نہ تھی۔ نام کی تبدیلی نے ہمارے اکثر محققین کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ ماسٹر رام چندر نے خیر خواہ ہند اور محب ہند کے نام سے دو الگ الگ رسالے نکالے[۳۱] اس کے بعد ۱۸۵۷ء سے پہلے کے اردو اخبار و رسائل کا سب سے بڑا ماخذ گارساں دی تاسی کے خطبات و مقالات ہیں اگر اس فرانسیسی ہند پرست محقق نے یہ ذخیرہ ہمارے لئے نہ چھوڑا ہوتا تو انیسویں صدی کے بہت سے اردو اخباروں اور رسالوں کے نام بھی ہم کو نہ معلوم ہوتے۔ مگر تاسی نے چوں کہ بہت دور بیٹھ کر یہ تاریخ مرتب کی تھی، اس لئے قدرتاً اس نے ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔ خیر خواہ ہند اور محب ہند کو دو الگ الگ رسالے سمجھنے کی پہلی غلطی اسی سے ہوئی۔[۳۲]

رسالہ ہندستانی (ہندستانی اکیڈمی۔ الہ آباد) کے صفحات میں بھی ایک بار یہ بحث اٹھی تھی کہ ماسٹر رام چندر نے کب اور کیوں کر خیر خواہ ہند کا نام بدل کر محب ہند کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ہندستانی کے فاضل اڈیٹر نے اپنے نوٹ میں لکھا تھا کہ "ماسٹر رام چندر نے ۱۸۴۶ء میں اپنا اخبار خیر خواہ ہند نکالنا شروع کیا تو مشنریوں کے اس رسالہ (خیر خواہ ہند، مرزا پور) کا کوئی وجود نہ رہا ہوگا۔ یا پہلے کچھ خیال نہ ہوا اور بعد کو اس مرزا پور والے رسالے کی ہم نامی کے خیال سے اسے بند کر کے محب ہند نکالنا شروع کیا ہوگا"[۳۳]

محب ہند کا اجرا ۱۸۴۶ء میں نہیں بلکہ ۱۸۴۷ء میں ہوا۔ انڈیا آفس لائبریری میں محب ہند کے نمبر ۱، ۱۸، ۲۲، ۲۵، ۲۷ اور ۳۷ محفوظ ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرست کے ساتھ ایک نوٹ بھی ہے جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ "اس رسالے کے پہلے دو نمبر خیر ہند کے نام سے نکلے" اس لئے پہلے دو نمبر نہیں بلکہ پہلا ہی نمبر خیر خواہ ہند کے نام سے نکلا اور دوسرے ہی نمبر سے اس کا نام محب ہند ہو گیا۔[۳۴]

خیر خواہ ہند کا پہلا نمبر شائع ہونے کے بعد ماسٹر رام چندر نے اپنے پندرہ روزہ اخبار فوائد الناظرین کی اشاعت مورخہ ستمبر ۱۸۴۷ء میں لکھا کہ

"سابق میں ہم نے جو لکھا تھا کہ ایک رسالہ مسمی خیر خواہ ہند ہر ماہ میں ایک بار
بہ زبان اردو اس عاصی کے اہتمام سے عنقریب میں اجرا ہو گا اب وہ عنایت ایزدی
سے بتاریخ اوّل ستمبر ۱۸۴۷ء کو جاری ہو گیا۔ اہل دانش نے اس کی بڑی قدر کی۔
انشاء اللہ اس میں مضامین مدام ایسے چھپیں گے کہ جو خلقت ہند کو مفید ہوں گے
اور تواریخ ہر دیار کی مثل ہندستان، فرنگستان، ایران، افغانستان وغیرہ کے
اور مضامین پند و نصائح درج ہوں گے اور باتیں علم اخلاق اور علم طبعی اور
علم ہیئت کی مفصل بیان کی جائیں گی تا کہ ہر ایک کی فہمید میں آ سکیں اور حال
پارلیمنٹ کا اور تجویزیں اور اصلاحیں حکام انگلستان کی اور عجیب و غریب حالات
اور اشعار بڑے بڑے استادوں کے حتی المقدور مع تصویرات ان کی لکھے
جائیں گے۔ اس رسالے میں تصویرات بادشاہوں کے اور نقشہ جات مکانات
وغیرہ کے جہاں کہیں جیسی تصویریں ضرور ہوں گی مندرج ہوں گی۔ صفحے اس
رسالے کے پچاس ہوتے ہیں اور قیمت اس کی ۸ روپیہ ماہواری یعنی فی جلد ایک روپیہ
۔۔ صاحبان علم و دولت پر واضح ہو کہ یہ رسالہ مثل اور پرچہ اخبارات کے
نہ ہو گا کہ بعد دیکھنے کے وہ کچھ کام کا نہیں رہتا ہے بلکہ یہ مثل نایاب کتاب کے
رہے گا۔۔۔"[۳۵]

نام کی تبدیلی کی وجہ ماسٹر صاحب نے فوائد الناظرین میں یہ بتلائی تھی کہ

"ہم کو اس سے بالکل اطلاع نہ تھی کہ کوئی اخبار خیر خواہ ہند ہندستان میں
اجرا ہوتا ہے تو اس واسطے ہم نے اپنے رسالے کا نام خیر خواہ ہند رکھا تھا۔ اب
ہم کو معلوم ہوا کہ کوئی اخبار مسمی خیر خواہ ہند مرزا پور میں جاری ہوتا ہے تو ہم کو مناسب
نہیں کہ ہم اپنے رسالے کا نام بھی خیر خواہ ہند رکھیں اس واسطے ہم نے اس
رسالے کا نام تبدیل کیا اور بجائے خیر خواہ ہند کے محب ہند رکھا۔۔۔۔"[۳۶]

ماسٹر رام چندر کے مندرجہ بالا بیان کے بعد اس باب میں مزید بحث کی غالباً ضرورت نہیں ہے۔
محب ہند کے ۱۸۵۰ء کے پہلے چھ مہینوں میں جو مضامین شائع ہوئے

ان کی فہرست کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ اس کے معیار اور اس کی علمی حیثیت کا اندازہ ہو سکے۔

علمی و معلوماتی مضامین :-

مضمون درباب ہوا۔ اثبات صانع حقیقی۔ ایسبسٹاز اور اس کے کپڑے کا حال جس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ کرۂ زمین کی مقدار کا بیان۔ الماس۔ علم الاخلاق اقوال حکیم اسفینوس۔ حال البورکرم ول جزیروں کا بیان۔ چشموں اور دریاؤں کا بیان۔ طریقہ دریافت کرنے سال ہجری کا مطابق سال عیسوی کے۔ عجائب و غرائب۔ سوم ناتھ۔ موت۔ اسٹیم کوچ ٹرین۔ فواروں کا قدرتی بیان۔ زلزلہ مریخ کا بیان۔ سیارے۔ مسائل زرتشت۔ گالی لو۔ صفت الٰہی۔ کرۂ زمین کا حال۔ تصوف۔ لالہ مکند لال کا سوزنامہ۔ بیان مکفس یعنی آواز کا۔ انحراف شعاع روشنی۔ احوال برق و صاعقہ۔ حرارت زمین۔ بخارات۔ جغرافیہ۔ کلام اوّل علم ہیئت۔ ذات اللہ تعالیٰ کی بندے کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اخلاق جلالی درباب آداب بادشاہوں کے اور فرماں برداری حکام میں۔ بیان ریاضت طریقہ تعلیم کرنے کا۔ درباب بلند نظری۔ حکمت کی باتوں کے تحقیق کا طریقہ وغیرہ وغیرہ

تاریخی مضامین (ہندستان) :-

پچھل ستون الہ آباد۔ شاہ عالم اور ان کی شبیہ۔ حال گورنمنٹ انگریزی ہندستان کا۔ اکبر شاہ بادشاہ دہلی۔ آثار الصنادید۔ دیوان عام کی تصویر۔ بیان مہاراجہ شیر سنگھ والی پنجاب۔ سوانح اولیا۔ مقبرہ حیدر علی کا۔ حال دہلی کا۔ حال کمپنی باغ کا وغیرہ وغیرہ۔

تاریخی مضامین (بیرون ہند) :-

غرناطہ کا شاہی محل۔ دوست محمد خاں والی کابل کا بیان۔ ذکر شاہ البرٹ۔ تخت جمشید۔ حال امیر اللہ خاں والئ بخارا کا۔ ذکر شاہ آگسٹس۔ حال فردوسی کا۔ ریاست ایران۔ تاریخ روم۔ وغیرہ وغیرہ۔

ورنا کلر ٹرانسلیشن سوسائٹی

دلی کالج اور اس کی علمی و صحافتی خدمات کے سلسلے میں ورنا کلر ٹرانسلیشن سوسائٹی خاص طور سے قابل ذکر ہے جس نے ہندستان میں، بقول گارساں دی تاسی "ببلیتھوگرافی کی اشاعت میں بہت بڑا کام کیا" اور پھر وہ فخر کے ساتھ کہتا ہے کہ "اس انجمن کا پہلا سکریٹری ہمارا ہم وطن موسیو بوترو تھا، جو اس وقت دلی کالج کا پرنسپل تھا۔ اس انجمن نے سنسکرت، عربی و فارسی کے اعلیٰ درجے کی تصانیف نیز انگریزی کی مفید کتب کے دیسی زبان میں عمدہ ترجمے کر کے اہل ہند کی بڑی خدمت کی۔۔"[۲۷]

اس سوسائٹی نے تھوڑی سی مدت میں سو سے زیادہ کتابیں تصنیف، تالیف یا ترجمہ کر کے اردو زبان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔" ان کتابوں کی تیاری میں علمی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے جو اصول ملحوظ رکھے گئے تھے وہ آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔"[۲۸] وہ اصول یہ تھے:-

(۱) کلاسیکل اور مغربی علوم کی بہترین اور بلند پایہ کتب کا ترجمہ (اردو) ہندی اور بنگالی بھاشاؤں میں کیا جائے اور ساتھ ہی درسی کتب شائع کرنے کا پروگرام بھی بنایا جائے۔

(۲) ترجموں کو شائع کرنے یا نہ کرنے کی ذمے داری انتظامیہ کونسل پر ہو۔

(۳) ابتدا میں انجمن چار پانچ سو صفحات کے حجم کی کتب ہی شائع کرنے کے لئے خریدے۔

ترجمے کے لئے مندرجہ ذیل قواعد بنائے گئے۔

(۱) اگر سائنس، تاریخ یا دوسرے علم میں کسی مستند لفظ کا ترجمہ اردو میں نہ ملے تو اس لفظ کو اپنا لینا ہی بہتر ہے۔

(۲) اگر دو مرکب الفاظ کا ترجمہ اردو میں نہیں ہے تو اسے ہی زبان میں شامل کر لیا جائے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پورے کا پورا انگریزی فقرہ استعمال میں آجائے۔

(۳) اگر کسی مرکب انگریزی لفظ کا اردو میں مترادف نہیں بلکہ الگ الگ الفاظ میں مل کھاتے ہیں تو ان الفاظ کا مفہوم نکال کر یا الفاظ ملا کر اپنا مطلب نکال لیا جائے۔ جیسے

ہاؤس آف کامنز سے دار العوام۔

(۴) اگر یہ قاعدہ باآسانی کسی مرکب انگریزی لفظ پر لاگو نہ ہو سکے تو پھر غیر لفظ کو زبان میں ملا لینا ہی عقلمندی ہے۔

(۵) اگر مرکب لفظ ان دو مفرد الفاظ کا مجموعہ ہو، جن میں سے ایک ہو اردو اور دوسرا انگلش تو انگریزی اردو کے مرکب سے اپنا مطلب نکال لیا جائے۔

(۶) مغالطے سے بچنے کے لئے بدیشی الفاظ کو چاہے ان کا مترادف موجود ہو زبان میں ملا لینا ہی مناسب ہے، جس طرح کلاس اور آرڈر وغیرہ۔

(۷) اگر کوئی بدیشی لفظ ایسا ہو جس کا مطلب یا صحیح مترادف پوچھنے کے لئے پنڈت یا مولوی کے پاس بھاگنا پڑے تو اس لفظ کو اسی طرح زبان میں داخل کر لینا بدرجہا بہتر ہے۔

(۸) ہندوستانی انگریزی زبان سے واقف نہیں لہٰذا لازم ہے کہ ترجمہ کرتے وقت صحیح آسان اور بامحاورہ زبان استعمال میں لائی جائے۔ ہاں اگر کہیں اشارتاً کوئی انگریزی فقرہ لکھنا مقصود ہو تو حاشیے میں اس پر نوٹ دے دینا ضروری ہے تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہو۔

(۹) ترجمہ لفظ بہ لفظ نہ کیا جائے۔[۳۹]

۱۲

گجراتی و مرہٹی اخبار نویسی

ہندستانی اخبار نویسی کی دوڑ میں بمبئی کی ” دیسی اخبار نویسی بھی پیچھے نہیں رہی۔ انیسویں صدی کے وسط میں چھ گجراتی اخبار بمبئی شہر سے نکل رہے تھے... جہاں تک دیسی اخبار نویسی کا تعلق ہے، فورٹ کے اولڈ بریڈ مارکٹ کو بمبئی کا فلیٹ اسٹریٹ کہا جا سکتا تھا..“

بمبئی سٹی گزیٹیر (جلد ۳)

سندھ، گجرات اور مہاراشٹر کا علاقہ جس کا مرکز بمبئی تھا، وہاں کی گجراتی، مرہٹی، فارسی اور اردو اخبار نویسی بھی ہندستانی اخبار نویسی کی دوڑ میں کسی علاقے سے پیچھے نہیں رہی۔

بمبئی میں دیسی زبان کے پہلے اخبار ممبئی سماچار کا اجرا ۱۸۲۳ء میں ہوا تھا، جو مغربی ہند میں دیسی زبان کا پہلا اخبار تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔ ممبئی سماچار کے اجرا کے بیس برس بعد ۱۸۴۵ء میں، گارساں دی تاسی کے بیان کے مطابق بمبئی میں تین یا چار انگریزی اخبار ہندیوں کے تھے اور دیسی زبان کے دو خاص مسلمانوں کے تھے۔ "ان کے علاوہ چار گجراتی میں جو پارسیوں کے ہیں اور دو مرہٹی میں جو مرہٹوں کے ہیں" نکل رہے تھے۔ گارساں دی تاسی تک جو اخبار پہنچے یا جن کا ذکر اس نے اخباروں میں پڑھا تھا، ان کی گنتی اس نے گنائی تھی۔ بمبئی کے اخباروں کی فہرست حقیقتاً اس سے کہیں زیادہ شاندار تھی۔

گجراتی اخبارات

گجراتی اخبار نویسی کے سلسلے میں پارسیوں نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا کچھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ انیسویں صدی تک پارسی فارسی ہی کو عام طور پر اپنی زبان جانتے تھے، اس لئے فارسی ہی کو وہ اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بھی بناتے تھے۔ چناں چہ

بمبئی کے ابتدائی فارسی اخبارات پارسیوں ہی نے نکالے۔ ان میں ان کے مذہبی اخبارات بھی شامل تھے۔ گجرات کے علاقے میں آباد ہونے کی وجہ سے گجراتی زبان بھی ان کی ثانوی زبان بن گئی تھی۔ چناں چہ گجراتی زبان کو بھی انھوں نے اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ بمبئی میں دیسی زبان کا سب سے پرانا اور سب سے بڑا اخبار آج بھی بمبئی سماچار ہے جو پارسیوں کی ملکیت ہے۔

گجراتی اخباروں کے فارسی نام

پارسیوں کے گجراتی اخباروں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان کے نام فارسی ہی ہوتے تھے، جس سے کبھی کبھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ گجراتی نہیں بلکہ فارسی اخبار رہے ہوں گے مثلاً راست گفتار، جام جمشید، چابک، سوداگر اور دوربین وغیرہ، لیکن یہ سب گجراتی زبان کے اخبار تھے۔

ایران اور یورپ میں فارسی اخباروں کی فہرستیں متعدد لوگوں نے مرتب کی تھیں جن کو ڈاکٹر براؤن نے یک جا کر کے (۱۹۱۴ء۔ کیمبرج) شائع کیا تھا۔ اس فہرست میں اکثر اُن گجراتی اخباروں کو فارسی اخبار شمار کیا گیا ہے، جن کے نام فارسی تھے۔ مثلاً جام جمشید[۲] یا چابک[۳]، اگرچہ دونوں گجراتی زبان کے اخبار تھے۔

چترادن بن درپن

۱۸۴۵ء میں بہرام جی خورشید جی گندھی نے اس کو جاری کیا تھا۔ ابھی اس کی زندگی کا ایک سال ہی پورا ہوا تھا کہ اس اخبار میں پیغمبر اسلام کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا، جس کے ساتھ ان کی تصویر بھی تھی۔ اس نے بمبئی کے مسلمانوں کو برافروختہ کر دیا اور نوبت پارسی مسلم فساد تک پہنچی جس کا سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔ حالات اس درجہ نازک ہو گئے تھے کہ حکومت آسانی سے صورت حال پر قابو نہ پا سکی۔ یہ فساد ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء کو ہوا اور اس ناخوشگوار سانحے کے بعد یہ اخبار بھی بند ہو گیا۔

ورتمان

اس گجراتی رسالے کا بمبئی سے نہیں بلکہ احمد آباد سے ۱۸۴۹ء میں اجرا ہوا اور یہ گجرات ورناکلر سوسائٹی کا رسالہ تھا۔ اس کے اڈیٹر امرتیشور کوبر داس تھے۔

گجرات ورناکلر سوسائٹی اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہے کہ اس کو انگریزوں نے گجراتی زبان کی ترقی کے لئے قائم کیا تھا اور زیادہ تر انگریز افسر ہی اس سوسائٹی کے ممبر اور روحِ رواں تھے۔ اس اخبار کے اڈیٹر بھی سوسائٹی کے ایک ممبر ہی تھے۔

احمد آباد کے اڈیشنل جج سر الکزینڈر کے مضامین بھی اس رسالے میں اکثر شائع ہوتے تھے۔ ۱۸۵۱ء میں مقامی جیل کے نظم و نسق کے متعلق ایک مضمون اس رسالے میں شائع ہوا۔ ایک اور انگریز جج، جس کے ماتحت جیل کا کاروبار تھا اور جو خود بھی اس سائٹی کا ممبر تھا ورتمان کے اڈیٹر پر زور ڈالا کہ وہ اس مضمون کی تردید شائع کرے، لیکن ورناکلر سوسائٹی اس کے لئے تیار نہ ہوئی۔ اس ناگوار واقعے کا ذمے دار سر الکزینڈر کو قرار دے کر ان کا تبادلہ کر دیا گیا[۵]۔ اس کے بعد ہی اخبار گرنے لگا اور بالآخر ۱۸۵۲ء میں بند ہو گیا۔

چابک

نوروزجی داراب جی نے ۱۸۵۰ء میں چابک کا اجرا کیا۔ یہ ایک وقیع گجراتی اخبار تھا جو اپنے ہم وطنوں میں اصلاحی خیالات کا پرچار کرتا تھا۔

۱۸۵۸ء میں چابک کچھ رجواڑوں کے زیر اثر آ گیا۔ اور اسی سلسلے میں مہاراجا جادوناتھ جی کا ایک ہتک آمیز مضمون کرشن داس مول جی کے متعلق چابک میں شائع ہوا[۶]۔ کرشن داس جی ایک گجراتی اخبار ستیہ پرکاش کے اڈیٹر تھے۔

کرشن داس جی نے جواب میں چابک پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر دیا۔ اس زمانے میں اس مقدمے نے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اور عام طور پر مہاراجا

لائبل کیس کے نام سے مشہور ہوا۔" اس مقدمے نے چابک کی کمر توڑ دی۔
یہ اخبار ۱۸۶۸ء تک جاری رہا۔

بدھی پرکاش

یہ گجراتی زبان کا علمی رسالہ تھا جو ۱۸۵۰ء میں احمد آباد ہی سے جاری ہوا، جہاں سے پہلا گجراتی رسالہ ورتمان جاری ہوا تھا۔
بدھی پرکاش گجرات کی ایک علمی سوسائٹی ودیا وردھک منڈل کا ارگن تھا۔ لیکن ۱۸۵۴ء میں گجرات ورناکلر سوسائٹی نے اس رسالے کی اشاعت اپنے ذمے لے لی۔

سورت سماچار

۱۸۵۰ء میں اس کا سورت سے اجراء ہوا۔ اس کے روح رواں سر الکزینڈر تھے جو پہلے ورتمان (احمد آباد) میں مضامین لکھا کرتے تھے اور جن کا احمد آباد سے سورت تبادلہ ہو گیا تھا۔
اس اخبار کے مہتمم یا ناشر احمد آباد کے شہر کوتوال تھے جن کا نام بن جرنی تھا۔ اڈیٹر کی خدمات مہتہ جی درگا رام منجھو رام کے سپرد تھیں جو مقامی اسکول میں استاد تھے۔ یہ سہ روزہ اخبار تھا۔

پرہیج گار

یہ بھی سورت ہی کا اخبار تھا اور اس کا اجرا بھی ۱۸۵۰ء میں ہوا۔ "پرہیج گار" در اصل پرہیز گار کی بگڑی ہوئی گجراتی شکل ہے۔ یہ اسم با مسمی اخبار تھا جو نشے بندی پر خاص طور سے زور دیتا تھا اور شراب خواری کے خلاف پر زور مضامین شائع کرتا تھا۔
سورت سماچار اور پرہیج گار دونوں نے مختصر زندگی پائی۔

ستیہ پرکاش

۱۸۵۲ء میں کرسون داس مول جی نے ستیہ پرکاش کے نام سے یہ اخبار بمبئی سے جاری کیا۔ گجراتی اخبار نویسی میں ستیہ پرکاش کا ایک خاص درجہ ہے اور آج بھی گجراتی اخبار نویس عزت واحترام کے ساتھ اس کا نام لیتے ہیں۔ یہ اخبار اپنی بے خوفی اور حق گوئی کے لئے مشہور تھا۔ اس کے اڈیٹر کرسون داس مول جی کا شمار گجراتی مصلحوں اور مفکروں میں ہوتا ہے۔ یہ اخبار مذہبی اور سماجی سدھار کا علم بردار تھا۔

کرسون داس مول جی کے سب سے بڑے حریف جادوناتھ جی تھے۔ جن کا ذکر چابک کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے۔ کرسون داس مول جی نے چابک پر مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس مقدمے کی ڈگری ان کے حق میں ہوئی اور عدالت نے گیارہ ہزار روپے ان کو چابک سے ہرجانے کے دلائے۔ لیکن اس مقدمے کے سلسلے میں کرسون داس مول جی کے گیارہ ہزار روپے سے زیادہ خرچ ہوئے تھے۔ اس گھاٹے کو ان کے دوستوں نے پورا کیا۔

کرسون داس مول جی زوردار قلم کے مالک تھے اور ان کا قلم توہم پرستی، برہمن گردی اور تقلید کے خلاف مصروف جہاد رہتا تھا۔ بیواؤں کی شادی، عورتوں کی تعلیم اور دوسری ترقی پسند تحریکوں کے وہ پر زور حامی تھے اور ان موضوعوں پر انھوں نے کتابیں اور رسالے بھی لکھے تھے یہ اخبار ۱۸۶۱ء میں بند ہو گیا۔

ستیہ پرکاش کے علاوہ اور بھی متعدد گجراتی اخبار و رسائل کو کرسون داس مول جی کے نام سے وابستہ ہونے کا فخر حاصل رہا ہے۔

راست گفتار

یہ پارسیوں کا پندرہ روزہ گجراتی اخبار تھا، جو بمبئی سے شائع ہوتا تھا مشہور پارسی محب وطن بزرگ دادا بھائی نوروزجی اس اخبار کے جنم داتا تھے۔
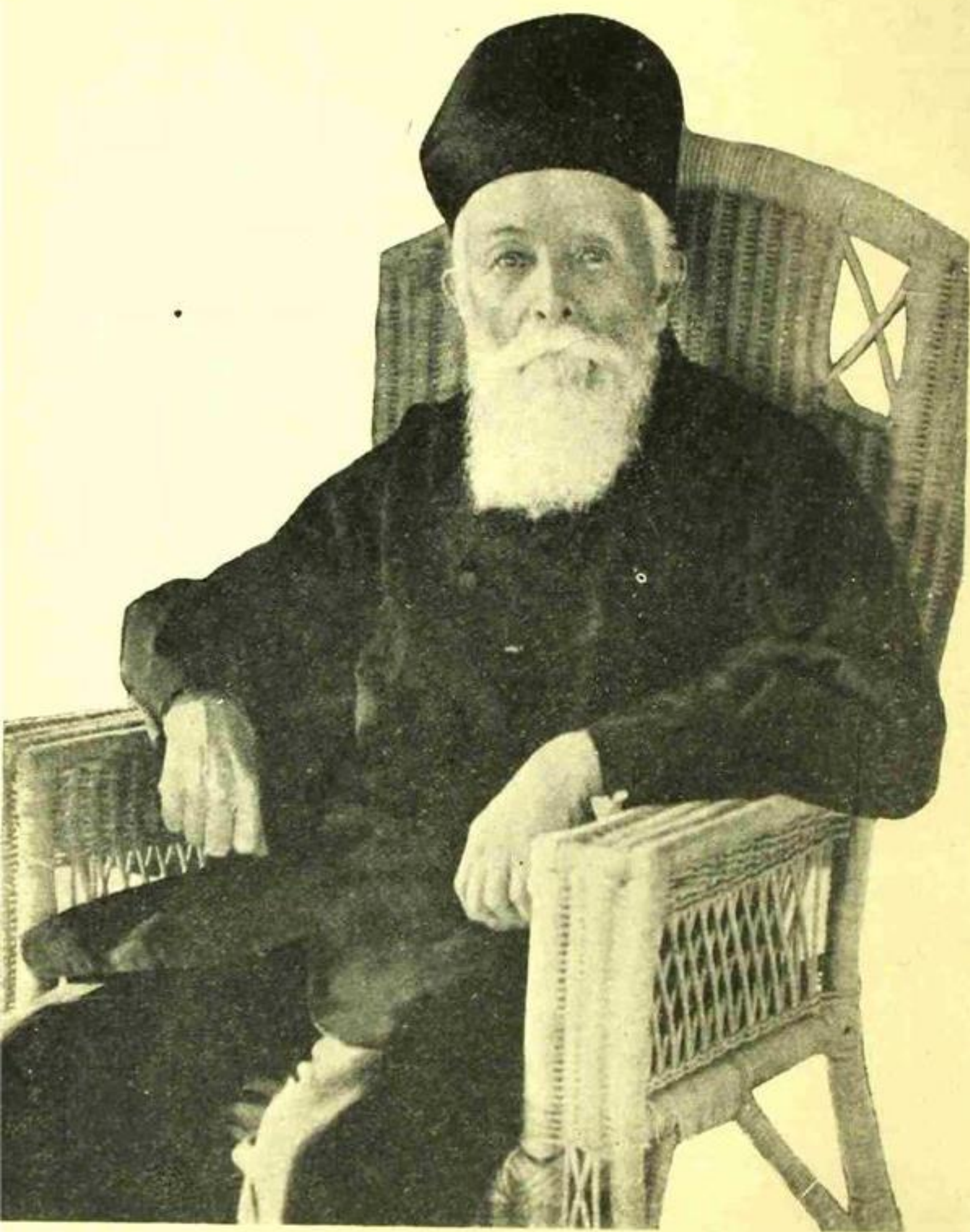
دادا بھائی نوروز جی

جب راست گفتار کا اجرا ہوا تو اس وقت "بمبئی سے پانچ گجراتی اخبار نکل رہے تھے۔ لیکن اُن میں کسی اخبار میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ اصلاح کے سلسلے میں وہ بے لوثی اور آزادی کے ساتھ کچھ لکھے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر دادا بھائی نوروزجی ایک اخبار جاری کرنا چاہتے تھے، لیکن اُن کے پاس سرمایہ نہ تھا۔ خورشیدجی کاما جو ایک مالدار پارسی تھے، اُن سے اخبار کی اسکیم کا ذکر کیا گیا اور وہ مالی امداد دینے کے لئے رضا مند ہو گئے۔ چناں چہ یہ طے پایا کہ دادا بھائی بلا معاوضہ لئے ہوئے اخبار نکالیں گے اور باقی سارے اخراجات خورشیدجی کاما پورے کریں گے، اور "پارسی فرقے میں یہ اخبار بلا قیمت تقسیم کیا جائے گا"۔

راست گفتار ابتداً صرف پارسیوں کا اخبار تھا لیکن دادا بھائی نوروزجی نے آگے چل کر راست و گفتار کے اغراض و مقاصد کو وسیع کر کے اس کو پارسی سے ہندستانی اخبار بنا دیا اور اس کا انھوں نے باضابطہ اعلان کیا کہ "راست گفتار بلا تفریق مذہب و ملت ہر ہندستانی کا اخبار ہے"۔

جنوری ۱۸۵۷ء میں راست گفتار پندرہ روزہ سے ہفتہ وار ہو گیا۔ ۱۸۶۱ء میں راست گفتار اور ستیہ پرکاش کو ایک کر دیا گیا اور اس کی اڈیٹری بھی ستیہ پرکاش کے اڈیٹر کرسوں داس مول جی کے سپرد کر دی گئی، جو ۱۸۶۳ء تک اس کے اڈیٹر رہے۔

۱۸۶۳ء سے ۱۹۰۲ء تک اس کے اڈیٹر کیخسروجی کابراجی رہے جو سیاسی معاملات میں دادا بھائی نوروزجی کے ہم خیال نہ تھے۔ چناں چہ راست گفتار دادا بھائی کے خیالات کی تردید اور کانگریس کی مخالفت میں پیش پیش رہا کرتا تھا۔ یہ بات قدرتاً دادا بھائی نوروزجی کے لئے تکلیف دہ تھی کہ جس اخبار کو انھوں نے پروان چڑھایا تھا وہی ان کی مخالفت کرے چناں چہ دادا بھائی نے سر ڈنشا واچا کو، جو راست گفتار کی پالیسی کے معاملے میں با اختیار تھے، لکھا کہ "راست گفتار جس کو میں نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے ساتھ پالا تھا اس کی مخالفت میرے لئے روحانی اذیت" کا باعث ہے۔

راست گفتار ۱۹۲۱ء تک جاری رہا۔

مرہٹی اخبار نویسی

مرہٹی اخبار نویسی اور مرہٹی چھاپے خانوں کا ابتدائی حال گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے۔ گجراتی اخبار نویسی کے مقابلے میں مرہٹی اخبار نویسی کی عمر نسبتاً کم ہے اور پھر گجراتی اخبار نویسی کی طرح مرہٹی اخبار نویسی کو پارسیوں جیسے متمول اور بہی خواہ ہمدرد بھی نہ ملے جو اس کو ترقی دیتے۔

ممبئی اخبار

یہ پہلا خالص مرہٹی اخبار تھا جس کا ۳ جولائی ۱۸۴۰ء کو اجرا ہوا۔ اس کے اڈیٹر سوریاجی کرشن جی تھے۔ مرہٹی زبان کے اس پہلے اخبار نے چند مہینوں سے زیادہ عمر نہ پائی اور اس سے زیادہ اس کا کچھ حال بھی نہیں معلوم ہے۔

شاستری جمبیل کر نے، جن کا ذکر کیا جاچکا ہے، اپنے انتقال سے ایک سال پہلے، گوند دھل کن ٹے کو ایک ہفتے وار جاری کرنے پر آمادہ کیا۔ چناں چہ کن ٹے نے ۲۴ اکتوبر ۱۸۴۲ء کو پربھاکر کے نام سے ایک اخبار پونا سے جاری کیا۔ اس ہفتے وار اخبار نے جو مقبولیت حاصل کی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ چند ہی مہینوں کے اندر اخبار کا اپنا چھاپا خانہ ہوگیا اور پونا کے دوسرے اخبارات بھی اسی چھاپے خانے میں چھپنے لگے۔

اٹھارہ سو ستاون اور اخبارات

"اس بات کو لوگ نہ تو جانتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں کہ گذشتہ چند ہفتوں میں دیسی اخباروں نے خبریں شائع کرنے کی آڑ میں ہندستانی باشندوں کے دلوں میں دلیرانہ حد تک بغاوت کے جذبات پیدا کر دئے ہیں۔ یہ کام بڑی مستعدی، چالاکی اور عیّاری کے ساتھ انجام دیا گیا ہے۔"

لارڈ کیننگ

(۱۳ رجون ۱۸۵۷ء)

مئی ۱۸۵۷ء تک اخباروں کے لئے وہی قاعدے قانون نافذ رہے جو ۱۸۳۵ء میں مٹکاف کے حکم سے مِے کالے نے مرتب کئے تھے۔ یہ وہی قاعدے تھے جن کو انگلستان کی وہگ پارٹی نے "اخباروں کی آزادی" سے تعبیر کر کے مٹکاف کا "ناقابل معافی جرم" قرار دیا تھا اور اس کو معزول کر کے شمالی ہند کے ایک چھوٹے سے صوبے کا لفٹننٹ گورنر بنا دیا تھا۔ ۱۸۳۵ء سے ۱۸۵۷ء تک ان قاعدوں میں کسی طرح کی ترمیم عمل میں نہ آئی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس بائیس سال کے عرصے میں اخباروں کے اڈیٹروں اور حکومت کے افسروں میں تصادم کا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ لیکن بغاوت شروع ہونے کے بعد ۱۳ جون ۱۸۵۷ء کو اخباروں پر پابندی لگا دی گئی۔ ایک اور نیا قانون بھی نافذ کیا گیا جو ۱۸۲۳ء کے اس قانون سے ملتا جلتا تھا، جس کو ۱۸۳۵ء میں مٹکاف نے منسوخ کیا تھا۔

۱۸۲۰ء تک هندستان میں صرف انگریزوں کے انگریزی اخبار تھے، جن کی دل چسپی کا مرکز بالعموم هندستان کی یورپین آبادی کی تجارتی، سماجی اور سیاسی زندگی ہوا کرتی تھی۔ رام موہن رائے کے سمبد کمودی (بنگلہ) اور مرآۃ الاخبار (فارسی) کے اجرا کے ساتھ ہی هندستانی اخبار نویسی نے جب جنم لیا تو واضح طور پر هندستان میں اخبار نویسی کے دو کیمپوں کی طرح پڑ گئی۔ اب تک هندستان کے انگریزی اخبارات ایسٹ انڈیا کمپنی کے موافق اور مخالف گروہوں میں تقسیم تھے۔ هندستانی اخبار نویسی کے ظہور نے ایک طرف اس گروہ بندی کو کم زور کر دیا اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا انگریزی اخبارات ایک دوسرے سے نسبتاً قریب آتے گئے اور دوسری طرف انگریزی اور هندستانی اخبار نویسی کے درمیان امتیاز کے خطوط بھی واضح ہوتے گئے۔

انیسویں صدی کی چھٹی دہائی ہندستان کی برطانوی تاریخ کا اہم ترین زمانہ ہے۔ برطانوی ملک گیری کا جو سلسلہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کے میدان میں شروع ہوا تھا، پورے سو سال بعد فروری ۱۸۵۶ء میں اودھ کی سلطنت کے خاتمے پر اُس کی تکمیل ہوگئی۔ اس موقع پر ہندستانیوں نے ایک عظیم الشان بغاوت کی شکل میں پلاسی کے قومی سانحے کی صد سالہ برسی کی۔ اس بغاوت کو، جسے انگریزوں نے 'غدر' کا مہمل نام دے دیا تھا، بروئے کار لانے میں ہندستانی اخباروں نے نمایاں حصّہ لیا۔ پریس کمیشن رپورٹ کے دوسرے حصّے کے مرتب مسٹر نٹراجن نے حیرت ناک حد تک یہ عجیب و غریب بات کہی ہے کہ "یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس (بغاوت) کو بروئے کار لانے میں ہندستانی اخباروں نے کسی قسم کا چھوٹے سے چھوٹا حصّہ بھی لیا تھا۔"[1] یہ مفروضہ تاریخی حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کرلینے کے مرادف ہے۔ اس کے جواب میں ایک غیر سیاسی اور غیر ہندستانی ادبی مورخ گارساں دی تاسی کا یہ بیان پیش کردینا کافی ہے کہ

> "ان منحوس کارتوسوں کی تقسیم کے موقع پر ہندستانی اخباروں نے، جو بد دلی پھیلانے میں پہلے ہی سے مستعدی دکھا رہے تھے، اپنی غیر محدود آزادی سے فائدہ اٹھایا اور اہل ہند کو کارتوسوں کو ہاتھ لگانے سے انکار کرنے پر آمادہ کیا، اور یہ باور کرادیا کہ اس حیلے سے انگریز ہندستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔۔۔"[2]

جون ۱۸۵۷ء میں گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے یہی بات اور زیادہ واضح الفاظ میں کہی تھی کہ

> "۔۔۔ دیسی اخباروں نے خبریں شائع کرنے کی آڑ میں ہندستانی باشندوں کے دلوں میں دلیرانہ حد تک بغاوت کے جذبات پیدا کردیئے۔ یہ کام بڑی مستعدی، چالاکی اور عیاری کے ساتھ انجام دیا گیا۔۔۔"[3]

ہندستانی اخبار نویسی کی ابتدائی تاریخ کا اگر غائر مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ ہندستانی اخبار نویسی کا مزاج ابتدا ہی سے باغیانہ تھا۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہندستانیوں نے فارسی، بنگلہ، اردو، ہندی اور انگریزی اخبار جاری کرنا شروع کئے۔ یہ سیدھے سادھے معصوم سے اصلاحی اخبار ہوتے تھے۔ ان میں خبریں بھی ہوتی تھیں مگر بہ ظاہر غیر سیاسی قسم کی۔ لیکن ان کے انداز بیان اور اُن کے مواد کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان کی گہرائی میں غم و غصّے کے دبے ہوئے طوفان نظر آئیں گے۔ ابتدائی

دور کے اخباروں میں رام موہن رائے اور اُن کے ساتھیوں کے فارسی اور بنگلہ اخبارات۔ نیز رجب علی لکھنوی کا سلطان الاخبار خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

رام موہن رائے کا تفصیلی ذکر کیا جاچکا ہے، وہ ایک سلجھے ہوئے دماغ کے انسان تھے اور زمانے کی اونچ نیچ کو خوب سمجھتے تھے۔ ہوا کے رُخ پر بھی اُن کی نظریں تھیں۔ اس حقیقت کو انھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ انگریزی راج جس سرعت کے ساتھ قائم ہوتا جارہا ہے، اُس سرعت کے ساتھ زوال پذیر نہیں ہوسکتا۔ ان کو اس کا بھی شدید احساس تھا کہ جدید برطانوی اقتدار کے ہتھکنڈوں کا مقابلہ قدیم ہندستانی طریقوں سے نہیں کیا جاسکتا۔ چناں چہ رام موہن رائے نے آنے والی نسلوں کو مغربی سائنس اور مغربی فلسفے کے حربوں سے لیس کرنے کی پوری کوشش کی۔ اُن کے انداز تحریر میں بڑی گہرائی تھی اور اس گہرائی میں وہ اپنے مافی الضمیر کو بخوبی ادا کر دیتے تھے۔ پریس ایکٹ (۱۸۲۳ء) کے سلسلے میں مراۃ الاخبار کو احتجاجاً بند کر دینا، کیا خود برطانوی اقتدار کے خلاف شدید احتجاج نہ تھا؟ اور کیا اس نے مراۃ الاخبار کے پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر نہ رکھ دیا ہوگا؟ اور کیا سوچنے اور حالات کا جائزہ لینے پر وہ مجبور نہ ہوئے ہوں گے؟ یہ اگر بغاوت کے جذبات کی تخم ریزی نہیں تھی تو پھر کیا تھا؟

رجب علی لکھنوی پُرزور قلم کے مالک تھے۔ لیکن ان کو فکر و نظر کی وہ بلندی نہیں ملی تھی جو رام موہن رائے کے حصے میں آئی تھی۔ وہ کھُلی دوستی اور کھُلی دشمنی کے قائل تھے۔ وہ خود تو حسینی نسب تھے، لیکن قلم کا انداز چنگیزی تھا۔ دہلی کے رزیڈنٹ فریزر کے قتل کے سلسلے میں سلطان الاخبار کے اقتباسات پیش کئے جاچکے ہیں۔ انگریز رزیڈنٹ کے قاتلوں کو پھانسی کے بعد، شہید کے لقب سے یاد کرنا، اُن کے مزاروں پر خلقت کے اژدہام اور چراغاں کی خبریں پُرجوش انداز سے چھاپنا اور اُن کے نام پر عقیدت مندی کے پھول برسانا، کیا برطانوی اقتدار کو کھلا چیلنج نہ تھا؟

انگریزی اقتدار کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ سارے ملک پر اِک بارگی انگریزوں کو تسلّط حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ ہندستان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر مختلف اوقات میں انھوں نے قبضہ جمایا اور دو ٹکڑوں پر قبضہ جمانے کے درمیانی زمانے میں ان کو اس کا

موقع ملتا رہا کہ وہ اس علاقے پر مضبوطی کے ساتھ اپنا تسلط قائم کرلیں اور ایسے عناصر کا سر کچل دیں جو آگے چل کر کسی وقت بھی اُن کے خلاف سر اٹھا سکتے ہوں۔ لیکن اس درجہ نیم جاں کردیے جانے کے بعد بھی ہندستان کے تقریباً ہر علاقے میں کسی نہ کسی وقت بغاوت ہوئی ضرور، اور مجموعی حیثیت سے ہندستان نے کسی وقت بھی برطانوی سامراج کے مقابلے میں سر نہ جھکایا۔ ۱۸۵۶ء میں جب سارے ہندستان پر انگریزی پرچم لہرانے لگا تو قدرتاً ایک بڑی بغاوت کے امکانات بھی پیدا ہوگئے لارڈ ڈلہوزی نے، جو ۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۶ء تک ہندستان کے گورنر جنرل تھے، دور اندیشی سے کام لے کر، خرابی صحت کا عذر کرکے، استعفا دے دیا۔ اُسی کے عہد میں جغرافیائی اعتبار سے ہندستان میں برطانوی تسلط کی تکمیل ہوگئی تھی۔ اُس کی دوربیں نگاہوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا تھا کہ ہندستان کے آسمان پر بغاوت کے بادل جمع ہو رہے ہیں اور اُس کو سر ولیم سلی مین جیسے بوڑھے اور تجربے کار برطانوی افسر کی وہ بات بھی یاد تھی جو اُس نے اودھ کی سلطنت کو ختم کرنے کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہی تھی کہ "انگریزی حکومت نے اودھ کی ریاست کو اگر اپنی سلطنت میں ضم کیا تو اودھ کی آمدنی سے دس گنا زیادہ اُس پر خرچ آئے گا، اور اس کا قدرتی نتیجہ سپاہیوں کی بغاوت کی شکل میں رونما ہوگا۔" ڈلہوزی کے جانشین لارڈ کیننگ کو بھی اس خطرے کا پورا پورا احساس تھا۔ گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالنے کے لئے لندن سے روانہ ہونے سے پہلے ایک الوداعی تقریر کے دوران میں اسی خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں انھوں نے کہا تھا کہ

> "میں ایک پرامن عہد حکومت چاہتا ہوں، لیکن میں یہ بھی فراموش نہیں کرسکتا کہ ہندستان کا آسمان جو بظاہر پرسکون ہے، وہاں بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا، جو انسانی ہاتھ سے زیادہ بڑا نہ ہو، نمودار ہو کر ساری فضا پر چھا سکتا ہے اور ہم کو تباہیوں سے معمور کرسکتا ہے۔۔۔"[5]

اس وقت ہمارے سامنے ۱۸۵۷ء کے، جنوری سے ستمبر تک کے، مختلف اردو اخباروں کے جستہ جستہ شمارے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندستان کے آسمان پر ۱۸۵۷ء کے اوائل ہی سے بغاوت کے بادل جمع ہونے لگے تھے اور ساتھ ہی ہمارے اخباروں کا لہجہ

تلخ حد تک تند و تیز ہونے لگا تھا۔

۱۸۵۷ء کے جو اخبارات اس وقت ہمارے سامنے ہیں ان میں طلسم لکھنؤ کا بھی ایک نمبر ہے جو جنوری ۱۸۵۷ء کا ہے۔ اس وقت اودھ کی سلطنت کے خاتمے پر دس مہینے بیت چکے تھے اور وہاں کمپنی بہادر کی باضابطہ حکومت قائم ہو چکی تھی۔ طلسم لکھنؤ کے اس نمبر کی پہلی خبر کا تعلق بھی اسی موضوع سے ہے۔

"لکھنؤ"

"لکھنؤ میں سنیچر آیا ہے۔ چوروں نے ہنگامہ مچایا ہے۔ جو سانحہ ہے عجائب ہے۔ آنکھ جھپکی پگڑی غائب ہے۔ شعر

میر صاحب زمانہ نازک ہے　　دونوں ہاتھوں سے تھام لو دستار

".. جس دن سے (واجد علی شاہ کی) سلطنت نہ رہی۔ شہر بگڑا چوروں کی بن آئی کسی میں حالت نہ رہی۔..

اس اندھیر پر ایک مثل یاد آئی ہے کہ اندھے کی جورو کا خدا رکھوالا ہے۔ اس شہر میں اندھا دھندی ہے .... اس نابینائی پر یہ حکومت اندھیر ہے۔ صاف اندھے کے ہاتھ میں بٹیر ہے۔ روزانہ باتیں عجائب ہوتی ہیں۔ سوجھتا تو خاک نہیں، ٹٹول ٹٹول کر چھٹیاں غائب ہوتی ہیں"

اسی اقتباس کے آخری ٹکڑے سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں خطوں کو سنسر کرنے کا طریقہ شدت سے برتا جا رہا تھا "ٹٹول ٹٹول کر (جو) چھٹیاں غائب" کی جاتی تھیں ان کی نوعیت بھی سیاسی ہی ہوتی رہی ہوگی۔

اسی اخبار کی دو اور خبریں سنئے۔ ان کا تعلق بھی لکھنؤ ہی سے ہے اور ایک ہی سلسلے میں درج کی گئی ہیں۔

"ایک صاحب اسمٰعیل گنج کی سڑک سے سمند صبا رفتار پر سوار ہو کر ہوا کھانے جا رہے تھے۔ قضا سے خوف نہ کھاتے تھے۔ اُدھر سے ڈاک کی بگھی رو میں آتی تھی۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ دفعتاً گھوڑے کو بگھی کی چپیٹ لگی۔ گھوڑا مع زین پشت بہ زمیں ہوا۔ مرکب کہیں راکب کہیں۔ صاحب سلامت نہ رہی۔ منہ کی کھائی پاؤں میں سردست بڑی ضرب آئی۔ راہ چلتے صاحب کو تو اسپتال میں لائے۔ کوچوان بے چارے صاحب منتظم شہر کی کچہری میں گرفتار آئے۔

"اگر کوئی راہی اس صدمے سے ہلاک ہوتا تو کون خبر ہوتا، بلکہ یہ مذکور رہتا ہوتا کہ

ترم کی آواز نہ سنی۔ راہ سے بچ جاتا۔ بلائے ناگہاں سے بچ جاتا۔ اب کون کہے کہ صاحب بہادر نے گھوڑے کو سامنے سے کیوں نہ بچایا جو ایسا صدمہ اوٹھایا۔ مثل مشہور ہے کہ حاکم مارے تو منھ میں مارے۔

"عجب ناسازی بخت کی ہے۔ کیا رو لکاری سخت کی ہے کہ حضرت ظل سبحانی (واجد علی شاہ) نے بے کسوں کی تباہی پر بگڑی بادشاہی پر رحم کھا کے جبر اوٹھا کے لندن کا عزم بالجزم فرمایا۔ بعضے بزرگوں نے کلکتے سے بڑھنے نہ دیا، سمجھایا۔ مجبور جناب عالیہ متعالیہ ایذائے سفر گوارا کرکے مع مرزا سکندر حشمت بہادر اور مرزا ولی عہد بہادر لندن کو تشریف فرما ہوئیں۔ یہاں (کلکتے میں) بدخواہوں کی بن آئی۔ اُن کے (مسافرین لندن کے) حق میں بدگمانیاں کیا کیا ہوئیں مطلب یہ کہ باہم رنج و ملال ہو۔ پھر سلطنت کا نہ انتقال ہو۔

" دوسری یہ خبر سنی ہے۔ معتبر نے لکھی ہے کہ افسری سپاہ قدیم کی جدید، اہتمام الدولہ کے بیٹے کو عنایت ہوئی۔ برطرفی بحالی اون کی رائے پر موقوف رہی، اس قدر رعایت ہوئی۔ غضب کا مقام ہے کہ اِن نمک حلالوں کی جانفشانی پر خیال نہ کیا کہ انگریزی نوکری قبول نہ کی، پنشن نہ لی، پاس عیال و اطفال نہ کیا۔ جو سو پاتے تھے، بہ خوشی آٹھ لیتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں۔ وہ (اہتمام الدولہ کے بیٹے) نرے صاحبزادے ہیں، جو اس کام کے آمادے ہیں۔ یقین ہے کہ یہ لوگ ان کی حکومت سے رضامند نہ ہوں۔ ان کے طور ان کو پسند نہ ہوں۔۔۔"[۲]

"راجپوتانہ"

راجستھان کے رجواڑوں سے متعلق ایک خبر ہے، جس کے ایک لفظ سے بارود کی بو آتی ہے۔ یہ خبر اپنے مواد کے اعتبار سے بے حد اہم ہے اور آنے والے طوفان کی نشان دہی کرتی ہے۔

" اخبار انگلش مین مطبوعہ ۱۲ دسمبر (۱۸۵۶ء) سے معلوم ہوا کہ اطاعت کا قرینہ زمانے سے معدوم ہوا۔ ان دنوں جتنے راجہ ہیں، سب نے بالاتفاق چٹھی اس مضمون کی تحریر کی ہے، جرات کی تقریر کی ہے کہ جو سرکار کمپنی خلاف عہود و مواثیق رؤسائے ہندستان کی ریاست بجبر لیتی ہے۔ (اس سے) ایک تو خلقت بیکاری سے مرتی ہے۔ دوسرے بسی بسائی بستیاں سرکار ویران کئے دیتی ہے۔ اس باعث سے ہم لوگوں نے باہم ہر ایک کو فساد پر آمادہ کیا ہے۔

ہمارا ملک اگر لیں گے تو جان دینے کا ارادہ کیا ہے۔ خلاف عہد و پیماں اگر ریاست لینے پر سرکار کو اصرار ہے تو یہاں بھی سر میدان ہر ایک جان دینے کو تیار ہے۔ جس دم معرکۂ کارزار کی گرم بازاری ہوگی، دیکھ لینا کیسی ذلت و خواری ہوگی۔ پادشاہ الوالعزم کو پاس تحریر اور خیال تقریر ضروری ہے۔ بدعہدی میں ہلڑ مچے گا۔ ایک عالم مستعد فتور ہے۔ بدگویوں کی زباں بند رہتی ہے۔ راست بازوں سے خلق خدا رضامند رہتی ہے۔

سلطان الاخبار "[۷]

۱۸۵۷ء کے اوائل کے ہندستانی اخباروں میں عموماً اور اردو اخباروں میں خصوصاً انگریزوں اور ایرانیوں کی جنگ کی خبریں اس کثرت سے شائع ہوتی تھیں کہ جس کا کوئی حد و حساب نہ تھا۔ ان خبروں کا مواد اور ان کو پیش کرنے کا انداز اعلانیہ انتہائی انگریز دشمنانہ ہوتا تھا۔ جنوری کے صادق الاخبار (دہلی) کی ایک خبر سنئے۔

"خبر فرانس"

"اخبارات سے بالاتفاق واضح ہوتا ہے کہ ہنوز شاہ فرانس و شہنشاہ روم انگریزوں اور ایرانیوں میں سے ظاہرا کسی کے جانب دار نہیں ہوئے۔ در پردہ ایلچی طرفین کے دربار سلاطین موصوفین میں معہ تحفہ تحائف آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ شاہ فرانس اور سلطان روم جنگ فارس والوں اور اہل انگلینڈ میں شریک نہ ہوں گے اور اکثر کہتے ہیں کہ دونوں بادشاہ طرف داری شاہ ایران کریں گے۔ بہرکیف جیسا تحقیق ہوگا معرض تحریر میں آئے گا۔ اور روسی نوکھلے بازار معاونت ایرانیوں میں کیا زور اور کیا زر کی طرف سے دریغ نہیں رکھتے ہیں اور نہ رکھیں گے۔ گویا بانی جنگ اہل روس ہیں اور اہل ایران کے پردے میں فتح ہندستان کا ارادہ رکھتے ہیں یقین کہ عنقریب وہ ایک میدان بھاری ڈالیں۔ آئندہ بشرط دریافت لکھا جائے گا۔ ناظرین صادق الاخبار گوش برآواز رہیں کہ پردۂ غیب سے منصۂ شہود پر کیا ظاہر ہوتا ہے۔"[۸]

ایران ہی کے سلسلے کی ایک اور خبر سنئے جس میں مسرت کے ساتھ صادق الاخبار نے اس کا اعلان کیا تھا کہ عنقریب شاہ ایران ہندستان کو فتح کر کے "شاہ دہلی کو تاج بخشی" کرے گا۔

"دربارِ ایران"

"تازہ بمبئی پیپر مصدورہ دفتر صادق الاخبار سے منکشف ہوا کہ ایک روز شاہ ایران نے چند سرداران ہراتی اور کئی اراکین سلطنت کو دربار میں طلب کر کے در باب جنگ ایران مشورت کی، اور بعد غور و تامل ہر ایک نے یہی صلاح دی کہ آپ گورنمنٹ انگریزی سے لڑئیے۔ انشاء اللہ فتح پائے گا، کس لئے کہ ہرات آپ نے نہیں تسخیر کی بلکہ دروازہ ہند پر جا پہنچے اور علاوہ بریں مرضی شاہ روس کی بھی یہی ہے کہ انگریزوں سے آپ لڑیں اور ہندستان پر قبضہ کریں۔ شاہ نے یہ کلام اُن کا سُن کر قسمیہ کہا کہ میں تم سے بہت خوش ہوں کہ برخلاف وزیر نمک حرام کے صلاح دیتے ہو اور وعدہ کیا کہ جس وقت میں ہندستان میں پہنچا تو تم کو ضرور (صوبیدار) بناؤں گا یعنی کسی کو بمبئی اور کسی کو کلکتے اور کسی کو پونا وغیرہ کی حکومت دوں گا اور شاہ دہلی کو تاج بخشی کروں گا۔ پھر عرض ہوئی کہ شاہ روس نے واسطے کمک سپاہ ایران کے چار لاکھ فوج جرار کرار معہ آلات حرب و ضرب روانہ کی ہے چناں چہ تھوڑے بہت لشکر اہل ایران کے ساتھ ملتے جاتے ہیں۔ اور شاہ موصوف نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ اگر اتنی فوج مقابلے و مقاتلے کے لئے کافی نہ ہو تو سپاہ پولیس روانہ کی جائے۔ اس کے جواب میں شاہ ایران نے شہنشاہ الکزنڈر روس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ ہمارے خزانہ سے روپیہ برائے صرف لشکر روس نکالا جائے اور خبردار شجاعان روس کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔ بعدہٗ وکیل فرانس نے بطور خوش خبری عرض کی کہ چند روز سے طبیعت اعدا ہمارے شاہ کی علیل تھی مگر اب فضل الٰہی سے شفاء کلی حاصل ہوئی۔ حضور نے سُن کر شکر خدا کیا۔

"ایران میں شہرت ہے کہ زیادہ تر برانگیختہ ہونا جنگ انگریزی پر شاہ ایران کو یہ ہوا کہ پانچ پُشت سے برابر تخت نشینان ایران بہ ارادہ تسخیر ہند ہر طرح کا اسباب حرب و ضرب و نقدی جمع کرتے جاتے تھے لیکن کسی کا پورا ارادہ بن نہ پڑتا تھا اور نصیر الدین شاہ عادل بھی مدتوں سے ہوس موروثی پر مرتا تھا، مگر اب یہ موقع ہاتھ لگا کہ ادھر ہرات بے کھٹکے قبضے قدرت میں آگیا، اُدھر روسیوں کی معاونت، کہ جس کو مدد غیبی

کہنی چاہئے، حاصل ہوئی اور نیز سرداروں نے بالاتفاق یہی رائے دی کہ آپ ہندستان پر یورش کریں خدا فتح دے گا۔ رعایا بھی برطور جہاد جمع ہوگئی۔ پھر تو شاہ ایران کو خواہ نخواہ لڑنا پڑا۔ یہ بھی سُنا گیا کہ امیر دوست محمد خاں والی کابل در پردہ اہل ایران سے سازش رکھتا ہے اور ظاہرا انگریزوں سے کہتا ہے کہ ایرانیوں کا میں دشمن جانی ہوں۔"[9]

وسط مارچ ۱۸۵۷ء میں شاہ ایران کے نام سے یہ اشتہار بھی دہلی میں جا بجا چسپاں کیا گیا تھا۔

"اشتہار شاہ ایران"

"ایک اشتہار نام نہادِ شاہ ایران دہلی میں گذر گاہوں پر آویزاں کیا گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست اس اشتہار کو، کہ پشت جامع مسجد پر آویزاں تھا، نقل کر لاتے تھے۔ اکثر لوگوں نے اس کو دیکھا۔ خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ اہل اسلام کو نصاریٰ کی مدد و معاونت سے پرہیز کرنا واجب ہے اور مناسب ہے کہ حتی المقدور مسلمانوں کی نیک خواہی میں ساعی اور عرق ریز رہیں انشا اللہ تعالیٰ قریب ہے کہ میں سریر ہند پر جلوہ گر ہوتا ہوں اور وہاں کے بادشاہ و رعیت کو خرسند و شادماں کرتا ہوں، جیسا کہ انگریزوں نے اون کو نان شبینہ سے محتاج کیا ہے ویسا ہی میں اون کی تونگری میں کوشش کروں گا۔ مجھ کو کسی کے مذہب سے غرض نہیں۔ تمام ہوا مضمون اشتہار کا۔

آگے محمد صدیق خاں نامی کوئی شخص، کہ اس اشتہار کا مشتہر ہے، لکھتا ہے کہ چھٹی مارچ تک نو سو سپاہی ایرانی مع افسران کلاں داخل ہند ہو چکے ہیں۔ اور پانچ سو خاص دہلی میں تبدیل صورت و لباس سے وارد ہیں، بخصوص بندہ محمد صدیق خاں چوتھی مارچ کو داخل دہلی ہوا اور اُس نے تمام اشتہار جاری کئے۔ ہم کو تمام ہند کے اخبار گذرتے ہیں۔ یہاں کا سب حال ہم شاہ ایران کو لکھتے رہتے ہیں اور جس قدر وہاں کا حال سپاہ کی روانگی اور لشکر کی آمد کا، اور جو سوا اُس کے قابل اظہار ہوگا، ہم بذریعے اشتہار سب کو اطلاع دیں گے۔"[10]

مولوی محمد باقر کے دہلی اردو اخبار کے ۱۲ اپریل کے شمارے سے ۱۹ویں رجمنٹ (بارک پور) کی سرگرمیوں اور اس کی موقوفی کا ہم کو حال معلوم ہوتا ہے۔

"موقوفی رجمنٹ ۱۹ پیادگان ہندستانی

"تحریرات بارک پور اور اخبار انگلش مین وغیرہ سے تحقیقاً معلوم ہوا کہ رجمنٹ مرقومۃ الصدر بہ موجب جنرل آرڈر نواب گورنر جنرل بہادر کے بہ علت قصور عدول حکم وبلوہ پردازی ومقابلہ وسرتابی کے ۳۱ر تاریخ مارچ کو موقوف کی گئی۔ ایک صاحب جو کہ اُس وقت موجود تھے لکھتے ہیں کہ سپاہ رفل والہ (؟) بہ سرکردگی میجر پوٹئین صاحب اور لفٹ ونگ رجمنٹ ۵۳ ملکہ کا اور توپ خانہ ایسی زیر حکم کرنیل ریڈ صاحب ۳۰ تاریخ بارک پور میں چھاونی دمدمہ (دم دم ؟) سے آگیا تھا۔ اور کچھ دیر بعد اُس کے باڈی گارڈ نواب گورنر جنرل بہادر کا بھی آپہنچا۔ اور پہر دن کو رجمنٹ ۸۴ ملکہ کی مراکب دخانی بہ مقام چنسورہ سے آگئی۔ اور ۳۱ر تاریخ سپاہ مذکورہ مع رجمنٹ دوم گرینڈیرز اور رجمنٹ ۳۴ پیادگان ہندستانی اور رجمنٹ ۴۳ پیادگان ہندستانی اور رجمنٹ ۷۰ پیادگان ہندستانی کے میدان پریڈ میں صف آرا ہوئے۔ اُس میں رجمنٹ ۱۹ بھی بلائی گئی اور دو سو گز کے فاصلے پر توپخانہ مذکور کے سامنے کھڑی کی گئی۔ میجر جنرل ہیرسی صاحب نے افسران اور سپاہ سے کہا کہ تمہاری رجمنٹ واسطے موقوفی کے یہاں بلائی گئی ہے۔ تمہیں مطابعت حکم لازم ہے اور بعد اس کے تمہاری تنخواہ بھی مل جاوے گی۔ بعد اس کے لفٹننٹ شمیر صاحب انٹرپریٹر اور کوارٹر ماسٹر رجمنٹ ۴۳ پیادگان ہندستانی کو ہدایت سُنادینے ترجمہ احکام گورنمنٹ مرقومہ ۲۷ر مارچ ۱۸۵۷ء کی جو کہ اُن کی موقوفی کے باب میں آیا تھا، ہوا۔ چناں چہ صاحب موصوف نے بہ آواز بلند سنایا لفٹننٹ کرنیل میچل صاحب کمان افسر رجمنٹ ۱۹ نے آگے بڑھ کے کہا کہ افسران ہندستانی اور سپاہی رجمنٹ مذکور مجھ سے چاہتے ہیں کہ عرضی اُن کی حضور گورنمنٹ میں پیش کروں مگر میجر جنرل ہیرسی صاحب نے بہ آواز بلند اُن سے کہا کہ کوئی عرضی اُن کی مقبول نہ ہوگی۔ اور جب تک وہ اطاعت احکام نہیں کریں گے کچھ عرض معروض اُن کی نہیں سُنی جاوے گی۔ بالجملہ بموجب حکم کے انھوں نے سلاح اور پر تلا وغیرہ سب رکھ دئے۔

اور سلاح سے ڈیڑھ قدم کے فاصلے پر ہٹ گئے تب میجر جنرل موصوف نے اُن سے فرمایا کہ اب میں تمہاری عرضی لینے کو واسطے پیش کرنے کے گورنمنٹ میں مستعد ہوں۔ میں تمہیں توقع بحالی کی نہیں دے سکتا مگر یہ ظاہر کر سکتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی خطا سے نادم ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ . . .

"جنرل اور ڈر نواب گورنر جنرل بہادر سے واضح ہوتا ہے کہ جرم رجمنٹ ۱۹ کا یہ تھا کہ ۲۶ تاریخ فروری کو حکم پریڈ کا واسطے قواعد کے ہوا اور نی نفر پانچ کارتوس ملے، لیکن اُنھوں نے لینے سے بہ ایں اظہار انکار کیا کہ اُن میں چربی خوک اور گائے کی لگی ہوئی ہے اور ہر چند میجر جنرل کمان افسر نے اُنھیں بہت فہمائش کی اور دھمکی بھی دی لیکن اُنھوں نے نہ مانا اور سلاح اوٹا کے از راہ سرکشی واسطے مقابلہ اور بلوہ کے آمادہ ہوئے اور بعد اس کے کہ رجمنٹ سواروں کی اور توپخانہ ان کے سامنے کیا گیا اور فہمایش بھی عمل میں آئی اُنھوں نے سلاح رکھ دئے اور لین میں چلے گئے۔ لیکن نظر بر عدول حکمی اور سرکشی اس رجمنٹ کے نواب گورنر جنرل بہادر اُن پر مطلق اعتبار نہیں رکھتے اور اس لئے حکم اُن کی موقوفی کا صادر فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تنخواہ اُن کی مل جاوے اور روبرو تمام سپاہ کے چھاونی سے نکال دئے جاویں۔ اور یہ اُوررڈر ہر ایک رجمنٹ اور ٹرپ اور کمپنی ملازم سرکار کو سُنا دیا جاوے۔ اس جگہ ختم ہوا خلاصہ جنرل اورڈر۔ . . ."[۱۱]

میرٹھ میں بغاوت کا باضابطہ آغاز ہونے سے کچھ روز پہلے کی خبریں سُنئے جو مولوی محمد باقر کے دہلی اردو اخبار ہی سے اخذ کی جا رہی ہیں۔

"سرکشی افواج انبالہ

"صاحب فرنڈ آف انڈیا تحریر کرتے ہیں کہ ان دنوں تمام سپاہ سرکاری نے نئے نئے کارتوسوں سے سرتابی کرنی شروع کر دی ہے۔ چناں چہ چند روز ہوئے کہ علاقہ بنگال میں کچھ پلٹن بھڑ گئی تھیں۔ ایک اُن میں سے موقوف ہوئی اور اُس کے افسروں کو بھی پھانسی کا حکم ہوا تھا۔ آج از روئے تار برقی معلوم ہوا کہ پلٹن گورکھ (گورکھا) نمبر ۶ مقیم انبالہ نے بروقت قواعد عمل در آمد کارتوس سے انکار کیا۔ بمجرد اطلاع افسر سپاہ ہندستانی ایک

ہندستانی ترپ کو حکم زیر کرنے سرکش پلٹن کا دیا اور ان پر فیر کرانے شروع کئے۔ کہتے ہیں کہ اس طوفان بے تمیزی میں ایک بارک گوروں کی پچھلی رات کو جل کر خاک ہوگئی۔ اور ایک ہندستانی پیادوں کا اسپتال جو کہ فاصلہ میل بھر کا رکھتا تھا، پھک گیا۔

"از روئے ایک چھٹی سیالکوٹ سے ظاہر ہوا کہ یہاں کے سپاہی بھی نئے کارتوسوں کی قواعد سے ٹکراتے ہیں اور بجائے دانتوں کے ہاتھوں سے کارتوس توڑتے ہیں۔ لوگوں کے دل کا شک ابھی بالکل رفع نہیں ہوا۔"[۱۲]

اپریل کے اواخر اور مئی کے اوائل میں دوسری انگریزی چھاؤنیوں کا حال بھی دگرگوں ہونے لگا تھا۔

"پھلور"

"صاحب دہلی گزٹ لکھتے ہیں کہ بجائے وبائی چپاتیوں کے، جو سابق اس سے تقسیم ہوئی تھیں، اب ہنگامہ وبائی آتش زنی کا گرم ہے۔ ایک چٹھی مقام پھلور مورخہ ۵ مئی سے واضح ہوتا ہے کہ ۲ تاریخ بارہ بجے رات کے ایک بنگلہ واقع جانب غرب اور ایک بنگلہ واقع جانب مشرق میں جو کہ سپاہ لین مقام مذکور سے تعلق رکھتا ہے، کسی نے آگ لگا دی۔ اور راقم صاحب لکھتے ہیں کہ تحقیقاً یہ کام کسی آتش زن کا ہے۔ ایک اور بنگلہ بھی جس میں کہ ساز نوازدن کو مشق ساز کیا کرتے تھے، جلا دیا۔ بالجملہ یہ تینوں بنگلہ ایک وقت میں آگ دیے گئے۔ اور نہایت اندیشہ اس بات کا ہے کہ مبادا ایسی حال ہر رات وقوع میں آوے۔ یہاں کے سپاہیوں نے بعد کچھ تامل کے، بہ فہمائش افسروں کے کارتوس قبول کر لئے۔ صرف ایک آدمی نے سرکشی کی تھی، سو وہ قید ہے۔"[۱۲]

"دیناپور"

"وہاں کی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ پہلی تاریخ ماہ حال کو قریب ایک بجے لیس ساز نوازان رجمنٹ ۸ پیادگان ہندستانی میں دائیں سرے پر [اور] لینوں تین رجمنٹوں پیادگان ہندستانی کے آگ لگی۔ اور چوں کہ ہوا بھی بشدت چل رہی تھی، تمام لین کو دھتا جلا کے خاکستر کر دیا۔ ایسا یقین کیا گیا ہے کہ دراصل یہ آگ بہ حسب اتفاق لگی تھی۔ لیکن بسبب مقدمہ کارتوسوں اور ناراضی سپاہ کے لوگوں کو یہ بھی خیال ہے کہ کسی نے (آگ)

لگا دی ہوگی۔ سنا جاتا ہے کہ اس آگ سے رجمنٹ ۸ کا بہت نقصان ہوا ہے، مگر باقی دو رجمنٹوں کو فرصت اٹھا لے جانے اپنے اسباب کے ہاتھ لگی اور انھوں نے آگ کے فرو کرنے میں بھی بڑی کوشش کی، چوں کہ ہوا بشدت چل رہی تھی، کچھ کوشش ان کی کام نہ آئی۔ سلاح اور اسباب سرکاری بچا لیا گیا۔ ...۔"[14]

"بارک پور

"وہاں کی ایک چٹھی مورخہ ۲۹ر اپریل مندرجہ دہلی گزٹ سے معلوم ہوا ہے کہ سپاہ بارک پور اب چپ چاپ ہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ واسطے رجمنٹ ۳۴ کے کیا تجویز در پیش ہے۔ لیکن چوں کہ وہ لوگ نوکری پر نہیں بھیجے جاتے ہیں، اس لئے شک ہے کہ عنقریب اُن کے لئے کچھ ظہور میں آوے۔ راقم صاحب کی یہ رائے ہے کہ کچھ اور فوج گورہ کا یہاں ہونا ضرور ہے۔ سین تھالیوں نے پھر کچھ سر اُٹھایا تھا، لیکن اب سب طرح امن و امان ہے۔

"صاحب اخبار مفصلائٹ بموجب ایک چٹھی مقام ناگور کے لکھتے ہیں کہ مقام بنارس میں رجمنٹ ۳۷ کے ایک سپاہی نے ایک خط ایک حولدار رجمنٹ ۳۴ کا جو کہ اسمی راجہ ریواہ تھا، اور مضمون اُس کا یہ تھا اگر تم واسطے مقابلہ انگریزوں کے بلوہ کرو تو دو ہزار آدمی تمہارا ساتھ دینے کو موجود ہیں، راجہ موصوف کو دیا۔ راجہ صاحب نے خلاف اُس کی اُمید کے سپاہی مذکور کو ناگود میں بھیج دیا، جہاں کہ اب وہ قید ہے اور حرکات مثل دیوانوں کے کرتا ہے۔

"یہ سپاہی رجمنٹ ۳۷ میں سے رخصت لے کر جاتا تھا۔ اخبار انگلش مین نے یہ بھی سُنا ہے کہ ایک افسر ہندستانی بہ مقام بارک پور میں بسبب لکھنے ایک خط کے راجہ ریواہ کو گرفتار ہوا ہے اور قید ہے۔"[15]

"فساد قوم سین تھال

"ایک چٹھی رانی گنج مورخہ ۲۲ر اپریل سے معلوم ہوا کہ قوم سین تھال پھر برسر پرخاش ہے۔ مشہور ہوا تھا کہ کسی راجہ یا صوبہ [صوبیدار؟] کے لیے روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ بروقت تحقیقات کے ثابت ہوا کہ رانی گنج کے سین تھال بھی واسطے دینے روپیے کے مجبور کئے گئے تھے۔

چناں چہ اُن میں سے ایک نے مسٹر ولسن صاحب کو خبر دی کہ مہاراجہ مہتاب نرائن صوبہ بازار (صوبیدار؟) ، رانی گنج میں کسی جگہ موجود ہے۔ سو مسٹر بڈل صاحب اور مسٹر ولسن صاحب نے بطور خفیہ حال اُس کی قیام گاہ کا دریافت کر کے مسٹر برینڈسٹ صاحب مجسٹریٹ کو خبر دی۔ مجسٹریٹ موصوف نے دونوں کے ساتھ جا کے مہاراجہ مذکور کو مع اُس کے کاغذات کے گرفتار کیا۔ اور ان کو کاغذ سے معلوم ہوا کہ کلکتے سے بھاگلپور تک تمام دیہات میں سین تھال سے خط و کتابت کی گئی ہے۔ اکثر پروانجات سربہمہر واسطے پرگنات کے اُن میں سے نکلے، جن سے طلب و رسید زر ظاہر ہے . . . . . . مسٹر برینڈہرسٹ صاحب کاغذات کے ملاحظہ میں مصروف ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اُن میں سے بہت کاغذ سرخیلانِ قوم مذکور کے جرائم کو ثابت کر دیں گے اور بعد ثبوت وہ مفسد سزا سخت پائیں گے۔"[19]

"لکھنؤ

"سنا جاتا ہے کہ پہلی تاریخ ماہ حال کو چھاونی مقام مذکور الصدر میں بڑی آگ لگی۔ تمام لین رجمنٹ سترھویں پیادگان ہندوستانی کی جل کے خاکستر ہو گئی۔ اور سار جنٹ میجر کا بنگلہ بھی جل گیا۔ کہتے ہیں کہ آگ ایک افسر کے اصطبل سے شروع ہوئی تھی، لیکن باعث اس کا نہیں معلوم ہوا ہے۔"[17]

"میرٹھ

"وہاں کے ایک خط مورخہ ۸ ماہِ حال سے معلوم ہوا کہ ان دنوں وہاں کوئی رات آگ لگنے سے خالی نہیں گذرتی۔ ایک بنگلہ کوارٹر ماسٹر سرجنٹ رجمنٹ ۳ سواروں کا اور ایک خالی بنگلہ اور ایک اسپتال، جس میں سابق رجمنٹ ۵۵ پیادوں ہندوستانی کے بیمار رہتی تھی، جل گیا۔ ۶ تاریخ بارک ماسٹر صاحب کا گودام جلا دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ کوئی افسر رجمنٹ ۳ سواروں کا بھی بعلت تغافل کے کارِ سرکاری میں، ماخوذ کورٹ مارشل ہے۔ اور دو ایک دن سے واسطے تجویز مقدمہ سوارانِ سرکش کے بھی صاحبان کورٹ مارشل تجویز کر رہے ہیں۔ دیکھا چاہیے کہ کیا سزا تجویز کرتے ہیں۔

بالجملہ معاملہ کارتوس نے سپاہ کے دلوں میں ایک آگ بھڑکا دی ہے۔ تدارک

اس کا جس طرح ہو جلد مناسب ہے۔"[18]

"لکھنؤ

"ایک چھٹی مقام مذکور مورخہ ۴ مئی سے واضح ہوتا ہے کہ ۳ تاریخ رات کو دو رجمنٹوں پیادگان بے آئین اودھ مقیم موسیٰ باغ نے بھی بعذت کارتوسوں کے بلوہ کیا تھا۔ سو ایک رجمنٹ گورہ اور دو رجمنٹیں پیادگان ہندستانی اور دو رجمنٹیں سواروں ہندستانی کی مع کچھ توپوں کے فوراً اُن کی تنبیہ کے لئے بھیجی گئیں۔ اس فوج کثیر کو دیکھ کر وہ بے دل ہو گئے اور سلاح چھوڑ کے بھاگے۔ مگر چالیس سپاہی اُن میں سے پکڑے گئے۔

"علاوہ کارتوس سپاہ کے دلوں میں یہ بھی اندیشہ ہے آٹے میں پسی ہوئی ہڈیاں ملائی جاتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سرکشانِ مذکور نے رجمنٹ ۴۸ پیادگان ہندستانی کو بذریعے خطوط ترغیب بلوہ پردازی کی تھی، لیکن انھوں نے وہ خطوط اپنے افسروں کے حوالے کر دئے۔"[19]

بغاوت کے معرکوں کی خبریں

۱۰ مئی کو میرٹھ میں جو کچھ ہوا اُس کا تفصیلی یا اجمالی ذکر ہم کو اردو یا فارسی اخباروں میں نہیں ملتا۔ لیکن ۱۱ مئی کو دہلی میں جو کچھ ہوا، اس کا اجمالی حال ہم کو بہادر شاہ کے روزنامچے سراج الاخبار سے معلوم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

یوم دوشنبہ شانزدہم رمضان
(مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء)

سحر چوں خسروِ خاور علم بر کوہساراں زد فرمانروائے اقلیم ہند بعد نماز دست دعا پیش داور داد ..... (بعد ازاں) مشرف نبض شناسی بہ احترام الدولہ بہا در (حکیم احسن اللہ خاں) بخشیدند و حضار دربارِ ذی اقتدار حاضر بارگاہ شدند۔ بگذشت ہشتم ساعت نجومی روز۔ بعرض رسید کہ سوار و پیادہ ملازمانِ انگریزی کہ از ضلع میرٹھ عدول حکمی از حکام وقتِ آں جا نمودہ و افسران خود بقتل رسانیدہ

جوق جوق و خیل خیل لفضائے زیر جھروکہ حاضر شدند و می شوند و بالفتاح در یچۂ جھروکہ آواز می دہند۔ ہماں دم سیف الدولہ بہادر را یاد فرمودہ گہر ریز ارشاد گشتند کہ قلعہ دار بہادر (کیپٹن ڈگلس) را بریں ماجرا مطلع نمایند۔ چناں چہ وکیل سلطانی حکم والا را کاربند شدہ قلعہ دار بہادر را بحضور حاضر آورد۔ ان بہادر از بالائے دیوان خاص بجمیع انبوہ سوار و پیادہ کہ مجتمع زیر جھروکہ بودند آواز داد کہ بحضور تکلیف نہ دہید و از ایں جا جائے دیگر بروید۔ چناں چہ از ایں ندا بطرف راج گھاٹ روانہ گردیدند و حکم والا بہ مسدودئی دروازہائے قلعہ شرف نفاذ یافت دریں اثنا قلعہ دار بہادر اجازت خواہ گردید کہ بزیر جھروکہ رسانیدہ بان جمع کثیر مانع و مزاحم آید۔ حضور پر نور و ہم حکمت پناہ از ایں ارادہ باز داشتہ آں بہادر را بمکان خود مرخص ساخت، مبادا کہ از دستِ آں گروہ کشتہ شود۔ چناں چہ قلعہ دار بہادر بصد اصرار حکمت پناہ بر مکانِ خود رفت و نیز برائے عطائے دو پالکی برائے سواری میم ہا و دو ضرب التواپ رعد آواز معروض نمود۔ فرمودند کہ ہمیں وقت ہمراہ آں بہادر نمایند۔ وقتے کہ ان دو پالکی ہا و توپہا نزد بہادر معزالیہ در رسید باز بعرض رسید کہ امین الدولہ بہادر (کمشنر سائمن فریزر) بہ کوٹھی قلعہ دار بہادر آمدہ بہ سواری بگھی و ہمراہی سواران بہ درِ کلکتہ رفتہ باز مراجعت بہ قلعہ مبارک نمود و در اثنائے راہ از یک دو ترک سوار مقابلہ و مجادلہ گردید۔ بوقت ادخالِ ارک مبارک از بگھی فرود آمدہ بہمرہی یک کس دیگر انگریز در پھاٹک لاہوری دروازہ بہ دست سیف گرفتہ بچلی قدمی پرداخت و حکم بہ مسدودئی ہماں در جاری ساخت۔ در ایں تردد و مرد یک دو ترک سوار و تلنگہ بہ سازش پاسبانان متعینہ درِ مذکور در آمدند و کار ان بہادر بہ انجام رسانیدند۔

"بعدہ تلنگان متعینہ ہر دو دروازۂ ارک در وا کردند۔ بلکہ دروازہائے شہر پناہ ہم بکشودند و آں گروہ چوں مور و ملخ از ہر درے تاختند و قلعہ دار و دیگر میم ہا بخوں آغشتند و مکانش بہ غارت بردند۔ بلکہ جمیع اہالیان انگریزی را، چہ اہل سیف و قلم . . . رہ عدم فرستادند و مکنہ انہا بہ سوختند۔ شہریار از استماع چنیں خبرِ وحشت اثر کمال مشوش شدہ . . . در ایں شورش و طغیان بے تمیزی صورہا جائے قلع و قمع واقع شد۔

"قریب دوپہر گردہا گروہ بہ حضور حاضر شدند و التماس نمودند کہ فرزندان والاتبار را بر سرایان افسر فرمایند تا انتظام شہر بوسیلۂ آں شہریاران والا پردازیم۔ ہرچند شہنشاہ دین پناہ اشنائے بحر حیرت گشتہ غواص تفکر نمودند مگر در شاہوار بجز چنیں رائے بکف نیاوردند کہ بنا بر نظم و نسق شہر برخورداران کامگار را . . . برگمارند۔ بدوں آں چارہ ندیدند کہ تنظیم کوچہ و برزن حسب مراد بہ ظہور گیرد. ورنہ ازایں گروہ بے دانش بسا دشواری و خرابی بر سر رعایا و برایا خواہند آورد۔ حتی الوسع ازیں امر پہلو تہی کردن و اعراض نمودن خرمنِ ہستی بے چارگانِ رعیت درون و بیرون شہر سوختن است۔ ناچار فرزندان ذیشان مثل مرزا ظہیر الدین بخت بہادر و مرزا عبداللہ بہادر وغیرہ برگزیدند و افسر فرق آں گروہ ساختند تا صورتِ امن و آسائش شہر بمنصۂ ظہور آید . . . ."[20]

۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کے دہلی اردو اخبار سے ہم کو دہلی کے تفصیلی واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ دہلی اردو اخبار کا یہ پورا نمبر نقل کیا جا رہا ہے۔

دہلی اردو اخبار

نمبر ۲۰ - بتاریخ ۱۷ ماہ مئی مطابق ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ ہجری روز یکشنبہ جلد ۱۹

قل فاعتبروا یا اولی الابصار

صدق اللہ العلی العزیز القہار الولی الکریم الرحیم الجبار حیث قال فی کتابہ المبین و کلامہ المستبین لایحیطون بشئی من علمہ الا بما شاء۔ و ہدی بارشادہ قل اللّٰہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئی قدیر۔ نعم ہو القادر المقتدر العظیم الجلیل القہار الجبار سبحانہ لہ الملک و لہ الحمد فوق حمد الحامدین، الحق ہو الذی دلّ علیٰ ذاتہ بذاتہ و تنزہ عن جمیع مخلوقاتہ و جلّ عن ملائمۃ کیفیاتہ لاتراہ العیون ولا یحیط بہ الظنون والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولینا محمد خاتم النبیین و افضل المرسلین و آلہ الطاہرین و اصحابہ المنتجبین الہادئین الراشدین اجمعین فوق صلوٰۃ المصلین الیٰ یوم الدین آمین یا رب العالمین۔

ہرچند مضمون صداقت مشحون تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل اور مشاہدہ روزمرہ آسمان بے ستون و نور و ظلمتِ روز و شب و ابر و باد و طلوع و غروب مہر و ماہ و روئیدگی

دہلی اردو اخبار

۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کا دہلی اردو اخبار

دانہ و گیاہ و بالیدگی اشجار و اثمار و صحت و مرض انسان و حیوان و موت و حیات ہر ذی روح و جان وغیرہا امورات بے پایان واسطے ثبوت قدرت و اقتدار وجود ذی جود واجب الوجود کے شہدۂ عدلہ واسطے صاحبان ادراک و بصیرت و ایقان و عرفان کے کافی و وافی ہیں وللہ در القائل سے وفی کل شئی لہ آیۃ ؎ تدل علی انہ واحد ملیک قدیر لا یرد قضائہ حکیم علیم نافذ الامر قاہر اور قصص منصوصی... نمرود و فرعون و ثمود و ابرہہ وغیرہ و سوانح قریبۂ نادر وغیرہ ملوک اولی العزم جبرہ و قہرہ بہ مصداق مضمون عبرت مشحون۔

بیک گردشِ چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند و نہ نادری

ہر وقت اور ہر آن و ہر لحہ واسطے عبرت اور خوف روز موعود کے ہر شخص کے لئے بس اور مکتفی ہے لیکن یہ سانحہ عظیمہ کہ بعد سال ہا سال کے واسطے یاد دہی اور عبرت ہم غافلوں کے کہ تقدیر و قدرت حضرت قادر علی الاطلاق سے کور و کر بے بصر و بے بصیرت ہو گئے تھے چابک تنبیہ و تادیب جانا چاہئے نمایاں ہوا یعنی وہ حکام ظاہر الاستحکام جن کے استقلال حکومت و انتظام کے زوال کا نہ اُن کو خیال تھا اور نہ کسی اور عقال کو وہم و گمان کبھی آسکتا تھا ایک طرفۃ العین میں وہ نمایاں ہو گیا کہ در و دیوار سے تصدیق مضامین سبحانہٗ اعظم شانہ وہو اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحکم یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب والحمد للہ فاطر السموات والارض سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العزیز الحکیم وللہ المشرق والمغرب فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون وہو القاہر فوق عبادہ الا لہ الخلق والامر ولہ ملک السموات والارض سبحانہ و تعالی عما یقولون علوا کبیرا فتعالی اللہ الملک الحق لا الہ الا ہو رب العرش العظیم عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون ظاہر و آشکار ہے ونعم ما قیل سے کیفیت المرء لیس المرء یدرکہا فکیف کیفیۃ الجبار فی القدم ہو الذی انشا الاشیاء مبتدعا ؎ فکیف یدرکہ مستحدث النعم یعنی مجملے از مفصل و مختصرے از مطول سانحہ عبرت افزا اور واقعہ حیرت زاے مرقومہ کہ ابھی تک بہت لوگوں کو یہ خیال ہے کہ آیا یہ واقعہ واقعی واقع ہوا یا یہ جو کچھ برائے العین دیکھ رہے

ہیں عالم رویا ہے اور خواب ہے۔ المختصر روز دوشنبہ ۱۶ تاریخ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن وفیہ لیلۃ القدر سنہ رواں مطابق ۱۱ مئی ۵۷ء مسیحائی کو کہ بباعث موسم گرما اول وقت کچہری ہورہی تھی صاحب مجسٹریٹ محکمہ عدالت میں سرگرم حکمرانی تھے اور سب حکام اپنے اپنے محکموں میں سرگرم اجرائے احکام تھے اور حکم قید اور حبس سزائے جسمانی وطلبی مجرمین وغیرہ جاری ہورہی تھی کہ سات بجے کے بعد میر کچہری یعنی داروغہ پل نے آن کر خبر دی کہ صبح کو چند ترک سوار چھاونی میرٹھ کے پل سے اوتر کر آئے اور ہم لوگوں پر ظلم زیادتی کرنے لگے اور محصول مجتمعہ کا لوٹنا چاہا۔ میں نے بلطائف الحیل اون کو باتوں میں لگایا اور کشتی لب پل کی قفلی کھول دی کہ آگے نہ آسکے۔ وہ لوگ جو آئے تھے انھوں نے محصول گھر سڑک کا اور بنگلہ صاحب سڑک کا کہ واقع سڑک سلیم پور ہے پھونک دیا ہے۔ صاحب سن کر متامل ہوئے اور اوٹھ کر جنٹ مجسٹریٹ کے پاس کہ دوسرے کمرے میں اجلاس کرتا تھا چلے گئے اور کچھ غٹ پٹ کر کے خزانہ کے کمرے میں گئے اور صاحب خزانہ سے مصلحت کر کے گارد متعینہ خزانہ کو حکم کمربندی دیا۔ اونھوں نے فی الفور حسب الحکم گولیاں بندوقوں میں بھرلیں اور تیار ہوگئے۔ اور ایک ایک پہرہ جنگی دروازہ کچہری پر بھی کھڑا ہوگیا اور تمام کچہری اور اہل عملہ میں کھل بلی پڑ گئی۔ صاحب مجسٹریٹ معلوم ہوا کہ کمشنر کے پاس گئے اس اثنا میں سنا گیا کہ وہ ترک سوار اب زیر قلعہ مبارک بیٹھی جھروکہ جمع ہیں اور حضور والاحضرت ظل سبحانی سے مستدعی خواستگار ہیں کہ ارک معلی میں باریاب ہوں اس عرصے میں صاحب مجسٹریٹ بھی آگئے اور اپنی میم اور بچّوں کو کوٹھی سے کہ زیر دیوار کچہری ہے طلب کرلیا اور بعد تھوڑی دیر کے نیم گارد کشمیری دروازے میں کہ وہاں بھی کمربندی تھی بھجوادیا۔ اسی اثنا میں لباس صاحب سیشن جج بھی آگئے اور کچھ دیر تک گرد کچہری کے گردش کر کے کوٹھی میں چلے گئے اور کچہری کو برخاست کا حکم دیا۔ اور ادھر قلعہ دار خدمت حضرت ظل سبحانی میں حسب الطلب حاضر ہوا۔ تمام حال وہاں کا بھی سُن کر اور ہجوم سواران وسپاہیان دیکھ کر چاہا کہ

اُن لوگوں کو زیر قلعہ جا کر فہمائش کرے۔ مگر حضور اقدس از راہ رحم و کرم کہ منجملہ صفات عطیہ الٰہی سے ہے نیچے جانے کو مانع آئے۔ انجام کار قلعدار رخصت ہوا اور تھوڑی دیر میں سنا کہ قلعدار و بڑے صاحب و ڈاکٹر صاحب و میم لوگ وغیرہ دروازے میں مارے گئے اور سوار قلعے میں چلے آئے۔ حضور اقدس بھی دستار مبارک زیب سر اور شمشیر ولایتی زیب کمر فرما کر تشریف فرمائے دربار ہوئے۔ شہر میں اول چند سوار آئے اور دریا گنج کے انگریزوں کو مارتے ہوئے اور دو بنگلہ جلاتے ہوئے پیش اسپتال زیر قلعہ آئے اور چمن لعل ڈاکٹر کو بھی دار الشفائے اصلی میں پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بڑے صاحب و قلعہ دار و ڈاکٹر وغیرہ چند انگریز کلکتہ دروازے پر کھڑے ہوئے دوربین لگائے سڑک میرٹھ کا حال دریافت کر رہے تھے کہ دو سوار آئے۔ اس میں سے ایک نے تنچہ اپنا جھاڑا اور ایک انگریز کو مار گرایا اور باقی جو بچ کر آئے حسب تحریر مذکور الصدر دروازہ قلعے میں آ کر مارے گئے۔ ادھر اور سوار بھی آ پہنچے اور شہر میں غل ہو گیا کہ فلاں انگریز وہاں مارا گیا اور فلانا انگریز وہاں پڑا ہے۔ راقم آثم بھی یہ چرچا دیکھ کر اور آواز بندوقوں کی سُن کر بپاس دین و حمیت اسلام اپنے کلبۂ احزان سے باہر نکلا تو بازار میں عجب عالم دیکھا کہ جانب بازار کشمیری دروازے سے لوگ بلا تحاشا بھاگے چلے آتے ہیں مگر چونکہ حقیر کو تفریح طبع اور پاس خاطر اپنے ناظرین کا جان عزیز سے عزیز تر تھا لہٰذا بے تکلف واسطے دریافت حال کے سیدھا اُسی طرف روانہ ہوا کہ زیر کوٹھی سکندر صاحب پہنچ کر ایک آواز بندوقوں کی باڑ کی سامنے سے سُنائی دی۔ آگے چلا تو دیکھا کہ صاحب بہادر جیو شمشیر برہنہ در کف سراسیمہ و بدحواس بے تحاشا بھاگے چلے آتے ہیں اور پیچھے پیچھے اُن کے چند تلنگے بندوقیں سر کرتے چلے آتے ہیں اور عوام شہر بھی کسی کے ہاتھ میں لکڑی اور کسی کے ہاتھ میں پلنگ کی پٹی کسی کے ہاتھ میں بانس کا ٹوٹا اوس کے درپے چلے آتے ہیں بلکہ بعضے بعضے آدمی شہر کے جی چلا کر دور سے مار بھی بیٹھتے ہیں۔ وہ سب انگریز کو لئے ہوئے جانب زینت باڑے سے نہر کی طرف لے چلے اور حقیر بہ جانب میدان نصیر گنج چلا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ فخر المساجد کے آگے بیس پچیس تلنگہ متفرق کھڑے ہیں اور لوگ اُن کو

طرف مسجد کے اشارہ کرتے ہیں۔ غرض دیکھا کہ چند تلنگہ مسجد میں گئے اور بہیم بندوقیں
مار کر سب کو وہاں بندوق کی راہ سے سیدھا ملک عدم کو پہنچا دیا آگے بڑھ کر بیٹیس
گرجا گھر اور زیر کوٹھی کالنس صاحب دیکھا کہ دو سو تین سو ترک سوار اور تلنگہ کھڑے
ہوئے ہیں اور اُن میں سے متفرق ہوکر ادھر اُدھر پھیلتے جاتے ہیں۔ اور ایک ایک سے
سوال ہے کہ بتلاؤ انگریز کہاں ہیں اور جو کوئی پتا نشان بتلاتا تھا اون میں سے دو چار
سپاہی فوراً اُس کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ اور ایک آناً فاناً میں دیکھا گیا کہ جس کوچہ میں دیکھو
دو تین انگریز یا کرانی مرے ہوئے پڑے ہیں ایک ایک کوٹھی میں گھس گھس کر انگریزوں
کو معہ زن و فرزند تہ تیغ کیا اور جو بچ کر کسی کے گھر (یا) کوچہ و بازار کی موریوں میں جا چھپا
وہ اس وقت بچ رہا۔ تمام کوٹھیوں کا مال اسباب لٹ گیا۔ گرجا گھر اور کچہری کی تمام
کرسیاں اور میزیں اور بلکہ فرشِ زمین وغیرہ سنگ مرمر تک بھی لوگ اٹھا لائے۔ بعد
تھوڑی دیر کے حقیر بہ طرف میگزین گیا تو مسجد نواب حامد علی خاں سے آگے بڑھ کر دیکھا
کہ نکسن صاحب سرِ دفترِ کمشنری کا لاشہ پڑا ہے اور کسی ظریف نے ایک بسکٹ ملی اُس
کے منھ کے پاس رکھ دیا ہے۔ میگزین کی بارگ میں عملِ مجاہدین ہو گیا تھا اور سنا کہ اندر
میگزین کے چند انگریز معہ اکثر خلاصیوں کے دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں۔ جانب مدرسہ
جو نظر کی تو دیکھا کہ تمام اسباب میز کرسی و تصاویر صدہا و ہزار ہا روپے کے آلات و
ادواتِ تجربہ اور ہزار ہا روپے کا کتب خانہ انگریزی و فارسی اور نقشہ جات سب
لوگ لوٹے لئے چلے جاتے ہیں۔ انجام کو یہاں تک نوبت پہنچی کہ شطرنجی وغیرہ ....
اور چوکٹ دروازہ تک نکال لے گئے غرض یہ تمام حالات بدیدہ عبرت دیکھتا ہوا حقیر
غریب خانہ آیا اور ہر دم چاروں طرف سے آواز بندوق کی چلی آتی تھی کہ بعد تین بجے
کے ایک آواز توپ کی آئی اہل جلسہ متامل تھے کہ دوسری آواز اور آئی حقیر فی الفور
برائے دریافت حال کوٹھی پر گیا کہ دفعتاً ایک زلزلہ عظیم بہ آواز مہیب اس قدر
صدمہ سے معلوم ہوا کہ میں نے جانا حضرت اسرافیل نے صور قیامت پھونک
دیا۔ غرض دیکھا تو معلوم ہوا کہ میگزین اڑ گیا غبار تیرہ و تاریک تا سطح کرہ ہوا

چھا گیا اور اُس میں پتھر اور سنگہائے دیوار مثل طیور و برگہائے درخت کے، کہ آندھی میں اُڑتے ہوں، معلوم ہوتے تھے۔ حقیر بدیں خوف کہ مبادا پتھر اس کے یہاں بھی گر کر صدمہ پہنچے اسمائے متبرکہ ورد زبان کرتا ہوا نیچے اُتر آیا۔ انجام کو معلوم ہوا کہ پچیس تیس انگریز معہ زن و بچہ جو اندر بند تھے ان کو مارنے کو غازیان پلٹن سیڑھی وغیرہ کے وسیلے سے دیوار میگزین پر جانب فصیل شہر سے چڑھے اندر سے محصورین نے بھی اُنھیں گولیاں ماریں اور اس اثنا میں دو فیر گراب کے شست باندھ کر محصورین نے مارے مگر چونکہ افسر لوگ بجز قواعد و ضوابط مشاق و آزمودہ کار نہیں ہوتے لہٰذا اُن سے کچھ چنداں کام نہ نکلا۔ انجام کو جب کہ دروازے پر توپیں لگا دیں اور ارادہ دروازے کے توڑنے کا کیا۔ محصورین نے اس عرصے میں جو جانب فصیل سُرنگ لگا رکھی تھی اُسے اُڑا دیا۔ کچھ سپاہی بھی اُن میں ضائع ہوئے اور اسی شور و شغب میں محصورین اندر سے بھاگ نکلے۔ چند آدمی شاید مارے گئے اور باقی نکل گئے۔ اغلب ہے کہ بعد اس کے متفرق مارے گئے ہوں گے۔ سنا گیا کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے۔ اُس دن تک کچھ آب و دانہ باقی تھا اور کوئی دن دنیا کی ہوا کھانی تھی کہ دوسرے دن یوم سہ شنبہ قریب دوپہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔ یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا اور اکثر ناواقف لوگوں کو اغوا کیا کرتا تھا۔ چناں چہ ڈاکٹر چمن لعل کا خون اُسی کی گردن پر رہا۔ عجیب شانِ ایزدی ہے کہ یہ شخص نہایت مالدار تھا۔ قریب دو لاکھ کے روپیہ اس کا بنک کلکتہ و دہلی میں جمع تھا اور چند بنگلہ وغیرہ کرایہ کثیر کے چھاونی میں تھے اور یہ روپیہ بھی اس قدر سعی و کوشش سے جمع کیا تھا کہ صرف ڈیڑھ آنہ یا چار پیسے روز اپنی ذات کے صرف طعام میں لاتے تھے اور باقی سب داخل بنک۔ دن رات میں جو وقت فرصت ہوتا تھا اُسے حساب کتاب زر بنک میں صرف کرتے تھے۔ کپڑے بھی صرف ضرورتاً قابل جلسہ اہل جلسہ کے پہنتے تھے۔ لیکن قابل عبرت ہے حال دنیائے دون کا کہ باوجود اس زرِ کثیر کے دن بھر لاشہ برہنہ خاک و خون میں غلطاں پڑا رہا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ فقیری لباس اُس وقت تھا اور مُنہ پر خاک ملی ہوئی تھی۔ **مٹکاف صاحب۔**

یہ شخص بروقت ۸ بجے کے کچہری میں آیا تھا اور بعد اُس کے شہر میں بہ مُراد انتظام گیا اُس وقت اور انگریز میگزین میں پناہ لیتے تھے سب نے اس کو بھی ساتھ بند کرلینا چاہا تھا اور سمجھایا مگر چوں کہ موت سر پر چڑھی ہوئی تھی زبردستی انتظام انتظام کہتا ہوا نکل گیا اور نگم بو د دروازہ تک جاکر انجام کو لوگوں سے واسطے پناہ کے ہاتھ جوڑنے لگا اور ایک ایک گھر میں گھُستا تھا کہ آخر کو ایک سوار اجینٹی سے گھوڑا مانگ کر سیدھا بھاگا اور ایک ترک سوار کہ اُس کی جان کا عزرائیل تھا باگ اُٹھا کر پیچھے ہوا۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت ننگے سر تھا اور بے تحاشا بھاگے جاتا تھا اور پیچھے ملک الموت اُس کا اُس سے بھی سو قدم آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ آخر اجمیری دروازے پر پہنچ کر ایک نجیب کی ٹوپی اُٹھاکر سر پر رکھ لی اور انسداد دروازے کا حکم دے کر باہر بھاگ گیا کہ اس عرصے میں یہ ترک سوار بھی جا پہنچا اور جاتے ہی نجیب کو تپنچہ دکھایا کہ اُس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ آخر کار پہاڑی دھیرج پر جاکر اپنی منزل آخر کو پہنچ گیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ زندہ نکل گیا۔

برسفرڈ صاحب بنک والا - یہ انگریز میگزین میں پہنچ گیا تھا مگر کھوا زسکہ قضا بہت نزدیک تھی باوجود فہمائش اور انگریزوں کے برائے انتظام کوٹھی دخزانہ بنک بذات خود گیا کہ میم اور بچوں کو لے کر آتا ہوں۔ سنا گیا کہ کوٹھی میں جاکر ایک اور انگریز سے باتیں کر رہا تھا کہ خانساماں نے جاکر اس حال کی خبر دی۔ پوچھا کہ کتنے ایک سوار آئے ہیں۔ اُس نے کہا کہ ابھی تو بیس پچیس سنے گئے ہیں۔ جیں بجبیں ہو کر کہا کہ اوہم جانتا ہے اپنے واسطے خرابی لائے گا۔ ہمارا کیا کر سکتا ہے اور اپنے بھائی بندوں کا نقصان کرے گا۔ یہ کہہ کر کہ اچھا خزانہ کا بندوبست کرو۔ سب کنجیاں وغیرہ لے کر معہ میم وغیرہ کے کچھ لڑکیاں نوجوان اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور کچھ کوٹھی کے کمرے میں چلے گئے اور خانساماں سے کہہ دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کچھ نہ بتلانا کہ صاحب کہاں گئے ہیں انجام کار سنا گیا کہ ایک سوار غازی ...... اور باقی اُن سب کو مار ڈالا اور کوٹھی بنک لٹ گئی اور آگ لگائی گئی کہ جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔

حال تیم گارڈ کشمیری دروازہ

اکثر انگریز معہ میم لوگوں کے وہاں پناہ لئے بیٹھے تھے اگرچہ شہر میں یہ قتل رہا مگر وہاں

توپ بکھرے ہوئے وہ انگریز محفوظ تھے اور غازیان شہر بھی خبرگیری شہر میں مصروف رہے۔ کسی نے ادھر توجہ نہیں کی مگر قریب شام پلٹن چھاؤنی جو شہر میں داخل ہوئی تو اُس نے ان سب کو فی النار کیا اور داخل قلعہ معلی ہوئے۔

حال چھاؤنی

بہ وقت آٹھ بجے دن کے اول وقت جب کہ شہر میں ہل چل ہو رہی تھی ایک تلنگہ چھاؤنی سے چٹھی لے کچہری میں آیا اُس سے جو حال چھاؤنی راقم آثم نے دریافت کیا تو اُس نے بیان کیا کہ وہاں بھی کمربندی ہو رہی ہے۔ پوچھا کیا وہ لوگ انگریزوں سے رضامند ہیں یا ناراض ہیں۔ اُس نے گھبرا کر کہا کہ ارے نہیں کیا راضی ہیں۔ حقیر نے پوچھا کہ تم اپنی کہو اُس نے متبسم ہو کر کہا کہ جب سب بگڑ گئے تو ہم اکیلے کیا کریں گے۔ غرض تلنگان پہرہ پہری کو بھی جو دیکھا تو وہ بھی خندہ پیشانی پائے گئے بلکہ ایک نے یہ بھی کہا کہ گولیاں انھوں نے بھروادی ہیں دیکھنا ہم بھی کس کو مارتے ہیں۔ الغرض پھر تحقیق معلوم ہوا کہ بہت سے انگریز اہل پلاٹن چھاؤنی دلباس صاحب سشن جج کے یہاں سے رستہ کاٹ کر براہ نالہ وغیرہ کوٹھی پہنچ گیا تھا سہ پہر کو وہ بھی چھاؤنی میں جا ملا اور وہاں سے بہرا (بیرا) اور جمعدار وغیرہ کو رخصت کر دیا تھا اور ... صاحب کلکٹر پانی پت اور بہت میم و بچے وغیرہ شام تک جمع تھے اور ایک اور پلٹن بھی اگرچہ برسرپرخاش کمربند تھی مگر یہ انگریز لوگ باوٹہ پر موجود تھے اور اہل پلٹن اُن کے خلاف تیار تھے آخر کو قریب شام یہ لوگ بگی و گھوڑے وغیرہ پر چڑھ کر انبالہ کو روانہ ہوئے اور مذکورہ بالا نیم گارد کشمیری دروازہ کے انگریزوں کو مار کر داخل قلعہ معلی ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اُن انگریزوں میں دو تین انگریز تھے جن کے ہاں ڈاک کا کارخانہ تھا۔ بروز شنبہ ایک شخص خاص اس محلہ کا کہ اُن کے کوچبانوں میں نوکر تھا یہاں پہنچا۔ اُس کی زبانی تحقیق معلوم ہوا کہ وہ سب انگریز روانہ انبالہ ہوئے اور کچھ پانی پت اور کچھ کرنال میں مارے گئے۔ انجام کو تین انگریز مرکھپ کر انبالہ تک پہنچے اور ترپ گورہ میں جا شامل ہوئے۔

انبالہ

وہاں کا حال یہ ہے کہ چار پلٹنیں تلنگوں کی پریڈ پر کمر بند مسلح موجود اور مقابل اُن کے تین پلٹن گورہ کی ہوئی کہ ان میں ایک ایک دگشائی اور کسولی وغیرہ سے جمع ہوکر اُتر آئی ہے۔ میگزین اور خزانہ قبضہ تلنگان غازی میں ہے اور گورے طلب کرتے ہیں لیکن تلنگہ ایک نہیں سنتے۔

میرٹھ

رسالہ ترک سواران غازی کا اور پلٹن بابت نام پہلے سے برسرپرخاش تھی اور اُن سے بابت کارتوس کے کہ سور کی چربی اور تھلی وغیرہ اُس پر منڈی ہوئی ہے مثل پلاٹن مقامات دیگر حسب مندرجہ اخبارات سابق تکرار درپیش تھی کہ انجام کو بجرم انکار ۸۵ سوار اُس میں سے قید ہوئے کہ روز یکشنبہ کو حمیت دینی اور حمایت مذہبی نے جوش کیا اور دفعتاً تمام اہل پلٹن و رسالہ جو شخص جس حال میں تھا ہتیار سنبھال کر اوّل جیل خانہ سے اپنے برادران اسلامی کو چھڑا لائے اور معہ پلٹن درپے انگریزوں اور گوروں کے ہوئے۔ اور جہاں ملے مار کر تہ تیغ کیا حتی کہ سب انگریز اور گورے مضطر دمدمہ میگزین میں محصور ہوئے اور غازیان نامی راہی دہلی ہوئے۔ جو کچھ یہاں گذری اوپر ذکر ہوا۔

سہارنپور و روڑکی

روڑکی سے ایک پلٹن وہاں کی انگریزوں کو مار کر اس طرف آئی تھی کہ میرٹھ میں اُن سے گوروں سے سامنا ہوا چوں کہ وہ لوگ مکان محفوظ میں تھے اور میگزین پر بھی قابض تھے اور یہ لوگ تھکے ماندے اور سفر کے مارے اس پر بھی تبائید الٰہی و اقبال حضرت شاہنشاہی اہل پلٹن نے اُن لوگوں کو پس پا کر کے شکست دیدی۔ وہ لوگ پھر اپنے دمدمے میں گھس گئے۔ اور دو سو گورے مارے گئے اور سو یا ڈیڑھ سو غازی داخل بہشت ہوئے۔ اور یہ لوگ بہ نظر سلامی شاہی اور برائے درستی بندوبست کل وقت صبح شہر میں داخل ہوئے۔

شہر اور حوالی شہر میں گوجروں نے آفت برپا کردی ہے۔ رستے بند ہیں۔ صدہا کوٹھیاں جل گئیں اور لٹ گئیں۔ جب کوتوالی دہلی میں آکر غازیوں نے کوتوال کو دریافت کیا تو قیدی آکر مستدعی رہائی ہوئے۔ ہر چند پہلے نجیب لوگ کچھ متامل ہوئے، پھر کوتوال اور نجیبیوں کو بجز اطاعت کچھ نہ بن آیا۔ اس وقت سے کوتوال سابق مفقود ہیں، پتا نہیں۔ قیدیان جیل خانہ بھی سنا گیا کہ اسی دن رہا ہوئے۔

قلعی معلی کا یہ حال ہے کہ پلاٹن کی چھاؤنی گویا ان دنوں ارک معلی ہے۔ حضور اقدس ۱۷ر تاریخ برائے تشفی اپنی رعایا کے سوار ہوئے۔ ۱۸ر تاریخ صدر اعلیٰ مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر اور مولوی عباس علی صاحب و جناب کرم علی خاں صاحب منصف برائے انتظام عدالت فوجداری و دیوانی مقرر ہوئے۔

۲۰ر تاریخ رئیس جے پور و بیکانیر و رئیس الور اور دیگر رئیسان ذیشان کے (نام) حقہ طلب جاری ہوئے . . . . .

۲۴ر تاریخ . . . . ایک سوار ملازم عالی جاہ بیجا بائی صاحبہ بہادر جیا جی راؤ سندھیا والی گوالیار واسطے خبر گیری و دریافت حال کے شہر میں پہنچا۔ اغلب ہے کہ حضور اقدس سے شقہ فیض مرقع مرحمت ہو۔[۲۱]

۲۴ر مئی کے دہلی اردو اخبار کے اقتباسات

دہلی اردو اخبار کے اس نمبر سے ہندوستان کے اکثر شہروں کے اجمالی اور دہلی کے تفصیلی حالات ہم کو معلوم ہوتے ہیں۔ ذیل میں ان کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ اخبار کے پہلے کالم میں "تاریخ انقلاب عبرت افزا" کے عنوان سے ایک نظم درج کی گئی ہے جو "مولوی محمد حسین المتخلص بہ آزاد تلمیذ خاص حضرت خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ اُستاد حضور والا ادام ملکہ واقبالہ" کی تصنیف تھی۔ نظم یہ ہے

تاریخ انقلاب عبرت افزا

کو ملکِ سلیمان و کجا حکمِ سکندر　　　شاہانِ اولوالعزم و سلاطین جہاندار

کو سطوتِ حجاج و کجا صولتِ چنگیز | کو شانِ ہلاکو و کجا نادرِ خونخوار
نہ شوکت و حشمت ہے، نہ وہ حکم نہ حاصل | کس جا ہے جہاں اور کہاں ہیں وہ جہاندار
کو رستم و سہراب و کجا سام نریماں | اس معرکہ میں کند ہے ہر ایک کی تلوار
کو حکمتِ لقمان و کجا علم فلاطوں | خیلِ حکما و علمائے اولی الابصار
ہوتا ہے ابھی کچھ سے کچھ یک چشم زدن میں | ہاں دیدۂ دل کھول دے اے صاحبِ ابصار
ہے کل کا ابھی ذکر کہ جو قوم نصاریٰ | تھی صاحبِ اقبال و جہاں بخش و جہاندار
تھی صاحبِ علم و ہنر و حکمت و فطرت | تھی صاحبِ جاہ و حشم و لشکرِ جرّار
اللہ ہی اللہ ہے جس وقت کہ نکلے | آفاق میں تیغِ غضبِ حضرتِ قہار
سب جوہرِ عقل اُن کے رہے طاق پہ رکھے | سب ناخنِ تدبیرِ خرد ہو گئے بے کار
کام آئی نہ علم و ہنر و حکمت و فطرت | پورب کے تلنگوں نے لیا سب کو یہیں مار
یہ سانحہ وہ ہے کہ نہ دیکھا نہ سُنا تھا | ہے گردشِ گردوں بھی عجب گردشِ دوار
نیرنگ پہ غور اُس کے جو کیجئے تو عیاں ہے | ہر شعبدۂ تازہ میں صد بازی عیار
ہاں دیدۂ عبرت کو ذرا کھول تو غافل | ہیں بند یہاں اہلِ زباں کے لبِ گفتار
آنکھیں ہوں تو سب کھل گئی دُنیا کی حقیقت | مت کیجیو دلا اس کا بھروسا کبھی زنہار
عبرت کے لئے خلق میں یہ سانحہ بس ہے | گر دیوے خدا عقلِ سلیم و دلِ ہشیار
کیا کہئے کہ دم مارنے کی جائے نہیں ہے | حیران ہیں سب آئینہ صفت پشت بہ دیوار
حکام نصاریٰ کا بہ دیں دانش و بینش | مٹ جائے نشاں خلق میں اس طرح سے یکبار

اس واقعہ کی پائی یہ آزاد نے تاریخ

دل نے کہا فاعتبروا یا اولی الابصار

کول

سنا گیا ہے کہ چار کمپنیاں کول کی بھی انگریزوں کا کالا منہ کر کے حضور سلطانی میں آ حاضر ہوئے۔ یعنی جو انگریز پایا اُسے موت کے گھر پہنچایا اور خزانہ خوب لٹایا۔ تمام رعایا نے وہاں کی خوب لوٹا اور جس نے پایا خوب کمایا۔ جس پلٹن کی یہ سپاہ ہے اُس پلٹن کا نام

بر جالیسر منسوب ہے۔ باقی سپاہی بھی قریب انشاء اللہ آنے کو ہیں۔

بلند شہر

بلند شہر میں بھی سنا کہ سپاہ نے انگریزوں کو مار ڈالا جو کوئی قسمت سے بھاگ گیا سو بھاگ گیا۔ باقی سب مارے گئے قیدی جیلخانہ کے تمام چھوٹ گئے اور کوٹھیاں انگریزوں کی تباہ و برباد ہوئیں۔

کانپور

کانپور کا حال بھی مثل سب جگہ کے سُنا گیا جہاں انگریز پایا جاتا ہے مارا جاتا ہے۔

لکھنؤ

سُنا جاتا ہے کہ لکھنؤ میں انگریزوں کا وہی حال ہوا جو کہ یہاں دیکھا گیا۔ یہ بھی افواہ ہے کہ وہ بھائی گدی نشینِ معزول کا جو کہ دیوانہ مشہور تھا گدی پر بیٹھا اور عملداری اُس کے نام ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ خود وہ شاہ رقص دوست و سرود پسند کس خیال میں ان دنوں میں ہیں اور سراپردہ دولت کہاں ہے۔

آگرہ

آج کل یہ افواہ ہے کہ عمل جناب بیجا بائی کا آگرہ میں ہو گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ خود انگریزوں نے اُن کو سونپ دیا اور کہا کہ ہم سے بندوبست نہیں ہوتا اور بعضے کہتے ہیں کہ مضمون طفل بہ مکتب نمی ایدو لے ببر نارش نمایاں ہے۔

وہ سوار جو لشکر بیجا بائی سے آیا تھا مشہور ہے کہ خفیہ یہاں سے لے کر روانہ ہو گیا اور بعضے کہتے ہیں کہ ہوڈل لٹ گیا اور آگرے سے دو پلٹن گورہ کی اور دو ہندستانی چلی تھیں یہ نہیں معلوم کہ میرٹھ جاویں یا کہاں۔ امید ہے کہ غازی وقت مددیانے غازیان کی بر عنایت الٰہی گوروں کو دم بھر میں چھانٹ ڈالیں گے۔

جھجھر

والی جھجھر نے اپنے بیٹے کو حضور اقدس میں بھیج دیا اور خسر بھی والی جھجھر کے سُنے

جاتے ہیں کہ آگئے۔ لوگوں کو گمان تھا کہ والی ممدوح کچھ خیال سرتابی از بندگان سلطانی رکھتا تھا اور انگریزوں کو پناہ دی تھی۔ اب مشہور ہے کہ جو انگریز علاقہ جھجر میں تھے وہ بہ حفاظت سواران نکال دیئے گئے پہاڑ کی طرف۔ لیکن اکثر ابرار کہتے ہیں کہ لوگوں کو عبث یہ خیال ہے کہ انگریز حفاظت وغیرہ سے بچیں گے بلکہ ان پر غیبی مار وہ بتلاتے ہیں۔ اب انگریز جس جگہ جاویں گے امان نہ پاویں گے۔۔۔

سکندرہ

وہاں کا خزانہ بھی لٹ گیا انگریز مارے گئے دفتر جلا دیا گیا۔

غازی آباد

کہتے ہیں کہ گوجروں نے کسی طرح ایک دو توپ قبضہ میں کر کے غازی آباد کو اڑا دیا اور خوب لوٹ کی۔ گوجر بھی عجب جنس اور عجب ذات ہیں۔ تین دن ہوئے کہ محلکہ تحصیل دار کو لکھ دیا اور انتظام کا ذمہ کیا تھا۔ اب یہ نوبت ہوئی کہ غازی آباد کو اس درجہ پر پہنچایا، جو مکان تحصیل وجائے قیام تحصیل دار وغیرہ ہے۔

بلب گڈھ

وہاں کا راجہ بھی برخلاف مطلب غازیان دین سنا جاتا ہے اور انگریزوں کو امان دیتا ہے۔ سابق جو سنا گیا تھا کہ منڈرو صاحب مارا گیا اب سنا گیا کہ غلط ہے بلکہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ وہ بھی بلب گڈھ پہنچا (زندہ موجود ہے)۔ جب تک کہ تنبیہ مخالفین مرضات دین مبین کی نہ ہوگی تب تک انتظام ہرگز نہ ہوگا۔

میرٹھ

وہاں کا حال مختلف سنا جاتا ہے۔ نتیجہ سب کا یہ ہے کہ ابھی دمدمہ میں انگریز اور گورہ موجود ہیں کچھ سوار سپاہی بریلی کی طرف سے جو آئے ہیں کالی ندی پر پڑے ہیں سب ارادہ غزا پر مستعد ہیں۔ مگر منتظر مدد کے ہیں اگر یہاں سے کچھ مدد پہنچے تو امید ہے حق تعالیٰ سے کہ اہل دمدمہ جلد مصداق فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسواہا ہو جاویں۔ نہیں معلوم کہ یہاں سے اب تک کیوں نہیں مدد گئی۔۔۔۔ انگریزوں پر غضب الٰہی ہے۔ کل بن مارے

وہ خود بخود مر جائیں گے یا مارے جاویں گے۔ لیکن دنیا عالم اسباب ہے کارخانہ یہاں کا یوں ہی رکھا ہے۔ از بس مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ جب آسمان سے بام خانہ کعبہ پر تشریف لاویں گے تو یہاں سے سیڑھی مانگیں گے۔ تو نظر براں جا نا پلٹن اور توپوں اور سواروں کا واسطے مدد غازیوں کے پر ضرور ہے وہاں کی رعایا بھی بہ مددگاری غازیوں کے مہیا و تیار ہیں۔

خاص شہر دہلی

اب رعایا بسبب لوٹ مار کے بہت تنگ و حیران و سرگرداں ہے۔ کیا شہری خود اور کیا باہر والے بیشتر لوٹ مار کرتے ہیں اور تھانجات کی عمل داری اور طاقت عشر عشیر نسبت سابق کے نہیں رہی اُن کی اعانت و مدد کے لئے سپاہ ضرور ہے۔ خلف شیخ ولی محمد سوداگر یعنی شیخ محمد ابراہیم کے ہاں سے گھوڑے کھل گئے ایک گھوڑا بہت مشکل سے ایک آدمی نے چھڑایا غرض ہر ایک عزت دار و مالدار کے لئے آج کل بڑی مشکل ہے۔

ایک ملازم سرکاری نے ایک عورت کا مال بھی کئی ہزار کا کہتے ہیں کہ لے لیا اور کوٹھے پر اکیلے لے بھی گئے۔۔ انجام یہ ہوا کہ صوبہ دار نے پلٹن کے قید کیا۔ کرنیل جیمس اسکنر کی کوٹھی اس قدر لوٹی گئی کہ بیان سے باہر ہے۔

ایک آدمی کے گھر میں گھس کر گولیوں سے چند سپاہیوں نے اُس کو مار ڈالا۔ وقس علیٰ ہٰذا۔ شہر بہت لٹتا ہے بہت لوگوں نے یہ افعال اختیار کئے ہیں کہ تلنگوں کی صورت بنا کے شہر کو لوٹنا اختیار کیا۔ اس طرح سے کہ بندوقیں وغیرہ اسباب و آلات میگزین اور کوٹھیوں سے انگریزوں کے لوٹ اپنے تئیں تلنگوں کے بھیس میں ظاہر کر کے لوٹنا شروع کیا۔ چناں چہ پانچ آدمی کل گرفتار ہوئے انجام کو ظاہر ہوا کہ کوئی نوکہار ہے مستمن صاحب کا اور ایک اہیر اور ایک چمار ہے جو منڈی چھاؤنی میں بنا تا تھا اور دو اور چار۔۔۔۔ سوا اپنے تئیں جس پلٹن کے سپاہی ہونا ظاہر کیا تھا اُس پلٹن میں پہنچائے گئے جب جھوٹ اور فریب ظاہر ہوا تو صوبہ دار اور سپاہیوں نے خوب جوتے مارے اور اب قید ہیں۔

ایک عرضی حضور میں گذری کہ سپاہی تلنگیں شہر کی رعیت کو لوٹتے ہیں۔

حضور سے کوتوال شہر کو حکم ہوا کہ گرفتاری عمل میں آوے اور افسروں کو بہت فہمایش ہوئی۔ غرض اعمال و افعال خلائق کی یہ سزا خداوند تعالیٰ کی طرف سے جاننی چاہیے کہ جھوٹ اور حسد اور کینہ اور حرام کاری اور حرام خواری جو زیادہ از حد ہونے لگی تھی اُس کا یہ نتیجہ اور مکافات ہے۔ منتقم حقیقی کی طرف سے اگرچہ بہ مصداق قضیۂ مشہورہ سوکھی کے ساتھ گیلی بھی جلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رحم اور فضل اور امن و امان کی دُعا لازم ہے۔

نواب اعتماد الدولہ بہادر

سنا گیا کہ جناب نواب اعتماد الدولہ سید حامد علی خاں بہادر بھی مشرف دربار گہربار سلطانی ہوئے۔ از روئے مرحمت خسروانی حکم محکم قضا شیم صادر ہوا ہے کہ پانسو آدمی کی بھرتی کریں اور زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ اس بھرتی میں شیخ سید مغل پٹھان قوم شریف جلیل وجری ہوں نیچ قوم نہ ہوں۔

رہتک

وہاں کو سپاہ اور توپیں معہ ایک شاہزادہ والا تبار بھیجے گئے یعنی مرزا بختاور شاہ بہادر۔ غالباً وہاں ایک خزانہ بھی ہے۔ بہ اقبال بندگان والا قریب تر فتح یاب آتے ہیں اگر ہر ضلع میں اسی طرح عمل میں آوے تو جلد تحصیل بھی جاری ہو جاوے اور بند و بست اور رعب بھی قرار واقعی عمل میں آوے۔ کہتے ہیں کہ فصل بھی خوب ہوئی ہے اور غلّہ اور روپیہ زمینداروں پاس موجود ہے۔

العهدة على الراوی

سنا گیا کہ بربادی رعایا اور ظلم و زیادتی مفسدین اور بے انتظامی شہر اور مظلومی اہل شہر سُن کر حضرت حضور اقدس ظل سبحانی نے ایک تحریر پُر تاثیر بدیں مضمون جاری فرمائی کہ اکثر اہل سیف و اہل زر در رعایائے شہر اور نمک پروردگان شاہی کو ستاتے ہیں اور نہایت تکلیف دیتے ہیں۔ پہلے اس سے اہل فرنگ حسب دل خواہ اپنے جو احکام چاہتے تھے جاری کرتے تھے اور رعایائے عزیز بادولت ہمیشہ

پریشان حال اور حیران رہتی تھی، اب تم لوگ انھیں ستاتے ہو اور لوٹتے ہو اگر
ایسا ہی تمہارا حال ہے تو خیر اس آخری وقت میں ہا بدولت کو کچھ ملک و مال
سے غرض نہیں بہ طرف خواجہ صاحب حضور نہضت فرماویں گے کہ رعایائے حضور
بھی سب ہمرکاب اپنے آقائے ولی نعمت کے چلی جائے گی اور یا بہ طرف کعبۃ اللہ
ہجرت فرماویں گے کہ بقیہ عمر عزیز صورتاً و معناً و سراً و علانیتہ یاد الٰہی میں بسر ہو جاوے۔
سنا گیا کہ یہ تحریر جو پڑھی گئی تمام سامعین اُس تحریر پُر اثر کو سن کر آب دیدہ ہوئے۔
خدائے مسبب الاسباب کچھ ایسی صورت کر دے کہ شہر کی بے بندوبستی رفع ہو جائے
تاکہ خلق اللہ کو بھی امن ہو جاوے اور ہمارے حضور اقدس حضرت ظل سبحانی خلد اللہ
ملکہ وسلطانہ کا بھی تردد خاطر رفع ہو جاوے کہ ؎

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست | وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد

کل کے دن تمام شہر میں درباب تین باتوں کے منادی ہو گئی اول یہ کہ پتلی
شاہی روپے پر بٹہ لگے اور سکہ سلطانی بے کم و کاست حسب دستور سابق جاری
ہو جاوے۔ دُوئم یہ کہ کوئی شخص اہل شہر میں سے بدمعاشان و بدمظنہ لوگوں کو بہ
پشت گرمی مفسدین اپنے مکان پر جمع نہ کرے اور مرتکب دنگہ و فساد و واردات کا
نہ ہو۔ درصورت وقوع حادثاتِ کذائی توپ سے باندھ کر اوڑا یا جائے گا۔ سیوم
یہ کہ مال معوریہ میگزین جس کسی نے اس طوفان بے تمیزی میں لوٹا ہوا ور اُس کے
پاس ہو، لازم ہے کہ بے تامل کوتوالی شہر میں پہنچا دیوے۔ مکانات انگریزوں
کے جتنے ہیں بہت مال و اسباب وہاں کا لوٹا گیا اور جلا دئے گئے اور ابھی تک
کوٹھیاں جلائی جاتی ہیں۔ اگرچہ آج سنا جاتا ہے کہ واسطے ضبطی کے سررشتہ
نیول سے انتظام ہو۔ لیکن آج سنا گیا کہ طامس صاحب کی کوٹھی کو بھی کسی نے آگ
لگا دی۔ نہایت تعجیل اور کوشش اس باب میں چاہئے کہ سپاہی جرار اور ہوشیار
سب اس قسم کے مکانات پر بٹھائے جاویں۔ اب بھی بھتیرے مکانات انگریزوں
میں بہت کچھ مالیت بنی جاتی ہے اگر حفاظت قرار واقعی نہیں ہو گی تو مفت مال

سلطانی اب ضائع ہو رہا ہے۔ ایک سپاہی فوج کے نہایت دیندار بیان کرتے ہیں کہ کول میں گیارہ لاکھ روپیہ کا خزانہ لوٹ میں ضایع ہوا نہایت افسوس ہے کہ مدد اضلاع میں نہیں جاتی اور انتظام نہیں عمل میں آتا اگر تعجیل عمل میں آوے تو بہت خزانہ بھی آجاوے اور تحصیل بھی جاری ہو۔ بلند شہر سے چار لاکھ روپیہ تو سنا جاتا ہے کہ آیا ہے۔

لکھنؤ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ منور الدولہ کی گدی نشینی مشہور ہے العہدۃ علی الراوی یہاں تک اخبار لکھنے میں آیا تھا کہ سنا خزانہ رہتک کا آگیا۔ جناب شاہزادہ آفاق نے نہایت چستی و چالاکی سے معہ سپاہ جرار جاتے ہی خزانہ پر قبضہ کیا اور بہت جلد حضور پُرنور میں لا حاضر کیا۔ ابھی کچھ تعداد و حال لوٹ مفصل نہیں کھلا۔ امید ہے خداوند تعالیٰ سے کہ مرشد زادہ ہائے آفاق بہت خوبصورتی اور چُستی اور چالاکی بموجب رضائے بندگانِ سلطان چناں کہ شاید و باید انجام عہدہ ہائے مفوضہ کریں گے۔ جس ضلع اور قلعہ میں جو منصب اُن کو سونپا جاوے گا امید قوی ہے کہ یہ بخوبی انصرام کریں۔ علی الخصوص بعض بعض صاحبزادہ والا تبار کی پیشانی اور چالاکی اور جرات اور محنت و مشقت سے صاف نمونہ تیموریہ ظاہر و آشکار ہے کہ نہایت ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض کی متانت اور بردباری سے صاف نمونہ شاہجہانی و عالم گیری نمایاں ہے کہ انشاء اللہ کبھی آئندہ تفصیل لکھی جائے گی اور حقیقت میں ہمارے حضور اقدس کی تجویز بتائید الٰہی مصداق افعال الملوک ملوک الافعال جانا چاہیئے۔ جو جو جس جس منصب عالی کے لئے زیبا ہیں اُن کو اُسی اُسی طرح کا منصب عطا کیا ہے۔

کرنال

وہاں سے جو آدمی آئے ہیں تو جب تک کہ وہ وہاں تھے، جسے آٹھ دن ہوئے، عملداری انگریزی ظاہر کرتے ہیں لیکن بعض قراین سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے بھی فی النار ہو گئے ہوں (ن)۔ ہانسی سے ایک آدمی آیا تھا سُنا گیا کہ صاحب نہر اور اہل کار اُن کے وہاں موجود چھوڑ آیا تھا۔ امید ہے حضرت قہار (و) جبار سے کہ وہاں بھی یہی حال اب ہو گیا ہو جو کہ یہاں نمودار ہوا۔ میر احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر تو وہاں ہیں۔ اُن کے گو یہاں ایک آدمی خبر گیری کے

لئے آیا۔ سُنا اُن لوگوں کو یہاں کا حال ظاہراً کچھ معلوم نہیں کہ وہ سبب عدم رسی ڈاک
پوچھتے سے گئے۔ یہ سید صاحب بڑے دیندار اولاد حضرت غوث الاعظم قدس سرہ سے ہیں۔
یہ حال سنتے ہی عمل داری اسلامی سے بہت شاداں ہوں گے ایسے آدمیوں کو تلاش کر کے
کام سونپنے چاہئیں اور بہت ماہر کارخانہ ہزاور کارگذار ہیں۔

ڈاک

بہت افسوس ہے کہ ڈاک کا بندوبست ابھی تک یہاں کچھ نہیں ہوا۔ پہلے سب
کاموں سے ڈاک کا بندوبست ضرور ہے۔ کچھ بندوبست شروع ہوا تھا لیکن بہ سبب نہ تعین
ہونے سواروں کے یوں ہی رہ گیا کچھ روپیہ بھی عبث ہرکاروں کو ہضم ہوئے۔ اگر تھوڑے روپیہ
اور سواروں کی بھی مدد ہو جاوے تو ابھی ہم بندوبست اس کا جاری کر سکتے ہیں۔

تحصیل

تحصیل زر برکات کا اس وقت اگر بندوبست عمل میں آوے گا تو روپیہ پٹواری اور
زمینداروں کے پاس موجود سُنا جاتا ہے۔ تعویق میں پھر مشکل ہوگی۔ کہتے ہیں کہ کارکن لائق کار
ایک جناب احترام الدولہ بہادر بہ مصداق یک انار و صد بلکہ ہزار دہ ہزار بیمار ہیں سارا بوجھ
اُمورات مہام سلطنت کا اس ایک نیکوکار پر ہے۔ کس کس کام کی خبرداری کریں۔ اغلب
ہے کہ قریب قریب سب کاموں کی درستی ہو جاوے اور خرچ روپیہ کا انتظام صرف جناب
معتبر الدولہ بہادر کی ذات پر منحصر ہے۔ غرض وجود باوجود ان دونوں ذی جود کا مغتنمات سے
ہے۔ انتظام تحصیل مال میں مرزا محمد علی بیگ تحصیلدار کو بھی مغتنمات سے جاننا چاہئے۔ واسطے
ڈپٹی کلکٹری کے ایسا عہدہ دار نہیں میسر ہو سکتا اور واسطے انتظام ہر ایک کام کے اگلے عہدے
داروں کا طلب کرنا مفید سرکار بندگان اقدس معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص منشی لالہ نتھو مل
صاحب سررشتہ دار کلکٹری اور خلف الصدق ان کے لالہ رام جی داس نائب سررشتہ دار
کہ ماہر کار مال ہیں اُن کی طلب اور عطائے عہدہ جلیلہ ضروریات سے بسا مفید بندگان اقدس
ہوگی۔[۲۲]

"فروخت اجناس بازار ہائے شہر"

دہلی اردو اخبار ہی کے ایک نمبر سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت شروع ہونے کے چار ہفتے بعد دہلی کے بازاروں میں کھانے پینے کا سامان کم یاب ہی نہیں بلکہ نایاب تھا۔ یہ حالات کا قدرتی نتیجہ تھا۔ سُرخی اوپر نقل کی جا چکی ہے، خبر یہ ہے۔

"... دوکانداران شہر نے بڑی ظلم و زیادتی کر رکھی ہے کہ اجناس ضروری وافیائے کار آمدنی تصرفی روزمرہ میں لوگوں کو بہت تکلیف ہے کہ اکثر اشیاء بالکل ملتی ہی نہیں اور جو ملتی ہیں تو بہت گراں اور مہنگی۔ ہر ایک بازار میں گنتی کی دوکانیں کھُلی دکھائی دیتی ہیں اور جو دوکان کھُلی ہوتی ہے، اُس پر خریداران ضرورت مند کی یہ حالت ہے کہ گویا ایک انار و صد بیمار۔ اسی نسبت سے جنس بہت خراب اور مال ناقص ہے۔ مگر پیٹ ظالم ہے اور ضرورت خراب کرتی ہے۔ لاچار لوگ لئے جاتے ہیں اور جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اُسے غنیمت جانتے ہیں سچ ہے۔ ۶

اگر گندم بہم نہ رسد جو غنیمت است

کرّوا اور چلتا ہوا گھی فی روپیہ قریب دو آثار بکتا ہے۔ گیہوں اگرچہ ۲۵ آثار سے ۲۶ آثار ہیں، لیکن آٹا نہایت کم یاب بلکہ نایاب ہو گیا ہے۔ روے اور میدے کا تو کیا ذکر ہے۔ اور گیہوں جو ملتے بھی ہیں تو روپیہ آٹھ آنے کے بڑے بڑے بازاروں میں سے ملتے ہیں۔ زیادہ اکٹھے نہیں دستیاب ہوتے ہیں لیکن سفید گیہوں حکم عنقا و ید بیضا ہیں۔ اور اس میں بھی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ پسنہاری کو دو تو بہ ہزار خرابی پیسنے کو راضی ہوتی ہے اور لے جاتی ہے تو دوسرے دن آ کر کہہ دیتی ہے کہ رستہ میں کوئی چھین کر لے گیا۔ اور اسی پر قیاس کرنا چاہئیے نمک اور مصالح وغیرہ کا۔ اور نرخ میں (یا) خوبی و درستی جنس میں تکرار کرو تو دوکاندار فوراً اُدھر سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے کہ دس خریدار اور موجود ہیں۔

ترکاری ساگ وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ اکثر بازاروں

میں بینگن اور کدو تک نہیں ملتا۔ آلو اَروی بھی پہلے کا بقیہ گلے سڑے کہیں کہیں کے دور اندیش کنجڑوں نے لگا رکھے ہیں۔ باغات شہر سے جو کچھ (ترکاری) ہاتھ لگتی ہے وہ البتہ بعض بعض جگہ پہنچتی ہے۔ غربا بلکہ متوسط الحال لوگ بھی ہونٹ چاٹتے ہیں۔

رنگین مزاجان شہر خصوص مستورات کہ جو پان زردے کی عادی ہیں، نہایت تکلیف میں ہیں کہ پان بیپل کے پتے برابر زیر جامع مسجد مقام منڈی سے دو روپیہ کو ہاتھ آتا ہے۔ یا تو یہ حال تھا کہ اہل شہر شوقین زردہ کھانے والوں سے زیادہ منھ لال رکھتے تھے کس و ناکس گلوری منھ میں لئے پھرتا تھا یا یہ حال ہے کہ زردے والے بھی خاک پھانکتے ہیں کہ لوازمات پان کی بھی بہت گراں قیمت ہوگئی ہے۔ یہ وہی باتیں پیش آتی ہیں کہ کم ظرفان شہر بھلی چنگی چیزوں میں سو سو طرح کے رخنے نکالتے تھے۔ جو ہے سوداؤدخانی گیہوں ڈھونڈتا ہے۔ کبھی آٹے کو بودار بتلاتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ آٹا کرا ہے، کبھی کہتے تھے کہ گیہوں جوالے ہیں سگے ہیں نوالا اٹکتا ہے اور مقدار میں اس قدر اسراف کرتے تھے کہ ہمیشہ صرف روزمرہ سے زیادہ بچ رہتی تھیں۔ اگر فقیروں کو دیتے تھے تو باسی دیکھ کر گلی کی موریوں میں ڈال جاتے تھے۔ خدا کی قدرت ہے۔ آئندہ اللہ خیر رکھے۔ دیکھئے ہم لوگوں کے اعمال کیا کیا کچھ دکھاویں گے۔

علاوہ ازیں ایک امر ضروری قابل توجہ منتظمان بندوبست و منصرمان انتظام ہے کہ جس سے رعایا کو بہت تکلیف ہے یعنی سقّوں نے پانی بھرنا چھوڑ دیا ہے، جو صاحب مقدور ہیں اُن کے نوکر موجود ہیں۔ شرفا بیچارے ٹھلیاں کندھوں پر لئے پانی بھرتے پھرتے ہیں جب کار و بار ضرور اور کام کھانے پکانے کے جاری ہوتے ہیں۔ حلال خور بقول مصرع مشہور ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

یکسر حرام خور ہوگئے۔ بہت محلے کئی کئی دن تک نہیں کمائے گئے۔ اگر یہی حال رہا تو یقین کہ کشتہ و اموات کی بھی اعانت ہو کر ہوا بگڑ جائے گی اور تمام شہر بلکہ اطراف و نواح میں بھی وبا پھیل جائے گی۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے

یا بے دل ہو کر ارادہ بھاگنے کا رکھتے ہیں اس قسم کی تکلیفات سے اُنھیں عذر معقول واسطے ترک شہر کے ہاتھ آ جائے گا۔ شعر

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا[۲۳]

"خبر دہلی"

اِس ہندُستان گیر بغاوت کے لپکتے ہوئے شعلوں نے ہندُستانیوں کے دلوں میں اُمید کی جو مشعلیں روشن کی تھیں، ان کی شعاعیں مندرجہ بالا عنوان سے ہم کو صادق الاخبار دہلی کے صفحات میں نظر آتی ہیں۔ اس اخبار کے ایک اڈیٹوریل کے اقتباسات یہ ہیں:۔

ہے یہ دُنیا عجب جائے ناپائیدار نہیں یہاں کسی کو ہے اصلا قرار

دیکھو قدرت، انگریزی قوم کی کہ جب خدائے تعالیٰ نے اقبال ان کو عطا کیا تھا، تو پورب سے پچھم داترو غیرہ ملک دور دور بے لڑنے بھڑنے ہاتھ لگ گئے۔ جس طرف علم جنگ اٹھایا وہاں کے راجہ بابو بادشاہ مارے ہیبت کے خواہانِ صلح ہوئے۔ کسی نے مقابلہ نہ کیا اور اگر کیا بھی تو انھوں نے گھنٹہ ڈیڑھ میں پانچ چار گولیاں سیل کے چھوڑ کر اس مقام کو فتح کر لیا۔ اور یہ بات گماں میں بھی نہ آئی تھی کہ اُن سے کوئی لشکر غالب آئے گا اور عمل داری انگریزی مدتوں کی پل بھر میں جاتی رہے گی۔ بلکہ اب تک جو خیر خواہ نصارا ہیں بہ نظر ظاہر اُن کو کیا گذرا نہیں سمجھتے۔ سو سارا باعث اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو کسی تواریخ پر نظر نہیں ورنہ گردشِ فلکی (سے) دریافت کرتے۔ ہمیشہ زمانہ کسی کا یکساں نہیں رہتا۔ جو ہست ہے وہ نیست بھی ہے۔ اور یہ تو خداوند تعالیٰ کی ہندُستانیوں پر عنایت ہے کہ اُن کو اُنھیں کی فوج سے غارت کرایا، نہیں تو دیکھتے کہ اُن کی بدنیتی اہلِ ہند کو کیا کیا مزے دکھاتی۔ اور یہ بھی بارہا ہوا ہے کہ فوج نے جس کو چاہا بادشاہ بنایا..... انگریزوں کو یہاں کس نے بلایا تھا اور کس خاندان سے اختیار حکومت ملا۔ گو اس عرصہ میں وہ قوی ہو گئے تھے اور کسی کو خیال میں نہ لاتے تھے مگر خدائے تعالیٰ تو قادر و توانا اور منصف ہے... گورے ہزاروں سب اطراف سے کھنچ کر آئے، فرنگیوں نے لاکھ تدبیر تسخیر دہلی کی، مگر نہ گوروں کی شجاعت یہاں کام آئی اور نہ تقدیر کے آگے کچھ تدبیر پیش گئی۔ جہاں تہاں وہ کفار

گاجر کی طرح کاٹے اور ہر ایک کھیت پر مولی کے مانند چھانٹے گئے۔ باقی جو قدرے قلیل میدان علی پور رہیں ہیں۔ اُن کو بھی عنقریب سُن لیں گے کہ جاروب قہرالٰہی سے خس کم جہاں پاک ہوئے اور شاہ گیتی پناہ کا تسلط تمام ہندستان میں ہو گیا۔........"[24]

صادق الاخبار کے اسی نمبر میں "قطعہ تہنیت عید سعید فرمودہ حضرت ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی" سرورق کے حاشیے پر اس نوٹ کے ساتھ درج ہے کہ "یہ قطعہ ہمارے پاس بعد تحریر کاپی پہنچا، تو بھی تبرکاً درۃ التاج اخبار کیا گیا۔ خدائے تعالیٰ جلد فتح ہمارے بادشاہ غازی کو دے۔"[25] قطعہ یہ ہے

لشکرِ اعدا الٰہی آج سارا قتل ہو گورکھا گورے سے تا گوجر نصارا قتل ہو
آج کا دن عید قرباں کا جب ہی جانیں ہم اے ظفر تہ تیغ جب قاتل تمہارا قتل ہو

اس کے نیچے حاشیے ہی میں دو اور "قطعہ تہنیت من تصنیف منشی محمد غلام علی صاحب متخلص مشتاق" درج کیے گئے ہیں، جو یہ ہیں

عید ہر سال تمہیں تہنیت آمیز رہے غرقِ خونِ جانِ عدو خنجر خوں ریز رہے
قتل کفار ہوں اور فتح مبارک ہو ظفر نام کو بھی نہ جہان میں سرانگریز رہے

نصرت و فتح کا اک دھوم سے لشکر آیا دل سے جب نامِ ظفر سب کی زباں پر آیا
عید پر عید اخوشی پر ہو خوشی آج تمہیں لو مبارک ہو کہ دشمن تہِ خنجر آیا

"مورچہ کی خبر"

صادق الاخبار کے اسی نمبر میں ہم کو دلی کے مورچے کی خبر بھی ملتی ہے۔ اس کے اقتباسات کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

"سنا گیا ہے کہ نویں تاریخ ماہ سعید عید قرباں کو افواج ظفر امواج نے مخالفین دین سے بوقت نواحت نو گھنٹہ روز کے باد اڑے پر خوب مقابلہ و مقاتلہ کیا۔ دیر تک کشت و خون مردمان طرفین ہوتا رہا۔ من بعد باران رحمت الٰہی نے نزول کیا، گورے بھاگ نکلے۔

یہ حال دیکھ کر سپاہ منصور واپس آئی۔ کہتے ہیں کہ گورے اُس روز کی لڑائی میں بہت کام آئے۔ گیارھویں کی شب کو نیچہ کے کمیوں نے برائے جنگ دشمنان مذہب، علی پور کی طرف کوچ کیا۔۔۔ دو سو گوروں کا بکٹ (پی کِٹ ؟) مع دو ضرب اتواپ پھرتا نظر آیا۔ شجاعان شاہی نے اُن پر فیر بنادئے واتواپ سکے اور اک بارگی ہلہ کر کے گھیر لیا۔ اُس وقت خوب تلوار چمکی۔ بارش کا پانی جو تمام ندی نالوں میں بھرا ہوا تھا، مثل جوئے خوں ہو گیا۔۔۔ غرض کہ بہادران نیچہ نے سب گوروں کو قتل کیا۔ اور دونوں توپیں ان کی چھین لیں۔ اور ساری رات وہیں ڈیرے جمائے رکھے۔ اگلے دن اور سپاہ جنگی دشمنوں سے لڑتے گئی اور اک بارگی دھاوا کر کے پہاڑی پر چڑھ گئی۔ کفار نگوں سار میں سے جو سامنے پڑا ہلاک کیا اور مال و اسباب ان کا مثل کرسی و میز و شراب لوٹ لیا اور کچھ سواران تہور نشان نے سرائے محبوب علی خاں پر پہنچ کر میموں اور اُن کے بچّوں کو مع انگریزان عالی شان ہلاک کیا۔ واقعی یہ فوج ظفر موج ایسی جری ہے کہ آج تک نہ چشم فلک نے دیکھی اور نہ گوش زمانہ نے سنی ہوگی۔"[۲۶]

اخبار الظفر

دہلی اردو اخبار کی زندگی کے آخری دنوں میں ایک بڑا انقلاب یہ آیا کہ اس کا نام بدل کر اخبار الظفر ہو گیا۔ کچھ ابتدائی نمبروں میں "اخبار الظفر" کے نیچے جلی قلم سے دہلی اردو اخبار بھی لکھا جاتا رہا، لیکن آگے چل کر صرف اخبار الظفر لکھا جانے لگا۔ نام کی یہ تبدیلی "بتاریخ ۱۹ ر شہر ذیقعدہ الحرام ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۲ ر جولائی ۱۸۵۷ء روز یکشنبہ" کو عمل میں آئی۔ اس طرح سے دہلی اردو اخبار کی اُنیسویں جلد کا اٹھائیسواں نمبر اخبار الظفر کے نام سے شائع ہوا۔ تبدیلی کی وجہ یہ ظاہر کی گئی تھی کہ بہادر شاہ ظفر نے اپنے نام کی مناسبت سے "اس اخبار کا (نام) ازراہِ کمال رافت و ظرافت کے اخبار الظفر بہ دستخط خاص مرحمت" کیا تھا۔[۲۷]

اس نام سے دہلی اردو اخبار کے دس نمبر ہم کو ملتے ہیں۔ آخری نمبر جس پر "نمبر ۳۷" درج ہے وہ "۱۳ ۲۳ شہر محرم الحرام ۱۲۷۴ھ ہجری النبوی" (مطابق ۱۳ ر ستمبر ۱۸۵۷ء) کا ہے۔ یہی نمبر دہلی

اخبار الظفر

اخبار الظفر (دهلی اردو اخبار) کا آخری نمبر

اردو اخبار یا اخبار الظفر کا آخری نمبر رہا ہو گا۔ اس کے بعد اخبار کا دوسرا نمبر ۲۰ ستمبر کو شائع ہوتا لیکن اس سے پہلے ہی دہلی کی دنیا بدل چکی تھی ـــــ "انگریزی فوج ۱۴ ستمبر کو فصیل شہر پر چڑھ گئی اور چھ دن گھر گھر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر بیسویں کو سارا شہر (انگریزی فوج نے) لے لیا اور فتح کا نقارہ بج گیا"[28] ایسی حالت میں بیسویں کو اخبار کیا شائع ہوا ہو گا۔

اخبار الظفر کا یہ آخری نمبر اس وقت شائع ہوا تھا جب دہلی کی حالت بگڑ چکی تھی۔ آخری خبر ہے:۔

"جنگ پیش پا افتادہ

"چار دن سے دن رات خوب لڑائی توپ و تفنگ، کی ہو رہی ہے۔ کفار نے کئی مورچے بنالئے، اِدھر سے بھی کئی مورچے جدید بنے۔ چونکہ اخبار سوائے شہر کے باہر تو نہیں جاتا کہ ضرورت تفصیل کی واسطے ناظرین ناواقفین کے لازم ہو اور شہر کے لوگ خود روز مرّہ بہ چشم خود دیکھتے ہیں تو کچھ ضرورت تحریر تفصیل کی نہیں معلوم ہوتی مجملاً اتنا بس ہے کہ انشا اللہ صبح و شام تائید ایزد تہار اور قدرت قادر ذو الجلال سے فتح اسلام و ہلاکت کفار نمایاں ہوتی ہے۔ اہلِ بصیرت کو ہر آن اور ہر لمحہ قدرتِ قادرِ علی الاطلاق کی نمود ارہے اور ہر بات باعثِ عبرت اولی الابصار ہے....."[29]

اخبار الظفر کے اس آخری نمبر کی آخری خبر سے ہم کو صورت حال کا واضح اندازہ تو نہیں ہوتا، لیکن یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ خبر کا کاتب کچھ باتیں چھپا رہا ہے۔

ایک انگریز پرست اخبار ـــــ کوہِ نور

ہندستان کے اُن علاقوں میں جہاں انگریزی عمل داری ختم نہیں ہوئی تھی ایسے اخباروں کی بھی کمی نہ تھی جو غیر ملکی حکومت کی اعلانیہ حمایت کرتے۔ اس صف کے اخباروں میں ایک کوہ نور (لاہور) بھی تھا، جس کا سابقہ صفحات میں تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۲۰ ستمبر کو دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ چناں چہ ۲۱ ستمبر کو "مژدۂ فتح دہلی" سنانے کے لیے کوہِ نور کا ضمیمہ بطور غیر معمولی اشاعت

کے شائع کیا گیا۔ خبر یہ تھی

"مژدۂ فتح دہلی

"صاحب ایجوٹنٹ (ایڈجوٹنٹ) جنرل فوج ظفر موج دہلی نے کل کی تاریخ ۹ بجے صبح بذریعہ تار برقی اوّل مرتبہ تو یہ تحریر فرمایا کہ مورچہ برج پر دلیران انگریزی نے کل شام کو حملہ کر کے چھ توپ اور ایک بم بلا کسی نقصان کے بغیر اپنے قبضے میں کرلیں اور آج صبح لاہوری دروازہ قبضہ میں آگیا۔ اجمیری دروازہ اور مورچال بیرونی سے اب گولہ نہیں چلتا۔ مفسدین ان جملہ مقامات کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ ... آمد و رفت ہماری آج چاندنی چوک میں جاری ہو جائے گی۔ ... شاہ دہلی اور اس کے خاندان کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

"پھر دس بجے صبح کے صاحب موصوف نے یہ خبر بھیجی کہ اجمیری دروازہ اور دیگر مورچال پر سرکاری قبضہ ہو گیا۔ دوپہر کو لال محل (لال قلعہ)، جامع مسجد اور اجمیری دروازے پر سرکاری تسلط ہو گیا... پھر پانچ بجے شام کو یہ خوش خبری آئی کہ معرکۂ دہلی تمام ہوا۔ ... سنا جاتا ہے کہ شاہ دہلی مع عیال و اطفال کے ایک گاؤں میں جو شہر سے قطب صاحب کی سمت چار میل کے فاصلے پر ہے چلے گئے ہیں۔......" ۳۰

باغی اخبار نویسوں کا حشر

بغاوت کی ناکامی کے بعد باغی اخبار نویسوں کا جو حشر ہوا ہوگا، اُس کا تفصیلی یا اجمالی حال معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ سرکاری رپورٹوں اور سرکاری دستاویزوں سے صرف چند اخباروں کے متعلق سرسری معلومات ہم کو حاصل ہوتی ہیں۔ مثلاً پنجاب کے متعلق پنجاب گورنمنٹ کے ریکارڈوں سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ

"پنجاب کے اخبارات پر بہ آسانی شدید سنسر عاید کر دیا گیا۔ پشاور میں مرتضائی کے اڈیٹر کو باغیانہ مضامین لکھنے کے جرم میں قید کر کے اس کا اخبار بند کر دیا گیا۔ اسی طرح ملتان کے دیسی اخبار کی اشاعت بھی روک دی گئی۔ چشمۂ فیض کے اڈیٹر کو حکم دیا گیا

کہ وہ اپنے اخبار کو سیال کوٹ سے لاہور منتقل کرے۔ دارالسلطنت (لاہور) میں، جہاں پہلے ہی سے دو اخبار شائع ہوتے تھے، ان کے ساتھ ہی اس اخبار (چشمۂ فیض) کی بھی کڑی نگرانی کی گئی۔"[۳۱]

مولوی محمد باقر کو گولی مار دی گئی

مولوی محمد باقر جو دہلی اردو اخبار کے اڈیٹر تھے اُن کو دلّی کالج کے پرنسپل ٹیلر کے قتل کے سلسلے میں آناً فاناً گولی مار دی گئی۔ دلی میں جب بغاوت شروع ہوئی اور باغیوں نے انگریز دشمنی کا مظاہرہ شروع کیا، تو دلّی کالج کے بوڑھے پرنسپل نے اپنے خان ساماں کے یہاں پناہ لی، جس نے راتوں رات اُن کو مولوی محمد باقر کے مکان پر پہنچا دیا۔ دلّی والوں کو ٹیلر کی خاص طور سے تلاش تھی، صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ انگریز تھا، بلکہ وہ ایک زبردست عیسائی مبلّغ بھی سمجھا جاتا تھا۔ باغیوں کو کسی طرح اس کی ہوا لگ گئی کہ ٹیلر مولوی صاحب کے مکان میں موجود ہے اور ان لوگوں نے مولوی صاحب کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ صورتِ حال کی نزاکت کا اندازہ کرکے مولوی صاحب نے ٹیلر کو ہندستانی کپڑے پہنا کر مکان کے پچھلے حصّے سے باہر نکال دیا۔ ٹیلر ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ لوگوں نے پہچان لیا اور اُس پر اتنی لاٹھیاں پڑیں کہ وہ اسی جگہ جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مولوی باقر کے مکان سے نکلنے سے پہلے ٹیلر نے کاغذات کا ایک بنڈل مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ "دلّی پر اگر انگریزوں کا دوبارہ تسلّط ہو جائے تو پہلا انگریز جو تم کو نظر آئے، یہ بنڈل اُس کے حوالے کر دینا۔ مولوی صاحب کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس بنڈل کی پشت پر ٹیلر نے لاطینی زبان میں کچھ لکھ بھی دیا تھا۔ جب دلّی پر انگریزوں کا تسلّط ہو گیا تو مولوی صاحب نے وہ بنڈل ایک انگریز کرنل کے سامنے پیش کر دیا۔ ان کو گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہی اُن کی موت کا حکم نامہ ہے۔ ٹیلر نے لکھا تھا کہ "مولوی محمد باقر نے شروع میں ان کو اپنے مکان میں پناہ دی، لیکن پھر ہمت ہار دی اور اُن کی جان بچانے کی کوشش نہیں کی۔" کرنل نے بنڈل اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور مولوی صاحب کو فوراً گولی مار دی گئی اور اُن کی جائداد بھی بحق سرکار ضبط کر لی گئی۔ یہ روایت مولوی محمد حسین آزاد کی بیان کی ہوئی ہے جو سر عبدالقادر نے نقل کی ہے۔[۳۲]

مولوی محمد باقر کی شہادت کا یہی واقعہ ایک مستند راوی آغا محمد باقر (نبیرہ محمد حسین آزاد) نے ذرا مختلف انداز اور کچھ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"جب دلی میں غدر پڑا، مولانا (محمد حسین آزاد کی) عمر کوئی تیس برس کی تھی۔ دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر ٹیلر اُن کے والد کے گہرے دوست تھے۔ وہ کالج کے کچھ کاغذات لے کر مولانا کے گھر آ گئے اور چار دن چھپے رہے۔ آخر باغیوں کو پتہ چل گیا کہ مسٹر ٹیلر مولانا کے یہاں روپوش ہیں۔ دروازے کے سامنے بہت سے شورہ پشت جمع ہو گئے اور شور مچایا کہ ٹیلر کو ہمارے حوالے کر دو۔ سمجھانے بجھانے سے یہ لوگ تو چلے گئے مگر مسٹر ٹیلر اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگے۔ دوسرے دن علی الصبح وہ اپنے ضروری کاغذات مولانا باقر کے حوالے کر کے گھر سے نکلے کہ کشمیری دروازے سے باہر نکل جائیں اور انگریزی فوج سے جا ملیں۔ لیکن باغی اُن کی تاک میں تھے۔ اُنھوں نے نکلتے ہی بھانپ لیا۔ وہ بھاگ کر مولانا باقر کی مسجد میں گھس گئے۔ اُنہوں نے وہاں سے بھی گھسیٹ نکالا اور پاؤں میں رسّی باندھ کر گلیوں میں گھسیٹتے پھرے، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

"جب دلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو مولانا محمد باقر مسٹر ٹیلر کی ہدایت کے بموجب اُن کے کاغذات لے کر انگریز حاکم کے پاس پہنچے۔ وہ کاغذات دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور پوچھا۔ مسٹر ٹیلر کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ اُنہیں لوگوں نے مار دیا۔ اُس نے حکم دیا، انہیں گرفتار کر لو اور گھر لوٹ کر ضبط کر لو۔ اُدھر مولانا گرفتار ہوئے۔ اُدھر کامیاب سپاہی گھر میں گھس آئے۔ گھر میں بائیس نیم جان تھے۔ سنگین دکھا کر اُنھیں گھر سے نکال دیا اور تمام املاک بحق سرکار ضبط ہو گئی ... دو چار روز بعد معلوم ہوا کہ اُنھیں گولی مار دی گئی۔" [۳۲]

محمد حسین آزاد کے مصائب

مولوی محمد باقر کے بیٹے مولوی محمد حسین آزاد عالم، ادیب، اور نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ پائے کے اخبار نویس بھی تھے اور اُن کی علمی و ادبی زندگی کا پہلا مکتب دہلی اردو اخبار ہی تھا، جس کے وہ

پرنٹر و پبلشر بھی تھے۔ مولوی محمد باقر کی شہادت کے بعد ان کا بھی وارنٹ کٹ گیا۔ یہ المیہ بھی آغا باقر ہی نے قلم بند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولوی محمد باقر کی گرفتاری کے بعد جب ان کا گھر لُٹ چکا اور ان کے اہل خاندان گھر بار سے باہر نکال دیے گئے تو ”مولانا محمد حسین آزاد سب کو لے کر گھر سے نکلے قریب ہی دھوبی واڑا تھا۔ وہاں جاکر گلی میں بیٹھ گئے ابھی یہ طے بھی نہ کرپائے تھے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں کہ ایک گولا پاس آکر گرا اور مولانا کی ایک دودھ پیتی بہن دھماکے سے دہل گئی۔ کئی دن بعد وہ اسی حالت میں جان بحق ہوگئی۔ یہ قافلہ وہاں سے اٹھ کر برف خانے (جہاں اب کناٹ پلیس ہے) پہنچا۔ وہاں پہنچ کر آرام کا سانس لیا۔ کئی وقت کے بعد روٹی کھائی اور خدا کا شکر کیا۔

”اردو اخبار کے ایک منشی سونی پت کے رہنے والے تھے۔ وہ اور اُن کے بیوی بچے بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب لوگ سونی پت چلیں مولانا نے اہل خاندان کو اُن کے ساتھ سونی پت روانہ کیا اور خود دہلی واپس آگئے کہ اپنے شفیق باپ کی خبر لیں۔ چند دن ایک سکھ کرنیل کے پاس قیام کیا۔ وہ اُن کے والد کا دوست تھا۔ اُسی کے ذریعے سائیس کے لباس میں ایک دن دہلی دروازے کے باہر خونی دروازے کے سامنے میدان میں اُن عمائدین شہر کو دیکھا، جنھیں گولی مارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ انھی میں اُن کے والد بزرگوار بھی تھے۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ بعد نماز دور سے نظریں دوچار ہوئیں۔ انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چلے جاؤ اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دئے۔ دو چار روز بعد معلوم ہوا کہ اُنھیں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

”مولانا روتے دھوتے، صبر کی سل سینے پہ رکھ کے، پریشان حال دہلی سے روانہ ہوگئے۔ سر پر استاد (ذوق) کے کلام کا پُلندہ تھا۔ یہی بھرے گھر سے اُٹھایا تھا کہ اگر ان کا کلام برباد ہوگیا تو اُن کا نام بھی باقی نہ رہے گا۔ دریا کے پُل کے قریب پہنچے تھے کہ ایک گورے نے للکارا۔ ' او بڈھا ادھر آؤ '۔ پُلندے کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا کہ 'اس میں کیا ہے' مولانا ابھی جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ اُس نے سنگین سے پلندہ اتار پھینکا۔ کاغذات تتر بتر ہوگئے۔ اُس نے دیکھ کر کہا، 'جاؤ بھاگ جاؤ'۔ مولانا نے جلدی جلدی منتشر کاغذات اکٹھے کئے اور پلندہ سر پر رکھ دریا پار اتر گئے۔ جیب میں ایک کوڑی نہ تھی۔ جگہ جگہ مسجدوں اور سراؤں

ہیں ٹھہرتے، محنت مزدوری کرتے، آخر چلتے چلتے لکھنؤ جا پہنچے۔ ...

" اطلاع ملی کہ اُن کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے ہیں اور گرفتار کرنے والے کے لئے پانچ سو کا انعام مقرر ہوا ہے۔ یہ سُن کر گھبرا گئے۔ اپنا مختصر سا سامان اُٹھایا اور لکھنؤ سے بھی روانہ ہوگئے۔ ..."[۳۴]

صادق الاخبار کے اڈیٹر کو قید کی سزا

دہلی کا سب سے زیادہ قابل ذکر اخبار صادق الاخبار تھا، جس نے بغاوت کے جذبات کی تخم ریزی میں نمایاں حصّہ لیا تھا اور جس نے بغاوت کے دوران میں باغیوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی تھی۔ بہادر شاہ کے مقدمے کی کارروائیوں میں بھی صادق الاخبار کا متعدد جگہ ذکر، اور اس کے حوالے ملتے ہیں۔ ۱۱ر فروری ۱۸۵۸ء کی کارروائی کے دوران میں سرکاری گواہ چُنّی نے صادق الاخبار کے متعلق جو بیانات دئے تھے ان کے اقتباسات کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

سوال کیا دلّی میں ایسے اخبارات بھی تھے، جن کا لب ولہجہ عام طور پر برطانوی حکومت کے خلاف ہوتا تھا؟

جواب ہاں اس طرح کا ایک ہفتے وار اخبار تھا، جس کے اڈیٹر جمال الدین (جمیل الدین) تھے اور اس کے مضامین گورنمنٹ کے قطعاً خلاف ہوا کرتے تھے۔ اس کا نام صادق الاخبار تھا۔

سوال کیا اس کی اشاعت زیادہ تھی؟ اور کیا یہ مطبوعہ اخبار تھا؟

جواب دہلی میں اور دہلی کے باہر اس کی دو سو کاپیاں کھپتی تھیں اور یہ لیتھو میں چھپتا تھا۔

سوال کیا یہ صرف ہفتے وار اخبار تھا؟ یا خاص موقعوں پر اس کا ضمیمہ بھی شائع ہوتا تھا؟

جواب ہاں اگر کبھی کوئی اہم خبر آجاتی تو اُس کا ضمیمہ بھی شائع کیا جاتا تھا۔

سوال کن لوگوں اور کن طبقوں میں اس اخبار کی اشاعت ہوتی تھی۔

جواب تمام خواندہ طبقوں میں، بلاتفریق مذہب، اس کو مقبولیت حاصل تھی۔

سوال دلّی جیسے آباد شہر کے لئے دو سو کا پیاں تو بہت کم معلوم ہوتی ہیں۔ کیا دیسی لوگوں میں یہ رواج ہے کہ اخبار کے خریدار کے دوست اور عزیز خبریں سُننے کے لئے اس کے گھر پہ جمع ہوتے ہیں اور کیا اخبار کی ایک کاپی بہت سے خاندانوں کے لئے کافی ہوتی ہو؟

جواب ہاں یہ دستور ہے کہ اخبار کا خریدار اپنے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے کے لئے اپنا اخبار بھیجتا ہے۔

سوال کیا صادق الاخبار دہلی کا بڑا اخبار تھا؟ اور دوسرے اخباروں کے مقابلے میں اس کی کتنی زیادہ اشاعت تھی۔

جواب ہاں یہ دہلی کا سب سے بڑا اخبار تھا۔ اس کے مضامین بھی اوروں کے مقابلے میں اچھے ہوتے تھے اور انگریزی اخباروں کے چیدہ چیدہ اقتباسات بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی دل چسپی کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اور اخباروں کے مقابلے میں اس کی کتنی زیادہ اشاعت تھی، لیکن اور اخبارو کے مقابلے میں یہ بہت زیادہ بِکتا تھا۔[۳۵]

ڈاکٹر ذکا اللہ کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت کے بعد صادق الاخبار کے اڈیٹر جمیل الدین پر مقدمہ چلایا گیا اور تین سال قید کی سزا ہوئی۔[۳۶]

گلشن نو بہار کا چھاپا خانہ ضبط کر لیا گیا

دار الحکومت کلکتہ جو انگریزی اور دیسی اخباروں کا بھی بہت بڑا مرکز تھا اور جو دار و گیر کی دوڑ میں بھی کسی اور علاقے سے پیچھے نہ رہا تھا، وہاں کے متعلق پارلیمنٹری کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ

"بہت سے ہندستانی اڈیٹر اس ایکٹ (پریس ایکٹ) کی زد میں آئے۔ باغیانہ مضامین چھاپنے کے جرم میں دوربین، سُلطان الاخبار اور سماچار سدھا بھوشن کے طابع و ناشر پر سو پریم کورٹ میں مقدمات چلائے گئے۔۔۔ ایک اور اخبار گلشن نو بہار کا چھاپا خانہ بحق سرکار ضبط کر کے اخبار بند کر دیا گیا۔"[۳۷]

گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے بھی اپنے ایک مراسلے (مورخہ ۴ جولائی ۱۸۵۷ء) میں بغاوت

کے حالات کی کورٹ آف ڈائرکٹرس کو اطلاع دیتے ہوئے، گلشن نوبہار کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ

''کلکتے کے ایک لیتھوگرافک پریس کا اجازت نامہ بھی ہم نے منسوخ کر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس چھاپے خانے کا تمام سامان ضبط کر لیا جائے۔ یہ قدم ہم نے اس وجہ سے اٹھایا کہ اسی چھاپے خانے میں ایک فارسی اخبار گلشن نوبہار چھپتا تھا، جس میں ۱۲ رماہ حال کو دو انتہائی باغیانہ مضامین شائع ہوئے تھے''۔[۴۸]

لارڈ کیننگ نے متذکرہ بالا مراسلے میں گلشن نوبہار کے جن مضامین کی طرف اشارہ کیا تھا، ان میں سے ایک مضمون کے اقتباسات کا انگریزی ترجمہ سرکاری کاغذات میں ہم کو ملتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عین اس زمانے میں جب کہ بغاوت پورے شباب پر تھی اور کمپنی انگریز بہادر کے اقبال کا سورج بری طرح گہنا رہا تھا، دیسی اخباروں نے یہ خبر طنزاً شایع کی تھی کہ اودھ کی طرح سے ''ٹراون کور کی ریاست کو بھی'، بدانتظامی کی بنا پر، سرکار ضبط کرنے والی ہے اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ الور کا علاقہ بھی سرکار انگریزی کے قلم رو میں شامل کر لیا جائے گا''۔ اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے گلشنِ نوبہار نے لکھا تھا کہ

''پہلے تو سرکار کو چاہیئے کہ وہ اس فتنہ و فساد کا سدباب کرے، جو ہندستان کے گوشے گوشے میں پھیل گیا ہے، پھر اس کے بعد ملک گیری کی ہوس کرے۔ کرماں کو ہڑپ کر جانے کی میں نے ہوس کی تھی، لیکن اچانک کرماں (کیڑے) میرا سر چاٹ گئے۔* وہ (خدا) قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آن کی آن میں کائنات کو وہ درہم برہم کرسکتا ہے۔

---

* یہ بوستان سعدی کے ایک قطعہ کا مضمون ہے۔ قطعہ یہ ہے

شنیدم کہ یک بار در دجلۂ	سخن گفت با عابدے کلۂ
کہ من فرِ فرماں دہی داشتم	سر بر کلاہِ مہی داشتم
طمع کردہ بودم کہ کرماں خورم	کہ ناگہ بخوردند کرماں سرم

"ہر شخص اس سے واقف ہے، اور اب تو خود خداوندانِ الحاق (انگریز) کی سمجھ میں بھی آگیا ہوگا کہ لکھنؤ (سرکار اودھ) کی ضبطی نے کیسا طوفان برپا کر دیا ہے اور خود اُن ہی کے (انگریزوں کے) ہواخواہوں کو کس تباہی سے دوچار کر دیا ہے۔

"اس برے زمانے میں، اس (بغاوت) کا جو بھی نتیجہ نکلے، لیکن حق یہ ہے کہ دہلی کے (لڑنے) والوں کو ہمت و شجاعت میں رستم کا بیٹا اور سکندر وقت کہنا چاہیئے۔ اے خدا! ہمارے دشمنوں کو نیست و نابود اور ہمارے سلطان کی مدد کر۔"[۲۹]

گلشن نوبہار کے اڈیٹر عبدالقادر نے یہ باتیں انگریزوں کے دارالسلطنت کلکتے میں بیٹھ کر لکھی تھیں جہاں پورے ہیبت و جبروت کے ساتھ کمپنی بہادر کی حکومت قائم تھی۔ اور ان باتوں کو لکھ کر چھاپنے کے لئے بھی رستم و سکندر ہی کی ہمت درکار تھی۔ افسوس ہے کہ اس اخبار کا اور اس کے اڈیٹر کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ صاحب اختر شہنشاہی نے بھی اس کے متعلق صرف اسی قدر لکھا ہے کہ "یہ کلکتے کا اخبار تھا۔" اور اس کا سنہ اجرا ۱۸۵۴ء بتلایا ہے۔

بغاوت اور انگریزی اخبارات

بغاوت کے دنوں میں ہندستان کے انگریزی اخبارات کا لہجہ انتہائی تلخ حد تک تند و تیز رہا۔ اور بغاوت کو کچلنے میں انگریزوں کو جو قومی کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس نے تمام انگریزوں کے ساتھ ساتھ انگریز اخبار نویسوں کا دماغ بھی خراب کر دیا تھا۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بغاوت کی ناکامی کے بعد انگریزی اخباروں کا لب و لہجہ، بقول سر جارج ٹرے ویلیان، "خوفناک" ہوگیا تھا۔ اس عینی شاہد کا بیان ہے کہ

"انیسویں صدی کے وسط میں عیسائیوں اور انگریزوں نے (ہندستان میں) خوں ریزی کے لئے جو پُرزور طوفان اٹھایا تھا، اس کی دوسری مثال اُن کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ انقلاب فرانس کے پرآشوب زمانے میں ہے بیرٹ اور مرات نے جو شاندار مگر بےرحمانہ مضامین لکھے تھے، وہ ان مضامین کے سامنے بے حقیقت ہیں، جو کلکتے کے بعض اخباروں کی فائلوں میں محفوظ ہیں . . ."[۴۰]

مندرجہ بالا اقتباس میں کلکتے کے جن اخباروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اُن میں فرنڈ آف انڈیا خاص طور سے قابل ذکر ہے، جس کی فائلیں نیشنل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہیں۔

فرنڈ آف انڈیا

فرنڈ آف انڈیا کے عارضی اڈیٹر ہنری میڈ نے ۲۵ جون ۱۸۵۷ء کی اشاعت میں "پلاسی کی صد سالہ سال گرہ" کے عنوان سے انتہائی اشتعال انگیز اڈیٹوریل لکھا، جس میں کمپنی بہادر کے صد سالہ دورِ حکومت کو سراہنے، اور انگریزی راج کو حق بجانب ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ جی کھول کر ہندستانیوں کو صلواتیں بھی سنائی گئی تھیں۔ اس اڈیٹوریل میں یہ توقع بھی ظاہر کی گئی تھی کہ "مسلمان نواب اور ہندو راجہ" جلد ہی نیست و نابود ہو جائیں گے اور پلاسی کی دوسری صد سالہ سال گرہ "ایک باعزت حکومت اور عیسائی عوام منائیں گے۔"

یہ اڈیٹوریل، بقول گورنر جنرل لارڈ کیننگ، ایسے وقت میں لکھا گیا تھا جب کہ

"صورت حال انتہائی تشویش ناک ہو رہی ہے۔ بنگال کی دیسی فوج باغی ہو رہی ہے۔ شمالی و مغربی صوبہ وقتی طور پر ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور دہلی کا بادشاہ اور ہمارے غدار سپاہی ایک نئی سلطنت کی تشکیل کا اعلان کر رہے ہیں۔۔۔"[41]

چناں چہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے فرنڈ آف انڈیا کے اڈیٹر کو تنبیہ کرتے ہوئے ہدایت کی کہ آئندہ اس قسم کے اشتعال انگیز مضامین نہ شائع کئے جائیں۔ مسٹر ہنری میڈ نے اس سرکاری خط کو شائع کر دیا اور "پہلی تنبیہ" کے عنوان سے ایک طنزیہ نوٹ میں گورنر جنرل کے مراسلے کا مضحکہ اڑاتے ہوئے لکھا کہ گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے فرنڈ آف انڈیا پر نئے پریس ایکٹ کا پہلا وار کر کے "ہماری عزت افزائی کی ہے۔"[42]

حکومت نے فرنڈ آف انڈیا کا اجازت نامہ منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ مالکان اخبار نے تحریری معافی مانگ لی اور اس کا بھی وعدہ کیا کہ آئندہ اس طرح کے مضامین کی اشاعت سے پرہیز کیا جائے گا۔ اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

بنگال ہرکارو

فرینڈ آف انڈیا کے بعد بنگال ہرکارو بھی پریس ایکٹ کی زد میں آیا۔ اس کے اڈیٹر میڈنی لامن بلانشرڈ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے اصول کی تبلیغ کرنے والوں میں تھے۔ انھوں نے ایک صاحب کا مضمون اپنے اخبار میں شائع کیا، جس میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ

"ہر مسمار شدہ گرجا کے بدلے میں پچاس مسجدیں مسمار کی جائیں اور دہلی کی جامع مسجد سے اس مہم کا آغاز ہو اور ہر مقتول عیسائی مرد، عورت اور بچے کے بدلے میں ایک ایک ہزار باغیوں کو گولی ماری جائے..."[۴۳]

اس کے ایک ہفتے بعد بنگال ہرکارو نے حکومت کی پالیسی پر، جو اس کے خیال میں نرم اور بودی تھی، سختی سے نکتہ چینی کرتے ہوئے، اس بات پر استعجاب و مایوسی کا اظہار کیا کہ

"لارڈ کیننگ کو پابہ زنجیر کر کے انگلستان لے جانے کا حکم اب تک کیوں صادر نہیں ہوا اور مسٹر بڈن (چیف سکریٹری) کی کھال کھینچ کر بھوسہ بھرنے کا فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا..."[۴۴]

اس کے بعد ہی گورنر جنرل باجلاس کونسل کے حکم سے بنگال ہرکارو کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا گیا اور ۱۹ ستمبر کو اخبار بند ہو گیا۔ مالکان اخبار نے بہت کوشش کی کہ حکومت اپنا حکم منسوخ کر دے لیکن گورنر جنرل اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے لئے تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مسٹر ہنری میڈ کو بنگال ہرکارو کی اڈیٹری سے برطرف کر دیا گیا تو حکومت نے ایک نیا اجازت نامہ از سر نو جاری کیا۔ اور ۲۴ ستمبر ۱۸۵۷ء سے بنگال ہرکارو پھر جاری ہو گیا۔

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ بنگال ہرکارو کے حصے داروں میں دوارکا ناتھ ٹیگور بھی تھے، لیکن ہم کو کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا کہ دوارکا ناتھ نے اخبار کی اس پالیسی کے خلاف کسی قسم کا احتجاج کیا ہو۔

بمبئی ٹائمز

بمبئی کے انگریزی اخبارات بھی کلکتے کے انگریزی اخباروں سے مختلف نہ تھے اور ایسا

ہونے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ جارج بو آئسٹ جو بیس سال سے بمبئی میں اخبار نویسی کر رہے تھے حال ہی میں اپنی چھٹیاں انگلستان میں گذار کر واپس لوٹے تھے، اُنھوں نے "خون کے بدلے خون" کے نعرے لگانے شروع کئے۔ بمبئی کی حکومت نے تو بوائسٹ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنی ضروری نہ سمجھی، لیکن ان کی تحریروں نے "بمبئی ٹائمز" کے لئے عجیب صورت حال پیدا کر دی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس اخبار کے بیشتر حصے دار ہندستانی تھے اور اخبار کی یہ پالیسی ان کو قدرتاً سخت ناگوار تھی۔

نوروزجی فردون جی، جو بمبئی ٹائمز کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کے ممبر تھے، ان کے لکھنے پر بورڈ کا جلسہ (۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ء) طلب کیا گیا۔ اس جلسے نے یہ تجویز پاس کی کہ بمبئی ٹائمز کے

"موجودہ اڈیٹر نے عام ہندستانیوں کے چلن اور ان کی روش کے متعلق حال ہی میں جو مضامین شائع کئے ہیں اور گورنمنٹ کو باشندگان ملک کے ساتھ جس پالیسی کے برتنے کی اڈیٹر نے ان مضامین میں صلاح دی ہے، نیز اُس کے نزدیک باشندگان ہندستان گورنمنٹ اور اہل یورپ کے جس طرزِ عمل کے مستحق ہیں، مالکان اخبار کے نزدیک یہ مشورے اور یہ خیالات غیر معتدل، غیر دانشمندانہ اور غیر منصفانہ ہیں... چناں چہ مالکان اخبار ڈاکٹر بوآئسٹ کو واضح طور پر ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی موجودہ روش چھوڑ دیں اور آئندہ اس موضوع سے متعلق جو اڈیٹوریل لکھے جائیں ان کا لب و لہجہ سرے سے بدلا ہوا ہو، تاکہ اس باب میں مالکان اخبار کے جذبات واحساسات کی ترجمانی ہوسکے۔ یہ جلسہ ڈاکٹر بوآئسٹ سے اس کا بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کا واضح الفاظ میں وعدہ کریں کہ اس ہدایت کی وہ پوری پوری پابندی کریں گے۔"[۴۵]

ڈاکٹر بوآئسٹ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چناں چہ بورڈ کا دوسرا جلسہ بُلا کر ان کو برطرف کر دیا گیا۔ اس داروگیر کے دور میں بمبئی ٹائمز کے ہندستانی حصے داروں نے ڈاکٹر بوائسٹ کو اڈیٹری سے برطرف کر کے جس قومی خودداری کا مظاہرہ کیا، وہ آپ اپنی مثال تھا۔

ڈاکٹر بوائسٹ کی جگہ پر رابرٹ نائٹ بمبئی ٹائمز کے اڈیٹر مقرر ہوئے۔ انھوں نے اپنے پیش رو کی پالیسی کو بدل کر بمبئی ٹائمز کو ہندستانی نقطہ نگاہ کا اخبار بنا دیا۔

حرفِ آخر

۱۸۵۷ء کا معرکۂ آزادی، جس کو انگریز مورخوں نے غدر کا مہمل نام دے دیا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے، بقول جان کلارک مارش مین "پیغام اجل ثابت ہوا" اور بغاوت کے اسباب پیدا کرنے کا "سارا الزام کمپنی کے سر تھوپ دیا گیا۔" مارش مین نے اسی سلسلے میں یہ بھی بڑے تپے کی بات کہی ہے کہ کمپنی کے بجائے "اگر تاج کے ہاتھوں میں بھی ہندستان کی زمام حکومت ہوتی تو بھی یہ مصیبت (بغاوت) نازل ضرور ہوتی۔"

دہلی پر دوبارہ تسلط حاصل کرنے کے چند ہی مہینوں کے اندر لارڈ پامرسٹون نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس کو ایک چٹھی لکھی، جس میں اس بات کی اطلاع دی گئی تھی کہ جلد ہی ایک سرکاری بل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا، جس کے مطابق ہندستان کے سارے انتظامات کمپنی کے ہاتھوں سے نکل کر تاج برطانیہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

اس کے جواب میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرس نے حکومت کے سامنے ایک درخواست پیش کی، جو اسٹورٹ مل نے مرتب کی تھی اور جس کو انگریزی انشار کا اعلیٰ ترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ درخواست، جو حکومت کے فیصلے کے خلاف ایک اپیل تھی، پارلیمنٹ کے سامنے بھی آئی، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ بالآخر یکم اکتوبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ وکٹوریا کے ایک اعلان نے حکومت کی تبدیلی کے فیصلے پر مہر لگا دی۔

"پہلی نومبر ۱۸۵۸ء کو" بقول مرزا غالب "اشتہار عام ہو گیا کہ اب قلمرو ہند میں عمل ملکۂ معظم عالی مقام کا ہو گیا ہے۔" چناں چہ اس تبدیلی کی خوشی میں "کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی۔ فقیر (مرزا غالب) نے بھی اس تہی دستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن نہیں پایا تھا، اپنے

مکان پر روشنی کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سُنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ نے فرزندِ ارجمند کا خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندستان کا حاکم مقرر کیا۔"

"ملکۂ معظمۂ عالی مقام" کا یہ اشتہار، جس کو ہندستانی عوام اور ہندستانی اخبارات نے نجات کا پروانہ سمجھا تھا، ہندستان کی برطانوی تاریخ کے ایک نئے دور کا سنگ بنیاد تھا۔ اس اعلان نے کمپنی کے عہد کی وہ سہ عملی یقیناً ختم کر دی، جس میں "خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا" ہوا کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہندستان میں بلا شرکت غیرے براہ راست ملکہ کے نام سے برطانوی پارلیمنٹ کا سکہ چلنے لگا۔

برطانوی تاریخ کے نئے دور کی ابتدا کے ساتھ ہی ہندستانی اخبار نویسی کی تاریخ کے نئے باب کا بھی آغاز ہوا، جس کی تفصیلات اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔

ضمیمہ

اخبارات دربار معلّٰی

جمادی الثانی سنہ ۳

مورخہ ۲۵ر۔ بندگان حضرت بعد دوپہر از دولت خانہ مبارک بر تخت رواں دار سوار شدہ۔ درراہ بسبب باراں بر تخت رواں چھتری دار سوار شدہ نزدیک لشکر رسیدند۔ بر تخت رواں دار سوار شدہ مسافت راہ دو کروہ .... طے .. کردہ سہ گھڑی روز آخر ماندہ داخل دولت خانہ مبارک متصل جام سر شدند۔

رانا امر سنگھ زمیندار اودے پور عرضہ داشت بمعہ یکصد مہر بحضور ارسال داشتہ بود بمعرفت بخشی الملک مہدی خاں بہادر بنظر گذشت و باگھمل وکیل وغیرہ چہار نفر دریں عرضداشت ملازمت کردہ بموجب ذیل نیاز گذرانیدہ ... خلعت آں مرحمت شد

باگھمل وکیل	فتح سنگھ	پرتاپ سنگھ	کنور داس
۱۲ مہر لعہ عدد	۱۲ مہر لعہ عدد	۱۲ مہر لعہ عدد	صمہ عدد

حکمے کہ ما بدولت براہ گھاٹ تا ... کہ درانجانب راوپورہ سنگم شدہ ہر دو دریائے یکجا عبور می فرمائیم۔

..... بادشاہزادہ خلعت بہ بشن چند چودھری صرافہ انعام دادہ پوشیدہ آمدہ تسلیمات بجا آوردہ۔ رگناتھ ولد کیول رام را امینی توپخانہ ... دولت آباد بدستور سابق بحال فرمودند بادشاہزادہ جہاندار شاہ ... پیشتر بہ برہان پور رفتہ اند عرضہ داشت ارسال داشتہ بود بہ معرفت وکیل بنظر گذشت۔

مورخہ ۲۶ر۔ بندگان حضرت در غسل دوپہر عدالت فرمودند۔

از سوانح کشمیر بعرض رسید کہ جعفر خاں صوبے دار پنجہزاری بذات دو ہزار سوار بود فوت شدہ خدمت قلعہ صوبہ مذکور بہ ابراہیم خاں مقرر فرمودند حکم شد کہ تا رسیدن خان مذکور عارف خاں دیوان آنجا خبردار باشد۔

اخبار دار الخلافہ شاہجہان آباد

لغایتہ چہاردہم ربیع الثانی سنہ ۱۱۸۳ھ

(۷ر مئی ۱۷۶۹ء)

دایرہ دولت بندگان حضرت ظل سبحانی تا تحریر بیست و پنجم ربیع الاول سنہ ۱۱۸۳ھ در صوبہ الہ آباد رونق افزا است خبر است کہ بعد انقضای ایام بارش ارباب عالیات (رایات عالیات ؟) سمت اکبر آباد متوجہ شوند۔

وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر تا تحریر بیست و پنجم صدر سنہ الیہ در فیض آباد بنگلہ استقامت دارند در ینولا خبر رسید کہ علی بیگ خاں خارجی ہمراہی نواب موصوف با چند سرداران جمعیت نہ دہ ہزار سوار و پیادہ برای طلب داشتن نواب شعلہ پوری بیگم صاحب و ہم جہت شادی کتخدائی پسر خود کہ با دختر سید نیاز خاں مرحوم نواسہ وزیر الممالک قمر الدین خاں مرحوم منسوب شدہ خاں معز الیہ تا پرگنہ کول رسیدہ است بکوچہای تواتر بہ شاہجہان آباد می آید خبر است کہ تا دو ماہ در شہر اقامت خواہد داشت۔

امیر الامرا نواب نجیب الدولہ تا تحریر بیست و نہم شہر صدر در پرگنہ کوہانہ استقامت دارند و نواب سلطان خاں بہادر کہ آنطرف پرگنہ مرہٹہ اقامت داشتند بموجب حکم نواب موصوف بہ شاہجہان آباد می آیند کہ پیش از آمد آمد علی بیگ خاں خارجی داخل شاہجہان آباد شوند چناں چہ سلطان خاں مزبور نیز بشہر می آید و خبر است کہ نواب ضابطہ خاں بہادر نیز بشہر می آید و نیز حکم نواب صاحب امیر الامرا بہادر بہ نور خاں برادر شیخ قاسم کہ قلعہ دار قلعہ شاہجہان آباد است رسیدہ کہ بہ مجرد تحریر پروانگی بہ رسد کشتی ہائے راج گھاٹ وغیرہ کشیدہ زیر قلعہ مبارک نگاہ دارند کہ علی بیگ خاں خارجی بے حکم نواب موصوف عبور دریائی جمن کردن نتواند۔

شاہ ابدالی تا تحریر پانزدہم صفر سنہ ۱۱۸۳ در صوبہ کابل استقامت دارند لیکن تا تحریر مرقومہ از اشرف الوزرا شاہ ولی خاں صفائی دلی بہ واقعی بعمل نیامدہ

تخلل درمیان است و سردار جہاں خاں درصوبہ ملتان قیام دارد۔

درملک جاٹ تخلل بدرجہ اتم چناں چہ سابق با نول سنگھ و رنجیت سنگھ ہر دو پسران سورج مل جاٹ متوفی جنگ توپ و گولہ بان درمیان بود دریں ولا خبر رسید کہ ہنت بالانند درمیان ہر دو نام بردہ باآمدہ لہذا بالفعل از طرفین جنگ موقوف است طرح مصالحت بنظر می آید۔

بلند خاں عموی شاہ ابدالی کہ در رہتاس گڈھ ایں طرف دریای اٹک بجمعیت ہفت ہشت ہزار سوار درانی اقامت داشت حرب سنگھ وغیرہ سردار سکھاں بہ مقابل خان مزبور رسیدہ از طرفین جنگ عظیم بہ میان آمدہ آخرش سکھاں مزبور غالب آمدہ خاں مزبور را با چند سرداران وقبایل بتاریخ سیوم صفر دستگیر کردہ بردند۔

اخبار پھول چری

مرقوم سلخ رجب ۱۱۹۱ھ ہجری

(مطابق ۳ ستمبر ۱۷۷۷ء)

شرح آں کہ بتاریخ بست ہشتم رجب کہ روز عید فرنگیان فرانسیس بود تمامی فرنگیان در یکجا طعام خوردند وسلق اتواپ وبنادیق بے شمار کردند۔ یک صد وبست ہزار سوار و اتواپ وبنادیق وتنگ چقماق و۔۔۔ باروت وغیرہ کہ بہ جمل جہاز ولایت آمدہ بودہ جملہ تا یک ہزار نفرو پانصد جوان باراند۔ ہر دو وقت ہر روز سولدار ان (سواران ؟) ومردم بار مذکور قواعد می کنند۔ موسی (موسیو) بلکون گورندور (گورنر) بتاریخ بست ششم رجب از کاری کال بسواری جہاز داخل بندر پھول چری (پانڈی چری) شد۔ تمامی فرنگیاں۔۔۔ (کرم خوردہ) ومتصدیاں وغیرہ بہ استقبال گورندور (گورنر) مذکور رفتہ لیمون ومیوہ جات نذر دادند۔ سابق از نزد حیدر علی خاں برائے موسی (موسیو) بلکون پارچہ وخطوط رسیدہ بود۔ من بعد گورندور (گورنر) مذکور ہم از طرف خود پارچہ وغیرہ برائے حیدر علی خاں روانہ نمودہ۔۔۔ فی مابین گورندور (گورنر) وحیدر علی خاں سلسلہ ابلاغ خطوط جاریست۔ خبر است کہ موسی (موسیو) بیلی فرنگی عنقریب از ولایت می رسد۔ روشن جناب باد۔

اخبار لشکر حیدر علی خاں

مرقوم چہار دہم جمادی الثانی ۱۱۹۳ھ ہجری

(مطابق ۹ جولائی ۱۷۷۹ء)

حیدر علی خاں در سرینگ پٹن مقامات دارد بیشتر آبلہ کہ بر پشت بر آمدہ بود بفضلہ رو بہ درستی آورد۔ درینولا آبلہ تازہ بر آمدہ است درد می کند اماں چنداں سخت نیست۔ کیفیت کلی کوٹ (کالی کٹ) زیادہ ہیچ نیست و ناجی پنڈت وکیل اخبار رحلت فرمودن نواب شہامت جنگ بہادر در حضور نوشت۔ اکثر خان بہادر می خواست کہ خط تعزیت بہ جناب حضرت بندگان جناب بہ نویسد اما باز موقوف داشت۔ ٹیپو صاحب دریں مقدمہ عرض کرد کہ دریں اوقات خط نوشتن بسیار مناسب تر است۔ خان بہادر جواب داد کہ ایں جانب را با انگریزان ناصفائی است۔ انگریزان و نواب صاحب حکم واحد دارد۔ نوشتن خط مناسب نیست۔ خان بہادر بیشتر خطوط بہ نام بادشاہ فرانسیس نوشتہ معہ تحائف وغیرہ بر جہاز سوار کردہ روانہ کردہ بود۔ درینولا جوابش از بندر مورس (موریشس) آمدہ۔ نوشتہ است کہ ایں جانب را با انگریزاں سخت عداوت شروع شدہ است۔ در ولایت جنگ بسیار می شوند۔ اکثر سرداران معتبر انگریزاں دستگیر فوج فرانسیس شدند۔ بفضلہ فتح ایں جانب است۔ بہ دوستاں مبارک باد۔ انگریزان زیر دست شدہ سوال و جواب صلح می کنند۔ ایں جانب قبول نمی کنیم بفضلہ در بندر مورس جمعیت سنگین جمع شدہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ در عرصۂ چہار پنج ماہ جہازات معہ فوج سنگین با سرانجام جنگی بہ طرف پھولچری (پانڈی چری) روانہ می کنم۔ در ہر باب کمک صاحب ضرور است۔ یقین کہ بر وقت توجہ خواہند فرمود۔ برائے خان بہادر دو پستول و دو بندوق سہ ۳ ضربی و یک قلم تراش کہ دستۂ آں از الماس است و طاقہ ہائے بانات و مخمل بہ طریق تحائف فرستادہ بودند۔ خان بہادر ملاحظہ کردہ بسیار مسرور خاطر گردید۔ و بہ ٹیپو صاحب فرمود کہ درینولا گر فرانسیساں بیایند انگریزان از بیخ بنیاد نخواہند ماند۔ آنچہ معلوم شد معروض داشت۔ ہمیں خبر را خوب دریافتہ

به جناب عالی معروض خواهد داشت۔ خان بهادر سرانجام جنگی بسیار تیار می کند در غلولۂ توپ
و بان نو اختراع تیار کرده است۔ ٹیپو صاحب همیشہ خبر گیرانِ کارخانجات می شوند دیں صورت
معلوم می شود کہ بعد گزشتن ایام بارش جنگ شروع خواهد شد۔ درایں نواح امساک باراں
زیاده شد بنابراں خان بهادر بسیار متفکر است۔ به نام تمامی عمالان تواکید رفتند کہ از زنار داران
. . . . . بکنانند . . . . . به نام میر صاحب نیز عنایت نامہ صادر شده است طلب
دو ماہہ فوج در سرکار بود دریں ولا حکم یک ماه شده است۔ بهیم راؤ در سالور بود دراں جا
یک ہزار سوار نگاہداشت کرده در حضور روانہ کرد چناں چہ سواران مذکور بتاریخ مرقومۃ الصدر
در حضور رسیدند۔ ہمہ ہارا نزدیک چند کالی فرود آورده است۔

کیفیت لشکر حیدر علی

مرقوم بست و ہشتم جمادی الثانی ۱۱۹۳ھ ہجری

(مطابق ۱۳ جولائی ۱۷۷۹ء)

خان بہادر لغایتہ تاریخ مرقومتہ الصدر در سرینگ پٹن (سرنگاپٹم) مقامات دار بفضلہٖ طبیعت درست است۔ پیشتر خطوط و تحائف فرانسیس از بندر مورس (موریشس) بحضور آمده بود معروض داشته است۔ در نیولا در جواب بنام سردار بندر مورس از حضور صادر شد مضمونش این که خطوط و تحائف که صاحب فرستاده بودند رسیده کیفیت واضح گردید بسیار خوشی خاطر شد۔ و کیفیت اینجا این که این جانب را با انگریزان سخت عداوت بہ میان آمده است بعد فتح چیتل درگ بہ اراده تنبیہ ایشان عازم تعلقہ کڑپہ شدیم و پیش کشات از نواب بسالت جنگ برادر نواب نظام الدولہ وغیره بہ قرار واقع گرفتیم۔ قلعہ کڑپہ معہ تعلقہ در تصرف سرکار آمد نیز بند و بست بہ حسب دل خواه بہ عمل آمد۔ نیز بہ دستور می خواست کہ ضبطی تعلقہ ارکاٹ وغیره بہ تنبیہ انگریزاں پردازد چناں چہ از استماع خبر آمد آمد فوج فیروزی انگریزان دہشت ناک شده بودند۔ تمامی رعایائے آں ملک رو بہ فراری آورده بود۔ دریں اثنا بہ این جانب خبر رسید کہ در نواح کہلی کوٹ (کالی کٹ) قریب یک لک نایماران شرارت پیشہ جمع شده با فوج سرکار کہ قلیل در آنجا بود بد ذاتی اختیار کردند۔ بنا براں باراده تنبیہ آنہا از کڑپہ کوچ کرده داخل سرینگ پٹن شدیم و بعضے سرداران را معہ فوج بہ تنبیہ آنہا فرستادیم۔ بفضلہ تنبیہ نایماران مذکور بہ درستی تمام بہ عمل آمد۔ از دست سپاه سرکار بسیار مردمان بہ قتل رسیدند و بعضے را گل دادند و بعضے فرار اختیار کردند چوں ایام بارش نزدیک رسید بنا براں چہار ماه در سرینگ پٹن چھاونی مقرر کرده ام۔ انگریزان بسیار غرور و نخوت پیدا کرده اند تنبیہ ایشاں چہ قدر کار است انشاء اللہ تعالیٰ در عنقریب اوقات از بیخ بنیاد خواہد رفت این جانب در ہمیں تدابیر است صاحب را نیز این کار مقدم تر است لہٰذا می باید در عرصہ چہار ماه قریب سہ چہار ہزار سوار روانہ این طرف نمایند۔ بفضلہ در این جا کمی خزانہ و فوج و سرانجام وغیره ہیچ نیست ہمہ مہیا است

صرف آمدن شما کافی است، بعد رسیدن بہ حسب دل خواہ ہم می تواند شد۔ بہ نام سردار بندر مذکور یک انگشتری الماس قیمت چہار ہزار ہون و مالہ مروارید قیمت ہشت ہزار ہون و کمخاب وغیرہ پارچہ دادہ بہ تاریخ بست و ہفتم جمادی الثانی بہ ہوناور روانہ کردہ۔ بہ نام مُشرف جہازات بھیم راؤ نامی تاکید نوشت کہ بموجب رسیدن خطوط و اجناس مذکور بر جہاز سوار کردہ جلد روانہ کند توقف یک ساعت نہ کند۔ و جہازات کہ نو تیار شوند شبانہ روز کارخانہ جاری داشتہ جلد تیار کنانند۔ بہ نام بھیم راؤ کہ در ساتور است عنایت نامہ رفت کہ ہر قدر سواران میسر آیند نگاہ داشت کند۔ و در قول نوشتہ بدہد کہ ہر وقت رخصت خواہند دادہ خواہد شد۔ بطرف کرور و سنگھری تعلقہ پایان گھاٹ برائے نگہداشت فوج شخصے باول رام نامی مشرف را ہمراہ یک سردار کلاہ پوش روانہ کردہ است واضح باد۔ فقط۔

اخبار غلام قادر خاں

تحریر نہم ذیقعدہ ۱۲۰۱ھ

(مطابق ۱۴ اگست ۱۷۸۷ء)

دی روز از باغپت کوچ کردہ ایں طرف از لونی ڈیرہ نمودند۔ روہیلہ ہا مواشی لشکر مادھوراو چر کردہ آوردہ اند۔ امروز صبح بیدار شدہ فوج پیش تر فرستادند چناں چہ روہلیہ ہا و سکھاں بیش تر آمدہ از کونی ہائے (کمپنی ہائے) تلنگہ بر لب جمن آمدہ جنگ کردہ۔ بسیارے تلنگہ ہا در کشتہ۔ یک ضرب توپ و یک صد بست ہشت بندوق تلنگہ در لشکر بردہ عرض نمودند کہ تلنگہ ہائے بسیار اکشتہ آمدیم و تلنگہ ہائے بسیار خود بہ خود در دریا غرق شدند۔ پلٹن برائے بندوبست بہ گھاٹ جمن فرستادند۔ خود از مادھوراو نزدیکے شاہدرہ جنگ کردہ ماندند۔ بعد آں کرٹک بخش معہ دو پلٹن و یازدہ ضرب توپ معرفت نادر صاحب از نزد مادھوراو برخاستہ در لشکر آمدہ حاضر شد۔ مادھوراو گفتہ فرستاد کہ ایں جانب برائے ملاقات می آید چناں چہ وکلایان را برائے آوردن مادھوراو فرستادند۔ مشارٌ الیہ آمدہ ملاقات نمود بغل گیر شدہ۔ ہرکارہ برائے آوردن لشکر مشارٌ الیہ فرستادند۔ میاں تمکین و طہماش خاں از حضور والا آمدہ بودند۔ پانصد روپیہ و اسپ بہ میاں تمکین و دستار و اسپ بہ طہماش خاں دادہ فرمودند کہ بندہ غلام و خانہ زاد سرکار والا است سوائے متابعت و غلامی کارے نہ دارد مگر از شاہ جی و دیش مکھ راو کار دارم معزٌ الیہما را رخصت نمودند۔ خود کوچ کردہ متصل باغ زینا و موضع کوندا برابر اندھاولی ڈیرہ کردہ۔

اخبار ڈیوڑھی آصف الدولہ

مرقومہ ہفدہم ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۱ ہجری

(مطابق ۱۳ جون ۱۷۹۷ء)

صبح سوار شدہ در توپخانہ رفتہ تا یکپاس نشستہ موجودات مردم پلٹن ہا دیدہ مردم ڈاک عرضی جے گوپال اخبار نویس گذرانید بعد ملاحظہ غصہ ساختہ بہ تفضل حسین خاں گفتند کہ مشارٌ الیہ محاسبہ دار سرکار است دراں نوشتہ بود کہ از اکبر آباد رسیدم جلد می آیم مذکور است روہیلہ یا درمیاں آمد حاضران ظاہر کردند کہ غلام محمد خاں رام پور والہ بموجب مرضی راجہ جے پور نگاہداشت کردہ است و برادران خود را طلب میدارد و گفتند کہ اگر درینجا بباید طلبید تفضل حسین خاں عرض کرد کہ از راجہ آنجا موافقت نخواہد شد از خود خواہد آمد بوقت دوپہر داخل محل شدند۔

اخبار ڈیوڑھی آصف الدولہ مقام لکھنو

مرقوم ششم محرم سنہ ۱۲۱۲ ہجری

(مطابق ۲ جولائی ۱۷۹۷ء)

صبح بیدار شدہ باتفاق سرداران نشستہ بودند۔ محمد روشن خاں از طرف کلکتہ آمدہ ملازمت ساختہ پنج روپیہ نذر کردہ۔ چہار کشتی پوشاکی وغیرہ از طرف نوروز بیگ خاں گزرانیدند۔ از خاں مذکور استفسار احوال آں ضلع ساختہ دو شالہ مرحمت کردہ۔ بعد گلاب سنگھ آمدہ یک فرد بابت امانت چیزے اجناس بال کشن گذرانید۔ بعد مطالعہ حوالہ تفضل حسین خاں کردند۔ عرضی جے گوپال رسید کہ فدوی از اکبر آباد روانہ لکھنو شدہ است جلد آمدہ قدم بوسی می نماید۔ مطالعہ ساختہ اعتراضے نمود بر مردہ غصہ کردہ از دست بیند اختہ در مرثیہ خوانی مشغول ماندہ۔ بہ میاں منال فرمودند کہ سہ صد روپیہ را طعام پخت ساختہ بہ مشایخاں خورانیدہ دہند۔ تا شام خیریت است۔

اخبار ڈیوڑھی نواب سعادت علی خاں

مرقومہ نوزدہم رجب سنہ ۱۲۱۴

(مطابق ——— ۱۷۹۸ء)

صبح بیدار شدہ از امورات ضروری فراغت کردہ در مکان شیشہ محل تشریف آوردند۔ حاضراں مجرا کردند ہرکارہ آمدہ عرض نمود کہ صاحب لکھنو مدہنی ملس صاحب بہادر بڈیرہ صاجزادہ احمد علی خاں آمدہ بودند ملاقات و مذکورات مشورہ کردہ وقت برخاست بیست و یک کشتی پارچہ پوشاکی و خوانچہ جواہر و یک زنجیر فیل و یک راس اسپ بصاحب لکھنو و شش کشتی پوشاکی و خوانچہ جواہر مدہنی ملس صاحب تواضع کردہ یک یک دوشالہ پسند کردہ گرفتہ بہ ڈیوڑھی بگیم صاحبہ رفتہ معرفت جواہر علی خاں خواجہ سرائے سوال جواب کردہ و منشی غلام قادر خاں چیزی کاغذ دستخط کنایندہ بگیم صاحبہ دہ کشتی پوشاکی فرستادہ بودند یک دوشالہ گرفتہ باقی یک . . . . را خلعت چہار پارچہ دادہ تعینات کرنیل مارٹین صاحب نمودہ از صاجزادہ فرمودند کہ اگر بارگیراں بردر ماہہ شرح ہفت روپیہ راضی شوند مثل انہا دیدہ خرچ بدہند برات بیگ خاں عرض نمود کہ محبوسان در کوتوالی ہستند چیزی نذرانہ میدہند فرمودند کہ بگیرند جہاں چہ چند اسامی مضافات را مخلصی کردہ بود بعد مسموعہ خفگی فرمودہ داخل محل گشتہ طعام خوردہ آرام کردند دیگر خیریت است۔

اخبار ڈیوڑھی علی بہادر

مرقومہ نہم رجب سنہ اھ مقام موضع گھیرا

(مطابق ــــــ ۱۷۹۹)

صبح بیدار شدہ از امورات ضروری فراغت نمودہ بر آمد شدند مجرائیان مجرا کردند راجہ ہمت بہادر حاضر شدہ عرض کرد کہ راجہ ریواں مکند پور والہ تاحال رجوع نیست و بسیار مردم کار آزمودہ در میدان جنگ راجہ مذکور را از طرف سرکار بکار آمدند و از چوبے ہائے کالنجر نیز مبلغان وصول نمی شود گوبند پنڈت راچوبے ہائے کالنجر مبلغان خاطر خواہ نداد ندہ ہزار روپیہ بالفعل دادہ بودند در ینولا اصلاح اینست کہ از اینجا کوچیدہ تاراجیٔ ملک راجہ ریوان مکند پور والا باید ساخت و از چوبے ہائے نیز مبلغان باید گرفت چناں چہ باتفاق راجہ ہمت بہادر بٹالین ہای بلس صاحب وغیرہ از باندہ کوچیدہ چند دیہات تعلقہ ریواں مکند پور والہ را تاخت نمودہ مواشی قریب ہشت ہزار راس آمدہ بود در تنخواہ سپاہ دادہ بعد طی مسافت ہشت کروہ نزدیکی موضع گھیرا بر لب ندی پاکھن داخل ڈیرہ شدند وقت شب طعام خوردہ آرام کردند۔

اخبار لکھواجی

مرقومہ بیست و پنجم رجب سنہ ۱۴

(مطابق — ۱۷۹۹ء)

صبح بیدار شدہ برآمد شدند عملہ فعلہ مجرا کردند چہار کوتی و چہار ضرب توپ و چہار صد سوار ہمراہی چتر سال ہمراہ الکو بابا کردہ بر موضع گوپال پور کہ از بنج کروہ است فرستادہ چناں چہ روانہ شدہ نواب مغل علی خاں آمدہ ملاقات کردند بہ وکیل باو نراو فرمودند کہ شما نزد معظم دارد پھر نویس و چودھری . . . کہ از دیروز قید است رفتہ سوال جواب کردہ بیایند مشارٌ الیہ بموجب حکم برآمد شدہ رفت نزد انہا رسیدہ فہمانیدہ کہ شما وقت صبح گفتہ بودید بوقت شام سوال جواب معاملہ کردہ خواہد شد باز وقت وعدہ پگاہ کردہ بودید کہ صبحی باہم مشورہ نمودہ انفصال معاملہ کردہ خواہد شد الحال تدبیر معاملہ کردہ دہند اوشان قبول نکردند وکیل راؤندکور باز آمدہ ظاہر کرد کہ مشارٌ الیہا قبول نمی سازند باز شنبھوناتھ را نزد معظم دار بابت انفصال معاملہ فرستادہ عیسیٰ خاں از دہلی آمدہ یک روپیہ نذر کردہ ملاقات نمودہ عرض کرد کہ یکصد و پنجاہ پیادہ ہمراہ خود آوردہ ایم فرمودند کہ دیگر نگاہ دارند سررشتہ نوکری درست کردہ خواہد شد بعدا حوال فوج پسر ابناجی عرض کردہ بعد قاضی . . . آمدہ بغل گیر شدہ وکیل جوکراج جہت چھٹی موکل گذرانید کہ در دہو مقام داشتہ مردمان را جمع میکرد در ینضمن چھٹی اجل سنگھ نرسنگھ گڈھ والہ در مقدمہ طلب بندہ رسید چناں چہ بموجب طلب نزد مشارٌ الیہ آمدہ ملاقات کردہ مشارٌ الیہ ہم معہ جمعیت خود حاضر است و از بندہ ظاہر کرد کہ چھٹی بالا راو آمدہ است۔

HICKY's BENGAL GAZETTE OR, *Calcutta* General Advertiſer

Saturday March the th, 11 1780. [No. VII.]
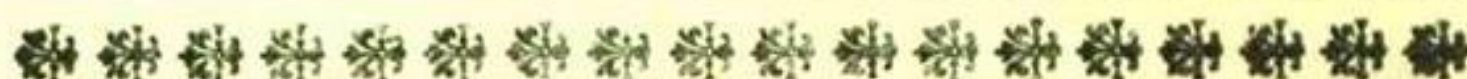
FOREIGN INTELLIGENCE

FRANCE

Piris March 29, 1779.

On the 28th the Fleet under the Marquis de la Vaudreuil, composed of the following Vessels, le Fendant of 74 Guns, le Sphinx of 74 Guns, and La Resolu and La Nymph, two Frigates, with two Cutters, arrived at Senegal. On the 30th the Fendant, anchored before Fort St. Louis, built on the Island of that name, protected by an arm of the Sea, and a neck of Land, which rendered it inaccessable, but by entering the River. The Fort fired off a few Cannon in return to a Volley from the Ship, and immediately hoisting a White Flag, demanded a capitulation. Nevertheless, the rest of the Fleet, which was anchored at the mouth of the River, prepared to pass the Bar, which is exceedingly difficult and often impractible; but the tide not permitting them to enter the River that Day, the Troops were landed on the Continental side, where they passed the night; the next day they were re-embarked, and reached the Isle of St. Louis, where the Duc de Lauzan received the capitulation, which was presented to him by Mr. Stei....n, Governor for His Britannic Majesty. The garrison was immediately made Prisoner of War, and the King's Troops took possession of the Fort and other establishments belonging to the English. ... .

Our East India Company are in the utmost consternation at losing Pondicherry. They have stopped shipping any more goods for the East Indies, and the ship owners have turned .... of their Shipping to]other uses, until the Company shall have the occasion for them again. The loss the Company has suffered since hostilities commenced, is estimated at upwards of one million and a half sterling.

Chandernagore supplied the French East India Company with the produce of Bengal, and Pondicherry with that of Coromandel Coast, in like manner as Calcutta and Madras supply the English. By the loss of both these places our Company is entirely ruined.

....

CALCUTTA

Extract of a Letter from an Officer belonging to Col. Harper's Detachment.

"I have not been in a House since I last wrote to you, and what is worst we are in the greatest want of Provisions, being able to procure but very scanty supplies in this barren Country; the Detachment made one more effort to go to Adoni, but after Marching four Days, were ordered to return; so that it is now imagined we shall break up.

"Lieut. Col. Brown, with 500 European Infantry, a Company of Artillary and a Battallion of Sepoys, embarked the 10th Inst. for Surat. They were to take the Mahi Detachment with them.

"An unfortunate accident happened a few days ago at Chittagong. As Mr. Hyndman was riding out, his horse being unruly, reared and fell backward on him, by which he had his Thigh broken in dangerous manner."

SAILED: On Friday the 3rd Inst. in the Swallow Packet, for England Richard Barwell Esq; one of the Hon. Supreme Council and was saluted, with 17 Guns.

On the Thursday last the Hon. Supreme Council sat, when Phillip Francis Esq; took his seat (in the Room of Richard Barwell Esq; who lately resigned) and was saluted from the New Fort, with 17 Guns

A few Days ago a Bengally was detected in the horrid attempt to set Fire to some Straw Houses, and sent Prisoner to the Herringbury; and on Thursday last he was whipped at the tail of a Cart, through the Streets of Calcutta, too mild a punishment for so horrid a Villain.

(Italics ours).

Last Tuesday in the Afternoon, a dreadful Fire broke out at the Hallim Devan Gaut, occasioned by the carelessness of some Bengallies in dressing their Victuals, by which upwards of two thousand Rupees worth of Straw and two Brick Houses were consumed. The violence of the Flames were so great, that a boy, about eight years of age was burnt to death.

Calcutta, March 6, 1780

BORROWED last Week by a Person or Persons unknown, out of a Private Gentleman's House near the Esplanade, a very elegant Pair of *Candle Shades*............Whoever will return the same, or

cause them to be returned, by applying to the **Printer**, will receive a reward of 40 *Sicca Rupees*.

N. B. The Shades have Private Marks.

STOLEN.

At different times in the Course of this and the last Month out of the Quarters of different gentlemen in the North and South Barracks, the following Articles answering to underwritten Description.

A pair of elegant Silver mounted Pistols, the Barrels plated, maker's name Aistabile,

A flate Cornelian Pump Seal, set in Gold, with the Cypher C. L. and the impression of a Head,

A Regimental Sword, Pattern of the 3rd. Regiment, with a red Morocco Belt.

A do. do. with a light blue Silk Belt, Silver mountings.

A do. do.

A Metal Watch, with a Shagreen Case, Maker Edward Perry, No. 1312,

A Silver mounted Hanger, green Handle,

Three pair of Europe Pumps,

One do. do. Shoes,

A Gold Enamelled Ring,

Two Shauls,

WHOEVER, will give Information of all or any of the above Articles so that they may be recovered and the Offenders brought to justice shall receive a Reward of one hundred Sicca Rupees, by applying to Mr. Hicky at the Printing Office; or should any of the above Articles be exposed to sale, please to stop the Party, and the same reward shall be given.

March 11, 1780.

Mr. HICKY, Begs leave to acquaint the Ladies and Gentlemen of the Presidency and the Public in general, that the first Number of the *Bengal Gazette* was Published on Sunday the 29th of January last, and such Ladies and Gentlemen up the Country, who have not yet received the Paper, may be supplied with the different Numbers since the first Publication, by directing a line to the Printing Office.

He also takes this opportunity to return his sincere and unfeigned thanks, to the Ladies and Gentlemen who have honoured him with their names as Subscribers to his Paper; and assures them that he has a grateful sense of permanent obligation he is under, for the favour they have conferred on him; and that it will be his constant study, as far as lays in his power, to merit a continuance of their present and future Favours, by the exertion of his utmost abilities to please his Fair Readers and the Public in general; and

should he be so fortunate in his endeavours, so as to bring so useful an undertaking as a News Paper to perfection, he will think himself amply rewarded, as it may in a very little time, prove an *Anti-bilious Specific*, from which he hopes his Subscribers will receive more natural benefit, than from *Tincture* of *Bark*, ... *Oil* or *Columba Rest*.

Mr. Hicky returns thanks to his Correspondents for the useful Intlligence they have been so obliging as to send to him, and as such Intelligence will be of great utility to the Public, he hopes for the continuance of their favour.

March 11, 1780.

POET's CORNER.

For the CALCUTTA GAZETTE.

R I D D L E

For the L A D I E S.

LADIES, like you I once excell'd
I ev'ry blooming feature,
Till fate oblig'd my pride to yield,
And quite deform'd my nature.

My belly's large,—but small my head;
My fingers wond'rous fine,
I harm you not—yet you're afraid,
And 'gainst my life design.

But should the sharp or pointed steel,
Your pretty fingers wound,
I am sought t' allay the pain you feel,
And heal the bleeding wound.

I'm skille'd in mathematic arts,
And parallel's design,
Circles I square in equal parts,
Without a rule or line.

Sometimes I live in prince's court,
And oft' in lonely garret;
And sometimes from the woods I'am brought,
For Gretham's sons to stare at.

LADIES! if you'll but tell my name,
(My texture's here display'd,)
I'll rise a banner to your fame,
And shame your chambermaid.

A SYBIL.

CALCUTTA Printed by J. A. HICKY.

شمس الاخبار

نمبر ۳۰ تاریخ بست و چہارم اکتوبر سنہ ۱۸۲۳ عیسوی مطابق سیزدہم شہر صفر سنہ ۱۲۳۹ ہجری روز جمعہ

خبر ملتان

بواسطۂ کاغذ بوضوح پیوست کہ ناظم آں جا عندالاستماع خبر بغارت بردن قزاقاں سہ شتر سرکار مرزا احسن بخت بہادر و مویشی زمینداران روح اللہ خاں رسالہ دار را فرمان داد کہ سواران خود را برائے محافظت جان و مال رعایا و تدارک قزاقان جہنم ماوا گرد فصیل شہر ملتان متعین نماید۔ مشارٌ الیہ حسب الاشارہ کاربند شد۔ من بعد خادمان درگاہ سرورسلطان آمدہ دو خوان تبرک درگاہ گذرانیدند و ظاہر کردند کہ کارپردازان سرکار دو سہ کس را از زمینداران علاقۂ ما گرفتار کردہ آوردہ اند۔ متوقع کہ بہ رہا کردن آنہا کہ بے گناہ اند پروانگی شود۔ فقط

خبر راجہ ملہار راو ہولکر بہادر

بذریعہ کاغذ اخبار بدریافت رسید کہ ہولکر بہادر بدستور در مقام اندور ڈیرہ دارند بخشندو راو وردی سواران درست کردہ پیش آوردہ بود۔ بعد مشاہدہ از راہ فرط مہربانی و لطف خلعت پنج پارچہ با مالائے مروارید و زوج حلقۂ گوش بہ مشارٌ الیہ مرحمت فرمودند۔

فقط

خبر جودھ پور

از روئے کاغذِ اخبار منقوش صفحۂ خاطر
شد کہ بتاریخ سیوم محرم بہ راجہ مان سنگھ حاکم
جودھ پور خبر رسید کہ جنرل اکٹرلونی صاحب بدستور
در چھاؤنی نصیر آباد مقیم اند و ارادہ فرستادن
فارکشن صاحب برائے دیدنِ راہ بہ طرف
بیکانیر و جیسلمیر دارند۔ عند الاستماع این معنی راجہ
مذکور بہ ایکے رام بیاس...... فرشاد کہ خبر
کوچ جنرل صاحب بہ طرف ضلع سندھ شنیدہ
می شود، حقیقت ایں معنی دریافتہ مفصل بر
نگارند۔ بعد از آں بتاریخ ہشتم ماہ مرقوم مسموع
راجہ شد کہ جنرل صاحب محتشم الیہ قریب بہار
ہزار شتر را برائے برداشتن بگھال از آب مالا
مال طیار و آمادہ گردانیدہ اند و عنقریب عزیمت
کوچ از چھاؤنی نصیر آباد بطرفے از اطراف دارند۔

خبر بادشاہ والاجاہ صوبہ اودھ

بذریعہ کاغذ اخبار بہ دریافت رسید کہ
روزے ہوم صاحب دستگیر صاحب کہ از
ملازمانِ سرکار بادشاہی اند در عین سواری
از رکاب ہمایوں جدا شدہ خواستند کہ بسواری
ولی عہد بہادر بپیوندند۔ از آں جا کہ ایں حرکت
خلافِ آئین آداب شاہی بود دریں باب
از حضور ممانعت رفت مگر... صاحب
باوصف فرسودگی روزگار... کلام با ولی عہد
بہادر بطور سرگوشی نہادہ بودند و سررشتۂ احتیاط
بکلی از دست دادہ۔ با آں کہ ایں صورت از
اول ناگوارِ طبعِ ہمایوں بود حضرتِ قدسی منقبت
از وفورِ حلم و حیا چندے... در تغافل زدہ بودند
لیکن چوں اغماض زیادہ بر انداز نامناسب
نمود بواسطہ ہوم صاحب دستگیر صاحب بہ
صاحب مذکور را ازیں حرکت امتناع بروے
کار آمد.............

خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر حاکم صوبہ لاہور وغیرہ

از روئے کاغذ اخبار ہویدا گشت کہ بتاریخ
دہم محرم سلطان محمد خاں از لاہور آمدہ۔ بعد گذارش
کیفیت برآمد شد بہ حکیم امام الدین خاں حکم
شد کہ پانزدہ ہزار روپیہ بہ روشن خاں کمیدان
بدہد۔ و دھنا سنگھ در خلوت چیزے عرض کردہ
مرخص شد۔ و بہ یازدہم داروغہ فراش خانہ خیمہ
سرکار بموجب حکم روانہ دینانگر... کرد۔

خبر مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ بہادر

بہ مطالعہ کاغذ اخبار بہ ظہور پیوست کہ بتاریخ
یازدہم ماہ محرم کلدیو راؤ چیزے احوال در خلوت
عرض می کرد کہ ہرکارہ خبر آورد کہ در رسالہ کھوجا نگھ

بعلتِ تنخواہ ہنگامہ برپاست ۔چناں چہ سواران بھوجا سنگھ را سوار شدن نمی دہند۔ بعد استماع مہاراجہ فرمودند کہ شمار فتہ بسواران بگوئید کہ بعد ایام کناکت (۹) تنخواہ دادہ خواہد شد۔ . . .

خبر پیشاور

از روئے کاغذ اخبار سمت وضوح پذیرفت کہ محمد خاں با پانصد سوار در زنبورک ہا سوار گردیدہ بعد گشت. . . . . . . درہ قادر داد خاں را غارت کردہ دو صد کس را با پنج سردار قوم مغل ہمراہی حاکم آں جا اسیر کردہ آوردہ ۔۔۔ وبسیارے را بضرب شمشیر بقتل رسانیدہ ومجروح گردانیدہ ۔ واحمد خاں حاکم آں جا یک لک روپیہ را مال با خود برداشتہ با بست سوار رو بہ فرار نہادہ بہ درۂ خیبر رفتہ است ۔ فقط

خبر بھرت پور

بذریعہ کاغذ اخبار اطلاع دست داد کہ راجہ رندھیر سنگھ حاکم آں جا نول سنگھ را روانہ ڈیگ کردہ و بہ او گفتہ کہ بہ خبرداری وہوشیاری تمام در آں جا باشد۔ وشیو سنگھ ساکن بندرا بن را امیدوار رسالۂ سواران نمودہ است ۔ فقط

خبر پونا

از روئے کاغذ اخبار مشہودِ خاطر گشت کہ صاحب مختار آں جا کاغذ جاگیر داران ضلع خاندیش را کہ طیار شدہ بود ملاحظہ کردہ بہ صدر روانہ کردند۔ ووکیل ناظم گجرات حاضر شدہ بعد گذرانیدن نذر از طرف خود و یک کشتی پارچہ پوشاکی با دو راس اسپ و خریطۂ عرضی از جانب موکل خود چیزے در خلوت عرض کردہ برآمد شد فقط

خبر کشمیر

بہ دیدن کاغذ اخبار دانستہ شد کہ بہ مقام مذکور در ماہ ساون آغاز ترشح شدہ ۔ تا عرصہ ہشت روز باراں بلا فصل باریدہ است و ازیں جہت غلہ ارزاں گردیدہ ۔ عالا تمامی اجناس غلہ در بازار بہر کس از غنی وفقیر بہم می رسد و شکایت کم یابی غلہ گوش زد کسے نمی شود در حتیٰ کہ نظر بفقدان حاجت باعانت سرکار ناظم آں جا گوٹھ ہائے سرکار برائے دادن غلہ برعایا کشادہ بود باز بند کردہ است ۔ فقط

خبر شاہ جہاں آباد

بہ مطالعہ کاغذ اخبار . . . شد کہ بتاریخ بست وہفتم محرم وقتے کہ حضرت جہاں پناہ در محل تشریف داشتہ اند شقہ بنام الیٹ صاحب بہادر و شقہ دیگر بنام مرزا رکن الدولہ صادر شد وبہ عرض داشت متعلقان تو چھٹی نویس مرحومہ کہ بدیں مضمون بہ نظر انور گذشتہ کہ

از عنایات خسروانی امیدواریم کہ علاقۂ تقسیم
تنخواہِ محل بدستور بطور ما کنیزگان باشد۔ دستخط
خاص ثبت شد کہ لیاقت شما ایں کار نیافتہ
متعلق شرف النشا بیگم چٹھی نویس کردہ شد۔
و خوانہائے خاصہ بابت عرس فتح آبادی بیگم رسید۔
من بعد وقت صبح بہر عرائض مرزا محمود خاں بخشی
و سیدی اقبال علی خاں ناظر و دیبی پرشاد پسر رائے
سادھو رام بدیں مضمون بہ نظر گزشت کہ از
تقسیم تنخواہ ہر کارخانہ فراغت دست داد . . .

خبر جے پور

از روئے کاغذ اخبار جا گزیں خاطر شد
کہ بتاریخ بستم محرم بہ جمعدار ہرکارہا حکم شد کہ
ہرکارہائے پرگنات را تبدیل نماید و بیدار و غیرہ
نیز پروانگی رفت کہ بجائے سپاہیاں معینہ پرگنات
دیگر سپاہیاں بہ فرستند۔ ورا و چاند سنگھ نذر رسال
گرہ رانی صاحبہ گذرانیدہ۔ و بہ عرض رسید کہ
ٹھاکر سنگھ از فرودگاہ مقرر کوچ کردہ بہ دو کروہے
. . . ڈیرہ نمودہ است۔ و معتمد راؤ یاتی والہ
پیش مشارٌ الیہ حاضر است لیکن تا حال ہیچ
درستی معاملہ بروئے کار نیامدہ . . . . . .

خبر ایلیٹ صاحب کلاں شاہ جہاں آباد

از روئے کاغذ اخبار دریافتہ شد کہ
بتاریخ بست وہفتم محرم صاحب ممدوح در
نصیر گنج تشریف بردہ بعد اختلاط با صاحبانِ
آں جا معاودت بہ مرکزِ خود فرمودند۔ تاج محمد
خواص تنقہ حضور بہ طلب زر کیلی خانہ (؟)
رسانیدہ برآمد شد۔ وکیل بہادر جنگ خاں
خط موکلِ خود و میر نثار علی خط زوجہ شمر و موصولہ
مقام میرٹھ بہ نظر درآوردند۔ با آنہا فرمودند کہ
فردا بعد انقضائے چہار ساعت بہ میرٹھ خواہم
رفت۔ من بعد وکیل کنور راج سنگھ بلم گڈھ والہ
خط موکل خود گذرانیدہ بیروں آمد۔ خبر رسید کہ
تامس مٹکاف صاحب مقدمات فوجداری
بہ سماعت درآوردہ برخاستہ اند۔ و چہار
کرانچی پر از اسباب میگ جین (میگزین) روانہ
کرنال شدہ۔ بعد استماع ایں خبر سوار شدہ۔
پس از کسب ہوا بہ مرکز باز آمدند۔ فقط

خبر لارڈ بشپ صاحب

از روئے کاغذ اخبار گورنمنٹ گزٹ

معلوم شد کہ دی ریٹ رورنڈ رجی نلڈ ہبر
صاحب لارڈ بشپ کہ بتاریخ سیز دہم ماہ ستمبر
از انگلنڈ داخل کلکتہ شدہ اند از پیش گاہ عنایت
نواب مستطاب معلی القاب گورنر جنرل بہادر
دام اقبالہ در اجلاس کونسل کہ بتاریخ نہم ماہ اکتوبر
سنہ ۱۸۲۳ عیسوی برروئے کار آمد بخطاب
بشپ اریچ یعنی سردار پادریان مخاطب گردیدہ اند۔

خبر تقرر عہدہ

بتاریخ ہشتم ماہ اکتوبر در تھرم (؟) اول عدالت سوپریم کورٹ کہ صاحبان جج عدالت مذکور بر بینچ یعنی کرسی نشستہ اند، مقدمات اسامیان مفصلہ الذیل روبکار خواہند شد۔ جی، جانسن ڈبلیوکیلی بعلت جعل سازی (نمبر) ۱۔ گوگل کندو وتاراچند کندو وشیولال ہلدار بعلت دزدی (نمبر) ۲۔ کاشی ناتھ بنوجہ وجیتو بعلت دزدی (نمبر) ۳۔ راوت (رابرٹ ؟) سربرون صاحب بعلت جعل سازی (نمبر) ۴۔ ٹھاکرداس بعلت ظاہر شدن ارادہ قتل شخصے (نمبر) ۵۔ اودے سنگھ ورمودین وجیمس فرنیر صاحب بعلت جعل سازی (نمبر) ۶۔ رام نرائن دہر ونیل منی دت بعلت دزدی چہل ہزار روپیہ از بنگال بنک (نمبر) ۷۔

نرخ نامہ

افیون پٹنہ فی صندوق سہ ہزار و دو صد و چہل روپیہ۔
افیون بنارس فی صندوق سہ ہزار و چہار صد و پنجاہ روپیہ۔
نیل جبسر (جیسور ؟) فی من سہ صد و بست روپیہ
نیل تیرت (ترہت ؟) فی من یک صد و نود روپیہ
نیل فرخ آبادی فی من یک صد روپیہ
نمک قسم اول (ل) فی صد من چہار صد و سی روپیہ
نمک قسم دوم فی صد من چہار صد روپیہ
نمک قسم سوم فی صد من سہ صد و ہشتاد روپیہ
چادر مس فی من ہفتاد و پنج روپیہ
جستہ فی من بست و پنج روپیہ
شورہ قلمی فی من ہفت روپیہ و چہار آنہ
قسم دوم فی من شش روپیہ و ہفت آنہ
قسم سوم فی من پنج روپیہ و ہشت آنہ
کاغذ کمپنی بابت خرید یازدہ روپیہ و ہشت آنہ
ایضاً بابت فروش دہ روپیہ و چہار آنہ

در مقام کلکتہ در طبع خانہ ٹھاکر منی رام مطبوع شد

جامِ جہاں نما

اُردو زبان میں نمبر ۱۸ تاریخ ۲۹ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۲۴ عیسوی

جے پور کی خبر

اخبار کے پڑھنے سے ذہن نشین ہوا کہ ربیع الاول کی ۲۶ تاریخ مہاراجہ سوائی بہادر کی ماجی صاحبہ نے کارخانہ جات کے عہدہ داروں کو تغیر (و) تبدیل کر کے مسر گنیس نرائن (گنیش نرائن) اور رامچند دیوان کو کہلا بھیجا کہ تم اس ریاست کے انتظام سے غافل ہو ملک کا خراج سرکار کے خزانے میں داخل نہیں ہوا۔ ایسی سستی سرکار کے کام میں خوب نہیں۔ چاہئے کہ اجارہ داروں سے تقید کر کے باقیات کے روپے جلد وصول کرو کسو طرح کی رعایت منظور نہ رکھو۔ ایک دن عرض ہوئی ایک بنیا جے پور کو آتا تھا۔ موتی ڈونگری کے اُودھر ایک ٹھگ نے اسے زخمی کیا اور باسٹھ روپے کا مال چھین لے گیا۔ حکم ہوا کہ فوج دار اس راہزن کو مال سمیت گرفتار کرے۔ تس پیچھے کارفرمائی خاص رسالے کی جس میں پندرہ سو سوار جاگیردار ہیں منالال بخشی کو مقرر ہوئی۔ بعد اس کے بجے رام نے عرض کر بھیجا کہ سب پلٹنیں آپس میں ایک دل ہو کر گوبند گڑھ میں ٹھہری ہیں کسی طرف کو وہاں سے نہیں جاتیں۔ میں نے چاہا تھا کہ دو پلٹن نوروائی کی طرف بھیجوں سب سپاہیوں نے کہا ہم سب یکجا رہیں گے۔ اس بات کے سنتے ہی کپتانوں کے نام پروانہ اس مضمون سے لکھا گیا کہ سرکار کے حکم سے انحراف کرنا اچھا نہیں۔ ۲۹ کو خبر پہنچی کہ چار رجمنٹ ترک سوار و چار افسر نصیر آباد کی چھاؤنی سے آ کر باغ کے قریب اُترے ہیں۔ متھرا کو جاویں گے . . . . صاحبوں کے ہمراہیوں کی آمد و رفت سے ہرگز ممانعت نہ کیجیو۔ تس پیچھے داروغگی چاندی اور تانبے کی ٹکسال پر سرام لوہار کے بیٹے کو مقرر ہوئی۔ . . . . . مسر گنیش نرائن نے کرنیل صاحب کی خدمت سے آ کر یہ عرض

کر بھیجا کہ کرنیل صاحب نے ضیافت قبول کی اور کلمہ (کل) کے آنے کا بہت خوشی سے اقرار کیا ہے۔ اسی وقت حکم ہوا کہ اقسام اقسام کے کھانے تیار رہیں اور فیل خانے کا داروغہ جنگی ہاتھی ہر وقت حاضر رکھے۔ دوسرے دن کہ ربیع الثانی کی پہلی تاریخ تھی سب سامان حاضری کا مادھو تو اس میں اکٹھا ہوا۔ کرنیل صاحب چار انگریز اور تین بی بی ولائتی ساتھ لئے ہوئے لال ڈیوڑھی کی راہ سے چینی برج میں تشریف لائے اور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ کر بہت خوش ہوئے بعد اس کے موتی برج میں جا کر سب سرداروں سے ملاقات کر مادھو تو اس میں حاضری کی میز پر جا بیٹھے۔ ناچ ہونے لگا اور سب قسم کا ساز بجنے (لگا)۔ کرنیل صاحب حاضری کھانے کے بعد دیر تک اس محفل کے تماشے میں کہ گویا اندر کا اکھاڑہ وہاں اُترا تھا متوجہ رہے۔ برخاست کے وقت سرداروں نے پھولوں کے ہار سب صاحبوں اور بی بیوں کو پہنائے اور دس کشتیاں پوت کے کپڑے کی دو رقم جواہر کے ساتھ کرنیل صاحب کی تواضع کی اور چھ کشتیں (کشتیاں) کپڑے کی ایک رقم جواہر کے ساتھ اب (سب؟) صاحب کے آگے رکھیں اور ایک کشتی کپڑے کی سب کو تواضع ہوئی۔ کرنیل صاحب نے ایک تھان کمخاب کا اٹھا لیا اور پچاس روپے ناچنے والیوں کو انعام دے کر سوار ہوئے اور سبھوں نے تمام اسباب تواضع کا قبول کیا۔

مہاراجہ سندھیہ بہادر کی خبر

اخبار کے دیکھنے سے سمجھا گیا کہ ایک دن مہاراجہ بہادر نے زمستانی کی تقریب سے سات کشتیاں اسٹور صاحب کو اور دو کشتیں اس کے بیٹوں کو بھجوائیں اور سات کشتیں آپا صاحب اور پانچ راجہ جی سنگھ کو عنایت کیں اور توشک خانے کے داروغہ سے فرمایا کہ اور بھی کشتیاں تیار رہیں تس پیچھے درجن سال کا بیٹا جوزا سکندر کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور ایک گھوڑا سنہری ساز کا گذران کر عرض کرنے لگا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے امیدوار ہوں کہ مہاراجہ بہادر میرے مکان میں رونق افروز ہو کر لوازمہ ضیافت کا قبول فرمائیں۔ اس صورت میں میرے لئے ہم چشموں میں بڑا امتیاز و اقتدار ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ ہندو راؤ (کے ذریعے سے؟) اطلاع کرو۔ ربیع الاول کو ہرکارے نے خبر پہنچائی کہ محل کی آسامیاں گنگا سودن سے بخوبی آکر محل میں داخل ہوئیں اور آپا صاحب نے برہان پور اور چندیری کی چٹھیاں گذران (کر) ہرناجی پنڈت کو جو تازہ بھوپال

سے آیا تھا حضور کی ملازمت سے مشرف کیا۔ پانچ کشتیں پوشاکی کپڑے کی پانسو روپے کے ساتھ عنایت کر یہ فرمایا کہ فرصت کے وقت بولا کر اکثر حالات دریافت کیے جاویں گے۔ بعد اس کے کلدیو راؤ نے عرض کیا کہ بھاٹ جاگیر دار کنکراؤلی کے کئی دن سے ڈیوڑھی پر نالشی ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ مہاراج بٹیل بہادر نے کنکراولی ہم لوگوں کو جاگیر دی تھی۔ آج تک کبھی ضبط نہیں ہوئی، اب تحصیل دار نے ضبطی کا حکم دیا۔ کئی دن سے وے لوگ آئے ہوئے ہیں کچھ حکم انھوں کے حق میں صادر نہیں ہوا۔ آج وے سب ہندو راؤ کی ڈیوڑھی پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مہاراج نے فرمایا کہ ابھی واگذاشت کا پروانہ لکھواؤ۔ رام داس حجرے (؟) کو ارشاد ہوا کہ بادفروشوں (؟) کو بخوبی سمجھاؤ کہ ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں۔

لکھنؤ کی خبر

اخبار کے کاغذ سے دریافت ہوا کہ ربیع الثانی مہینے کی پہلی تاریخ منگل کے دن اس روز موافق معمول کے صاحب رزیڈنٹ بہادر کے واسطے حاضری کی تیاری تھی۔ حضرت بادشاہ کوکرایل کی طرف سے سیر کر کے قصر بادشاہی میں رونق افروز ہوئے۔ پانچ گھڑی دن چڑھے تک منتظر بیٹھے تھے کہ صاحب رزیڈنٹ بہادر آئے آٹھ انگریز عالی قدر ساتھ لائے۔ جہاں پناہ نے سب صاحبوں کے ساتھ حاضری تناول فرمائی اور اس کے بعد اختلاط کی باتیں ہوا کیں۔ آخر بڑے صاحب رخصت کے وقت عطر پان جو کچھ کہ رسم ہے لے کر کوٹھی کو سوار ہو گئے۔ تس پیچھے جب حضرت کے کھانے کا وقت آیا اور سب قسم کا کھانا دسترخوان پر پہنچا گیا حضرت نے خشکے کے چاولوں کو بادشاہی طعام کے لائق نہ دیکھا غلام حسین خاں داروغہ کو ارشاد ہوا کہ للو مودی اور چمن لال مشرف باورچی خانہ کا مقید ہو۔ آخر دونوں نے اپنی غفلت پر نادم ہو کر پانچ ہزار روپے احمقانے کے گذرانے۔ بادشاہ خطا بخش نے قصور معاف فرمایا اور جس وقت حضرت والا دستگاہ کو خاصہ کھانے سے فراغت ہوئی نواب معتمد الدولہ بہادر مطالب مالی و ملکی عرض کر کے اپنے گھر کو گئے۔

کلکتہ مقام کے بیچ مشن پریس چھاپے خانے میں چھاپے گئے۔

उदन्तमार्त्तण्ड

अर्थात्

[illegible]

१ अं० [illegible] ३० मई १८२६ [illegible] | [illegible] २ रुपया |

इस कागज के प्रताएक का इश्तेहार

यह उदंत मार्तण्ड अब पहिले पहले पहल हिन्दुस्तानियों के हित के हेत जो आज तक किसीने नहीं चलाया पर अंगरेजी ओ पारसी ओ बंगले में जो समाचार का कागज़ छपता है उसका सुख उन बोलियों के जान्ने ओ पढ़ने वालों को ही होता है। और सब लैग पराए सुख सुखी होते हैं जैसे पराए धन धनी होना ओ अपनी रहते पराई आंख देखना वैसही जिस गुण में जिसको पैठ नही उसको उसके रस का स्वाद मिलना कठिन ही है और हिन्दुस्तानियों मे बहुतेरे ऐसे हैं कि पराई चाल देख कर अपनी यहतिक भुले हैं कि परायों में जो बुद्धिमन्त है वे अपनी तोदनी बबाई है पर पराई पर भले बुरेका बराव करने का बाना बान्धते हैं ऐसी को धन कहा चाहिये जो इस में वे बडे कायर हैं जा इतो पर भी भाग टटोल तेहैं बांह जो आंखों से सहज में देख सकेंगे उसको धोखे भी न देखकर आंखोंको व्यर्थमाथे चलावने हैं ऐसी ऐसी बातों के विचार सेनाना देशके सत्य समाचार हिन्दुस्तानी लोग देखकर आप यह ओर समझ लेंस ओपराद अपेक्षा ओ अपने भावे को उपज न छोड़ें इस लिये बड़े दया वान करुणा ओर गुणनि के निधान सब के कल्यान के विषय श्रीमान गवरनर जनेरेल बहादुर की आयस से ऐसे साहस में चित्त लगायके एक प्रकारसे यह नया ठाट ठांटा जो कोई प्रशस्त लोग इस खबर के कागज़ के लेने की इच्छा करें तो अमड तला की गली ३७ अङ्क मार्तण्ड छापा घरमें अपना नाम ओ ठिकाना भेज नेही से सत वारे के सतवारे यहाँ के रहन वाले घर बैठे ओ बाहिर के रहने वाले डाक पर कागज़ पाया करेंगे इसका मोल महीने में दो रुपया ओ डाकके

महसूल की तेहाई लिई जायगी और याहसि बाहिर रहते हैं उन को यहां रुपवे को मानौती कर देनीहोयगी काहेसे कि महीने महीने के अन्तर रुपये भर पावने की रसीद भेजने में किसी जगहडेढ औ कहीं एक रुपया डाकका महसूल लगेगा औ कोई कारण पाय करके उसी मध्ये फिर

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

जब ते या कलकत्ता नगरी में उदंत मार्तंड को प्रकाश भयौ तब ते औ आज दिवस लौं काहू प्रकार ते ढांडस बांध विद्या के बीज बैवे को हिन्दुस्तानियन के जड़ता के खेत को बहु बिधि जोत्यो पहिले तो ऐसी कठोर भूमि काहे को जुतै ताहु पै काया कष्ट कर जैसी तैसी हर चलाय वा क्षेत्र में गोठ को व्यु बखेर बड़े यतन से सींच फल लुन्यौ चाह्यौ तो समय लोभरुपी ढाडी परि वा खेत के फल फूल पाती सिगरी चरि गई अब तो फिरि किरिया नाशे क्षेत्र को गोड़ियो तो श्रम ही के फल फलेंगे।

यहाँ मुरख की मान ज्ञान-चर्चा को बूझै।
हंसी तु अपनी रोक जगत-अंधियारी ही सूझै॥
जड़ता जर नशि चल्यौ गात को होइगो पतझर।
काकौ है प्रतीत बहुरि चलि है सुख बैहर॥

प्रथमहि या काज की जो कारण कर्‍यौ ताकौ विस्तार सयानि कौ जनावनौ उचित है तातै अब कछु मध्यदेशीय भाषा लिखतु हो।

"मध्यदेशीय भाषा"

इस उदंत मार्तंड नाम पड़ने से पहले पछांहियों के चित का इस कागज न होने से हमारे मनोर्थ सफल होने का बड़ा उतसा था इसलिये लोग हमारे बिन कहे भी इस कागज की सही की बही पर सही करते गये, पै हमें पूछिये तो इनकी मायावी दया से सरकार अंग्रेज कंपनी महाप्रतापी की कृपा कटाक्ष जैसे औरों पर पड़ी वैसे पड़ जाने की बड़ी आशा थी और मैं ने इस विषय में उपाय यथोचित किया पै करम की रेख कौन मेटे तिस पर भी सही की वही देख जो सुखी होता रहा अंत में न तो आम दिखाई दिए इत हेत स्वास्थ अकारथ जान निरे परमाथ को मान कहां तक बनजिए अब अपने व्यवसाई भाइयों से मन की बात बताय बिदा होते हैं। हमारे कहे सुने का कुछ मन में न लाइयौ जो देव और भूधर मेरी अतंरव्यथा और इस पत्र के गुण को विचार सुद्ध करेंगे तो मेरे ही हैं।

انگریزی اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۷۷۴	انڈیا گزٹ	ایسٹ انڈیا کمپنی	کلکتہ	ہندستان کا پہلا سرکاری گزٹ
۱۷۸۰	بنگال گزٹ	جے، اے، ہکی	"	ہندستان کا پہلا مطبوعہ اخبار
	انڈیا گزٹ	بی، مے زنک	"	
۱۷۸۴	کلکتہ گزٹ	فرانسس گلیڈون	"	
۱۷۸۵	ایشیاٹک مسے لینی	گارڈن اور جے	"	ادبی و تجارتی ماہوار رسالہ
	اورینٹل میگزین	.	"	ماہوار
	بنگال جرنل	تھامس جونس	"	
	مدراس کوریر	رچرڈ جانسٹن	مدراس	مدراس کا پہلا اخبار
	مدراس انٹلی جن سی یر		"	
۱۷۸۶	کلکتہ کرانی کل	.	کلکتہ	
۱۷۸۸	ایشیاٹک ری سرچز	.	"	ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال) کا رسالہ
۱۷۸۹	بمبئی ہیرلڈ	.	بمبئی	بمبئی کا پہلا اخبار
۱۷۹۰	بمبئی کوریر	لک، ایش برنر	"	
۱۷۹۱	بمبئی گزٹ	سی، بے، فیر	"	
	انڈین ورلڈ	ولیم ڈون	کلکتہ	
	کلکتہ میگزین	جے، وہائیٹ	"	ماہوار
	ہرکارو	ہوج بوآئیڈ	مدراس	
۱۷۹۳	انڈین آب زرور	"	"	

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۷۹۴	کلکتہ منتھلی جرنل	جے، وہائٹ	کلکتہ	
۱۷۹۸	مدراس گزٹ	آر، ولیم سن	مدراس	
	انڈیا ہیرلڈ	ٹی، اے، ہمفریز	"	
	انڈین اپالو	.	کلکتہ	
	بنگال ہرکارہ	چارلس میک لین	"	
	کلکتہ کوریر	تھامس ہولنگ	"	
۱۷۹۶	ٹیلیگراف	اچ، ڈی، ولسن		
۱۷۹۸	ایشیاٹک میگزین	.	"	بنگال ہرکارہ کے دفتر سے شائع ہوتا تھا
	مورننگ پوسٹ	گرین وے	"	
۱۷۹۹	ری لے ٹر	جان ہادل	"	
	ایشیاٹک میرر	چارلس بروس	"	
	اورینٹل اسٹار	رچرڈ فلمنگ	"	
۱۸۰۱	سینٹ جارج گزٹ	.	مدراس	
۱۸۰۴	منتھلی ڈائی جسٹ	.	کلکتہ	
۱۸۰۷	انڈین میگزین	.	مدراس	
۱۸۱۳	وکیل	.	کلکتہ	
۱۸۱۵	گورنمنٹ گزٹ	.	کلکتہ	سرکاری گزٹ
۱۸۱۸	فرنڈ آف انڈیا	مارش مین	سیرام پور	بیپٹسٹ مشنریوں کا ماہوار رسالہ
	ایشیاٹک میگزین	.		
	اینڈ ریویو	.	کلکتہ	یہ رسالہ میرر پریس سے شائع ہوتا تھا
	کلکتہ جرنل	بکنگھم	"	ہفتہ وار تھا جلد ہی روزنامہ ہو گیا

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
	گارجین	جان برٹن	کلکتہ	
	کلکتہ اکس چینج پرائس کرنٹ	۔	"	
۱۸۱۹	آرگس	بک	بمبئی	
	کرانی کل	اِس ٹوکیولر	"	آرگس کی جگہ پر یہ اخبار نکالا گیا تھا
	بنگال انیول ڈائرکٹری	-	کلکتہ	سالنامہ
۱۸۲۰	فرنڈ آف انڈیا	مارش مین	"	سہ ماہی رسالہ
۱۸۲۱	جان بل	ریورنڈ برائس	"	ہندستانی پریس میں چھپتا تھا
۱۸۲۲	کانپور ایڈورٹائزر	گرین وے کمپنی	کانپور	شمالی ہند کا پہلا اخبار
	کلکتہ مرکری	اے میکنزی	کلکتہ	
۱۸۲۳	کلکتہ انیول رجسٹر	ایٹ کن سن	"	
	بنگال اِل مانک	پی، اوریچ ٹن	"	سالنامہ
	انڈیا گزٹ	جے، بی، اِس کاٹ	"	
	ہرکارو	اِس، اِسمتھ	"	
	ایشیاٹک آب زرور	اِم، ہل	"	
	اورینٹل میگزین	۔	"	
	اینڈ کلکتہ ریویو	جیمس برائس	"	
	انیول اِل مانک	ہروچندر رائے	"	
	یلیٹری ری پازی ٹری	کیپٹن بارلے	"	
	یونی ٹے ری ین			
	ری پازی ٹری	ولیم ایڈم	"	یونی ٹے رین پریس
	ٹرفت لر	پے کراس ٹیم	"	

سنہ	اخبار	ایڈیٹر یا مالک	مقام	
	اُورینٹل مرکری	اے، جی، بال فور	کلکتہ	
	کلکتہ من تھلی مے لینی	جے، بی، اِس کاٹ	"	
۱۸۲۴	ویکلی گلی نر	پی، کرچ ٹن	"	
	اِس کاٹس مین	وی، پی، مس ٹن	"	
	ویکلی ایڈورٹائزر	ڈی، رُوزریو	"	
	اِس پائی	اچ، پی، گارڈنر	"	
	بنگال ویکلی مے سن جر	اِس، اِسمتھ	"	
	اینول رجسٹر	"	"	
۱۸۲۵	کلکتہ لٹریری گزٹ	کیپٹن رچرڈسن	"	
	کوکم بیا پریس گزٹ	ڈی، رُوزریو	"	
	اورینٹل میگزین اینڈ رجسٹر	جیمس برائس	"	
۱۸۲۶	بنگال کرانی کل	جے، سدرلینڈ	"	
	انڈین میگزین	ڈی، رُوزریو	"	
	بنگال اِل مانک	•	"	ہرکارو پریس
۱۸۲۷	کلکتہ کرانی کل	ڈبلو، ایڈم	"	
	کلکتہ کوُرئیر	ہولنگ بری	"	
۱۸۲۷	اورینٹل آب زرور	مارٹکل جان	"	
	ای رس	اِسٹائیکولر	"	
۱۸۲۸	آم نی بس	گرین وے	کانپور	
	کلکتہ گزٹ	ہال کرافٹ	کلکتہ	

سنہ	اخبار	ایڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۸۲۸	گوس پل ان وس ٹی گیٹر	ای ہین ول رابم	کلکتہ	
	ڈومس ٹک ری ٹیل			
	پرائس کرنٹ اینڈ	.	″	
	مے لینی یس رجسٹر	.	″	
	اورینٹل آب زرور	جی، پری چرڈ	″	
۱۸۲۹	بنگال ہیرلڈ	آر، مارٹن اور نیل رتن ہالدر	″	
	کل یڈس کوپ	جی، پری چرڈ	″	
	کرسچین ان ٹلی جن سی یر	.	″	
	″ آب زرور	.	″	
	بنگال اینول	.	″	
	گلی ننگس ان سائنس	.	″	
۱۸۳۰	ہیرلڈ آف دی پریس	راشن فورڈ	″	
	انگلش مین	اسٹاکیولر	″	
	کلکتہ میگزین اینڈ			
	من تھلی رجسٹر	سیم یول رسمتھ	″	
	پولی ٹی کل رجسٹر	راشن فورڈ	″	
۱۸۳۱	انڈین رجسٹر	ارکرک ہیپیٹرک	″	
	ہس پی رس	اے، موری رو	″	
	ان کوائرر	کرسٹو موہن بنرجی	″	
	ان فارمر	جے، پی، نامے	″	اڈیٹر ہندستانی تھے
	ایسٹ انڈین	ڈی، روزیریو	″	

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام
	میرٹھ آب زرور	اچ، کوپ	میرٹھ
	مُرکری	نوروزجی داراب جی	بمبئی
	انڈیا گزٹ	-	کلکتہ
۱۸۳۲	بنگال جرنل	اینڈریو ڈی سوزا	״
	کلکتہ گزٹ	جی، اے، پرن سپ	״
	جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی	ایشیاٹک سوسائٹی	״
	انڈین رجسٹر	ڈبلو، کرک پیٹرک	״
	مفصل ڈے لی ایڈورٹائزر	جے، بی، اس کاٹ	״
	انڈیا گزٹ	״	״
	اس پک اٹے ٹران انڈیا	کان ٹی گو	״
	بنگال جرنل	اے، ڈی سوزا	مدراس
۱۸۳۳	آگرہ اخبار	ڈاکٹر جان ہنڈرسن	آگرہ
	مفصلائٹ اخبار	سانڈرس	״
	فی لن تھرافسٹ	-	کلکتہ
	ایشیاٹک جرنل	پرن سپ	״
	مدراس جرنل آف لٹریچر اینڈ سائنس	جے، بی، فیرو	مدراس
	مارٹر آف انڈین پریس	تھے کر اینڈ کمپنی	کلکتہ

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
	دہلی گزٹ	کیپٹن ہیو	دہلی	
۱۸۳۴	مدراس لٹریری گزٹ	.	مدراس	
	انڈین ریویو اینڈ جرنل آف فارن سائنس	.	کلکتہ	سال نامہ
۱۸۳۵	میرٹھ یونی ورسل میگزین	.	میرٹھ	
	کانپور اکزیمنر	.	کانپور	
۱۸۳۶	سنٹرل فری پریس جرنل	.	الہ آباد	
	بمبئی ٹائمز اینڈ جرنل	.	بمبئی	
	آف کامرس	ڈاکٹر جے، اے، برنن	″	
	بنگال ال مانک اینڈ کم پے نی ین	اے، ڈی سوزا اینڈ کمپنی	کلکتہ	
۱۸۳۸	آگرہ جرنل	گرین وے اینڈ کمپنی	آگرہ	
	دہلی ایڈورٹائزر	کوپنگ	دہلی	
۱۸۳۹	آگرہ مے سن جر	ٹاسن	آگرہ	
	ایسٹرن اسٹار	.	کلکتہ	
	مارننگ کرانی کل	.	″	
۱۸۴۰	اسپورٹنگ میگزین		بمبئی	
	بمبئی میگزین	.	″	
	بمبئی ٹائمز		″	
	کلکتہ اسٹار		کلکتہ	
	گورنمنٹ گزٹ		″	

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۸۴۱	بنگال اینڈ آگرہ این ول گائیڈ اینڈ گزٹیئر	ولیم رسٹن کمپنی	کلکتہ	
۱۸۴۲	مدراس کرسچین ہیرلڈ	.	مدراس	
"	بنگال اسپکٹیٹر	بنامالی درس	کلکتہ	
	کلکتہ لٹریری گلی نر	بیپٹسٹ مشن پریس	"	
۱۸۴۳	سنٹرل میگزین	لال بازار پریس	"	
۱۸۴۴	بمبئی وٹ نس	.	بمبئی	مذہبی ہفتے وار
	بمبئی منتھلی ٹائمز	.	"	
	بمبئی میل	.	"	ماہوار۔ انگلستان کے لیے ہندستانی خبروں کا خلاصہ
	انڈین اسپورٹنگ ریویو	بمبئی گزٹ پریس	"	
	جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی	-	"	بمبئی کی ایشیاٹک سوسائٹی کا رسالہ
	کلکتہ ریویو	سینڈرس اینڈ کمپنی	کلکتہ	لال بازار پریس "
	بنگال کوارٹرلی			
	اسپورٹنگ میگزین	تھامس روبیرلو	"	سہ ماہی
۱۸۴۶	بمبئی ٹے لی گراف اینڈ کوریر	.	بمبئی	
	بمبئی ٹے لی گراف اینڈ ان ٹلی جن سی یر	.	"	روزنامہ
۱۸۴۷	اِس پک ٹے ٹر	.	"	"

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
	مفصلائٹ	میجر تھامس	میرٹھ	مفصلائٹ پریس
	بنارس ری کارڈر	کرنل بیو	بنارس	ری کارڈر پریس
۱۸۴۸	بنارس میگزین	ام، آرتھر	"	مذہبی ماہوار رسالہ
۱۸۴۹	ماؤنٹین موونی ٹر	.	شملہ	
	بنگال ری کارڈر	گریش چندر گھوش	کلکتہ	
۱۸۵۰	سانڈرس میگزین	گرین وے اینڈ کمپنی	دہلی	
	لڈلیز میسے لینی	.	آگرہ	
	لاہور کی کرانی کل	.	لاہور	
	ایسٹرن گارجین	.	مدراس	ایڈورٹائزر پریس
	بمبئی ٹائمز	.	بمبئی	روزنامہ ہوگیا
۱۸۵۱	بمبئی گارجین	.	"	شام کا روزنامہ
	سٹی زن	.	کلکتہ	
	کمرشل کرانی کل اینڈ ڈیلی نیوز	.	مدراس	اورنیٹل پریس
	بمبئی کوارٹرلی میگزین اینڈ ریویو	.	بمبئی	ایجوکیشنل سوسائٹی کا رسالہ
۱۸۵۲	مدراس اگزامنر	.	مدراس	کیتھلک آرفن پریس
۱۸۵۳	دہلی پنچ	.	دہلی	
	ملیٹری گزٹ	جیف سن	شملہ	
	کرناٹک ٹیلی گراف اینڈ مدراس اکس چینج	.	مدراس	

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۸۵۳	ہندو پیٹ ری یٹ	پرس چندر مکرجی	کلکتہ	
	ایسٹ انڈیا آرمی میگزین	آر، سی، لفانگ اینڈ کمپنی	"	
	انڈین اینلس آف مڈیکل سائنس	"	"	
۱۸۵۴	بمبئی ہیرلڈ	.	بمبئی	سہ روزہ
	بمبئی کوارٹرلی ریویو	ٹیلر اسمتھ	"	
۱۸۵۶	ڈھاکہ نیوز	.	ڈھاکہ	ڈھاکہ پریس
	پنجاب گورنمنٹ گزٹ	.	شملہ	
	اینلس اف انڈین ایڈمنس ٹریشن	.	سی رام پور	سال نامہ
۱۸۵۷	سکندرا مے سن جر	.	سکندرا	مذہبی ماہوار رسالہ
	فرنڈ آف انڈیا	ہنری میڈ	بمبئی	
	بمبئی ٹائمز	ڈاکٹر بوائسٹ	"	

اردو اخباروں اور چھاپے خانوں کی فہرست

سنہ*	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۰۱	۔	سرکاری	کلکتہ	فورٹ ولیم کالج پریس	
۱۸۰۳	۔	۔	"	ہندستانی پریس	اخلاق ہندی مطبوعہ ۱۸۰۳ء
۱۸۰۹	۔	سی رام پور مشن	سی رام پور	مشن پریس	یہی آگے چل کر بیپٹسٹ مشن پریس بنا
۱۸۱۳	۔	عبدالرحمٰن	دہلی	مطبع عبدالرحمٰن	شمالی ہند کا پہلا چھاپا خانہ
۱۸۱۹	۔	سرکار اودھ	لکھنؤ	مطبع سلطانی	ٹائپ کا چھاپا خانہ
۱۸۲۰/۲۱	۔	رام موہن رائے	کلکتہ	یونی ٹے رین پریس	انگریزی و فارسی رسم الخط کے ٹائپ کا چھاپا خانہ
۱۸۲۲	جام جہاں نما	منشی سدا سکھ	"	مشن پریس	پہلا اردو اخبار
۱۸۲۴	۔	مدراس کالج	مدراس	کالج پریس	انوار سہیلی دکھنی مطبوعہ ۱۸۲۴ء
۱۸۲۸	۔	"	"	مطبع جام جہاں نما	
۱۸۲۹	۔	۔	"	ایشیاٹک لیتھو گرافک پریس	اس سنہ میں اسی چھاپے خانے سے الف لیلیٰ چھپی
۱۸۳۰	۔	مسٹر آرچر	کانپور	(نام نہیں معلوم ہے)	لیتھو کا چھاپا خانہ

* اکثر اخباروں اور بیش تر چھاپے خانوں کے اجرا کا صحیح سنہ نہیں معلوم ہو سکا ہے۔ جو سنہ اس فہرست میں درج کئے گئے ہیں اس سنہ میں وہ اخبار یا چھاپا خانہ جاری ضرور تھا۔

اخبار کے خانے میں جہاں نقطہ ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اخبار نہیں، بلکہ غالباً صرف چھاپہ خانہ تھا۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ چھاپے خانوں سے انھیں ناموں کے اخبار بھی جاری ہوئے ہوں۔ یا ان میں سے کچھ اخبار ہی رہے ہوں۔

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۳۰	.	.	کلکتہ	ایجوکیشن پریس	"حکایات عبرآیات" مطبوعہ ۱۸۳۰
۱۸۳۴	.	حکیم عبدالمجید	"	مطبع طبی	برہان قاطع مطبوعہ ۱۸۳۴
۱۸۳۵	.	غلام حسین جونپوری	"	لیتھوگراف پریس	
۱۸۳۶	.	امریکن مشن	لدھیانہ	مشن پریس	
۱۸۳۷	دہلی اردو اخبار	مولوی محمد باقر	دہلی	مطبع دہلی اردو اخبار	ہندستان کا دوسرا اور شمالی ہند کا پہلا اردو اخبار
	سید الاخبار	سید محمد	"	لیتھوگرافک پریس	آگے چل کر اس کا نام سید المطابع ہوگیا
	خیرخواہ ہند	پادری ماتھر	مرزاپور		
	.	امریکن مشن	الہ آباد	مشن پریس	
۱۸۴۰	.	میر جلال الدین	لکھنؤ	جلالی	
	.	.	کلکتہ	مڈیکل پریس	مراۃ اقالیم مطبوعہ ۱۸۴۰
۱۸۴۱	.	معشوق علی کمنڈوی	لکھنؤ	علوی	
	.	عبداللہ مشتاق	بمبئی	قدسی	
۱۸۴۲	.		کلکتہ	تعلیمی	
	مخزن الادویہ	حاجی آقا محمد شیرازی	"		
	.	شیخ الٰہی بخش	لکھنؤ	افضل المطابع	
۱۸۴۴	.	میر حسن	"	مطبع میر حسن	
	.	مہتمم خواجہ ضیاء الدین	دہلی	مطبع العلوم	دہلی کالج کا شرکتی مطبع
۱۸۴۵	.	لالہ میگھراج	آگرہ	اورینٹل جاب پریس	
	.	سید اشرف علی	بنارس	باغ وبہار پریس	

سنہ	اخبار	مالک۔ یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۴۵	.	عنایت حسین	دہلی	دار السلام	
	.	کریم الدین	"	رفاہ عام	
	.	محمد بخش خاں	لکھنؤ	محمدی	
	.	ولیم ناسولیس	کلکتہ	لیس پی	
	.	نظام الدین	لکھنؤ	مولائی	
	گل رعنا	مولوی کریم الدین	دہلی	مطبع رفاہ عام	گلدستہ۔ ماہانہ
	کریم الاخبار	"	"	"	ہفتے وار
	قران السعدین	دھرم نرائن	"	مطبع العلوم	پندرہ روزہ
	فوائد الناظرین	ماسٹر رام چندر	"	"	پندرہ روزہ
	.	مولوی محمد حسن	کلکتہ	طبیبی	
	صادق الاخبار	مولوی عنایت علی	دہلی	دار السلام	ابتدا یہ فارسی اخبار تھا
	.	.	کلکتہ	چھاپا خانہ مدرسہ	اصطلاحات الصوفیہ۔ ۱۸۴۵ء
	.	سید عبد اللہ	"	احمدی	
	.	فیاض حسین خاں	لکھنؤ	حسینی	
	.	منشی خیالی رام	"	خیالی	
	.	منشی حفیظ اللہ	"	سنگین	
۱۸۴۶	.	محمد ہادی	لکھنؤ	مطبع سید میر حسن	
	.	سی، سی، فنک	آگرہ	مدرسہ	شرکتی تھا
	صدر الاخبار	"	"	"	
	.	فیض اللہ خاں	کلکتہ	محمدی	
	فوائد الشائقین	پرکھو دیال	دہلی	دار السلام	

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۴۷	جامِ جمشید	بابو تسب چندر سین	میرٹھ		
	〃	〃	کلکتہ		
	اسعد الاخبار	مولوی قمر الدین	آگرہ		
	.	آنریبل محمد علی ناخدا	بمبئی	محمدی	
	.	عطاء الدولہ حکیم فاخر الدین	لکھنؤ	احمدی و محمدی	
	مراۃ الاخبار	.	کلکتہ		
	محب ہند	ماسٹر رام چندر	دہلی	مطبع العلوم	ماہوار رسالہ
	خلاصۃ الاطراف	متھرا داس	〃	.	
	صادق الاخبار	شیخ امداد حسین	〃	.	
	مظہر حق	عنایت حسین	〃	دہلی اردو اخبار	مولوی محمد باقر کا مذہبی اخبار تھا
	لکھنؤ اخبار	لال جی	لکھنؤ		
	بنارس گزٹ	بابو رگھوناتھ گھوش	بنارس	بنارس گزٹ	اسی نام سے ہندی اخبار نکلتا تھا
	مفتاح الاخبار	محبوب علی	میرٹھ		
	اعظم الاخبار	.	مدراس		
	آفتاب عالمتاب	.	〃		
	مطلع الاخبار	شیخ خادم علی	آگرہ		
	معیار الشعرا	مولوی ابوالحسن	〃		
	آئینہ گیتی نما	.	کلکتہ		
۱۸۴۸	.	مولوی عبدالرزاق	دہلی	احمدی	

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۴۸	.	محبوب علی	دہلی	چیدری	
۱۸۴۹	مجمع الاخبار	فضل الدین	بمبئی	مجمع الاخبار	
	.	بھیروں پرشاد	بنارس	گلزار ہمیشہ بہار	
	مراۃ العلوم	.	"	"	
	.	سید محمد مہدی	لکھنؤ	مہدیہ	
	.	شیخ نصیر الدین	"	مرتضوی	
	.	.	اندور	مدرسہ	
	ضیاء الاخبار	محمد ضیاء الحق	دہلی	.	
	اخبار دہلی	.	"	.	یہی اخبارات، (نیشنل ارکائیوز) میں اسی طرح درج ہے
	عمدۃ الاخبار	لچھمی نرائن	بریلی		
	اخبار الحقائق	موتی لال و مسٹر فیلین	آگرہ		
	نزہت الارواح	حکیم جواہر لال			
	بھوپال اخبار	.	بھوپال		
	تعلیم الاخلاق	.	.	.	۱۸۴۹ کے اخباروں میں اس کے حوالے ملتے ہیں
۱۸۵۰	.	محمد سعید جائسی	مرشد آباد	آفتاب عالم تاب	*دریائے لطافت مطبوعہ ۱۲۶۸ ہجری
	.	عبد الرزاق	لکھنؤ	افضل المطابع	
	.	محمد صالح	بمبئی	صالحی	

* اس کا ایک نسخہ پروفیسر احتشام حسین (لکھنؤ) کے کتب خانے میں ہے

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۵۰	.	حاجی شاہ کبیر الدین	سہسرام	کبیری	
	کوہ نور	منشی سداسکھ رائے	لاہور	مطبع کوہ نور	اختر شہنشاہی کے مطابق مہتمم لالہ جگت نرائن تھے
	گلزار پنجاب	منشی گنڈا مل	گجران والہ		
	.	حافظ منیر خاں	دہلی	مرزائی	
	اخبار النواح	حکیم جواہر لال	آگرہ		
	خورشید عالم	منشی دیوان چند	سیال کوٹ		
	.	مشن	سکندرہ (آگرہ)	سکندرے کے یتیموں کا مطبع	کوائف تعلیمی (ایجوکیشن رپورٹ) مطبوعہ ۱۸۵۰ء
۱۸۵۱	.	کپتان مقبول الدولہ	لکھنؤ	فیضی	
	اخبار لکھنؤ	.	"	لال جی	
	تقویم ہندی	گوبند رگھوناتھ	بنارس	بنارس اخبار پریس	
	باغ و بہار	.	بنارس	باغ و بہار پریس (؟)	زیر سرپرستی مہاراجہ بنارس
	اخبار بمبئی	رحیم الدین	بمبئی	.	
	نور علیٰ نور	محمد حسین	لدھیانہ		
	دریائے نور	شہسوار الدین	لاہور		
	جام جہاں نما	.	میرٹھ		
	مطبع الاخبار	.	آگرہ	مطبع الاخبار	
	زائرین ہند	.	بنارس		
	بنارس ہرکارہ	.	"		
	مراۃ الخیال	.	کلکتہ		

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۵۱	انجمن آرا	.	کلکتہ	.	
۱۸۵۲	گورنمنٹ گزٹ	ایشوری پرشاد	آگرہ	.	۱۸۵۹ء میں الہ آباد منتقل ہوگیا
	قیصر الاخبار	حکیم باسط حسین	مدراس	.	
	جامع الاخبار	سید رحمت علی	"	.	
	ریاض النور	مولوی نصیر الدین	ملتان	.	
	مظہر السرور	.	بھرت پور		زیر سرپرستی مہاراجہ بھرت پور
	.	دیوان چند	لاہور	چشمۂ فیض	
	.	خواجہ حسن علی	دہلی	شرف المطابع	
	.	.	گوالیار	مطبع عالی جاہ	
	گوالیار گزٹ	پنڈت اوماچرن	"	"	گوالیار سرکاری اخبار و مطبع
	.	پیر خاں	شاہجہانپور	محمدی	
	.	خواجہ محمد امین	لکھنؤ	نظامی	
	نور الابصار	تفضل حسین	الہ آباد	نور الابصار پریس	پندرہ روزہ
	وحید الاخبار	.	دہلی	مطبع محمدی	
	قطب الاخبار	.	آگرہ	.	
	.	سرکار جاورہ	گلشن آباد	مطبع سرکار	سیر المحتشم مطبوعہ ۱۸۵۲ء
	نور الاخبار	سدا سکھ لال	آگرہ		
۱۸۵۳	.	سبحان اللہ	"	احمدی	
	چشمۂ فیض	دیوان چند	سیالکوٹ	مطبع چشمۂ فیض	
۱۸۵۴	.	جعفر علی کربلائی	لکھنؤ	ذوالفقار حیدری	

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۵۳	زبدۃ الاخبار	امجد علی	آگرہ		
	.	قوام الدین	دہلی	سید المطابع	
	مفاد ہند	لالہ ہربنس لال	بنارس	مفاد ہند پریس	
	نور الانوار	سید محمد ہاشم بلگرامی	آرہ		
	ہمائے بے بہا	منشی دیوان چند	لاہور	چشمۂ فیض	پندرہ روزہ
	صادق الاخبار	مصطفےٰ خاں	دہلی		
	وکٹوریہ پیپر	رائے دیوان چند	سیال کوٹ		
	شعاع شمس	غلام نصیر الدین	"		
۱۸۵۴	.	.	کلکتہ	اسلامیہ	
	آفتاب ہند	بابو گوپی چند سنرالی	بنارس	کاشی پریس	
	عمدۃ الاخبار	.	بمبئی		
	عمدۃ الاخبار	.	سورت		
	گلشن نوبہار	عبد القادر	کلکتہ	مطبع گلشن نوبہار	
	کشف الاخبار	منشی غلام حسین	بمبئی		
	نیر اعظم	مفتی محمد بخش	سیال کوٹ		
	خوش بہار	.	پشاور		
	رفاہ خلائق	لالہ بیج ناتھ	شاہجہانپور	گوری پریس	
	.	حسن بخش میر منشی	آگرہ	فوجداری پریس	
	مطلع الانوار	.	گجرات		
	.	نواز علی کاتب	کانپور	محمدی	
	.	مسیح الدین	"	مسیحائی	

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۵۴	.	عبدالرحمٰن	کانپور	نظامی	
	.	محمد تبریزی	کلکتہ	نجم السعادت*	
۱۸۵۵	اخبار بہار	.	.	.	عشرہ وار (اختر شہنشاہی)
	.	محمد حافظ الحق	دہلی	اسمٰعیلی	
	ریاض النور	مہدی حسن افسر لکھنوی	ملتان	.	
	.	شیخ شمس الدین	آگرہ	سلیمانی	
	صادق الاخبار	محمد صادق	دہلی	.	
	.	رکن الدین قادری	حصار	غریب	
	فتح الاخبار	کرپاشنکر سکندرآبادی	کول (علیگڈھ)	فتح الاخبار	
	کاشف الاسرار	منشی امان علی لکھنوی	بمبئی	کاشف الاسرار	
	مذاق	عبدالجلیل نعمانی	رام پور	مطبع احمدی	
	نیر اعظم	.	بٹالہ		
	مرتضائی	.	پشاور		
۱۸۵۶	مفرح القلوب				
	مطلع خورشید ہند	مرزا محمد شفیع	کراچی	مطلع خورشید ہند	
	.	منشی ہنومان پرشاد	مرزاپور	ہند پریس	
	تفریح الناظرین	مرزا علی حسین	آگرہ	مطبع حیدری	
	.	حسین علی	"	حسینی	
	سفیر آگرہ	نول کشور	"		

* مولف اختر شہنشاہی نے مطبع نجم السعادت کا سنہ اجراء ۱۸۶۲ء بتلایا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	مطبع	
۱۸۵۶	وکیلی رپورٹ	جے رام مختار	گیا	لاس ٹو پریس	
	.	مسعود عالم	کلکتہ	مصطفائی	
	مظہرالاخبار	خواجہ بادشاہ عبرت	مدراس	مظہرالاخبار	
	.	شیو نرائن آرام	آگرہ	مفیدالخلائق	
	مفیدالخلائق	لالہ مکند لال	"	"	
	معلم العملا	آگرہ کالج	"		سرکاری رسالہ
	معدن القوانین	سید حسن علی	"		
	سہیل پنجاب	.	راول پنڈی		
	طلسم لکھنؤ	محمد یعقوب انصاری	لکھنؤ	مطبع محمدی	
	سحر سامری	گھیر نرائن عیاش	"	"	مالک پنڈت بیج ناتھ
	اخبار مطبع پنجاب	.	لاہور	مطبع پنجاب (؟)	
۱۸۵۷	.	حاجی ولی محمد	کانپور	احمدی	
	.	شیخ ابراہیم	جونپور	احمدی	
	اعجاز	.	لکھنؤ	.	
	چشمہ خورشید	دیوان چند	سیالکوٹ	چشمہ فیض	
	.	حبیب اللہ	بدایوں	حبیبی	
	.	مولوی نیاز علی	بنارس	مخزن علوم وفنون	
	طلسم حیرت	غلام محی الدین	مدراس		

فارسی اخباروں کی فہرست

سنہ	نام	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۸۲۲	مراۃ الاخبار	رام موہن رائے	کلکتہ	
	جام جہاں نما	منشی سدا سکھ	”	بیپ ٹسٹ مشن پریس
۱۸۲۳	شمس الاخبار	منی رام ٹھاکر	”	مطبع منی رام ٹھاکر
۱۸۲۶	اخبار سی رام پور	مارش مین	سی رام پور	
۱۸۳۱	آئینہ سکندر	مولوی سراج الدین	کلکتہ	مطبع آئینہ سکندر
۱۸۳۲	آگرہ اخبار	ڈاکٹر جان ہنڈرسن	آگرہ	آگرہ اخبار پریس
۱۸۳۳	ماہ عالم افروز	مولوی وہاج الدین	کلکتہ	مطبع ماہ عالم افروز
	زبدۃ الاخبار	منشی واجد علی	آگرہ	
۱۸۳۴	لدھیانہ اخبار	امریکن مشن	لدھیانہ	
۱۸۳۵	سلطان الاخبار	سید رجب علی لکھنوی	کلکتہ	مطبع سلطان الاخبار
۱۸۳۶	مہر منیر	محمد علی	”	
۱۸۴۱	سراج الاخبار	منشی اولاد علی	دہلی	مطبع سلطانی
۱۸۴۴	احسن الاخبار	.	بمبئی	
	صادق الاخبار	مولوی عنایت علی	دہلی	
۱۸۵۳	دوربین	.	کلکتہ	
۱۸۵۶	مفرح القلوب	مرزا جعفر شاہ	کراچی	مطبع مفرح القلوب

ہندی اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	
۱۸۲۶	اُودنت مارتنڈ	جگل کشور شکلا	کلکتہ	ہندی کا پہلا اخبار
۱۸۳۶	پرجامتر	.	،،	
۱۸۴۵	بنارس اخبار	راجا شیو پرشاد	بنارس	
۱۸۴۸	شملہ اخبار	شیخ عبداللہ	شملہ	ممکن ہو کہ ۱۸۴۸ء سے پہلے ہی اجرا ہوا ہو
۱۸۴۹	جگ دیپک بھاسکر	.	کلکتہ	
۱۸۵۰	سدھاکر	تارا موہن متر	کاشی	
	سم یادٹنڈ مارتنڈ	جگل کشور شکلا	کلکتہ	
۱۸۵۲	بدھی پرکاش	سدا سکھ لال	آگرہ	
۱۸۵۴	سماچار سدھا درشن	.	کلکتہ	پہلا ہندی روزنامہ
۱۸۵۵	پرجا ہتیشی	لکشمی سنگھ	آگرہ	
	سروہت کارک	شیو نرائن	،،	
۱۸۵۶	بدھی وردھک گرنتھ	گرنتھ سبھا	احمد آباد	

گجراتی اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	کیفیت
۱۶۷۶	.	بھیم جی پارکھ	سورت	پہلا گجراتی چھاپہ خانہ
۱۷۷۷	.	رستم جی کیشاپتی	بمبئی	دوسرا " "
۱۸۲۲ء	ممبئی سماچار	فریدون جی مرزبان جی	بمبئی	پہلا گجراتی اخبار
	کاوِش	.	"	
	ابطالِ کاوِش	.	"	
۱۸۳۱	ممبئی ورتمان	نوروزجی داراب جی	"	
	جام جمشید	پشتون جی مانک جی موتی والا	"	
۱۸۳۲	ممبیانہ چابک	.	"	۱۸۵۰ء تک جاری رہا
۱۸۴۰	دوربین		"	۱۸۵۶ء تک جاری رہا
۱۸۴۲	ممبیانہ قاصد		"	۱۸۴۳ء میں بند ہوگیا
۱۸۴۴	سماچار درپن			۱۸۴۵ء میں بند ہوگیا
۱۸۴۵	چترانگن درپن	بہرام جی جمشید جی گندھی	"	۱۸۴۶ء میں بند ہوگیا
۱۸۴۶	راست گفتار	دادابھائی نوروزجی	"	۱۹۲۰ء تک جاری رہا
۱۸۴۹	ورتمان	امرشیورکنوورداس	احمد آباد	گجرات ورنا کلر سوسائٹی کا اخبار
۱۸۵۰	چابک		بمبئی	۱۸۵۱ء میں بند ہوگیا
	سدھی پرکاش		احمد آباد	ودیا وارد ھک منڈل کا اخبار

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	کیفیت
۱۸۵۰	سورت سماچار	سر الکزینڈر رکن لک	سورت	سہ روزہ
	پرہیز گار	•	〃	
۱۸۵۱/۵۲	باغِ نصیحت	کیخسرو نوروزجی کابراجی	بمبئی	
۱۸۵۲	ستیہ پرکاش	کرسون داس مول جی	بمبئی	۱۸۶۱ء تک جاری رہا
	سوداگر	دادابھائی کاوس جی		
		داڑھی والا	〃	
۱۸۵۴	آپ اختیار	نوشیرواں جی داراب جی	〃	۱۸۵۶ء تک جاری رہا
	شمشیر بہادر	للو بھائی رائے چند	احمد آباد	

مرہٹی اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	اڈیٹر یا مالک	مقام	کیفیت
۱۸۳۵	پونہ وارتک	آنندراو وٹٹو بھائی	پونا	
۱۸۴۰	ڈِگ درشن	〃	〃	ماہانہ
۱۸۴۰	ممبئی اخبار	سوریا کرشن جی	〃	چند مہینوں کے بعد بند ہوگیا
۱۸۴۱	پربھاکر	بھاؤ مہاجن	〃	
۱۸۴۲	اُوپدیش چندری کا	پنڈت مُورا بھٹ ڈانڈی کر	بمبئی	ماہانہ
	دن بین سندھو	ورلیشور چھتری	〃	۱۸۴۵ء میں بند ہوگیا
۱۸۴۹	دن بین پرکاش	کرشن جی راناڈے	پونا	۱۹۰۴ء میں روزنامہ ہوگیا
۱۸۵۲	ورتمان دیپک	وِی، بی، گوکھلے	بمبئی	
	وچار لہری	کرشن شاستری چپلونکر	پونا	پندرہ روزہ
۱۸۵۳	دھوم کِی تو	بھاؤ مہاجن	بمبئی	

بنگالی اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	
۱۸۱۶	بنگال گزٹ (یا سماچار)	گنگا دھر بھٹاچاریا	کلکتہ	پہلا دیسی اخبار
۱۸۱۸	ڈِگ درشن	مارش مین	سی رام پور	ماہانہ رسالہ
	سماچار درپن	"	"	پندرہ روزہ
	بنگال گزٹ	مہندر ناتھ ودیا ندھی	کلکتہ	
۱۸۲۱	سمبد کمودی	بھوانی چرن بنرجی		رام موہن رائے کا اخبار
	برہمن سیبادِھی	شیو پرشاد شرما		"
۱۸۲۲	سماچار چندری کا	بھوانی چرن بنرجی		دھرم سبھا کا اخبار
	پرشا بلی	پادری لاڑن		مشنریوں کا اخبار
۱۸۲۳	سمبد تِمر ناسک	کرسٹو موہن داس		
۱۸۲۸	سمبد مت تن جنی	پاربتی چرن داس		
۱۸۲۹	سربا تتو بھوری پی کا	کالا چند رائے		ماہوار رسالہ
۱۸۳۰	.	دولب چند چٹرجی		چھاپا خانہ
۱۸۳۱	سمبد پروبھاکر	ایشور چند رگپتا		
	سمبد سودھاکر	پریم چند رائے		
	انوبادی کا	بھولا ناتھ سین		
	.	گھوشال مہا بھارت	بردوان	چھاپا خانہ
	نتو پرو کاش	دولب چند چٹرجی	کلکتہ	روزنامہ
	گیان انے شن	دکھشنا رنجن مکرجی		
	سمبد رتناکر	مدھو سودن داس		

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام
۱۸۳۱	شاستر پرکاش	لکشمی نرائن بیالنکار	کلکتہ
	سمبدمی لوکھا	بھوبن موہن بنرجی	
	سروسمپ گرہا	سروپ چند داس	
	سنگباد سارا سنگھا	بینی مادھوڑے	
	رتنابلی	راج چندر سرکار	
	شودھامنی	ایشور چندر دت	
	وگان سبھادھی	گنگاچرن سین	
	سماچار سودھار اجندرو	دولب چندر چٹو پادھیا	
	گنودویا	رام چندر متر	
	پاشابلی	رام چندر متر	
۱۸۳۲	گیان سندھو ترنگا	راسک کرشن ملک	
	سنگباد رتنابلی	مہیش چند پال	
	دل برتت انتوا	.	
۱۸۳۳	بھگتی سوچک	.	
۱۸۳۵	سنگباد پورن چندرودے	ہرو چندر بنرجی	
۱۸۳۷	″ سودھا سندھو	کالی شنکر دت	
	″ دی باکر	گنگا نرائن بوس	
	″ گوناکر	گرلش چندر بوس	
	″ سودامنی	کالے چند دت	
	″ مرنو جائے	پاربتی چندر داس	
	″ بھاسکر	سری ناتھ رائے	

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	
۱۸۳۷	رُوسُوراج	گوری شنکر بھٹاچاریا	کلکتہ	
۱۸۳۸	سنگبادارُونودے	جگ نرائن مکرجی		
	سُوجن رن جن	ہاردوم بوچرن مُوکُوپادھیا		
۱۸۳۹	بنگالی گورنمنٹ گزٹ	مارش مین		
۱۸۴۰	مرشدآبادپترکا	گرودیوچودھری	مرشدآباد	
	گیان دیپ کا	بھوانی چٹوپادھیا	کلکتہ	
	بھارت بندھو	سماچارن بندوپادھیا		
	بادیادرشن	اُوکھے کماردت		
۱۸۴۳	اکوبا درشن	سری ناتھ رائے	بارک پور	
	تتوبودھنی پتری کا	اُوکھے کماردت	کلکتہ	
۱۸۴۴	سنگبادراج رانی	گنگانرائن بوس		
	سُب بُورُس ران گِی نِی	.		
۱۸۴۶	جگت بندھوپترکا	سیتاناتھ گھوش		
۱۸۴۷	کاب یارتناکر	اوماکانت بھٹاچاریا	کلکتہ	
	گیان جن	چتن یاچرن اُدھی کاری		
	ہندودھرم چندرودے	ہری ناتھ گوسوامی		
	رنگ پور بارتاباہا	گروچرن رائے	رنگ پور	
	گیان سُن چارِ نِی	گنگانرائن بوس	کلکتہ	
	سادھورن جن	ایشورچندرگپتا		
	ڈِگ بِی جے	دوارکاناتھ کوپادھیا		
	ہندوبندھو	اوماچرن بھدرو		

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	
۱۸۴۷	سوجن بندھو	نابن چندر ڈے	کلکتہ	
	اُوکل گورُم	برج ناتھ بوس		
	مَنُورن جَن	گوپال چندر ڈے		
۱۸۴۸	کوُس توبہ	مہیش چندر گھوش		
	گیان چندرُودے	رادھاناتھ بوس		
	گیان رَتناکر	تارنی چرن رائے		
	بھی رِن گوُدت	آنند چندر برما		
	سنگباد اَرُونادُمے	پنچانن بنرجی		
	" دینامنی	گوپال چندر ڈے		
	" رَتنابارسن	مادھب چندر گھوش		
	" رُوسوندجار	کھیتر موہن بنرجی		
	بنارس چندرُودے	اُوما چندر گپتا	بنارس	
	مکتا بالی	کولی کانت بھٹاچاریا	کلکتہ	
	رُس مُدگر	گوبند چندر بنرجی		
۱۸۴۹	رَساساگر	رنگ لال بنرجی		
	رَسُورتناکر	جادوناتھ پال		
	سُوجن رَنجن	گوبند چندر گپتا		
	مہاجن درپن	جے کلی بوس		
	کوُس تَب کرن	راج نرائن متر		
	گیان پرادینی	بشیشور بنرجی		
	ستیہ دھرما پرکاشی کا	گوبند چندر ڈے		

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام
۱۸۴۹	سرو سوبھاکوری	موتی لال چٹوپادھیا	کلکتہ
	ستیہ پرادیپ	ام ٹاؤن سنڈ	
	سنگباد بردوان	کالی داس بندوپادھیا	بردوان
	بردوان چندرودے	رام رتن چٹرجی	؍؍
۱۸۵۰	ستیارنب	پادری اسمتھ	کلکتہ
	پاشندپی ران	ایشور چندر گپت	
	سماچار گیان درپن	اوماکانت چٹرجی	
	جگت دیپک بھاسکر	مولوی حضور علی	
	نیت یادھرمارنجی کا	نندر کمار کوی رتن	
	بھائی راب دھندو	۔	
	درجن دمن ماہانوبونی	متھراناتھ گولی	
۱۸۵۲	سنگباد سودھانگشو	پادری بنرجی	
	اُو پدیشک	پادری ون گر	
	ستیہ سماچارنی	سماچارن لوس	
	سنگباد نی ساکر	نل کومل داس	
	دھرمامار ماپرد کاشی کا	۔	
	بھگتی سوچک	رام ندھی داس	
	دربی کھائی کا	۔	
	گیانودے	چندرے کرمکرجی	
	گی نادرشن	سری پتی مکرجی	
	کاشی بارتا پترکا	کالی داس متر	کاشی

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام
۱۸۵۲	مدناپور اینڈ ہج لی گارجین	مسٹر بے بی	مدناپور (؟)
	بی بی دھارتر انسگرہا	راجندر لال متر	کلکتہ
	گیان ارونا ڈوے	کیشپ چندر کا رمارکر	
۱۸۵۳	شولب پتر کا	تارا ناتھ دت	
۱۸۵۴	سودھا بار دھن	.	
	بنگا بار تا یا ہا	.	
	سر بھا سو بھا کوری	.	

مشترک زبانوں کے اخباروں کی فہرست

سنہ	اخبار	مالک یا اڈیٹر	مقام	زبان
۱۸۲۹	بنگو دوت	نیل رتن ہلدر	کلکتہ	بنگلہ و فارسی (ہندی بھی ؟)
۱۸۳۱	مرکری	نوروزجی داراب جی	بمبئی	انگریزی و گجراتی
۱۸۳۲	بمبئی درپن	بال شاستری جمبیل کر	"	انگریزی و مرہٹی
۱۸۴۳	ہندو مینول آف لٹریچر	.	کلکتہ	انگریزی و بنگلہ
۱۸۴۲	دنیان دایا	.	احمد نگر	انگریزی و مرہٹی رسالہ
۱۸۴۶	مارتنڈ	نصیر الدین	کلکتہ	انگریزی، بنگلہ، فارسی، ہندی و اردو
۱۸۴۹	مالوہ اخبار	دھرم نرائن و قمر الدین	اندور	اردو و ہندی
۱۸۵۲	مظہر السرور	-	بھرت پور	"
۱۸۵۳	گوالیار اخبار	لکشمی پرشاد	گوالیار	"
۱۸۵۵	ورناکلر نیوز پیپر	پریسیڈنسی کالج	مدراس	تامل و ملیالی

ہندستانی اخبار نویسی کی اہم تاریخیں

۶۰ سال قبل مسیح	اِک ٹاڈِیوری نَا روِمن راج کا قلمی خبرنامہ
چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی	چین میں بلاک کی چھپائی
ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی	پیکنگ اخبار۔ دنیا کا پہلا مطبوعہ اخبار
۱۴۴۵	جرمنی میں پہلے پہل ٹائپ استعمال کیا گیا
۱۴۹۸	واسکوڈی گاما نے ہندستان کا بحری راستہ دریافت کیا
۱۵۵۰	پرتگالی مبلغ ہندستان میں پہلا چھاپہ خانہ لائے
۱۵۵۷	ہندستان میں پہلی کتاب چھاپی گئی
۱۵۹۹	ایسٹ انڈیا کمپنی کی تشکیل
۱۵۷۹	پہلا انگریز ــــ فادر اسیٹونس ہندستان آیا
۱۵۸۳	پہلا تجارتی انگریزی وفد ہندستان کے لئے روانہ ہوا
۱۶۰۹	یورپ کا پہلا مطبوعہ خبرنامہ جرمنی میں شائع ہوا
	پہلا انگریزی خبرنامہ شائع ہوا
۱۶۲۲	پہلا انگریزی اخبار امسٹرڈم (ہالینڈ) سے شائع ہوا
	انگلستان سے پہلا انگریزی اخبار شائع ہوا
۱۶۴۱	انگلستان میں اخباروں کی آزادی قانوناً تسلیم کرلی گئی
۱۶۷۲	دیسی رسم الخط (گجراتی) کا چھاپاخانہ سورت میں قائم ہوا
۱۷۵۷	پلاسی کی لڑائی
۱۷۶۶	ولیم بولٹس نے کلکتے میں چھاپاخانہ قائم کرنے اور اخبار جاری کرنے کی ناکام کوشش کی
۱۷۶۷	ولیم بولٹس کو گرفتار کرکے انگلستان بھیج دیا گیا

۱۷۷۸	پہلی مطبوعہ بنگلہ کتاب ـــــ ہیل ہڈ کی گرامر
۱۷۸۰	ہندستان کا پہلا مطبوعہ اخبار ہکیز گزٹ شائع ہوا
	ہندستان کا دوسرا مطبوعہ اخبار انڈیا گزٹ شایع ہوا
	مسٹر ہکی کو ایک سال کی قید اور جرمانے کی سزا
۱۷۸۲	ہندستان کے پہلے مطبوعہ اخبار ہکیز گزٹ کا چھاپہ خانہ ضبط کرلیا گیا
	ہکیز گزٹ بند ہو گیا
۱۷۸۴	ایشیاٹک سوسائیٹی آف بنگال کا قیام
۱۷۸۵	مدراس کا پہلا اخبار مدراس کوریر جاری ہوا
۱۷۸۹	انقلاب فرانس
	بمبئی کا پہلا اخبار بمبئی ہیرلڈ شائع ہوا
۱۷۹۴	ولیم ڈوان اڈیٹر انڈین ورلڈ کو ہندستان بدر کیا گیا
۱۷۹۵	مدراس میں سنسر شپ کا نفاذ
	بنگال ہرکارو کا اڈیٹر ہندستان بدر کیا گیا
	چارلس میک لین کو ہندستان بدر کیا گیا
۱۷۹۹	ٹیپو سلطان کی شکست و شہادت
	ولزلی نے اخباروں کے لئے نئے قاعدے نافذ کئے
	فورٹ ولیم کالج کا قیام
۱۸۰۲	باغ سعدی، پہلی مطبوعہ اردو کتاب (گلستاں کا اردو ترجمہ)
۱۸۰۷	سرکاری اجازت کے بغیر پبلک جلسوں کی ممانعت
	سنسر شپ کے قاعدوں میں پابندیوں کا اضافہ
۱۸۱۶	دیسی زبان کا پہلا اخبار بنگال سماچار (بنگال گزٹ) شائع ہوا
۱۸۱۸	دیسی زبان کا پہلا رسالہ ڈِگ درشن (بنگلہ) سی رام پور سے جاری ہوا
	سی رام پور کے مبلغوں نے ہفتے وار سماچار درپن (بنگلہ) جاری کیا

سال	واقعہ
۱۸۱۸	سلک بکنگھم نے کلکتہ جرنل جاری کیا
	سنسرشپ کی جگہ پر اخباروں کے لئے نئے قاعدوں کا نفاذ
۱۸۱۹	بمبئی پریسیڈنسی میں اخباروں کے قاعدوں کا نفاذ
	رام موہن رائے نے سمبد کمودی (بنگلہ) جاری کیا
۱۸۲۲	پہلا اردو اخبار جام جہاں نما جاری ہوا
	مراۃ الاخبار پہلا فارسی مطبوعہ اخبار جاری ہوا
	جام جہاں نما دوسرا فارسی اخبار جاری ہوا
	پہلا گجراتی اخبار ممبئی سماچار جاری ہوا
۱۸۲۳	کلکتہ جرنل کے اڈیٹر سلک بکنگھم کو ہندستان بدر کیا گیا
	اخباروں کے لئے باضابطہ قانون کا نفاذ ہوا، جس کی رو سے بغیر لائسنس کے اخبار جاری نہیں کیا جا سکتا تھا
	نئے قانون کے خلاف رام موہن رائے کی اپیلیں سوپریم کورٹ اور شہنشاہ انگلستان نے خارج کر دیں ـــــ رام موہن رائے نے احتجاجاً مراۃ الاخبار بند کر دیا
	کلکتہ جرنل کے دوسرے اڈیٹر آرنیٹ کو بھی ہندستان بدر کیا گیا
۱۸۲۴	بمبئی گزٹ کے اڈیٹر مسٹر فیئر کو ہندستان بدر کیا گیا
	کلکتہ جرنل کا اجازت نامہ منسوخ کیا گیا
۱۸۲۵	بمبئی پریسیڈنسی میں اخباروں کے قانون کا نفاذ
	سرکاری ملازموں کو اخباروں میں لکھنے یا اخباروں کا مالک یا حصے دار ہونے کی ممانعت
۱۸۲۶	پہلے ہندی اخبار اُدنت مارتنڈ کا اجرا
۱۸۲۷	کلکتہ کرانیکل کا اجازت نامہ منسوخ کیا گیا
۱۸۳۵	اخباروں کے مروجہ قاعدوں کی تنسیخ کے لئے کلکتے کے ہندستانی اور انگریز اخبار نویسوں کی متفقہ درخواست

۱۸۳۵	ہندستانیوں کو انگریزی تعلیم دینے کا اصول تسلیم کیا گیا
	اخبار جاری کرنے کے لئے اجازت نامہ حاصل کرنے کا قاعدہ منسوخ کر دیا گیا
	اخباروں کے لئے نئے قانون کا نفاذ
۱۸۳۶	اخباروں کو آزادی دینے کے جرم میں مٹکاف کی معزولی
۱۸۳۷	ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی
	دہلی اردو اخبار کا اجراء
	سید الاخبار کا اجراء
	خیر خواہ ہند (مرزاپور) پہلا اردو رسالہ جاری ہوا
۱۸۴۰	ہندستان میں پہلی ریلوے لائن بنائی گئی
	سندھ انگریزی قلمرو میں شامل کر لیا گیا
۱۸۵۱	تار برقی کا پہلے پہل کلکتے میں اجراء
۱۸۵۷	بغاوت — پہلی جنگ آزادی
	اخباروں پر پابندیاں ۔ نئے قانون کا نفاذ
	گلشن نوبہار (کلکتہ) کا چھاپا خانہ ضبط کر کے اخبار بند کر دیا گیا
	دہلی پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ
	مولوی محمد باقر کو گولی مار دی گئی
	صادق الاخبار کے اڈیٹر کو تین سال قید کی سزا
۱۸۵۸	ملکہ وکٹوریہ کا اعلان
	کمپنی کی حکومت کا خاتمہ

حوالے اور نوٹ

حرف اول

(صفحہ ۱۸ سے صفحہ ٤٤ تک)

۱ *UNESCO*, (Bulletin, Paris), No. 183, May 7, 1956.
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے
World Communications, (UNESCO Publication, 1956).

۲ *Collier's Encyclopedia*, Vol. 14, p.264.

۳ ibid.

٤ ibid.

۵ Herd : *March of Journalism*, p.11.

٦ Hamerton : *Universal History of the World*, Vol. vii, p.4141

۷ منو — منوسمرتی۔ باب ۷۔ دفعہ ۱۱۵، ۱۱٦، اور ۱۱۷

۸ یوسف علی — ازمنۂ گذشتہ میں ہندستان کے معاشرتی حالات۔ص ۷۳

۹ اوجھا — قرون وسطیٰ میں ہندستانی تہذیب۔ص ۱۸۵

۱۰ *Book of Knowledge*, Vol.10, p.6 54.

۱۱ Natrajan : *History of Indian Journalism*, Report of the Press Commission (1955), Vol. ii, p.3.

۱۲ Yusuf Ali : *Cultural History of India, British Period*, p.86.

۱۳ Qanungo : *Sher Shah*, p. 392.

۱٤ طباطبائی — سیر المتاخرین۔ ص ۲۲٤

۱۵ Qanungo, op. cit., p. 393.

۱٦ بحوالہ امداد صابری — تاریخ صحافت اردو۔ ص ۲۲

صابری صاحب کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"ملک بقبق بدایوں کا صوبہ دار تھا۔ اس نے ایک فراش کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن بدایوں آیا۔ فراش کی بیوی نے فریاد کی۔ اس نے بقبق کو اس قدر درے لگائے کہ وہ دوسری دنیا میں سدھار گیا۔ اور جس برید نے اطلاع نہیں دی تھی اس کو دار پر کھچوا دیا۔"

صابری صاحب نے حوالہ دیا ہے "تاج ص ۱۸"۔

خواجہ نظام الدین احمد، مولف طبقات اکبری نے بھی اس واقعے کا پہلا حصہ بیان کیا ہے۔ جو یہ ہے

"منقول است کہ ملک بقبق سرجاندار، فراش خود را تازیانہ جان زد و آن فراش در زیر تازیانہ فوت کرد۔ (سلطان غیاث الدین بلبن) ملک بقبق مذکور را درۂ تازیانہ بقصاص رسانید۔"

طبقات اکبری (مطبوعہ کلکتہ۔ ۱۹۱۱)۔ جلد اول، ص ۷۹۔

١٧ ابوالفضل — آئین اکبری (اردو. عثمانیہ)۔ ص ٣٨١

١٨ Sarkar : *Moghal Administration*, p.49.

١٩ ibid., p. 51.

٢٠ خافی خاں — منتخب اللباب ۔ جلد دوم۔ ص٢٨٦

٢١ Barns : *Indian Press*, p. 5.

٢٢ خافی خاں نے اس کا نام رام راجہ لکھا ہے۔ دیکھئے خافی خاں۔ متذکرہ۔ ص٤٦٩

٢٣ *Calcutta Review*, Vol. cxxiv,p 355. Vide Barns, op. cit., p:32.

٢٤ *Islamic Culture*, (Hyderabad), Vol. i, No.1, pp. 122-23.

٢٥ خافی خاں — متذکرہ۔ ص٤٩٦

٢٦ Yusuf Ali : op. cit., p.87.

٢٧ خافی خاں — متذکرہ ص٤٤٩

٢٨ *The Hindus*, (Madras), Jubilee Number (1939), p.11.

٢٩ ابوالفضل — متذکرہ۔ ص ٣٨٠

٣٠ دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی (حیدر آباد)۔ ص ٩٧ و ٩٨

٣١ ایضاً۔ ص١١٧ و ١١٨

٣٢ Sleeman : *Journey Through the Kingdom of Oudh*, Vol.1,pp.66-68.

٣٣ Barns, op. cit., p.5.

٣٤ طفیل احمد — مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ ص ٦١

٣٥ Nehru : *Discovery of India*, p. 243.

٣٦ Hallward : *William Bolts*, p. 58.

٣٧ Yusuf Ali, op. cit., p. 87.

٣٨ اکمل الاخبار (دھلی) — جلد٨۔ نمبر٦۔ مورخہ ٩ فروری ١٨٧٣ء

٣٩ *New Standard Dictionary of English Language*, see Press.

٤٠ Hamerton, op., cit., Vol. iv, p. 258.

٤١ Hutchinson : *The Empire of the Nabobs*, p. 11.

٤٢ Durant : *The story of Civilization*, p. 648.

٤٣ De Souza : *Oriental Conquests*, Vol. 1, p.648.

٤٤ گارساں دی تاسی نے اپنے تیسرے خطبے (٥ دسمبر ١٨٥٢ء) میں سینٹ فرانسس زیورس کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ وہ پیرس یونیورسٹی کا طالب علم تھا اور انڈیز کے مبشر کے لقب سے مشہور ہے۔ فرانسس زیورس کے کوچین جانے کا بھی تاسی نے اسی خطبے میں ذکر کیا ہے۔

٤٥ *Carey Exhibition of Early Printing*, (Calcutt, 1948), Catalogue p.1.

٤٦ Durant, op. cit., p. 648.

٤٧ *Carey Exhibition*, op. cit., p. 1.

٤٨ Barns, op. cit., p. 58.

٤٩ Natrajan, op. cit., p. 58.

٥٠ ibid., p. 59.

٥١ ibid., p. 58.

٥٢ Yusuf Ali, op. cit., p. 35.

۵۳ ibid.

۵۴ *Carey Exhibition*, op. cit., p.2.

۵۵ وارشنے۔ فورٹ ولیم کالج۔ ص۲۱۔
(वार्ष्णेय, फ़ोर्ट विलियम कालेज । पृ० २१)

۵۶ Roebuck : *Annals of the College at Fort William*, Appendix ii, p.1.

۵۷ محمد اشرف — اختر شہنشاهی - دیکھئے «هندستانی»۔

۵۸ حسینی — اخلاق هندی - دیباچہ - ورق -

۲

انگریزوں کی آمد اور نئے اخباروں کا دور

(صفحہ ۴۵ سے ۶۱ تک)

۱ طفیل احمد — مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ ص۳۶

۲ Bhattacharya : *East India Company and Economy of Bengal*, p.9

۳ Chylor : *European History* Vol. iv, p.1.

۴ انبرج (اینھ برج) — تاریخ هندستان۔ ص۱۷۲ و ۱۷۳

۵ طفیل احمد — متذکرہ ۔ ص ۴۹ و ۵۰

۶ Marx : *Marx and Engles on India*, p. 58.

۷ تفصیل کے لیے دیکھئے Bhattacharya, op. cit., pp. 18-29.

۸ طفیل احمد — متذکرہ ۔ ص ۵۳

۹ Hutchinson : *Empire of the Nabobs*, p. 122.

۱۰ انبرج ۔ متذکرہ ۔ ص۳۱۲ و ۳۱۳

۱۱ بحوالہ طفیل احمد. متذکرہ. ص ۴۳

۱۲ ایضاً ص ۳۹

۱۳ Buckland : *Dictionary of Indian Biography*, دیکھئے Bolts.

۱۴ Hallward: *William Bolts*, p. 88.

۱۵ *Proceedings of the Select Committee at the Fort William.*

۱۶ Busteed : *Early Echoes from Calcutta*, p.161.

۱۷ ibid.

۱۸ Bolts : *Considerations on Indian Affairs*, pp iv-ix.

۱۹ ibid.

۳

اٹھارھویں صدی کی ھندستانی اخبار نویسی

(صفحہ ٦٤ سے ١٦ تک)

۱ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol. 1, p.314.
۲ *O. C* * (Home Public, No. 1A, Nov. 1780.
۳ Andrews : *North India*, pp. 2 - 3.
Carey : *Oriental Christian Biography*, Vol. 1. p.198
۵ *O. C.* (Home Public), No. 10, May 13, 1782.
٦ Barns : *Indian Press*, p. 48.
۷ *Hicky's Gazette* No. 43, Nov., 18, 1780.
۸ ibid.
۹ Deb : *Early History and Growth of Calcutta*, p. 202.
۱۰ Barns, op. cit., p. 99.
۱۱ Carey, op. cit., p. 314.
۱۲ ibid.
۱۳ وارن ھیسٹنگز اور سر فلپ فرانسس کے اختلافت کے لئے دیکھئے
Dictionary of National Biography, Vol. xx, pp. 171-80.
۱٤ Barns, op. cit., p.47.
۱۵ Hickey : *Memoris*, Vol.3. p.160. Vide Barns, op.cit. p.50.
O. C. (Home Public), No. 30, Nov. 2, 1792.
ibid. No. 28, Feb.1, 1793.
ibid. No. 22, Peb. 25, 1793.
ibid. No. 11, June 28, 1793.
ibid. No. 14 A, 15 & 16, July 26, 1793.
۱٦ *Proceedings* (Home Public), July 26, 1793 pp. 346-50.
۱۷ ibid., March 7, 1795, p.567.
۱۸ Carey, op. cit., p. 285.
۱۹ مارگریٹا بارنس نے کلکتہ گزٹ کے اجراء کی تاریخ ۵ فروری ۱۷۸٤ء بتلاتی ھے۔ یہ صحیح نہیں ھے ۔ کلکتہ گزٹ کا پہلا نمبر چوتھی مارچ ۱۷۸٤ء کو شایع ھوا۔ دیکھئے۔
Seton-Kar, op. cit., p.1.
۲۰ دیکھئے کلکتہ گزٹ کے اجراء کے لئے فرانسس گلیڈون کی درخواست اور منظوری کے متعلقہ کاغذات
O. C., (Home Public), No. 20 & 20A, Feb. 9, 1784.
Seton-Kar نے اس خیال کی تردید کی ھے ۔ اس کے بیان کے مطابق کلکتہ گزٹ کی ادارت سے نہ تو کسی سرکاری محکمے کو کوئی تعلق تھا اور نہ اخبار کی پالیسی یا انتظام ھی سے گورنمنٹ کو کسی قسم کا سروکار تھا۔
Seton-Kara. op. cit., pp.1-2.

---

*Original Consultations, National Archives of India, (New Delhi)

۲۱ Carey, op. cit., p.316.

یہ دونوں ایک ہی کتابیں ہیں۔ غلطی سے دو لکھدی گئی ہیں۔ مصنف کے بیان کے مطابق اس کا نام *Materia Medica* تھا اور اس کی قیمت ۳۲ سکہ روپئے تھی۔

O. C., (Home Public), No.15, Sept. 20, 1793.

۲۲ Carey, op. cit., p. 294.

ایک اور لغت بھی گلیڈون نے مرتب کیا تھا۔ جو ۱۸۰۰ء میں چھپ کر تیار ہوا۔ گلیڈون نے پہلی بار اس کا ۱۷۹۵ء میں ذکر کیا تھا۔ اس کی قیمت سو روپئے تھی۔

O. C., (Home Public), No. 10, Aug. 7, 1795.

جب لغت چھپ کر تیار ہوا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اس کی سو جلدیں خریدنی منظور کیں۔ گلیڈون کی درخواست پر یہ تعداد غالباً بڑھاکر ڈیڑھ سو کردی گئی۔

O. C., (Home Public), No. 137, March 14, 1800.

طوطی نامے کا سرکاری کاغذات میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

۲۳ شیوکمار بھٹا چاریا نے اپنی ایک کتاب میں جابجا گلیڈون کے اس ترجمے کے حوالے دیئے ہیں۔ دیکھئے۔

Bhattacharya : *East India Company and Economy of Bengal.*

گلیڈون کی جن کتابوں کے نام لئے گئے ہیں، ان کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی اس نے ترجمہ یا تالیف کی تھیں۔ سرکاری کاغذات میں گلیڈون کی حسب ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں

۱۔ فارسی، عربی و سنسکرت ڈکشنری

O. C., (Home Public), No.15, Oct. 2, 1775.

اس لغت کا پہلا حصہ ۱۷۸۱ء میں چھپ کر تیار ہوا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرس کو روانہ کرنے کے لئے اس کے سو نسخے چیف سکریٹری کے حوالے کئے گئے

O. C., (Home Public), No.7, April 10, 1781.

آئین اکبری کا بھی گلیڈون نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کی تین جلدیں تھیں اور ہر جلد کی قیمت چالیس روپئے تھی۔ گورنر جنرل نے اس کے سو نسخے خریدنے کے لئے کورٹ آف ڈائرکٹرس سے سفارش کی۔ لیکن گلیڈون نے اس کو شایع کرنے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ دیکھئے گلیڈون کے خط چیف سکریٹری کے نام

O. C., (Home Public), No. 17-19A, June 2, 1783.

ibid., (Home Public), No. 3, June 12, 1783.

لیکن دوسال بعد گلیڈون نے آئین اکبری کا ترجمہ شایع کردیا۔

O. C., (Home Public), No. 27, Dec: 19, 1785.

گورنر جنرل اور چیف سکریٹری کے نام گلیڈون کے کم از کم تین اور خط ملتے ہیں، جن میں اس نے اپنی کتابوں کی خریداری کی درخواست کی تھی۔

لیکن کتابوں کے نام نہیں لکھے تھے۔
O. C., (Home Public), No. 8, Feb. 4, 1789.
ibid., No. 8, Jan.8, 1790.
ibid., No.22, March 19, 1792.

۲۴ Yusuf Ali, *Cultural History of Indta, British Period, p. 89.*
۲۵ ibid.
۲۶ *Selections from Calcutta Gazettes*, Vol. i, p. 9.
۲۷ ibid., Vol. II, p. 224.
۲۸ Brown, *The Sahibs*, p. 87.
۲۹ *Selections from Calcutta Gazettes*, Vol. II. p. 530.
۳۰ ibid., Vol. iii, pp. 28-29.
۳۱ Yusuf Ali, op. p. 88.
۳۲ *Calcutta Gazette*, No. 150, Jan. 11, 1787.
۳۳ Carey, op. cit., p.37.
۳۴ ibid.
۳۵ *India at a Glance*, (Orient Longman & Co. 1948), p.827.

ولیم جونس کا یہ جملہ ایشیاٹک ری سرچز کے سرورق پر بھی چھاپا جاتا تھا۔

۳۶ Yusuf Ali, op. cit., p.37.

اور دیکھئے Cunningham : *Lives of Eminent and Illustrious Englishmen*, Vol. VI, part 1, pp. 160-172.

۳۷ Yusuf Ali, op. cit., p.38.
۳۸ *Catalogue of Newspapers*, National Library, Calcutta, p 1257.
۳۹ ibid.

ایشیاٹک ری سرچز کا ایک اڈیشن کلکتے سے بھی ۱۸۸۵ء میں شایع ہوا۔
نیشنل آر کائیوز کے کتب خانے میں اس اڈیشن کی ناقص فائلیں ہیں

۴۰ Barns, op. cit., p.151.
۴۱ *Humanistic Institutions and Societies of India*, (Bureau of Education, India), p.60.
۴۲ Barns, op. cit., pp. 57—58.

حدود بنگال میں بھی مدارس کوریر کے لئے محصول ڈاک معاف کردیا گیا تھا۔
O. C., (Home Public), No. 3-5, June 12, 1786.
مزید تفصیل کے لئے دیکھئے Love : *Vestiges of Old Madras*, Vol. 3.

۴۳ *O. C.*, (Home Public), No.1, May 15, 1795.
۴۴ Natrajan *History of Indian Journalism*, p.85.
۴۵ Carey, op. cit., p.29
۴۶ Natranjan, op. cit., p.58.
۴۷ Barns, op. cit., p.60.
۴۸ ibid., p.66.
۴۹ مالکم - سیاسی تاریخ ہند - (عثمانیہ)۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۲

۵۰ Natrajan, op. cit., 8.

سرکاری فائلوں میں ولیم ڈون سے متعلق صرف تین کاغذات ملتے ہیں۔ انہیں میں ایک عدالتی درخواست بھی ہے، جس میں ڈون نے بیان کیا تھا کہ زبردستی گھسیٹ کر اسے گھر سے باہر نکالا گیا۔

O. C., (Home Public), No.34., March 14, 1794.

دوسری درخواست عدالت کے منشی کی ہے۔ اس درخواست کے مطابق وارنٹ کی تعمیل کے وقت ڈون نے سرکاری عملے کے لوگوں کو پیٹا تھا۔

O. C., (Home Pubiic), No. 28-29, April, 7. 1794.

۵۱ چارلس میک لین اور ڈاک خانے کے جھگڑے کے لئے دیکھئے۔

O. C., (Home Public), No. 19-21, July. 30, 1798.

۵۲ مالکم — تذکرہ۔ ص۲۳۲

۵۳ Stanhope : *Influence of the Press in British India*, pp. 7-9.

۵۴ Pearce : *Memoirs of Wellesley*, Vol. 1, pp.278-79.

۵۵ Carey, op. cit., p.317.

۵۶ مالکم۔ تذکرہ۔ ص۲۳۲۔ نیز دیکھئے

۵۷ *The Bombay Chronicle* (Weekly), Sept. 27, 1942, p.3.

۵۸ Pearce, op.cit., p.300.

۵۹ Nehru : *Discovery of India*, p.435.

۶۰ Marx : *Marx and Engles on India*, p.42.

۶۱ Nehru, op. cit., p.254.

۶۲ Adam : *The Law of Civilization and Decay*, pp.259-60.

۶۳ Natrajan, op. cit., p.9.

۶۴ *Calcutta Gazette*, Vol. xii, May 21, 1795.

۴

ابتدائی انیسویں صدی کی هندستانی اخبار نویسی

(صفحہ ۹۸ سے ۱۰۹ تک)

۱ *O. C.*, (Home Public), No. 2-5, April 9, 1801.

۲ مالکم۔ سیاسی تاریخ هند۔ جلد دوم۔ ص۲۳۵

۳ Natrajan : *History of Indian Journalism*, pp.11-12.

۴ انبرج۔ تاریخ هندستان۔ ص ۲۵۴

۵ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol. ii, pp.318.

۶ مالکم۔ سیاسی تاریخ هند۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۵

۷ Stanhope : *Influence of Press in British India*, p.12.

۸ مالکم۔ تذکرہ۔ ص ۲۳۷

۹ Barns : *Indian Press*, p.94.

١٠ Carey, op. cit., p.287.

١١ Natranjan, op. cit., p.14.

١٢ مالکم- متذکرہ، ص ٢٢٨

١٣ *Calcutta Journal*, Vol. iii, Vide Stanhope, op. cit., pp. 100-101.

١٤ Barns, op. cit., p.98.

١٥ Natrajan, op. cit., p.17.

١٦ *Catalogue of Newspapers*, National Library., Calcutta. p.223.

١٧ Natrajan, op. cit., and also Barns, op. cit., p.223.

١٨٢٣ء میں جب ایڈم کے قانون کے مطابق اخبار شائع کرنے کے لئے لائسنس حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا تو جان بل کے لیے Pritchard George نے درخواست دی تھی۔

O. C., (Home Public), No. 1-3, May 8, 1823.

١٨ ibid.

٥

دیسی اخبار نویسی کا آغاز

(صفحہ ١١٢ سے ١٧٠ تک)

١ Yusuf Ali : *Cultural History of India, British Period*, p.91.

٢ *Friend of India*, (Quarterly), No.1, Sept. 1820, pp.134-35

٣ بحوالہ بنرجی—بنگلہ سمایک پتر اتہاس (بنگلہ) ص١١

٤ ایضاً

٥ ایضاً

٦ *Asiatic Journal and Monthly Register*, (London), Jan. 1819 p.59.

٧ *Proceedings*, (Home Public), No.8, Oct. 17, 1822.

٨ Nehru : *Discovery of India*, p.244.

٩ Hutchenson : *Empire of the Nabobs*, p.224.

١٠ Ray : *Life ann Times of C.R. Das*, p.2.

١١ Keith : *Speeches and Documents on Indian Policy*, p.159.

١٢ Gupta : *Three Chapters of Indian Renaissance*, in the National Herald (Lucknow), July 4, 1954.

١٣ مالکم - سیسی تاریخ ہند، جلد دوم - ص ٥١٢—٥١٤

Kaye : *Life of Metcalfe*, Vol. II, p. 214.

١٤ مٹکاف کے اس سوانح نگار نے اسی سلسلے میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ « اس دور میں ہماری پالیسی یہ تھی کہ ہندوستان کے دیسی باشندوں کو انتہائی بربریت اور تاریکی میں مبتلا رکھا جائے »

Kaye : *Life of Metcalfe*, Vol. II, p. 274.

Court of Director's Despatch, op. cit.

Thompson : *Life of Metcalfe*, p. 330.

١٥ Abdul Ali : *Persian Newspapers of Calcutta*, in the *Bengal Past and Present*, Jan.-June. 1927, p.297. نیز دیکھئے
Carey Exhibition of Early Printing, (Cal. 1948), Catalogue, p.9.

١٦ Yusuf Ali : op.cit., pp.83-84.

١٧ *Carey Exhibition*, op. cit , p.6.

١٨ ibid.

١٩ Yusuf Ali, op. cit., p.85.

٢٠ Marshman : *Life of Carey, Marshman & Ward*, Vol.ii, p.161.

٢١ *Friend of India*, (Monthly), Vol.1, No.1, May 1818.

٢٢ *Calcutta Review*, Vol. XIII, p.145.

٢٣ *Catalogue of Newspapers*, (National Library), Calcutta. p.230.

٢٤ Barns : *Indian Press*, p.88.
Friend of India, (Monthly), Vol.1, No.1, May 1818. دیکھئے
فرنڈ آف انڈیا کے اجراء کی تاریخ کے سلسلے میں نیشنل لائبریری کی فہرست کا غلطی سے ذکر کیا گیا ھے ۔ اس فہرست میں بھی اجراء کی تاریخ وھی ۱۸۱۸ء ھی درج ھے ۔

۱۸۲۰ء میں مارش مین نے ماھوار رسالے کے علاوہ اسی نام کا ایک تماھی رسالہ بھی شروع کیا ۔ اس کا پہلا نمبر ستمبر ۱۸۲۰ء مین شایع ھوا ۔ اس رسالے کی ضخامت ۱۵٦ صفحات تھی ۔

۱۸۲۷ء میں ماھوار اور تماھی دونوں فرنڈ اف انڈیا بند ھوگئے ۔ پھر یکم جنوری ۱۸۳۵ء کو اسی نام سے ایک ھفتے وار اخبار سیرام پور سے جاری کیا گیا ، جو ۱۹۲۲ء تک جاری رھا ۔ اگرچہ اس میں اتنی تبدیلی ضرور ھوئی کہ ۱۸۷۵ء میں مسٹر رابرٹ نائٹ نے اس اخبار کو خرید لیا اور سی رام پور سے منتقل ھوکر وہ کلکتے آ گیا ۔

٢٥ Nag : *Preface to* تحفتہ الموحدین (Calcutta, 1950), p.3.

٢٦ *Rammohun Roy*, Centenary Publication, p.28.

٢٧ Nag, op. cit., p.3.

٢٨ Seal : *Universal Man*, in the Centenary Publication, p.96.

٢٩ ibid.

٣٠ ibid.

٣١ رام موھن رائے ۔ تحفتہ الموحدین ۔ دیباچہ مصنف

٣٢ ایضاً ۔ ص ١٤

٣٣ ایضاً

٣٤ Home : *Rammohun Roy*, in the Centenary Publication, p.10.

٣٥ ibid.

٣٦ Home, op.cit., p.33.

٣٧ Rammohun Roy : *Abridgement of Vedant*. Preface. Vide Centenary Publication, p.15.

٣٨ Home, op. cit., p.18.

٣٩ Rammohun Roy : *A Letter*. Vide Centenary Publication, p.92.

٤٠ Home, op. cit., p 39.
٤١ Natarajan : *History of Indian Journalism* p.14.
٤٢ Sharp : *Selections from Educational Records*, Vol. i,p.77.
٤٣ ibid.
٤٤ Home, op. cit., p.43.
٤٥ Sharma : *Studies in the Renaissance of Hindooism*, p.73.
٤٦ Gupta, op. cit.,
٤٧ Home, op. cit., p.18.
٤٨ *Rammohun Roy*, Centenary Publication, p.80.
٤٩ ibid., p.80.
٥٠ ibid., p.78.
٥١ ibid., p 55.
٥٢ ibid., p.56.
٥٣ Majumdar: *Rammohun Roy & Progressive Movement*, pp.282-84
٥٤ ibid.
٥٥ ibid.
٥٦ Munro : *Memoirs*, op. cit., p.284.
٥٧ Majumdar, op. cit., p.284.
٥٨ Nataranjan : *History of Indian Journalism*, op. cit., p.58.
٥٩ ibid.
٦٠ *Calcutta Journal*, Vol. ii, No.98, April 23, 1822, p.583.
٦١ ibid.
٦٢ ibid.
٦٣ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*,Vol.1,p.299.
٦٤ Stanhope : *Influence of Press in British India*, p.35.
٦٥ Bayley's Report, *Proceedings*, (Home Public), Oct. 17, 1822.
٦٦ Barns, op. cit , p.88.
٦٧ Bayley's Report, op. cit.
٦٨ جام جہاں نما (فارسی)۔ نمبر۱۳٤۔ ٥جنوری ١٨٢٥ء
٦٩ Barns, op. cit., p.111.
٧٠ اودھ اخبار ۔ (جلد۱۷)۔۲۸جون ١٨٧٥ء
٧١ محمد اشرف ۔ اختر شہنشاھی ۔ دیکھئے « جام جہاں نما » ۔
٧٢ Yusuf Ali, op. cit., p.93.
٧٣ Abdul Ali : *Early Persian Newspapers of Calcutta*, in the *Bengal Past and Present*, Jan.-June, 1927.
٧٤ ibid.
٧٥ *O. C.* (Home Public). No. 27-59, Feb,16, 1826.
٧٦ ibid., No. 64-55, June 29, 1826.
٧٧ مندرجہ بالا عبارت اودنت مارتنڈ کے آخری صفحے پر پابندی سے شایع کی جاتی تھی ۔ دیکھئے۔
Bhatnagar : *Rise and Growth of Hindi Journalism*, p.67.
٧٨ ibid , p. 69.   ibid., p.68:
٧٩ ibid., p. 68.

٨٠ *C. C.* (Home Public), No.61, May 8, 1823.
٨١ Carey, op. cit., p.302,
٨٢ *O. C.*, (Home Public), No.53-54, March 9, 1826.
٨٣ مرزا غالب
٨٤ *Proceedings*, (Home Public), March 9. 1626.

٦

دارو گیر

(صفحہ ۱۷۲ سے ۱۹٤ تک)

١ Marshman : *History of India*, Vol. ii, pp. 380-81.
٢ Barns : *Indian Press*, p.99.
٣ ibid.
٤ ibid.
٥ Marshman, op. cit., p 381.
٦ Majumdar : *Rammohun Roy*. p 298.
٧ Chatterji : *Case of J. C. Buckingham*, in the *Journal of Indian. History*, Vol. xxvii, pt.2, Aug. 1949, p.104.
٨ Marshman, op. cit.. p.381.
٩ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol.1, p.321.
١٠ *Catlogue of Newspaper's Court*, Calcutta Exhibition, 1948, p.15.
١١ *Rammohan Roy*, (Centenary Publication), p.80.
١٢ ibid., p.52.
١٣ *Calcutta Journal*, April 10, 1823 Vide *Modern Review*, Aug 1931.
١٤ Carey, op. cit , pp.322-23.
١٥ *O.C.*, (Home Public), No.3, Sept. 23, 1823,
ibid., No.1-3, Dec.11, 1823.
١٦ اسٹین ہوپ کی کتاب کا نام تھا
Sketches of History and Influence of Press in British India.
١٧ *O. C.* (Home Public), No.6-7, Nov.6, 1823.
١٨ ibid., No.1-7, Dec. 6, 1823.
١٩ ibid., No.3, Feb. 12, 1824.
٢٠ ibid., No.4, Feb. 4 1824.
٢١ ibid., No.7-9, Feb. 12, 1824.
٢٢ ibid., No.3-5, Feb. 15, 1824, and No.5, April 4, 1825.
٢٣ ibid., No.1, Sept. 23, 1824.
٢٤ ibid., No-7, Oct. 7, 1824.
٢٥ Carey, op. cit., p.324.
٢٦ *Court of Director,s Letter*, dated Dec. 25, 1825.
کورٹ اف ڈائرکٹرس کے متذکرہ بالا مراسلے کے جواب میں حکومت ہند نے اس فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی اور عرصے تک اس حکم کا نفاذ ملتوی رہا۔ بالآخر کورٹ نے اپنے سابقہ فیصلے کو برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا۔
O. C., (Home Public), No 2A, Oct. 20,828.

۲۷ ibid., No. 53, March 25, 1826, and No.39, July 20, 1826.
۲۸ ibid., No. 73, April 2, 1829.
۲۹ ibid., No. 174-75, May 31, 1827.
۳۰ ibid., No. 176, May 31, 1827.
۳۱ ibid., No. 76-77, June 7, 1827.
۳۲ ibid., No. 82-83, June 14, 1827.
۳۳ ibid., No. 79-81, June 7, 1827.
۳۴ ibid., No. 83-81, June 14, 1827.
۳۵ ibid., No. 82, June 7, 1827.
۳۶ ibid., No. 83, June 7, 1897.
۳۷ ibid., No. 59-61, June 21, 1827.
ibid., No. 1-2, June 25, 1827.
۳۸ *O. C.*, (Home Public), No:3-5, April 4, 1825.

۷
بنٹنک اور مٹکاف کے عہد میں اخباروں کی ترقی
(صفحہ ۱۹۶ سے ۲۲۵ تک)

۱ *O. C.*, (Home Public), No.3-5, April 4, 1825.
اخباروں کے سلسلے میں د امہرسٹ کو اپنے پیش رو (ایڈم) کے جابرانہ قاعدوں سے زیادہ ہمدردی نہ تھی « Kaye : *Life of* **Metcalfe**,' Vol. ii, p.281.
۲ اس رپورٹ کے مرتب ہونے سے پہلے ہی کلکتہ کرانی کل بند ہوچکاتھا۔ ممکن ہے کہ اخبار کے بند ہونے کے وقت اس کی اتنی ہی اشاعت رہی ہو
۳ *Proceedings*, (Home Public), June 6, 1829, p.5.
۴ ibid., pp. 6-7.
۵ بنگال جرنل کے اجراء کی درخواست
O. C., (Home Public), No.115-16, May 5, 1825.
۶ Martin : *Indian Empire*, Vol., 1. p,539.
۷ Upadhya : *Growth of Industries in India*, p.29.
۸ *O. C.*, (Home Public), No.47-48, Aug.11, 1829.
۹ *Bengal Herald*, Vol.1, No.4, May 30, 1829.
۱۰ ibid., Vol.1, No.8, June 30, 1829.
۱۱ ibid., Vol.1, No 14, Aug. 8, 1829.
O. C.,(Home Public),No 52, Aug.4, & No 49, Aug.11, 1829.
۱۲ *Bengal Herald*, Vol.1, No.19, Sept.12, 1829.
۱۳ ibid., No.22, Oct. 10, 1829.
۱۴ *O. C.*, (Home Public), No.74-77, April 13, 1830.
۱۵ Natarajan : *History of Indian Journalism*, p.30.
۱۶ *O. C.*, (Home Public), No.103-4, Sept. 7, 1830.
۱۷ Natarajan. op. cit., p.29.
۱۸ ibid., p.45.
۱۹ ibid.
۲۰ ibid.

٢١ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol.1, p.303.
٢٢ ibid., p. 290.
٢٢الف Yusuf Ali : *Cultural History of India, British Period*, p.
محمد حسین آزاد کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ملا فیروز نے دساتیر بھی تصحیح کر کے چھپوائی تھی اور وہ جارج نامہ تین جلدوں میں لکھا تھا۔

محمد حسین آزاد — سخندان فارس۔ حصہ دوم۔ پہلا لکچر۔ ص ٨

٢٣ Natarajan, op. cit., p.56.
٢٤ ibid.,
٢٥ *O. C.*, (Home Public), No. 49-50. Sept. 6, 1830.
٢٦ *O. C.*, (Home Public), No.1, Sept. 6. 1830.
٢٧ ibid., Bentics Minutes.
٢٨ ibid., No.2, Sept. 6, 1830, Bayley's Minutes.
٢٩ ibid., No.3, Sept. 6, 1830, Metcalf's Minutes.
٣٠ *Proceedings*, (Home Public), Sept. 6, 1830.
٣١ *O. C.*, (Home Poblic), No.38, Feb. 6, 1835.
٣٢ ibid.,
٣٣ ibid., No. 09, Feb. 6, 1135.
٣٤ *Procedings*, (Home Legislative), May 18, 1835, pp. 1-10.
٣٥ ibid., Governor General's Minutes, April 17, 1835, pp.13-18.
٣٦ ibid., Prinsenpe's Minutes, April 17, 1835.
٣٧ ibid., Morison's Minutes, April 25, 1825, pp.42-44.
٣٨ ibid., Governor General's Minntes, April 27, 1835,
٣٩ Kaye : *Lives of Indian Officers*, Vol. 1, p.612.
٤٠ *Court of Director's Despatch*, (Legislative), Feb.1.1836.
٤١ Kaye : *Life of* Kaye : *Life of Metcalf* e,
٤٢ *Court of Dirctor's Despatch*, op. cit.,
٤٣ Thompson : *Life of Metcalfe*, p. 33e.
٤٤ Act No. xi of 1835.
٤٥ *Court of Director's Despatch*, op. cit.
٤٦ Stocqueler : *Memoirs of Journalist*. Vide Barns, pp.133-34.
٤٧ ibid.

٨

شمالی ہند کی انگریزی اخبار نویسی

(صفحہ ٢٢٨ سے صفحہ ٢٣٤ تک)

١ *O. C.*, (Home Public),
٢ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol.1, p.447
٣ ibid.
٤ ibid., p.448.
٥ ibid.

۶ *O. C.*. (Home Public), No.30-32, Jan. 31, 1832.
۷ *Body Sheet*, (Home Public), Aug. 7, 1832.
۸ Carey, op. cit., p. 449.
۹ ibid.
۱۰ ibid.
۱۱ ibid., p.48.
۱۲ ibid.
۱۳ ibid., p.449.
۱۴ ibid.
۱۵ Andrews : *Zakaullah of Delhi*, p.24,
۱۶ Metcalfe : *Two Native Narratives of Mutiny*, p.17.
۱۷ ذکا اللہ — تاریخ عروج سلطنت انگلیشیہ۔ ص ۱۵-۴۱۴
۱۸ Carey, op. cit., p.452.
۱۹ ibid., pp. 450-51.
۲۰ ibid., p. 451.
۲۱ ibid.
۲۲ ibid., p. 452.
۲۳ ibid.
۲۴ ibid.
۲۵ ibid.
۲۶ ibid.
۲۷ ibid., p.453
۲۸ ibid.
۲۹ ibid.
۳۰ ibid.
۳۱ ibid.
۳۲ *Benaras Magazine*, Vol. 1. No. 1, Nov., 1848.

۹

ہندستان کی فارسی اخبار نویسی

(صفحہ ۲۳۶ سے ۲۵۹ تک)

۱ Natarajan : *History of Indin Journalism*, p.
۲ Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, Vol.1,p.448
۳ محمد اشرف — اختر شہنشاہی۔ دیکھئے « زبدۃالاخبار »
۴ Nataraian, op. cit., p.48.
۵ ibid.
۶ دیکھئے آئنہ سکندر
۷ ایضاً
۸ اس جگہ کو اب کولنس اسٹریٹ کہتے ہیں
۹ غالب — کلیات نثر فارسی۔ ص ۱۴۷

۱۰ آئنۂ سکندر۔ ۱۴ نومبر ۱۸۳۶ء۔ ص ۵
۱۱ ایضاً ۴ جنوری ۱۸۳۶ء ص ۴
۱۲ ایضاً ص ۵
۱۳ ایضاً ص ۷
۱۴ ایضاً ص ۱۰
۱۵ ایضاً ۱۸ جنوری ۱۸۳۶ ص ۹
۱۶ *O. C.* (Home Public), No. 36, March 22, 1833.
۱۷ کبھی کبھی کلنگہ کو کلنبہ بھی لکھا گیا ہے۔
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲ محمد اشرف — متذکرہ دیکھیئے سلطان الاخبار
۲۳ Abdul Ali : *Early Persion Newspapers of Calcutta*, in the *Bengal Past and Present*, Jan March. 1827.
۲۴ Yusuf Ali : *Cultural History of India*, British Period, p.92.
۲۵ سلطان لاخبار۔ نمبر ا۔ ۶ اگست ۱۸۳۵ء۔ ص ۱۶
۲۶ رجب علی بیگ سرور ۔ فسانہ عجائب ۔ ص ۱۰
۲۷ سلطان الاخبار ۔ نمبر ۱۔ ۱ اگست ۱۸۳۳ء
۲۸ ایضاً ۹ اگست ۱۸۳۳ء
۲۹ ایضاً
۳۰ ایضاً ۲ ستمبر ۱۸۳۵ء
۳۱ ایضاً
۳۲ ایضاً ۲۵ اکتوبر ۱۸۳۵ء
۳۳ مالک رام — نواب شمس الدین احمد خان۔ « آج کل » (دھلی) نمبر ۱۴ جلد ۷۔ فروری ۱۹۵۶ء
۳۴ غالب — مکاتیب۔ ص ۱۳۴۔ بحوالہ مالک رام۔ متذکرہ۔
۳۵ سلطان الاخبار۔ نمبر ۴۔ ۲۳ اگست ۱۸۳۵ء
۳۶ دلی کالج میگزین ۔ (قدیم دلی کالج نمبر)۔ ۱۹۳۵ء۔ ص ۶۳
۳۷ *Parliamentary Proceedings*, Vol. 44, part 1, p. 363.
۳۸ Sajanlal : *Islamic Culture*, (Hyderabad), Vol. , No ,
۳۹ لودھیانہ اخبار۔ ۶ جون ۱۸۴۰ء
۴۰ ایضاً ۳۰ جون ۱۷۴۰ء

۴۱ ایضاً ۹ اکتوبر ۱۷۴۰ء

۴۲ Carey, op. cit., p. 451.

۴۳ لدھیانہ اخبار ۔۲۹ستمبر ۱۷۳۶ء

۴۴ ایضاً ۱۴ مارچ ۱۷۴۰ء

۴۵ ایضاً ۲ مئی ۱۷۴۰ء

۴۶ ایضاً ۶ جون ۱۷۳۰ء

۴۷ مہر منیر نمبر۱۔ یکم مئی ۱۷۴۱ء

۴۷ ایضاً ۲ستمبر ۱۸۴۱ء

۴۹ اردو (اورنگ اباد)۔ جلد۱۵۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۵۔ ص۷۰۸۔۹

۵۰ احسن الاخبار۔ ۲۵جون ۱۸۴۷ء۔ بحوالہ اردو (اورنگ اباد)۔اکتوبر ۱۹۳۵

۵۰ ایضاً ۲جولائی ۱۷۴۷ء ایضاً

۵۲ اردو (اورنگ اباد) اکتوبر۱۹۳۵ء

۵۳ سراج الاخبار۔اسی جملے سے بہادرشاہ کے روزنامچہ کی ابتداء ہوا کرتی تھی۔

۵۴ بحوالہ Natarajan, op. cit., p.49.

۵۵

۵۶

۵۷ گارساں دی تاسی ۔ خطبات ۔ ص۴۱۔

۵۸ *Press List of the Muting Papers*, p.

۵۹ سراج الاخبار ۔ ۲۸جون ۱۷۴۳

۶۰ ایضاً

۶۱ ایضاً

۶۲ ایضاً

۱۰

اردو اخبار نویسی

(صفحہ ۲۹۱ سے صفحہ ۳۱۸ تک)

۱ دیکھئے کوہ نور۔(لاہور) مورخہ ۲۰دسمبر ۱۸۵۳ء نیز ۶جون ۱۸۵۴

۲

۳ جام جہاں نما (اردو)۔ مورخہ ۲۳جنوری ۱۸۲۸ء

۴ Carey *Good Old Days of Honourable John Company*, Vol.1.p.448.

۵ *U C.* (Home Public), No. 3A+B,8 Jan.1833

۶ محمد اشرف اختر شہنشاہی، دیکھئے مطابع عبدالرحمن؛

۷ Andrews : *Zakaulloh of Delhi*. p. 29.

۸ رام بابو سکسینہ — تاریخ ادب اردو ۔ ص ۲۶
۹ ایضاً
۱۰ محمد حسین آزاد — آب حیات ۔ ص ۶۲
۱۱ ہندستانی (الہ آباد)۔ جلد ۳ حصہ اول
۱۲ Barns : *Indian Press*, p.231.
۱۳ *Islamic Culture*, Vol. xxiv, No.1, Jan 1950, p.16.
۱۴
۱۵ محمد حسین آزاد ۔ متذکرہ ۔
۱۶ نقوش (لاہور) شخصیات نمبر ۔ مقالہ ڈاکٹر محمد باقر «محمد حسین آزاد»
۱۷ ایضاً
۱۸ دھلی اردو اخبار ۔ ۱۲ اگست ۱۸۴۰ء
۱۹ ایضاً
۲۰ ایضاً
۲۱ دھلی اردو اخبار ، نمبر ۱۷۷۔ جلد ۳۔ ۱۲ جولائی ۱۸۴۰ء
۲۲ ایضاً
۲۳ ایضاً
۲۴ ایضاً
۲۵ ایضاً
۲۶ ایضاً ۲۲ اگست ۱۸۴۰ء
۲۷ غالب — اردوے معلیٰ (خط مورخہ ۲۲ جون ۱۸۵۳ء)
۲۸ سراج الاخبار ۔ نمبر ۱۱۳۔ جلد ثالث۔ ۱۲ ستمبر ۱۸۴۳ء
۲۹ سجن لال — مقالہ «پروفیسر رام چندر اردو صحافی کی حیثیت سے» ۔
دھلی کالج میگزین (قدیم دلی کالج نمبر) دیکھئے حاشیہ ص ۶۴
۳۰ Barns, op. cit., p. 231.
۳۱ حالی — حیات جاوید ۔ ص ۳۷
۳۲ صابری — تاریخ صحافت اردو ۔ ص ۱۶۴
۳۳ Abdul Qadir : *Famous Urdu Poets and Writers*, p. 75.
۳۴ غالب — کلیات نثر فارسی ص ۱۷۴
۳۵ دیوان غالب — پہلا ایڈیشن۔ اس کا ایک نسخہ صولتیہ لائبریری (رام پور)
میں ہے اور اس کی ایک فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس ہے۔
۳۶ قاضی عبدالغفار — «اردو صحافت» ۔ مقالہ مطبوعہ نگار (لکھنؤ)،
نومبر ۱۸۴۰ء ص ۱۰
۳۷ ایضاً
۳۸ رام بابو سکسینہ — متذکرہ ص ۳۶

۳۹ Carey, op. cit, p. 447.

۴۰ ibid.

۴۱ ibid.

۴۲ دیکھئے انڈیا آفس کے کتب خانے کی فہرست اخبار و رسائل

۴۳ Cary, op. cit.

۴۴ صابری—متذکرہ۔ ص ۱٦٦

۴۵ نگار۔ نومبر، ۱۸٤ ص ۱۔ مقالہ قاسی عبدالغفار۔ متذکرہ

۴٦ صابری متذکرہ۔ ص ۱۷٤

۴۷ اختر شہنشاہی۔ دیکھئے ‹ جلالی ›۔

۴۸ صابری—متذکرہ۔ ص ۱۷٤، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۲۳، وغیرہ

۴۹ بھی رسید اخبارات۔ نیشنل ارکائیوز اف انڈیا (دہلی)۔

۵۰ عبدالرزاق—‹اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبارات›۔ مقالہ۔ اردو (اورنگ اباد)۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء

۵۱ قاسی۔ خطبات۔ ص ۱۸۵

۵۲ *Press List of the Muting Papers*, p. 1,

۵۳ کیفی— ‹اب سے ادھی صدی پہلے کے اردو اخبارات›۔

۵۴ اختر شہنشاہی۔ دیکھئے ‹صادق الاخبار›

۵۵ *Press List of the Muting Papers*, p. 1.

۵٦ عبدالرزاق—متذکرہ۔

۵۷ بھی رسید اخبارات۔ نیشنل آرکائیوز (دہلی)

۵۸ صابری۔ متذکرہ۔ ص ۱۹۲

۵۹ قاسی متذکرہ۔ ص ۱۸۵

٦۰ *Mutiny Papers*, (Foreign Department), Bundle 43, Foll. No.24.

٦۱ کریم الدین—تذکرہ ص ۷۱-٤٦۸

٦۲ عبدالرزاق—متذکرہ۔

٦۳ ایضاً

٦٤ قاسی متذکرہ۔ ص

٦۵ کیفی—متذکرہ۔

٦٦ ایضاً

٦۷ فوائد الناظرین۔ نمبر۲۳۔ جلد۴۔ ۱۳ نومبر ۱۸٤۸ء

٦۸ غالب—اردوے معلی

٦۹ رسالہ بغاوت ہند۔ جلد۱ حصہ۱۔ جولائی ۱۸۵۹ء

۷۰ بحوالہ Natarajan, op. cit., pp. 52-53.

۷۱ بحوالہ ibid., p. 51.

۷۲ بحوالہ ibid.

٧٣ ناسی — متذکرہ ۔ ص ٣٣
٧٤ ایضاً
٧٥ بحوالہ Natarajan, op. cit., p. 52.
٧٦ اختر شہنشاہی ۔ دیکھئے بنارس گزٹ ۔
٧٧ ایضاً
٧٨ Natarajan op. cit. p. 52.
٧٩ ناسی — متذکرہ ۔ ص ٣٣
٧٠ اختر شہنشاہی — دیکھئے « مراۃ العلوم » ۔ اور « گلزار ہمیشہ بہار »
٨١ صابری — متذکرہ ۔ ص ٢٢٦
٨٢ اختر شہنشاہی ۔ دیکھئے « اقتاب ہند »
٨٣ ناسی — متذکرہ ۔ ص ١٨٤
٨٤ افتاب ہند ۔ ٣مارچ ١٨٥٣ ۔ بحوالہ نثار احمد فاروقی ۔ مقالہ «اقتاب ہند» ۔ اردو ادب ۔ جلدہ ۔ نمبر٤ ۔ مارچ ١٩٥٧ء
٨٥ ناسی — متذکرہ ۔ ص ٣٠
٨٦ کوہ نور — ٨جولائی ١٨٥١ء
٨٧ ناسی — متذکرہ
٨٨ Natarajan, op cit., p. 52
٨٩ رام بابو سکسینہ — متذکرہ ۔ ص ٩٦
٩٠ کوہ نور ۔ یکم جولائی ١٨٥١ء
٩١ ایضاً ١٢جولائی ١٨٥١ء
٩٢ ایضاً ٨جولائی ٥١ ١ء
٩٣ ایضاً ١٢جولائی ٥١ ١ء
٩٤ ایضاً ٣جون ١٨٥٤ء
٩٥ Powell Price : *History of India*, p. 541.
٩٦ کوہ نور ٤جولائی ١٨٥٤ء
٩٨ بحوالہ
٩٨ کیفی — متذکرہ ۔
٩٩ اختر شہنشاہی ۔ دیکھئے « وکٹوریہ پیپر »
١٠٠ ایضاً دیکھئے « چشمہ فیض »
١٠١ Natarajan, op. cit., p. 54.
١٠٢ رام بابو سکسینہ — متذکرہ
١٠٣ ڈاکٹر عبدالحق — مدراس کے اردو اخبار اور رسائل ۔ مقالہ ۔ اردو ۔ ابریل ١٩٤١ء
١٠٤ Sajanlal : *Two Newspapers of Madras*, in the *Islamic Culture*, Vol. xviii, No 3, pp. 313-322.
١٠٥ ڈاکٹر عبدالحق — متذکرہ ۔

۱۰۶ Sajanlal, op. cit , p. 316-17.

۱۰۷ ibid.

۱۰۸ ibid.

۱۰۹ ibid.

۱۱۰ ڈاکٹر عبدالحق — تذکرہ۔

۱۱۱ ایضاً

۱۱۲ *Press List of the Mutiny Papers*, p. 1.

۱۱۳ طلسم لکھنؤ ۔ ۱۶ جنوری ۱۸۵۷ء

۱۱۴ ۲۵ دسمبر ۱۸۵۶ء

۱۱۵ بحوالہ طفیل احمد — مسلمانوں کا روشن مستقبل ۔ ص ۸۴

۱۱۶ طلسم لکھنؤ ۔ ۱۶ جنوری ۱۸۵۷ء

۱۱۷ شرر — گذشتہ لکھنؤ ۔ ص ۷۲-۷۸

۱۱۸ سحر سامری ۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۶ء

۱۱۹ ایضاً ۲۰ اپریل ۱۸۵۷ء

۱۲۰ ایضاً ۹ مارچ ۱۸۵۷ء

۱۱

دھلی کالج اور اس کے اخبار و رسائل

(صفحہ ۳۲۰ سے صفحہ ۳۴۸ تک)

۱ آل احمد سرور — پیغام ۔ دلی کالج میگزین (قدیم دلی کالج نمبر) ۱۹۵۳ ص ۸

۲ بحوالہ مولوی عبدالحق — مرحوم دھلی کالج ۔ ص ۱۰

۳ بحوالہ Noorullah & Naik : *History of Education in India*, p. 79.

۴ بحوالہ Palme Dutt : *India Today*, p. 122.

۵ بحوالہ طفیل احمد — مسلمانوں کا روشن مستقبل ۔ ص ۱۴۶

۶ مولوی عبدالحق — تذکرہ ص ۷

۷ *Bengal & Agra Gazetteer*, Vol. 1. part iii, p. 351.

۸ Basu : *History of Education in India under the Company*, p.203.

۹ بحوالہ Noorullah & Naik, op. cit., p. 117.

۱۰ Basu, op. cit., pp. 203-205.

۱۱ Noorullah & Naik, op. cit., p. 114.

۱۲ Agra Messenger کا ۱۸۴۰ کے لگ بھگ اس کا اجراء ہوا تھا۔

۱۳ اخبار الحقائق ۔ ۱۸ اگست ۱۸۵۲ء — بحوالہ [illegible] ۔ قدیم دلی کالج کے کچھ حالات ، مقالہ ۔ دلی کالج میگزین (قدیم دلی کالج نمبر)۔ ص ۶۲

۱۴ ایضاً

۱۵ ناسی - خطبات ص ۱۹ و ۲۰
۱۶ بحواله ڈاکٹر عبدالستار صدیقی — " ڈاکٹر اشپرا نگر " ۔ مقالہ ۔ دلی کالج میگزین (قدیم دلی کالج نمبر) ص ۱۳۶
۱۷ کریم الدین — تذکرہ ۔ بحوالہ دلی کالج میگزین ۔ ص ۱۹۵
۸۱ ناسی - خطبات ۔ ص ۳۱
۱۹ بحوالہ سجن لال ۔ متذکرہ ۔ ص ۳۸
۲۰ ایضاً ص ۴۳
۲۱ صابری ۔ تاریخ صحافت اردو ۔ ص ۱۹۷
۲۲ بحوالہ سجن لال۔ " پروفیسر رام چندر " ۔ مقالہ ۔ دلی کالج میگزین۔ ص۶۲
۲۳ فوائد الناظرین کا یہ پورا نمبر دلی کالج میگزین میں نقل کیا گیا ہے
۲۴ اشبرج (لتھ برج) ۔ تاریخ هندستان ۔ ص ۲۸۸
۲۵ ایضاً ص ۳۸۵
۲۶ Nehru : *Discovery of India*, p. 234.
۲۷ لتھ برج ۔ متذکرہ ۔ ص ۳۷۷
۲۷ ایضاً ص ۳۸۰
۲۹ بحوالہ سجن لال ۔ دلی کالج میگزین ص ۶۵
۳۰ ایضاً ص ٦٤
۳۱ مثلاً پروفیسر ابولیث صدیقی نے لکھا ہے کہ " خیر خواہ هند پہلا رسالہ ہے جو پروفیسر را چندر نے نکالا تھا۔ یہی پروفیسر رام چندر ایک رسالہ محب هند کے نام سے نکالا کرتے تھے " — " انیسویں صدی میں اردو صحافت " ۔ مقالہ ۔ رسالہ مصنف ۔ جلد۱ نمبر۱۔ (فروری ۱۹۴۲ء)۔
۳۲ ناسی ۔ خطبات ۔ ص ۲۰
۳۳ هندستانی (الہ آباد)۔ جلد۳ نمبر۱
۳٤ دیکھئے انڈیا آفس کے کتب خانے کی فہرست اخبار و رسائل
۳۵ بحوالہ سجن لال — متذکرہ ۔ ص ٦٦
۳٦ ایضاً
۳۷ ناسی ۔ خطبات ۔ ص ۱۷۹
۳۸ ال احمد سرور — متذکرہ
۳۹ دلی کالج میگزین۔ ص ۳۶-۱۳۵

۱۲

گجراتی و مرهٹی اخبار نویسی

(صفحہ ۳۵۰ سے ۳۵٦ تک)

۱ ناسی ۔ خطبات ۔ ص

۲ Brown : *Press & Prose of Modern Persia*, p. 68.

۳ ibid., p. 72.

۴ Masani : *Dadabhai Naoraji*, p. 62.

۵ Natarajan : *History of Indian Journalism*. p. 60.

۶ ibid., p.

۷ ibid., p.

۸ Natarajan, op. cit., p.

۱۳

اٹھارہ سو ستاون اور اخبارات

(صفحہ ۳۵۸ سے صفحہ ۴۰۸ تک)

۱ Natarajan : *History of Indian Journalism*, p. 66,

۲ تاسی ۔خطبات ۲۱۸

۳ بحوالہ Donogh : *History of Law & Sedition*, p. 183.

۴ بحوالہ Palme Dutt : *India Today*, p. 408.

۵ بحوالہ Hutchinson : *Empire of the Nabobs*, p. 135.

۶ طلسم لکھنئو ۔ جلد۱ نمبر۶۲۔ ۱۶جنوری ۱۸۵۷ء

۷ ایضاً

۸ صادق الاخبار ۔ جلد۳ نمبر۴۔ ۲۶جنوری ۱۸۵۷ء

۹ ایضاً جلد۳ نمبر۱۱۔ ۱۶ مارچ ۱۸۵۷ء

۱۰ صادق الاخبار قادری ۔ جلد دوم۔ نمبر۱۱۔ ۱۹مارچ ۱۸۵۷ء

۱۱ دھلی اردو اخبار۔ جلد۱۹۔ نمبر ۱۵۔ ۱۲ اپریل ۱۸۵۷ء

۱۲ یہ خبر دھلی اردو اخبار سے نہیں بلکہ صادق الاخبار سے اخذ کی گئی ہے
صادق الاخبار۔ جلد۳ نمبر ۱۶۔ ۲ اپریل ۱۸۵۷ء

۱۳ دھلی اردو اخبار۔ جلد۱۹ نمبر۱۹۔ ۱۰مئی ۱۸۵۷ء

۱۴ ایضاً

۱۵ ایضاً

۱۶ ایضاً

۱۷ ایضاً

۱۸ ایضاً

۱۹ ایضاً

۲۰ سراج الاخبار۔ ۱۱مئی ۱۸۵۷ء

۲۱ دھلی اردو اخبار جلد ۱۹ نمبر ۲۰ ۱۷مئی ۱۸۵۷ء

۲۲ ایضاً جلد ۱۹ نمبر۲۱ ۲۴مئی ۱۸۵۷ء

۲۳ دھلی اردو اخبار جلد ۱۹ نمبر ۲۴ ۱۴ جون ۱۸۵۷ء

۲۴ صادق الاخبار جلد ۴ نمبر ۰ - ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۳ اگست ۱۸۵۷ء

۲۵ ایضاً

۲۶ ایضاً

۲۷ اخبار الظفر (دھلی اردو اخبار) - جلد ۱۹ - نمبر ۲۸ - (۱۲ جولائی ۱۸۵۷ء)

۲۸ لٹھ برج - تاریخ ھندستان - ص ۳۹۶

۲۹ اخبار الظفر - جلد ۱۹ - نمبر ۲۸ - ۲۳ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ - (مطابق ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء)

۳۰ کوہ نور - (غیر معمولی اشاعت) - ۲۱ ستمبر ۱۷۵۸ء - بحوالہ کیفی - اردو (اورنگ اباد) - اپریل ۱۹۵۵ء

۳۱ *Punjab Government Records*, Vol. viii, pt. 2, pp. 201-2.

۳۲ Abdul Qadir : *Famous Urdu Poets & Writers*, p. 149.

۳۳ اغا محمد باقر — محمد حسین ازاد - مقالہ - نقوش (لاھور) شخصیات نمبر (۱۹۵۵ء) ص ۹

۳۴ ایضاً ص ۱۰

۳۵ *Trail of Muhammed Bhadur Shah*, pp. 141-42.

۳۶ مولوی ذکا اللہ — عروج سلطنت انگلیشیہ - ص

۳۸ Natarajan, op. cit., 68, also.
Barns : *Indian Empire*, p. 257.

۳۸ *Parliamentary Papers*, Vol. 44, pt, 1, p.363.

۳۹ گلشن نوبہار - بحوالہ Martin : *Indian Empire*, Vol. ii, p. 23.

۴۰ Trevelyan : *Competition Wallah*, p. 244.

۴۱ *Parliamentary Papers*, Vol. 44, pt. 2, p. 363.

۴۲ بحوالہ Martin, op. cit., p.

۴۳ *Bengal Harkaru*, Sept. 5, 85, Vide Martin, op. cit., p. 33.

۴۴ ibid., Sept. 14, 1857.

۴۵ بحوالہ Barns, op. cit., p. 257.

حرف اخر

۱ Marshman : *History of India*, Vol iii, p. 456.

۲ غالب — اردوئے معلی - نادرات غالب

کتب ماخذ

ابوالفضل : آئین اکبری (اردو) - ۲ جلدیں - دارالترجمہ ۔ حیدر آباد

مولوی سید طفیل احمد : مسلمانوں کا روشن مستقبل - دہلی ۱۹۳۹ء

محمد حسین آزاد : آب حیات

سخندان فارس

گوری شنکر ہیرا چند اوجھا : قرون وسطیٰ میں ہندستانی تہذیب -
ہندستانی اکیڈیمی الہ آباد - ۱۹۳۱ء

سید محمد اشرف : اختر شہنشاہی - لکھنؤ - ۱۸۸۸ء

گارساں دی تاسی : خطبات - انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد - ۱۹۳۵ء

مولوی ذکاءاللہ : عروج سلطنت انگلشیہ - (تاریخ ہندوستان، جلد نہم) -
دہلی - ۱۹۰۵ء

الطاف حسین حالی : حیات جاوید -

میر بہادر علی حسینی : اخلاق ہندی - فورٹ ولیم کالج - کلکتہ - ۱۸۰۳ء

رجب علی بیگ سرور : فسانۂ عجائب - نولکشور - لکھنؤ - ۱۹۰۴ء

رام بابو سکسینہ : تاریخ ادب اردو - نولکشور - لکھنؤ ۱۹۲۹ء

عبدالحلیم شرر : گذشتہ لکھنؤ - نسیم بک ڈپو - لکھنؤ (۱۹۵۷ء)

امداد صابری : تاریخ صحافت اردو - دہلی - ۱۹۵۳ء

مولوی عبدالحق : مرحوم دہلی کالج - لاہور - ۱۹۴۵ء

سید عبداللہ یوسف علی : تاریخ ہند کے ازمنۂ گذشتہ میں ہندستان کے
معاشرتی و اقتصادی حالات - ہندستانی اکیڈیمی - الہ آباد - ۱۹۳۹ء

مرزا اسداللہ خاں غالب : دیوان (اردو) پہلا اڈیشن - دہلی - ۱۸۴۱ء

اردوئے معلی - لاہور - ۱۹۲۲ء

مولوی کریم الدین : تذکرہ - دہلی - ۱۸۴۸ء

لتبرج (لتھ برج) تاریخ ہندستان - مطبوعہ سکہ تعلیم پنجابیہ لاہور - ۱۸۲۸ء

منو : منو سمرتی - لدھیانہ - ۱۹۲۶ء

رسائل

آج کل ـــ مالک رام ۔ « نواب شمس الدین خاں » فروری ۱۸۵۶ء

اردو ـــ پنڈت دتا تریہ کیفی ۔ « اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبارات »
اپریل ۱۹۳۵ء

مولوی عبدالرزاق ۔ « اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبارات »
اکتوبر ۱۹۳۵ء

شمس العلما ڈاکٹر عبدالحق ۔ « مدراس کے اردو اخبارات »
اپریل ۱۹۴۱ء

اردو ادب ـــ نثار احمد فاروقی ۔ « آفتاب ہند » مارچ ۱۹۵۷ء

دهلی کالج میگزین قدیم دهلی کالج نمبر ۔ ۱۹۳۵ء
قاسم علی سجن لال ۔ « ماسٹر رامچندر صحافی کی حیثیت سے »
ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ۔ « ڈاکٹر اشپرنگر »

معارف ـــ برجندر ناتھ بنرجی ۔ « کلکتے کے ابتدائی فارسی اخبارات » جلد ۵، نمبر ۳ ۔

نقوش ـــ (شخصیات نمبر) ۔ آغا محمد باقر ۔ « محمد حسین آزاد » ۔

نگار ـــ قاضی عبدالغفار ۔ « اردو صحافت » نومبر ۱۹۴۰ء

هندستانی (الہ آباد) ۔ اظہارالحسن ۔ اردو کا ایک قدیم رسالہ ۔ جنوری ۱۹۳۹ء

فارسی

خواجہ نظام الدین احمد : طبقات اکبری ۔ ۳ جلدین ۔ مطبوعہ
ایشیاٹک سوسائٹی اف بنگال ۔ کلکتہ ۔ ۱۸۶۹ء

دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی ۔ حیدرآباد ۔ ۱۳۵۷ھ ۔

رام موہن رائے : تحفتہ الموحدین ۔ کلکتہ ۔ ۱۹۵۰ء

غلام حسین طباطبائی : سیرالمتاخرین ۔ فورٹ ولیم کالج ۔ کلکتہ ۔ ۱۸۲۷ء

مرزا اسد اللہ خاں غالب : کلیات نثر فارسی ۔ نولکشور ۔ کانپور ۔ ۱۸۷۵ء

عنایت اللہ کشمیری : احکامات عالمگیری ۔ قلمی ۔ خدا بخش لائبریری ۔ بانکی پور

انگریزی

East India Company's Government Records, preserved in the National Archives of India, New Delhi :—

Indexes.
Proceedings.
Original Consultations.
Despatches.
Annual Administration Reparts of Bengal, Bombay, N.W.P. and the Punjab, of various years.
Miscelaneous Reports.
Press List of the Mutiny Papers.

بعض رسید اخبارات

Abdullah Yusuf Ali : *A Cultural History of India During the British Period*, Bombay, N. D. (not dated).
C. F. Andrews : *North India*, London, 1907.
Sukumar Bhattacharya : *The East India Company and the Economy of Bengal*, London. 1954.
Margarita Barns : *The Indian Press*, London, 1940.
T. W. Beals : *Oriental Biographical Dictionary.* Revised by H. G, Keene, Calcutta, 1811.
Ram Ratan Bhatnagar : *Rise and Growth of Hindi Journalism*, Allahabad, N. D.
William Bolts . *Considerations on Indian Affairs*, London, 1727.
Edward Brown : *Press and Prose of Modern Persia*, Cambridge, 1914.
Hilton Brown : *The Sahibs*, Londod, 1948.
C. E. Buckland : *Dictionary of Indian Biography*, London, 1906.
H. E. Busteed : *Echoes from Old Calcutta*, 1828.
Descriptive Catalogue of *Carey Exhibition of Early Printing and Fine Art Printing*, Calcutta, 1955.
William H. Carey : *Good Old Days of Honorable John Company*, 2 Volumes, Calcutta, 1906.
Geoffrey Clarke : *The Post Office in India and its Story*, London, 1921.
Sophia Dobson Collet · *Life and Letters of Raja Rammohun Roy*, edited by H. S. Sarkar. Calcutta, 1913.
Collier's Encyclopedia, Vol. xiv, New York, 1955.
G. G. Cunningham : *Lives of Eminent and Illustrious Englishmen*, Vol. iv, London, 1834.
Raja Binaya Krishna Deb : *Early History and Growth of Calcutta*, Calcutta, 1905.
Directory of Educational, Scientific, Literary and Cultural Organisations in India, Government Press, New Delhi, 1948.
M. Donogh : *History of Law and Sedition*, New York, 1942.
Rajni Palme Dutt : *India Today*, Bombay, 1947.
Rev. G. R. Gleig : *Life of Sir Thomas Munro*, 2 Volumes, London, 1831.

N. L. Hallward : *William Bolts*, London, 1920.
Harold Herd . *The March of Journalism*, London, 1952.
Amal Home : *Rammohun Roy and His Works*, Calcutta, 1933.
Humanistic Institutions in India, Bureau of Education, Delhi, 1952.
Lester Hutchinson : *The Empire of the Nabobs*, London, 1937.
J. W. Kaye : *Life and Correspondence of Charles Metcalfe*,
2Volumes, London 1844.
Selections from the Papers of Lord Metcalfe, London, 1855.
Lives of Indian Officials. 3 Volumes, London 1895.
A. B. Keith : *Documents and Speeches on Indian Policy*,
(1750-1921), Oxford, 1922.
H. D. Love : *Vestiges of Old Madras*, 5 Volumes, London, 1913.
Pat Lovett : *Journalism in India*, Calcutta, 1928.
J. C. Marshman : *Life and Times of Carey, Marshman and Ward*,
2 Volumes London, 1844.
History of British India, 3 volues, London, 1867.
R. M. Martin : *History of Indian Empire*, 3 Volumes, London, N. D.
Karl Marx : *Marx and Engles on India*, Allahabad, N. D.
T. Metcalfe : *Two Native Narratives of Muting at Delhi*,
London, 1898.
Countess of Minto : *Life and Letters of Lord Minto*, London, 1840.
J. Natarajan : *History of Indian Journalism*, part 2 of the Press Commission (1955) Report; Delhi 1956.
Calcutta National Library's *Catalogue of Perodicals, Newspapers and Gazettes*, Calcutta, 1956.
Jawaharlal Nehru : *Discovery of India*, Calcutta, 1946.
Nurullah and J. P. Naik : *A History of Education in India*,
(During the British Period), Bombay, 1951.
Parlimentary Papers, various Volumes upto 1858, London.
R. R. Pearce : *Memoirs and Cor respondence of Wellesley*,
3 Volumes, London, 1846.
K. Qanungo : *Sher Shah*, Calcutta, 1921.
Abdul Qadir : *Famous Urdu Poets and Writers*, Lahore, 1947.
Rammohun Roy : تحفۃ الموحدین , Persian text with English Introduction
by Dr. Kali Das Nag, Calcutta, 1950.
Thomas Roebuck : *Annals of the College of Fort William*, Calcutta,
1821.
Rambabu Saksena : *European and Indo-European Poets of Urdu and Persian*, Lucknow, 1941.
Jadunath Sarkar : *Moghal Administration*, Calcutta, 1952.
Selections from the Calcutta Gazettes, 6 Volumes.
Vol. 1-3. by Seton-kar, Calcutta, 1864-65.
Vol. 4-6, by H. D. Sandeman, Calcutta, 1864-69.
Selections from the Records of the Bengal Government, relating to Native Printing Press and Publications, Calcutta, 1855.
Amita Sen : *Notes on the Bengal Renaissance*, Bombay, 1946.
Dr. D. S. Sharma : *Studies in Renaissance of Hinduism*, Benaras.
H. Sharp ; *Selections from Educational Records*, part, 1.
(1781-1889), Calcutta, 1920

W. Sleeman : *Rambles and Recollections*, London, 1844.
Journey Through the Kingdom of Oudh, 2 Volums, London, 1858.
Leicester Stanhope : *Sketches of History and Influence of Press in British India*, London, 1823.
J. H. Stocqueler : *Memoirs of a Journalist*, Bombay, 1873.
Edward Thompson : *Life of Charles Metcalfe*, 1937.
Edward Thornton : *History of India*, Vol. VI, London, 1845.
Trail of Mohd. Bahadur Shah, Ex-King of Delhi, Government Press, Lahore, 1928.
G. O. Trevlyan : *The Competition Wallah*, London, 1864.
R. E. Turner : *John Silk Buckingham*, London, 1934.
World Communication, UNESCO Publication, Paris, 1956.

Newspapers and Magazines

Benaras Magazine, Vol. 1, No. 1, Nov. 1848.
Bengal Past and Present, Jan. & June, 1927.
Bombay Chronicle (Weekly), 27th Sept. 1942.
Calcutta Gazette, *Pasim*
Calcutta Review, *Pasim*
Friend of India, *Pasim*
Hindu (Madras), Jubilee Number, 1935.
Indian Historical Rebords Commission's Proceedings, Several Volumes.
Islamic Culture, *Pasim*
Modern Review, Several Volumes.
UNESCO, Bulletin, No. 183, 7th May, 1956.

بنگلہ

برجندر ناتھ بنرجی ، دیش ما سمے اک پتریر اتہاسا۔
(*Deihiya Samaiak Patrer Ithasa*)
کلکتہ ۱۹۳۶ء

مراٹھی

رام چندر گوند کانا ڈے۔ مراٹھی نیت کالی کان چا اتہاس
بمبئی۔ ۱۹۳۸ء

گجراتی

رمیش رنگا ناتھ گوتم۔ ورت وی وے چن۔
بمبئی ۱۹۴۵ء

اشاریہ

آبزرور پریس ۲۲۸

آرام، شیونرائن - ۲۸۹، ۲۹۰

آرچر - ۲۶۵

آزاد، محمد حسین - ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۷۵
۳۸۳، ۴۰۰

آزردہ، مفتی صدرالدین - ۳۳۰

آصف جاہ، نظام الملک - ۹۴

آصف جاہ بہادر، نواب - ۲۰۱

آفتابِ عالمتاب - ۳۰۸

آفتاب ہند - ۲۹۶، ۲۹۷

آفتابِ ہند پریس - ۲۹۷

آکلینڈ، لارڈ - ۱۴۱، ۲۲۲، ۲۲۵

آگرہ اخبار - ۲۲۹، ۲۴۲

آگرہ اخبار پریس - ۲۲۹

آگرہ گزٹ - ۲۳۳

آگرہ مسنجر - ۳۲۷

آمنی لیس - ۲۲۸

ابدالی، احمد شاہ - ۳۲، ۹۴

ابوالحسن - ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۳۴

ابوالفضل - ۲۵، ۳۱

اتمیا سبھا - ۱۳۱

احسن الاخبار - ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۸۴

احسن اللہ خاں - ۲۸۸، ۳۷۲

احکامات عالمگیری - ۲۶

احکام الہدایت - ۲۶

اخبارات دربار معلیٰ - ۳۰، ۳۱

اخبار الحقائق - ۲۹۱، ۳۲۶، ۳۲۷

اخبار الظفر - ۳۹۶، ۳۹۷

اخبار النواح - ۲۹۲

اخبار دار الخلافہ شاہجہاں آباد - ۳۱

اخبار ڈیوڑھی آصف الدولہ - ۳۲

اخبار ڈیوڑھی سعادت علی خاں - ۳۲

اخبار سیرام پور - ۱۶۹، ۱۷۰

اختر شہنشاہی - ۱۴۴، ۱۵۹، ۲۳۶
۲۴۲، ۲۶۵، ۲۸۱، ۲۸۴، ۲۸۶
۲۹۴، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۱۷، ۴۰۵

اخلاقِ ہندی - ۴۳، ۴۴

اِسٹاک وِل - ۱۹۷

اِسٹرلنگ - ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۹۷، ۱۹۹

اِسٹیٹس مین - ۲۰۷

اِسٹین لی، لارڈ - ۳۹۴

اِسٹین ہوپ - ۸۸، ۱۰۲، ۱۸۵

اِسٹین لی، لارڈ - ۳۹۴

اِسٹیونس، تھامس - ۳۹، ۴۶، ۴۷

اسعد الاخبار - ۲۹۱

اِسکوٹس مین ان دی ایسٹ - ۱۸۶، ۱۹۶

اسکول بک سوسائٹی - ۲۶۶

اِسمتھ، ایڈم - ۴۵

اسمٰعیل، محمد - ۲۸۳

اِش برنر، لِک - ۸۴

اِشپرانگر - ۲۶۸، ۳۲۸

اشرف علی، سید - ۲۹۲

اشوک - ۲۳

اعظم، نواب محمد غوث خاں - ۳۰۷

اعظم الاخبار - ۳۰۷، ۳۰۸

افضل المطابع - ۲۸۱، ۲۸۲

اکبر الٰہ آبادی، اکبر حسین - ۱۹، ۵۱

اکبر، جلال الدین - ۲۱، ۲۵، ۳۱، ۴۷، ۴۸

اکبر شاہ ثانی - ۱۲۶، ۱۴۰ - ۱۴۲، ۲۴۸

اِکناڈیوری نا - ۱۹

اکرام علی، مولوی - ۴۳، ۱۰۸

الزبیتھ اول - ۲۰، ۴۰، ۴۶

الفاظ الادویہ - ۷۳

الف لیلیٰ - ۳۰۶

الفنسٹن - ۱۸۸

اِلکزینڈر، مسز - ۲۵۲، ۲۵۳

الٰہی بخش، شیخ - ۲۸۱

اِلیٹ - ۱۰۷

اِمپے، سرالیجا - ۶۸

امپیریل ریکارڈس ڈپارٹمنٹ - ۲۴۳

امداد بیگ - ۲۶۹

امداد حسین، شیخ، ۲۸۴

امریکن مشن پریس - ۲۳۳

امہرسٹ، لارڈ - ۱۳۵، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۱، ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۷

امیر مینائی، امیر احمد - ۲۸۹، ۲۹۰

امین الدین، خان بہادر - ۲۳۸

انڈیا آفس لائبریری - ۲۶۴، ۲۸۰، ۳۴۴

انڈیا گزٹ - ۱۷۰-۱۷۳، ۱۹۷، ۲۰۷، ۲۰۸

انڈین ٹائمز - ۲۳۱

انڈین جرنل آف فارن سائنس - ۱۸۰

انڈین رجسٹر - ۲۰۸

انڈین ورلڈ - ۸۶

انشا، انشاء اللہ خاں - ۲۶۲

انصاری، مولوی محمد یعقوب - ۳۱۱، ۳۱۲

انقلاب فرانس - ۲۱، ۲۲

انقلاب، صنعتی - ۹۴، ۱۱۵، ۱۱۶

اِن گو آئرر - ۱۱۷، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۱

انگلش رجسٹر ۔ ۲۰۷
انگلش مین ۔ ۲۰۷، ۳۰۸، ۳۶۳
اُودنت مارتنڈ ۔ ۱۶۵، ۱۶۶
اورنگ زیب ۔ ۲۸، ۳۰، ۴۹، ۵۰، ۱۶۳، ۱۶۴
اورینٹل ریکارڈر ۔ ۱۹۳
اورینٹل گزٹ ۲۰۸
اولاد علی، سید ۔ ۲۵۸
آملیہ سکندر ۔ ۷، ۲۳، ۲۳۸، ۲۵۴
ایڈم، جے (عارضی گورنر جنرل) ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۷۴، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۲۴
ایڈم ولیم ۔ ۱۹۲، ۱۹۳
ایڈورڈ ووسٹ، مسٹر ۔ ۱۸۸
ایشور چند ۔ ۲۰۴
ایشوری پرشاد ۔ ۲۹۱
ایشیاٹک جرنل اینڈ منتھلی رجسٹر (لندن) ۱۱۴
ایشیاٹک [illegible]ری رجسٹر ۔ ۸۱
ایشیاٹک سوسائٹی آف بمبئی ۔ ۴۰
" " " بنگال ۸۰، ۸۱
" " " لندن ۳۰
ایشیاٹک مسے لینی ۔ ۷۸، ۷۹
ایشیاٹک میرر ۔ ۱۰۱، ۱۰۶
اینتھم ۔ ۳۰۸
اینڈریوز، سی آف ۔ ۶۶، ۲۶۵

بارنس، مارگریٹا ۔ ۲۸، ۴۴، ۱۲۴، ۱۵۳، ۲۶۶، ۲۷۷۔
باغ و بہار ۔ ۲۹۲، ۲۹۵
باقر، آغا محمد (نبیرہ محمد حسین آزاد) ۔ ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۴۔
باقر، مولوی محمد ۔ ۲۶۵، ۲۶۹، ۳۰۳، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۱
بائبل سوسائٹی ۔ ۱۲۴
ببلیوتھک نیشنیل ۔ ۳۸
بتیسی سنگھاسن ۔ ۴۳
بٹلر، جان ۔ ۲۳۰
بدھی پرکاش (گجراتی) ۔ ۳۵۳
بدھی پرکاش (ہندی) ۔ ۲۹۱، ۲۹۲
براڈمن، ڈاکٹر ایڈورڈ ۔ ۳۵۱
برائس، جیمس ۔ ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۷۳، ۱۷۴، ۲۰۷۔
برٹش میوزیم ۔ ۴۴
برج لال ۔ ۲۰۵
بروس، چارلس ۔ ۸۸، ۸۹، ۱۰۲
برہمنی کل میگزین ۔ ۱۵۲
برہمو سماج ۔ ۱۳۲، ۱۳۳
بروہم، لارڈ ۔ ۲۶۵
بسٹیڈ، ایچ، ای ۔ ۵۸
بشپس کالج ۔ ۲۳۴
بغاوت ہند، رسالہ ۔ ۲۹۰
بک لینڈ ۔ ۵۵، ۵۶
بکنگھم، جیمس سلک ۔ ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۷۳،

۱۷۴، ۱۹۱، ۲۰۷
بمبئی ابزرور۔ ۸۴
بمبئی ٹائمز۔ ۴۰۸
بمبئی سماچار۔ ۳۵۱
بمبئی کوریر۔ ۴۰، ۸۴، ۲۰۹
بمبئی گزٹ۔ ۷۷، ۸۵، ۲۰۹
بمبئی ہیرلڈ۔ ۸۴
بنارس اخبار۔ ۲۹۴
بنارس چندرودے ۲۹۲، ۲۹۵
بنارس ریکارڈر۔ ۲۳۴
بنارس گزٹ۔ ۲۹۴
بنارس میگزین ۲۳۴
بینٹنک، لارڈ ولیم۔ ۱۳۳، ۱۴۳، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۷۰، ۱۹۵، ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۴۰، ۳۳۷
بن جوتی۔ ۲۵۳
بنرجی، برجندر ناتھ۔ ۱۱۴
بنرجی، ہری ہر چند ۲۰۴
بنرجی، کرشن موہن۔ ۲۰۶، ۲۰۷
بنگادت۔ ۲۰۲، ۲۰۳
بنگال آرمی لسٹ۔ ۲۰۸
بنگال اسپورٹنگ میگزین۔ ۲۰۸
بنگال اینول۔ ۲۰۲
بنگال جرنل۔ ۸۶، ۲۰۸
بنگال کرانیکل۔ ۲۰۸
بنگال کن سل بے ٹشنس۔ ۳۳
بنگال گزٹ (بنگلہ)۔ ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۳۔
بنگال گزٹ (کلکتہ جنرل ایڈورٹائزر ہکیز گزٹ) ۲۰، ۶۴، ۶۵، ۶۷، ۶۹، ۷۱
بنگال ہرکارو۔ ۸۷، ۱۳۴، ۱۸۷، ۱۹۷، ۲۰۷، ۴۰۷
بنگال ہیرلڈ۔ ۱۹۹، ۲۰۴، ۲۰۸۔
بنگالی وِکا بگری۔ ۴۱
بوآئسٹ، ہف۔ ۸۲
بوربون۔ ۷۲
بورڈ آف ڈائرکٹرس۔ ۱۰۱، ۱۷۲، ۱۹۰، ۱۹۱، ۳۲۱، ۳۲۳، ۴۰۹
بورڈ آف کنٹرول۔ ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۸۱
بولٹس، ولیم۔ ۵۴، ۵۶، ۵۸، ۶۰، ۶۴،
بہادر شاہ، سراج الدین ظفر۔ ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۸۴، ۳۱۳، ۳۱۸، ۳۳۰، ۳۷۲، ۳۹۵، ۳۹۶
بہی رسید اخبارات۔ ۲۹۳، ۲۹۴
بھاسکر۔ ۲۰۳، ۲۰۵۔
بھٹاچاریہ، گنگا دھر۔ ۱۱۲، ۱۱۳۔
بھوانی چرن۔ ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۳۸، ۱۴۹۔
بلاشرڈ، سڈنی لامن۔ ۴۰۷
بیپٹسٹ مشن پریس۔ ۲۷۹
بیج ناتھ۔ ۳۱۱

پیلی، ڈبلو بی۔ ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۴، ۱۵۳،
۱۸۸، ۱۹۶، ۲۱۴

پاکھن جوزف۔ ۳۰
پارکھ بھیم جی۔ ۳۰
پامراسٹون، لارڈ۔ ۳۰۹
پامر جان۔ ۱۰۵
پانیر۔ ۱۹
پربھاکر۔ ۲۰۳، ۲۰۴، ۳۵۶
پرن سپ، جی، اے۔ ۲۰۸، ۲۱۸
پریج گار۔ ۳۵۳
پریس آرڈیننس۔ ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۸۴۔
پریس کمیشن رپورٹ (۱۹۵۶ء)۔ ۲۰۵، ۲۵۹
پستون جی مانک جی موتی والا۔ ۲۱۰۔
پلاسی۔ ۵۱، ۹۳، ۳۲۶، ۳۵۹، ۴۰۱۔
پنج آہنگ۔ ۲۸۸۔
پورن چندر دایا۔ ۲۰۴
پونادارتک۔ ۲۱۲
پی ٹر ریڈ۔ ۷۱
پی ٹر شوفر۔ ۲۶
پیروں، موسیو۔ ۳۵
پیکنگ گزٹ۔ ۲۰
پیو، کرنل۔ ۲۲۹
پی ریس، کرنل۔ ۶۶

تاراچند دت۔ ۱۴۴۔
تارالنکار، جے گوپال۔ ۱۲۳
تاسی، گارساں دی۔ ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۶۴، ۲۸۴،
۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۳، ۲۹۶، ۲۹۸، ۲۹۹،
۳۲۷، ۳۲۹، ۳۴۴، ۳۵۹۔
تتوبودھنی پترکا۔ ۲۰۳
تحفۃ الموحدین۔ ۱۲۷، ۱۳۰۔
تغلق، محمد۔ ۲۴
تیسیر الاخبار۔ ۳۰۹، ۳۱۰
تیواری، جیون رالکھن۔ ۲۵۲، ۲۸۴، ۲۹۳
تیواری رتن الیشور۔ ۲۹۳

ٹاڈ، کرنل جیمس۔ ۳۱
ٹانڈے، ہنری۔ ۲۲۹
ٹریویلیان، سرچارج۔ ۴۰۵
ٹکوجی۔ ۹۴
ٹیپو سلطان۔ ۷۷، ۸۸، ۹۲، ۹۳، ۳۴۳
ٹیگور، دیبندرناتھ۔ ۱۳۳
ٹیگور، دوارکاناتھ۔ ۲۰۰، ۲۱۶، ۴۰۷
ٹیگور پرسناکمار۔ ۲۰۰
ٹیگور رابندرناتھ۔ ۲۰۰
ٹیگور، ہری ہرموہن۔ ۲۰۲
ٹیلر، پرنسپل دہلی کالج۔ ۳۷۹، ۳۹۹
ٹیگور، ہری ہرموہن۔ ۲۰۲

جادو ناتھ جی، مہاراجا - ۳۵۲
جارج نامہ - ۲۱۰
جان بل ان دی ایسٹ - ۱۰۸، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۰۷
جان ڈی فیریا - ۳۹
جانسٹن، اچرڈ - ۸۱
جان رسٹ - ۲۶
جان گن سالوز - ۳۹
جامِ جہاں نما (اردو) - ۱۱۴، ۱۲۰-۱۶۵، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۶
جامِ جہاں نما (فارسی) - ۱۴۳، ۱۵۳-۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۹۷-۱۹۹، ۳۰۸
جامِ جمشید - ۲۱۰، ۳۱۰، ۳۵۱
جامع الاخبار - ۳۱۰
جرات، قلندر بخش - ۲۶۲، ۳۲۵
جعفر، میر - ۵۱
جگ موہن رائے - ۱۳۲
جلال الدین - ۲۸۱، ۲۸۳
جلالی - ۲۸۲، ۲۸۳
جمال الدین - ۲۸۴
جمیل الدین خاں، سید - ۲۸۵، ۳۰۴
جگی شاہ، میر - ۳۴۰
جواہر لعل، حکیم - ۲۹۲
جونس، سر ولیم - ۷۸، ۷۹، ۸۰
جوے تائیل اے موبلے ٹر - ۲۰۷
جہانگیر، نورالدین - ۴۸، ۶۳
جیون لال، منشی - ۲۷۰
چابک - ۳۵۱
چانڈ، سر جوشا - ۳۴
چترادلن ین درپن - ۳۵۱
چٹرجی، راما نند - ۱۲۸
چٹو پادھیا، درلبھ چند - ۲۰۴
چرچ مشن سوسائٹی - ۲۸۰
چشمۂ فیض - ۳۰۵، ۳۹۸، ۳۹۹
چکرورتی، تارا چند - ۱۲۳
چمن لال، ڈاکٹر - ۳۳۶، ۳۲۷، ۳۷۷
چندر کور، مہارانی - ۳۴۱
چندر ودے - ۲۰۳
چنی لال - ۴۰۲
چہار درویش - ۲۳
س، ڈاکٹر اے، وی - ۱۶۱
حالی، سید الطاف حسین - ۲۷۷، ۲۷۸
حامد علی خاں، نواب - ۲۷۱
حسام الدین حیدر خاں، مبارز الدولہ - ۲۳۸
حسن علی، محدث - ۲۸۱، ۲۸۲
حسن علی، محشر - ۲۸۲
حسینی (مطبع یا اخبار) ۲۸۲

حسینی لکھنوی، میر محمد - ۲۶۶
حفیظ الدین - ۲۸۲
حکایات الجمیلہ - ۳۰۶
حیاتِ جاوید - ۲۷۷، ۲۷۸
حیدر علی - ۳۳۷

خادم علی، شیخ - ۲۹۱
خافی خاں، نظام الملک محمد ہاشم - ۲۸، ۲۹
خبر نامہ (قلمی) ۱۹، ۲۱
خبر نامہ (مطبوعہ) ۱۹، ۲۰
خفیہ نویس - ۲۶، ۲۷
خلجی، علاء الدین - ۲۴
خلیل اللہ، مولوی - ۳۴
خیالی - ۲۸۲
خیالی رام - ۲۸۲
خیر خواہ ہند (دہلی) ۳۴۳، ۳۴۴
خیر خواہ ہند (مرزاپور) ۲۳۳، ۲۵۴، ۲۷۹، ۲۸۰، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵

داراب جی، نوروزجی - ۳۵۲
دارا بخت، شاہزادہ - ۳۳۱
دارا شکوہ، شاہزادہ - ۳۳۱
درپن مہاجن - ۲۰۳
درگا رام مہتہ جی - ۳۵۳
ڈروزیو، ہنری لوئی ویویان - ۱۱۷
دریائے لطافت - ۲۶۲
دریائے نور - ۲۹۲، ۳۰۳
دلیپ سنگھ، مہاراجہ - ۳۳۹، ۳۴۱
دوربین - ۳۵۱
دہلی اردو اخبار - ۲۳۳، ۲۶۶، ۲۷۲، ۳۲۷، ۳۳۰، ۳۶۸، ۳۷۴، ۳۹۲، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱
دہلی اسکیچ بک - ۲۳۱
دہلی ایڈورٹائزر - ۲۳۱
دہلی کالج - ۳۱۹، ۳۴۸، ۳۹۹
دہلی گزٹ - ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۵۷
دہلی گزٹ پریس - ۲۳۰، ۲۳۱
دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۲۹۶
دھرم سبھا - ۱۴۸، ۱۴۹
دھرم نرائن - ۲۹۲، ۳۲۹
دیانت خاں - ۷
دیبی پرشاد، پنڈت - ۳۴۱
دیوان چند، منشی - ۳۰۵
دیوان چند رائے - ۳۰۵

ڈاک چوکی - ۲۴، ۲۷
ڈکشنری آف انڈین بایوگرافی - ۵۵

ڈکشنری آف محمڈن لا - ۴۷
ڈکشنری آف نیشنل بایوگرافی - ۲۶۸
ڈگ درشن (بنگلہ) ۱۲۲، ۱۲۴
ڈگ درشن (مرہٹی) ۲۱۲
ڈلہوزی، لارڈ - ۳۱۷، ۳۳۹، ۳۶۱
ڈنڈاس، سر ہنری - ۹۷
ڈون، ولیم - ۷۷، ۸۵
ڈی سنفٹ، چارلس ہنری - ۲۰۷
ڈی سوزا، اینڈریوز - ۲۰۸
ڈی کاسٹا - ۱۶۱

ذکاء اللہ، ڈاکٹر مولوی - ۲۳۰، ۳۰۴
ذوقؔ، محمد ابراہیم - ۲۵۰، ۲۶۷، ۲۷۳

راستؔ گفتار - ۳۱۰، ۳۵۱، ۳۵۴، ۳۵۵
راجندر، ماسٹر - ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۸۸، ۲۸۹، ۳۲۶
۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۴۱، ۳۴۵
رام موہن رائے - ۱۱۷، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۴۷، ۱۵۱، ۱۵۲
۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۵۱
۳۲۳، ۳۲۴، ۳۵۸، ۳۶۰
رانا ڈے، مہادیو گوند - ۲۱۰
رجب علی بیگ سرور - ۲۴۳، ۲۴۴
رجب علی لکھنوی، سید ۲۴۲، ۲۴۷، ۳۶۰

رجسٹر آف دی نیوز پیپرس - ۲۵۲، ۲۸۳
رچرڈسن، ڈبلو، ال - ۲۰۲
رسا گئیو - ۲۰۳
رس راج - ۲۰۳
رسومی دت - ۲۱۶
رشا مدگر - ۲۰۳
رفارمر - ۲۰۶ - ۲۰۸
رگولیٹنگ ایکٹ - ۵۳
رگھوناتھ، بابو - ۲۹۴، ۲۹۶
رنجیت سنگھ - ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۹۸، ۳۳۶، ۳۳۷
رنگ برتا یا ہو - ۲۰۳
روزیریو - ۱۹۳
رنکن، ڈاکٹر - ۲۴۰

زائرین ہند - ۲۹۲
زبدۃ الاخبار ۲۳۶

سانڈرس، اے - ۲۲۹
سانڈرس، پی - ۲۲۹
سانیال، ایس، سی - ۲۸، ۲۹
ساہتیہ پریشد لائبریری - ۱۴۱
سائمن درروز - ۶۵
سیتہ پرکاش - ۲۵۲، ۲۵۴، ۳۵۵
سجن لال، قاسم علی - ۲۵۲، ۲۶۷، ۳۰۷، ۳۰۸
سحر سامری - ۳۱۱، ۳۱۶، ۳۱۸

سدا سکھ (اڈیٹر بدھی پرکاش) - ۲۹۱
سدا سکھ، منشی - ۱۵۳
سدھارنجن - ۲۰۲
سراج الاخبار - ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۹، ۲۶۷، ۲۷۲
سراج الدولہ - ۵۱، ۱۳۸
سراج الدین، مولوی - ۲۳۸
سرور، آل احمد - ۳۲۰
سرکار، جادو ناتھ - ۲۶۵، ۳۲۴
سری ناتھ - ۲۰
سعادت علی خاں، نواب - ۹۴
سکندر اعظم - ۴۷
سکندرا پریس - ۲۳۲
سکندرا سمن بجر - ۲۳۲
سکھ لال، ۲۹۲
سلطان الاخبار - ۲۴۲-۲۵۲، ۳۱۰، ۳۶۰، ۳۶۴، ۴۰۳
سلیم اللہ - ۴۷
سلیمن، سرولیم - ۳۶۱
سماچار چندریکا - ۱۴۸، ۲۰۳، ۲۵۱
سماچار درپن - ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۵۲، ۱۵۳، ۲۰۸
سماچار سدھا برشن - ۲۰۴
سمبد کمودی - ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۸
سنٹرل فری پریس - ۲۳۲
سنڈیرز (اڈیٹر کلکتہ جرنل) - ۱۸۵
سنگر، ایس، پی - ۱۹۳
سنگین - ۲۸۲
سواراج اندرو - ۲۰۳
سوانح نگار - ۲۶
سوبرامینیہ شاستری - ۱۳۱
سورج مل جاٹ - ۳۲
سوداگر - ۳۵۱
سودھاکر اخبار - ۲۹۳، ۲۹۴
سورت سماچار - ۲۵۳
سوریہ کرشن جی - ۳۵۶
سول اینڈ ملٹری گزٹ - ۲۳۲
سید، احمد خاں - ۲۷۷، ۲۷۹
سید الاخبار - ۲۳۲، ۲۷۷، ۲۷۹
سید، محمد خاں - ۲۷۷، ۲۷۹
سیر المتاخرین - ۲۸
سیرام پور کالج - ۲۳۴
سپل، برجندر ناتھ - ۱۲۷
سیم ول گرین ولے اینڈ کمپنی - ۲۲۸، ۲۵۴
سین، کیشب چندر - ۱۳۳

شاستری، جگن ناتھ ۲۱
شاستری، جمیل کو ۲۱۱، ۲۱۲، ۳۶۵
شاہ جہان - ۳۱، ۱۶۳
شاہ عالم ثانی - ۱۱۵، ۲۷۱

شجاع الدولہ، وزیر الممالک - ۳۳۱، ۳۳۴، ۳۲۷
شکلا، جگل کشور - ۱۲۵، ۱۲۶
شمس الاخبار - ۱۲۶ - ۱۶۹
شمس الدین، نواب - ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۷۴
شمس الدین، منشی - ۳۰۶
شملہ اخبار - ۲۹۲، ۲۹۸، ۲۹۹
شیر سنگھ - ۲۹۵
شیر شاہ - ۲۴، ۲۵
شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں - ۲۶۲
شیواجی - ۲۸، ۴۰

صابری مولوی امداد - ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۹۵
صادق الاخبار - ۲۵۷، ۲۸۳ - ۲۸۶،
۳۶۴، ۳۶۵، ۳۹۴، ۳۹۵،
۴۰۲، ۴۰۳
صدر الاخبار - ۲۹۱
صدیقی، ڈاکٹر عبدالستار - ۲۳۷

ضیا، غلام رسول - ۳۱۷
ضیاالدین، خواجہ - ۳۳۰

طاہر، محمد - ۲۵۲
طبقات اکبری - ۲۵
طلسم لکھنؤ - ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۶۲

عبدالحق، ڈاکٹر - ۳۰۷، ۳۱۰
عبدالرزاق (مہتمم افضل المطابع) ۲۸۲
عبدالرزاق، مولوی - ۲۵۶، ۲۸۴
عبدالعزیز، شاہ - ۳۳۵
عبدالغفار، قاضی - ۲۷۹، ۲۸۲
عبدالغفور، مولوی - ۲۷۷
عبدالقادر (اڈیٹر گلشن نوبہار) - ۴۰۵
عبدالقادر، سر - ۲۷۸، ۳۹۹
عبداللہ، حکیم محمد - ۳۰۴
عبداللہ، شیخ - ۲۹۲، ۲۹۹
عبداللہ خاں، صوبے دار - ۲۷
علوی - ۲۸۱، ۲۸۲
علی، ایف، ایم، عبدال - ۲۴۳
علی بہادر خاں، نواب، ۳۵
علی حسین - ۳۰۲
علی، سید - ۲۵۲
علی، محمد - ۲۵۵
علیم اللہ، شیخ - ۳۰۴
عمادالدین، پادری - ۳۲۶
عنایت اللہ کشمیری - ۲۶
عیاش گھسیرائن - ۳۱۱، ۳۱۶
عیش، حکیم عبدالباسط - ۳۰۸، ۳۱۰

غازی الدین حیدر - ۲۶۵
غازی الدین خاں - ۳۳۱

غالب، مرزا اسد اللہ خاں - ۱۶۹، ۲۳۸،
۲۵۵-۲۵۶، ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۷۵،
۲۷۸، ۲۷۹، ۲۹۰، ۴۰۹
غلام سرور، منشی - ۳۴۳
غلام عباس - ۱۳۲
غلام نبی، مولوی - ۳۴۴

فاخر الدین، حکیم - ۲۸۲
فچ، رالف - ۴۸
فرخ سیر - ۵۱
فردون جی نوروزجی - ۴۰۸
فرنڈ آف انڈیا - ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۱، ۴۰۶
فریزر، ولیم - ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۷۴
فضل علی، سید - ۳۲۰
فلپ فرانسس، مسٹر - ۷۰
فلن ٹھرافسٹ - ۲۰۸
فنک، سی - ۲۹۱
فنک تاو - ۳۷
فوائد الناظرین - ۲۵۱، ۲۸۸، ۳۱۰، ۳۲۱،
۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۸، ۳۴۵
فورٹ ولیم کالج - ۴۲، ۴۳، ۱۰۸، ۲۶۲،
۲۶۳ -
فیئر، سی، جے - ۱۸۹، ۱۹۹
فیاض حسین خاں، ۲۸۲
فیروز دستور، ملا - ۱۵۹، ۲۰۹

قتیل - ۲۶۲
قران السعدین - ۳۲۱، ۳۲۸، ۳۳۱
قطب الاخبار - ۲۹۱
قمر الدین، منشی - ۲۹۰

کابراجی کیخسرو - ۳۳۵
کارل مارکس - ۵۰، ۹۳
کارمارکر، پنچانن - ۴۲
کارن ولیس - لارڈ، ۷۲، ۱۱۷
کاشی بارتا پرکاشی کا - ۲۹۶
کاشی پریس - ۲۹۶
کاشی داس متر، بابو - دیکھئے متر
کالی ناتھ بابو، عرف راجا بابو ۲۹۷
کاما، خورشید جی - ۳۵۵
کانپور ایڈورٹائزر - ۲۲۸
کرانیکل پریس - ۴۱
کرسچین آبزرور - ۲۰۸
کرسچین انٹلی جن سیر - ۲۰۸
کرشنا چندر ایا، راجا - ۱۲۳
کرک پیٹرک - ۲۰۷
کریم الاخبار - ۲۵۷
کریم الدین، مولوی - ۳۲۶، ۳۲۹
کریم گل (کریم خاں) - ۲۴۷، ۲۴۹
کشن سنگھ، راج - ۲۰۰

کلکتہ اسٹار۔ ۲۵۸
کلکتہ جرنل۔ ۱۰۵-۱۰۸، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۷۴، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۶
کلکتہ ریویو۔ ۱۲۳
کلکتہ کرانی کل۔ ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۷
کلکتہ کوریر۔ ۲۰۸
کلکتہ گزٹ۔ ۷۲-۷۸، ۸۴، ۸۹، ۹۴، ۲۰۸
کلکتہ منتھلی جرنل۔ ۷۹، ۲۰۸
کلکتہ میگزین۔ ۷۷
کلکتہ میگزین اینڈ اورینٹل میوزیم۔ ۷۹
کلکتہ میگزین اینڈ ریویو۔ ۲۰۸
کلکتہ ہیرلڈ۔ ۱۹۳
کمال الدین، سید۔ ۲۶۶
کن ٹے، گونڈوٹھل۔ ۳۵۶
کنڈامل۔ ۳۰۴
کوبرداس، امرشیور۔ ۳۵۲
کوپ، مسٹر۔ ۲۲۸، ۲۳۰
کوپنگ، مسٹر۔ ۲۳۱
کورٹ آف ڈائرکٹرس۔ ۱۰۳، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۲-۲۲۴، ۳۰۴
کوسٹر، جانس زور۔ ۳۶
کوہ نور۔ ۲۹۲، ۲۹۹-۳۰۴، ۳۹۷
کلائیو، لارڈ۔ ۹۵، ۳۲۲
کی رینانڈر، ذکریا۔ ۵۶
کیری، ریورنڈ ڈاکٹر ولیم۔ ۱۲۱
کیری، ولیم، ایچ۔ ۶۲-۶۲، ۶۹، ۸۴، ۸۹، ۱۰۵، ۱۷۴، ۱۸۳، ۱۸۹، ۲۲۷، ۲۵۲، ۲۸۰
کیسری پرشاد، پنڈت۔ ۲۹۱
کیشابتی، رستم جی۔ ۸۰
کیفی، پنڈت دتاتریہ۔ ۲۸۴، ۳۰۵
کیکس ٹن پریس، ولیم۔ ۲۶
کیننگ، لارڈ۔ ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۱، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۰
گجرات ورناکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی۔ ۳۵۲، ۳۵۳
گجراتی چھاپ خانہ۔ ۱۵۹
گرانٹ، سر الیگزینڈر۔ ۲۱۰
گرم، نواب مظفر خاں۔ ۲۵۰
گرین وے، مسٹر۔ ۲۳۲
گرٹیا۔ ۲۰
گلاب خاں۔ ۲۹۰
گلزار پنجاب۔ ۳۰۴
گلشن بے خار۔ ۲۶۳
گلشن پنجاب۔ ۳۴۱
گلشن نوبہار۔ ۴۰۳-۴۰۵
گل کرائسٹ، جان۔ ۴۲، ۴۳
گلیڈون، فرانسس۔ ۷۳، ۷۴
گنڈی، بہرام جی خورشید جی۔ ۳۵۱

گنگارام، منشی - ۳۴۱
گوٹن برگ، جان - ۳۶
گورنمنٹ گزٹ - ۱۱۳، ۱۹۷، ۲۹۱
گیان چند، منشی - ۳۰۵
گیان من درپن - ۲۰۳
گیان من چارنی - ۲۰۳
گیانے نشن ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۸

لتھو برج - ۱۰۰، ۳۳۶، ۳۴۱
لٹریری گزٹ، ۲۰۸
لدھیانہ اخبار - ۲۳۳، ۲۵۳، ۲۵۴
لکھنؤ اخبار - ۲۸۲

ماتھو موہن - ۱۶۷
مارٹن، ماںٹگمری - ۲۰۰، ۲۰۱
مادھوجی سندھیا - ۲۸، ۹۴
مارش مین، جان کلارک - ۴۰۹
مارش مین، ڈاکٹر جوشنا - ۱۲۱، ۱۲۴، ۱۳۱،
۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۴
ماری سن - ۲۲۱
ماسن، مسٹر - ۲۳۱
مالک رام - ۲۵۰
مالکم، سرجان - ۸۶، ۹۱، ۱۰۴، ۱۰۶،
۱۱۸، ۱۲۰، ۳۲۴
مالوہ اخبار - ۲۹۲

ماہ عالم افروز - ۲۳۹، ۲۴۲
مترا، کاشی داس - ۲۹۶، ۲۹۷
متکاف، سرچارلس - ۱۹۵، ۲۱۴، ۲۱۹،
۲۲۰، ۲۲۴، ۳۰۹، ۳۲۳، ۳۵۸
مجمع الاخبار - ۵۹
محاورہ حیدری - ۲۶۵
محب ہند - ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۴۳، ۲۴۵
محبوب علی - ۲۹۱
محمد بخش خاں - ۲۸۱
محمد بخش، منشی - ۳۰۳
محمدی - ۲۸۱
محمدیہ - ۲۸۲
مدراس کوریر - ۸۱، ۸۲
مدرسہ - ۲۹۱
مدرسہ غازی الدین - ۳۲۰
مراۃ العلوم - ۲۹۵
مراۃ الاخبار - ۱۱۴، ۱۳۹، ۱۴۹-۱۵۳،
۱۶۵، ۱۶۶، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۹۹، ۳۵۸، ۳۶۰
مرتضائی - ۳۹۸
مرتضوی - ۲۸۲
میزنک، بی۔ اے
مستن، ڈاکٹر - ۱۸۶
مسکین کے مرثیے - ۳۴
مشن پریس (لدھیانہ) - ۲۵۳
مشن پریس، بیپٹسٹ - ۱۵۸

مصحفی - ۵، ۴۵، ۹۴، ۲۶۴
مصطفائی پریس - ۲۸۵
مصطفیٰ خاں - ۲۸۵
مصلح الدین، سید ابوالقاسم - ۲۵۸
مطبع العلوم - ۳۳۱ - ۳۳۲
مطبع آئینہ سکندر - ۲۳۸
مطبع چشمہ فیض - ۳۰۵
مطبع دہلی اردو اخبار - ۲۶۷
مطبع سلطانی (دہلی) - ۲۸۸
مطبع سلطانی (لکھنؤ) - ۲۶۶
مطبع عبدالرحمٰن - ۲۶۵
مطبع گلزار ہمیشہ بہار - ۲۹۵
مطبع ماہ عالم افروز - ۲۴۰
مطبع محمدی (لکھنؤ) - ۳۱۲
مطبع مہر منیر - ۲۵۵
مطلع الاخبار - ۲۹۱
مظہر الاخبار - ۳۱۰
مظہر حق - ۲۷۵ - ۲۷۶
معشوق علی کمنڈوی - ۲۸۱
معیار الشعرا - ۲۸۸ - ۲۹۱، ۳۳۴
معین الدین - ۲۶۹
مفتاح الاخبار - ۲۹۱
مفصلائٹ پریس - ۱۳۲
مفید الخلائق - ۲۹۰ - ۲۹۱
مکرجی، دکھنارنجن - ۲۰۵
مکرجی، ہروچندر - ۱۳
مل اسٹورٹ - ۴۰۹
ملک، راسک - ۲۰۸
ملک، مادھو چندر - ۲۰۸
ممبئی اخبار - ۳۵۶
ممبئی سماچار - ۱۵۹، ۲۰۹
ممبئی ورتمان - ۲۰۹
ممبیانہ ہلکارو - ۲۰۹
مناظرۃ الادیان - ۱۲۸
مناقب حیدری - ۲۶۵

واجد علی، بادشاہ اودھ - ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۶۲، ۳۶۳
واجد علی، منشی ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۵۴
واچا، ڈنشا - ۳۵۵
وارڈ، ولیم - ۱۲۱
وارڈن، فرانسس - ۱۸۸ - ۱۹۱
وارن ہیسٹنگز - ۶۵ - ۶۵، ۸۰
واسکوڈی گاما - ۳۸
والٹیر - ۱۱۸
وٹھوبھائی آنندراؤ - ۲۱۲
ودیا وارتھک منڈل - ۳۵۲
ورتمان - ۳۵۲، ۳۵۳
ورنا کلر ٹرانسلیشن سوسائٹی - ۳۴۷
ورلسٹ - ۵۵

وقایع نگار - ۲۴-۲۶، ۴۳
وکٹوریہ پیپر - ۳۰۵
وکٹوریہ، ملکہ - ۲۱۰، ۴۰۹، ۴۱۰
ورکرز ہال - ۱۹۲
ولکنس، چارلس - ۴۱-۴۴
ولیم پی پریس ہاپکنس کمپنی - ۱۵۳
ولی محمد، عبداللہ حاجی - ۲۸۲
ولیم سن - ۸۳
وہاج الدین، مولوی - ۲۳۹، ۲۴۰
وہابیہ، جے - ۷۹
ویلزلی، لارڈ - ۸۸، ۹۰
ویناشاہی لیپی - ۴۰

لارنس، جان - ۲۵۷
لاری، عبدالرزاق - ۳۰
لال جی - ۲۸۳
لانگ، پادری، جے - ۱۰۰، ۲۲۶، ۳۴۱

ہادی، محمد - ۲۸۲
ہاکنس، کیپٹن - ۴۵
ہال ورڈ، این۔ ایل - ۵۶
ہائینڈ ایٹ، سر - ۱۳۵، ۱۳۶
ہچنسن، میجر - ۳۷، ۵۲
ہرسکھ رائے - ۲۹۲
ہرکارو (مدراس) - ۸۲، ۸۳
ہرکارو اینڈ کرانی کل - ۲۰۲
ہری ہردت بنگو - ۱۵۳
ہس پی پریس - ۲۰۷
ہکی، جیمس اگسٹس - ۴۴-۶۴-۷۱، ۸۵
ہکیز گزٹ - ۴۴-۶۴-۷۱
ہلدر، تیل رتن - ۲۰۰، ۲۰۲
ہمائے بے بہا - ۳۰۵
ہمایوں، نصیرالدین - ۲۵
ہم فرے - ۸۳
ہملٹن، ڈاکٹر - ۵۱
ہنڈرسن، ڈاکٹر - ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۶۴
ہندستانی پریس - ۴۳، ۴۴، ۱۰۸
ہندستانی (رسالہ) - ۲۶۶، ۳۴۴
ہورنگ، جی، ایچ - ۲۰۸
ہے، اے - ۶۷
ہیٹس بری - ۲۲۲
ہیٹلے - ۱۰۲
ہیسٹنگز، مارکوئس - ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۸، ۱۲۳، ۱۴۵، ۱۵۷، ۱۷۲، ۱۷۴، ۳۶۵
ہیل ہڈ، نی تھینیل برے سی - ۴۱
ہیلی بری کالج - ۴۲
یوسف علی، عبداللہ - ۱۷، ۲۴، ۲۹، ۷۵، ۱۱۲، ۱۵۹
یونائیٹڈ سروس گزٹ - ۲۱۲
یونس گو - ۱۷

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹	۱۶	مصقوہے	مصقود ہے
۳۲	۱۵	مذبور	مزبور
۳۴	۲۳	ہوتی تھی	ہوئی تھی
۴۰	۱۵	مرذبان	مرزبان
۴۵	۷	ہندستاں	ہندوستاں
۵۳	۶	برآمد	درآمد
۵۲	۵	نوخواستہ	نوخاستہ
۵۵	۱۰	Dictinary	Dictionary
۶۰	۱۱	Aldarman	Alderman
۶۸	۴	خریدادوں	خریداروں
۷۹	۲۱	جغرافی	جغرِافی
۸۳	۲۰	مراعائیں	مراعتیں
۸۶	۲	جنزل	جرنل
۹۴	۱	سراسرے لوٹ سے	سراسر لوٹ سے
۱۰۲	۷	پرواہ	پروا
۱۰۶	۹	موئد	موید
۱۱۲	۶	چندہ روزہ	چند روزہ
۱۱۴	۲۳	ذکرنے	ذکر کرنے
۱۱۵	۱۹	نہ کرسکیں	نہ کرسکی
۱۲۰	۱۱	نظام ہی کے	نظام ہی کی
۱۲۹	۲	نہیں	تھیں
۱۳۰	۸	کرلی تھی	کرلی تھی کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۱	۱۴	گروہ تھا	گروہ وہ تھا
۱۳۵	۱	رہرسٹ	اہرسٹ
۱۳۷	۹	ورثتاً	وراثتاً
۱۴۰	۱۶	بہادرشاہ ثانی	اکبرشاہ ثانی
۱۴۰	۱۵	اوٹ	ووٹ
۱۵۴	۷	جام جہاں	جام جہاں نما
۱۵۵	۲۳	سمبر	دسمبر
۱۶۱	۱۴	ہویں	ہوویں
۱۶۴	۸	اصراف	اصراف (اسراف)
۱۶۷	۶	ناظم سیتاپوری	نادم سیتاپوری
۱۶۹	۲	لاپرواہی	لاپروائی
۱۷۴	۴	جزل	جرنل
۲۰۷	۱۳	اجراہوے	اجراہوا
۲۰۹	۷	بمبئی گزٹ	بمبئی کوریر
۲۷۳	۳	(واجد علی)	(واجد علی کی)
۲۴۳	۷	سلطان اخبار	سلطان الاخبار
۲۴۴	۱۲	رجب بیگ	رجب علی بیگ
۲۴۶	۵	دربود	درربود
۲۵۰	۵	شمش الدین	شمس الدین
۲۵۸	۱۷	مجرہ	مجرا
۲۵۹	۷	محمکہ	محکمہ
۲۶۴	۲	ہڈسن	ہنڈرسن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۴	اجنٹ بہار	اجنٹ بہادر
۲۷۲	۱۸	شمش الدین	شمس الدین
۲۷۴	۵	مٹہ	مڈہ
۲۸۳	۱۲	بہی رسیدہ	بہی رسید
۲۹۳	۱۸	کا بیان	کے بیان
۳۰۲	۲۱	مرگ	بمرگ
۳۰۷	۹	اجاری	اجار
۳۱۱	۲۰	ضحیفہ	صحیفہ
۳۱۲	۱۴	حالت	حالات
۳۲۱	۱۵	ہماری	ہمارے
۳۲۵	۲۰	ذہن رساں	ذہن رسا
۳۳۸	۳	پرواہ	پروا
۳۴۰	۱۱	بالک	بالکل
"	۱۷	مسلمان کی	مسلمان
۳۴۱	۱۵	مٹہ	مڈہ
۳۴۲	۱	شد	شہ
۳۴۴	۱	محب ہند کو دیا	محب ہند کر دیا
"	۲۰	خیر ہند	خیر خواہ ہند
"	"	اس لئے پہلے	اس کے پہلے
۳۵۳	۵	بروے کار	برروے کار
۳۶۳	۱۷	ایک	ایک ایک
۳۶۶	۱۴	تونگری	توانگری
۳۷۲	۱	بالفتاح	بانفتاح
۳۸۳	۴	نجیبیوں	نجیبوں
۳۹۰	۱۴	بربادی	بردباری
"	۱۵	تجوید	تجویز
۳۹۲	۱	فروخت اجاس	فروخت اجناس
۳۹۳	۱۱	ہمیشہ صرف	ہمیشہ روٹیاں صرف